

غدير

قرآن، حدیث اور ادب میں

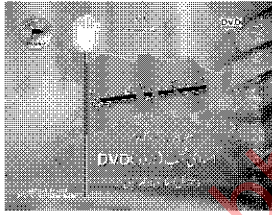
۶



تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النخعیؒ
ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گوپال پوری
سید شاہ جمال رضویؒ گوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.tl

sabelesakina@gmail.com



قال رسول الله :

يوم غدیر خم الفضل اعیاد امتی و هو الیوم الذی امرنی
الله تعالی ذکره فیه بنصب اخی علی بن ابی طالب علماً
لامتی، یهتدون به من بعدی و هو الیوم الذی اکمل الله
فیه الدین و اتم علی امتی فیه النعمة و رضی لهم الاسلام
دینا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”میری امت کے لئے افضل ترین عید ”غدیر خم“ کی عید ہے، اس دن خدا
نے مجھے اپنے بھائی علی بن ابی طالب کو امت کا پرچم دار (امام) نصب
کرنے کی تاکید فرمائی تاکہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں
، خدا نے اس دن کی بدولت دین کامل کیا، امت پر اپنی نعمت تمام کی اور
ان کے اسلام سے راضی ہوا۔“

(بخاری الانوار ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۹ ص ۱۱۰) : بشارة المصطفی ص ۴۹)

عقیدہ قرآن، حدیث اور ادب میں

جلد ششم (۶)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفیؒ

مترجم

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ایم جی عبدالحسین، ۱۳۸۱ء۔ ۱۳۴۹

[الفدیرنی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص]

فدیر قرآن، حدیث اور ادب میں مولف عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ: سید شاہ جمال رضوی گوپال پوری۔ ۱۳۳۱ق = ۲۰۱۰ء = ۱۳۸۹

ج ۶

ISBN: 978-600-92030-5-5 (جلد ۶)

فہرست نویسی براساس اطلاعات فیما

کتاب نامہ بصورت زیر نویس

۱۔ فدیر غم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ فدیر غم۔ ۴۔ فہرست جامع عربی۔

مجموع حوالہ رضوی شعور علی اختر مترجم۔ عنوان ج۔ عنوان: الفدیرنی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص

۲۹۷/۴۵۲

BP۲۲۲/۵۴ الف ۱۸

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: فدیر قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۶)

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص: سید شاہ جمال رضوی گوپال پوری

ناشر: گلستان ذہرا جلی کیشنز، لاہور

ناشر ہمارے: قرآن و سنت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ تجلیہ، قم المقدسہ)

پیشکش: مکتبہ بینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)

اشاعت: ۱۳ جب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اول

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: ۵۰۰/- روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان ذہرا جلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: قم، دفتر قرآن و سنت فاؤنڈیشن، مدرسہ تجلیہ خیابان حجت پارک ۷۷، چارواک شہداء، قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ بمبئی پور، مکن پور سیوان، بہار، پین کوڈ، 8841286

۲۔ ممبئی (قاسم علی کیشنز) ۵۸، نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ چٹائی (مقابلہ اجوا مٹائی) ڈوگری میٹھی ۴۰۰۰۰۔

..... جملہ حقوق قرآن و سنت فاؤنڈیشن کیلئے محفوظ ہیں

فہرست مطالب

۱۳.....	گفتار مترجم
عند لیبان غدیر	
۲۰.....	ابوداؤد حلّی
۲۱.....	شاعر کے حالات
۲۱.....	شاگرد و رواۃ
۲۱.....	گرا نقدر تالیفات
۲۲.....	وفات
	جمال الدین خلّعی
۲۷.....	شاعر کے حالات
۳۲.....	شجاع بنی ہاشم جناب مسلم کا مرثیہ
۳۳.....	مطلع قصائد
	سربچی ادالی
۳۹.....	شعری تتبع
۵۸.....	شاعر کی شخصیت
	معنی الدین حلّی



۶۲.....

شاعر کے حالات

۶۵.....

آثار و کارنامے

۷۱.....

ولادت و وفات

امام شیبانی شافعی

۷۶.....

شعری تتبع

۷۷.....

شاعر کی شخصیت

شمس الدین مالکی

۸۳.....

شعری تتبع

۱۰۱.....

صحت حدیث پر ایک نظر

۱۰۲.....

لفظ حدیث کا تحلیلی جائزہ

۱۰۷.....

اے کاش! اس نیرنگ زمانہ کو نہ دیکھتا

علم عمر کے نایاب کارنامے

۱۰۹.....

۱۔ فاقد آب کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

۱۱۰.....

تحریف اور دروغ سازی

۱۲۳.....

بخاری کی دوسری صورت

۱۲۳.....

۲۔ احکام غلکات سے خلیفہ کی جہالت

۱۲۵.....

۳۔ کتاب خدا سے خلیفہ کی نادانی

۱۲۸.....

۴۔ عجیب ترین مجوبہ

۱۳۰.....

ایک دوسری عورت جس نے چھ مہینے میں بچہ پیدا کیا

۱۳۰.....

۵۔ کل الناس افقہ من عمر

۱۳۵.....

۶۔ مفہوم ”اب“ سے خلیفہ کی جہالت

فہرست مطالب

- ۱۳۸..... ۷۔ عورت کے بارے میں خلیفہ کا فیصلہ
- ۱۴۱..... ۸۔ تاویل کتاب سے خلیفہ کی نادانی
- ۱۴۲..... ۹۔ شتر مرغ کے انڈے کے کفارہ سے خلیفہ کی جہالت
- ۱۴۳..... ۱۰۔ کل الناس افتق من عمر
- ۱۴۴..... ۱۱۔ ایک ماں اور بیٹے کا واقعہ اختلاف اور خلیفہ کا فرمان قتل
- ۱۴۵..... ۱۲۔ مفاد کلمات سے خلیفہ کی جہالت
- ۱۵۰..... ۱۳۔ قرأت نماز اور خلیفہ کا اجتہاد
- ۱۵۲..... ۱۴۔ میراث کے متعلق خلیفہ کا نظریہ
- ۱۵۳..... ۱۵۔ کینز کی طلاق سے خلیفہ کی نادانی
- ۱۵۴..... ۱۶۔ لولا علی لہلک عمر
- ۱۵۴..... ۱۷۔ کل احد افتق من عمر
- ۱۵۵..... ۱۸۔ درک عرفات کے بعد حائض کے متعلق خلیفہ کا نظریہ
- ۱۵۷..... ۱۹۔ سنت رسول سے خلیفہ کی نادانی
- ۱۶۰..... ۲۰۔ جد کے سلسلے میں خلیفہ کا اجتہاد (دادا کی میراث)
- ۱۶۳..... ۲۱۔ اپنے غلام کے ساتھ مباشرت کرنے والی عورت اور خلیفہ کا نظریہ
- ۱۶۴..... ۲۲۔ خلیفہ اور مغنیہ (گانے والی عورت)
- ۱۶۵..... ۲۳۔ مجبور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم
- ۱۶۷..... ۲۴۔ خلیفہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں
- ۱۶۷..... ۲۵۔ خلیفہ کی جاسوسی کے چند واقعات
- ۱۷۱..... ۲۶۔ شراب کی حد کے متعلق خلیفہ کا نظریہ
- ۱۷۴..... ۲۷۔ خلیفہ اور فریبی عورت



- ۲۸۔ لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب ۱۷۵
- ۲۹۔ خلیفہ اور کلام ۱۷۶
- ۳۰۔ خرگوش کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۱۸۱
- ۳۱۔ قصاص کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ ۱۸۲
- ۳۲۔ لولا معاذ لھلک عمر ۱۸۲
- ۳۳۔ قصاص کے متعلق عقیدہ خلیفہ ۱۸۳
- ۳۴۔ مقتول ذمی کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۱۸۴
- ۳۵۔ مقتول ذمی کے متعلق دوسرا واقعہ ۱۸۴
- ۳۶۔ معاف شدہ قاتل کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۱۸۵
- ۳۷۔ انگلیوں کے بارے میں خلیفہ کا عقیدہ ۱۸۵
- ۳۸۔ جہنم کی دیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے ۱۸۶
- ۳۹۔ چور کے بارے میں خلیفہ کی رائے ۱۸۸
- ۴۰۔ ملکہ روم کے تختہ کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد ۱۸۸
- ۴۱۔ مغیرہ کو کوڑے مارنے کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۱۸۹
- ۴۲۔ کل الناس افقہ من عمر حتی العجائز ۱۹۸
- ۴۳۔ گالی گلوچ کرنے والے دو افراد کے متعلق خلیفہ کا مشورہ ۱۹۹
- ۴۴۔ شجرہ رضوان کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ ۲۰۱
- ۴۵۔ آثار انبیاء کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۲۰۱
- ۴۶۔ بعض علمائے یہود اور خلیفہ ۲۰۳
- ۴۷۔ زکوٰۃ کے بارے میں خلیفہ کی رائے ۲۰۶
- ۴۸۔ شب قدر کے متعلق خلیفہ کا نظریہ ۲۰۸



۲۰۹.....	۴۹۔ سبب کے بغیر خلیفہ نے کوڑا مارا
۲۱۱.....	۵۰۔ مشہور سنت سے خلیفہ کی جہالت
۲۱۲.....	۵۱۔ میت پر گریہ کے متعلق خلیفہ کا اجتہاد
۲۲۰.....	۵۲۔ قربانی کے متعلق اجتہاد خلیفہ
۲۲۲.....	۵۳۔ دیت میں زوجہ کی میراث کے متعلق خلیفہ کی رائے
۲۲۵.....	۵۴۔ تحقیق بلوغ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ
۲۲۶.....	۵۵۔ خلیفہ نے حد میں کمی کی
۲۲۷.....	۵۶۔ یا ابا حسن! لا ابقانی اللہ لشدة لست لها
۲۲۹.....	۵۷۔ عجیب و غریب مولود اور خلیفہ
۲۳۱.....	۵۸۔ کنیز کی حد کے بارے میں اجتہاد خلیفہ
۲۳۳.....	۵۹۔ حکم رسولؐ سے خلیفہ کی مخالفت
۲۳۵.....	۶۰۔ کعبہ کے زیورات کے متعلق اجتہاد خلیفہ
۲۳۷.....	۶۱۔ تین طلاق کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد
۲۳۳.....	۶۲۔ بعد از عصر نماز کے بارے میں اجتہاد خلیفہ
۲۳۸.....	۶۳۔ عجم (غیر عرب) کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ
۲۵۲.....	۶۴۔ تہمت کے سلسلے میں خلیفہ کا تجسس
۲۵۲.....	۶۵۔ خلیفہ نے عائشہ سے دفن کی اجازت لی
۲۵۶.....	۶۶۔ مقام حایہ میں خلیفہ کا خطبہ
۲۶۳.....	۶۷۔ خلیفہ اور سورہ بقرہ کی تعلیم
۲۶۵.....	۶۸۔ حج تمتع اور متعہ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ
۲۷۶.....	۶۹۔ متعہ (ازدواج موقت)



- دو متعہ: متعہ حج اور متعہ نساء ۲۸۲
- دونوں متعہ پر ایک نظر ۲۸۶
- متعہ قرآن کی روشنی میں ۳۱۳
- میرے ساتھ آئیے ۳۲۱
- اسلام میں متعہ کے حدود و شرائط ۳۲۳
- پڑھئے اور ہنسئے یا گریہ کیجئے ۳۲۵
- ۷۰۔ خود کو مومن کہنے والے شخص کے متعلق خلیفہ کی رائے ۳۲۸
- ۷۱۔ اسقف نجران کی خلیفہ سے ملاقات ۳۳۱
- ۷۲۔ شراب خانہ میں موجود روزہ دار پر خلیفہ کے کوڑے ۳۳۳
- ۷۳۔ بیت المال کے محکم کے متعلق خلیفہ کی رائے ۳۳۴
- ۷۴۔ نماز میت کی تکبیروں میں خلیفہ کا اجتہاد ۳۳۵
- ۷۵۔ خلیفہ اور بادشاہ روم ۳۳۹
- بادشاہ روم کے مسائل ۳۳۹
- ۷۶۔ احکام کے بارے میں خلیفہ کا علم ۳۴۲
- ۷۷۔ مناسک حج کے بارے میں خلیفہ کی رائے ۳۴۴
- ۷۸۔ شراب کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد ۳۴۶
- ۷۹۔ غسل جنابت سے خلیفہ کی جہالت ۳۶۲
- ۸۰۔ دو مسجد کی توسیع میں خلیفہ کی سرگرمی ۳۶۴
- ۸۱۔ حکم طلاق سے خلیفہ کی خاموشی ۳۶۸
- ۸۲۔ گوشت کے بارے میں خلیفہ کی رائے ۳۶۸
- ۸۳۔ مدنی یہودی اور خلیفہ ۳۷۰



۳۷۳.....	۸۴۔ خلیفہ وہ پہلے انسان ہیں جو فریضہ میراث میں بحول کے قائل ہوئے
۳۷۵.....	۸۵۔ اعمال کے اموال کی تقسیم میں خلیفہ کا اجتہاد
۳۸۶.....	۸۶۔ خلیفہ اور اونٹ کی خریداری
۳۸۷.....	۸۷۔ بیت المقدس کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ
۳۹۱.....	۸۸۔ مجوس کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۳۹۲.....	۸۹۔ رجب کے روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے
۴۰۴.....	۹۰۔ قرآن کے مشکل سوالات میں خلیفہ کا اجتہاد
۴۰۷.....	۹۱۔ عدم الوقوع چیز کے متعلق سوال کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۴۰۹.....	۹۲۔ حدیث سے خلیفہ کی ممانعت
۴۱۳.....	۹۳۔ تحریر سنت کا واقعہ
۴۱۴.....	۹۴۔ کتابوں کے متعلق خلیفہ کی رائے
۴۲۲.....	۹۵۔ خلیفہ اور قرأتیں
۴۳۱.....	۹۶۔ اسماء و کنیت کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد
۴۳۲.....	۹۷۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے پر حد کے بعد حد جاری کی
۴۳۹.....	۹۸۔ عید کے دن پڑھنے والے سورہ سے خلیفہ کی جہالت
۴۵۰.....	۹۹۔ معانی الفاظ اور خلیفہ
۴۵۳.....	۱۰۰۔ تمام سال روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے
۴۵۹.....	بحث کے نتائج
۴۷۲.....	آئیے! شمس الدین ماکی کے شعری نتیج کی طرف لوٹ چلیں
۴۹۴.....	مرسلات
۴۹۶.....	شاعر کے حالات زندگی



۴۹۷.....

تالیفات

۵۰۱.....

علاء الدین حلّی

۵۰۲.....

شاعر کا تعارف

jabir.abbas@yahoo.com

عرض مترجم

رسول اسلام کی تحیس سالہ تبلیغی حیات میں بے شمار مواقع تلاش کئے جاسکتے ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ حضرت علیؑ کی جانشینی کے اظہار و اعلان پر باقاعدہ خدا کی طرف سے مامور تھے، آپ نے اس اہم ذمہ داری کو انتہائی حساس طریقہ سے امت تک پہنچایا، گفتار و کردار سے، رمز و کنایہ سے، تمثیلی انداز میں، استعاری انداز میں، الفاظ و لہجہ کبھی بعنوان حقیقت ہوتا تھا اور کبھی بعنوان مجاز، کبھی بالواسطہ تو کبھی بلا واسطہ۔ چنانچہ خطبہ غدیر کے یہ فقرے ہر انسان کو لمحہ فکریہ دے رہے ہیں:

”اے لوگو! خداوند عالم نے علیؑ کو امامت کے منصب پر فائز کیا ہے اور اس کی اطاعت واجب قرار دی ہے، اب اس کا حکم نافذ ہے، اس کی مخالفت کرنے والا ملعون اور تصدیق کرنے والا رحمت خداوندی سے نہال ہوگا، اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو، خدا تمہارا مولا اور علیؑ تمہارے امام ہیں، علیؑ کے ملب سے میرے فرزندوں میں قیامت تک امامت باقی رہے گی۔“

رسول خداؐ کی اس بے پناہ حساسیت کا مقصد یہ تھا کہ لوگ حضرت علیؑ کی ولایت و امامت پر متحد ہو جائیں اس لئے کہ امت مسلمہ کی کامیابی و سرفرازی اسی ولایت سے وابستہ ہے لیکن مفاد پرست مسلمانوں نے رسول خداؐ کی اس حساسیت کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ رکھا، آنحضرتؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی انہوں نے اپنا آل و سیدھا کرنا شروع کر دیا اور اپنی من مانی اور من گھڑت تفسیروں کے ذریعہ اس اہم الہی منصب کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگے، ان کی اس من مانی اور غلط تفسیر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ بعض لوگوں کی نظر میں یہ امر مشتبہ ہو گیا اور وہ غلط کو صحیح سمجھ بیٹھے، بعد میں آنے والی نسلیں اسی اساس پر پروان چڑھنے لگیں۔ ایسے میں ضروری تھا کہ ان غلط اور بے بنیاد پرو پگنڈوں سے غدیر و ولایت کو محفوظ رکھا جائے اور لوگوں کے سامنے ایسا معیار پیش کیا جائے جس کے ذریعہ وہ حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز پیدا کر سکیں۔

”الغدیر فی الكتاب والسنة والادب“ حق و باطل کا ایسا واضح و آشکار معیار ہے، جس میں



حق اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہے، اسی وقیع اور گرانقدر کتاب کی چھٹی جلد کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔

اکثر سنا تھا اور کتابوں میں گفتار مترجم کے ذیل میں پڑھتا بھی تھا کہ ترجمہ ایک سخت اور دشوار کام ہے، جب اس وادی میں قدم رکھا تو اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ واقعی ترجمہ ایک سنگلاخ وادی ہے، یہ کام تالیف سے بھی زیادہ سخت اور دشوار ہے، ترجمہ میں اصلی زبان کی خوبی و دل کشی کو برقرار رکھنا، جوئے شیر لاتا ہے، ایک مترجم کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ دونوں زبانوں پر اس کی گرفت کس قدر ہے اور ساتھ ساتھ پیغام مضمون پر بھی اس کی کتنی پکڑ ہے، گرفت کا یہ اعتراج جس قدر قوی ہوگا ترجمہ میں جو ہر پیغام بھی اسی قدر چاق و چوبند ہوگا۔

مجھے اپنی کم علمی کی وجہ سے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں متذکرہ بالا کوئی پر قطعی پورا نہیں اترتا، اسی لئے میں نے صرف نفس مضمون کو اپنے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جسے آپ ترجمہ کا نام دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

کتاب میں موجود اشعار کا ترجمہ بہت سخت تھا، اگر لفظی ترجمہ کیا جاتا تو شاید نفس مضمون فوت ہو جاتا، اسی لئے لفظی پیچیدگیوں سے اغماض نظر کرتے ہوئے سلاست و روانی کا خیال رکھا گیا ہے اور ان کا مفہومی ترجمہ کیا گیا ہے نیز محدودے چند مقامات پر تلخیص سے بھی کام چلایا گیا ہے۔

بہر حال میری یہ ناچیز کاوش حاضر ہے، اگر خدا کا لطف و کرم شامل حال نہ ہوتا تو اتنا عظیم کام کرنا تو دور اس کے متعلق سوچنا بھی محال ہوتا، آپ کی اعلیٰ ظرفی سے امید ہے کہ معمولی غلطیوں سے غصہ بھر کر کے اہم غلطیوں سے مطلع فرمائیں گے۔

محتاج دعا

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزہ علمیہ قم (۲۹/اپریل ۲۰۱۰ء)

عند لیبان غدیر

(۲۰ھویں صدی)

- ۱۔ ابو محمد بن داؤد حلّی
۲۔ جمال الدین خلّعی
۳۔ سرتیگی ادالی
۴۔ صفی الدین حلّی
۵۔ امام شیبانی شافعی
۶۔ شمس الدین مالکی
۷۔ علاء الدین حلّی

jabir.abbas@yahoo.com

ابو محمد بن داؤد حلی

ولادت ۹۴ھ

واذا نظرت الی خطاب محمد
من كنت مولاه فهذا حیدر
یوم الغدير اذا استقر المنزل
مولاه لا يرتاب فيه محصل
لعرفت نص المصطفى بخلافة
من بعده غراء لا يتاول

”جب آپ غدیر کے دن رسول خدا کے خطاب پر غور کریں گے کہ آپ نے وہاں ٹھہر کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ ”حیدر“ ولی و مولا ہیں، حق کے متلاشی کو اس میں تردد نہیں کرنا چاہئے، تو حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق رسول خدا کی تصریح واضح و آشکار ہو جائے گی، جس کی تاویل و توجیہ نہیں کی جاسکتی۔“

ابن داؤد نے امامت علیؑ کے سلسلہ میں ایک طوفانی نظم کہی ہے:

وقد جرت لی قصة غریبه
قد نتجت قضية عجيبة
فاعتبروا فيها ففیها معتبر
یغنی عن الاعراق فی قوس النظر
حضرت فی بغداد دار علم
فیہا رجال نظر و فهم
اشعار کا مختص ترجمہ:

میرے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا، جس کے نتائج و ثمرات عجیب و غریب تھے، لہذا اس واقعہ سے گراںقدر نصیحت حاصل کریں جو علمی اور نظریاتی کم مائیگی سے بے نیاز کرتا ہے:

میں بغداد کے ایک ایسے علمی گھرانے میں پہنچا جس میں صاحبانِ فہم و فراست موجود تھے۔ وہ ہر روز بحث و مذاکرہ کا میدان گرم رکھتے اور بزرگانِ قوم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اس علمی میدان میں کوئی استدلال و برہان کی شمشیر آبدار سے مجروح ہوتا یا قتل ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتا تھا۔ (یعنی بعض افراد، استدلال کے مد مقابل مغلوب ہو جاتے تھے)۔

چنانچہ بزمِ سخن آراستہ ہوئی، سواروں نے لباسِ جنگ زیب تن کیا اور چاروں اساتذہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) جمع ہوئے، جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا: تم عظیم دانشور اور فقیہ ہو، بتاؤ کہ رسولِ اسلامؐ کے بعد امت کی ہدایت و رہبری کے لئے امامت کا کون زیادہ حقدار ہے اور کسے اولویت حاصل ہے؟

میں نے کہا: یہ اہم مسئلہ قابلِ غور ہے، جس میں ہٹ دھرمی کی قطعی گنجائش نہیں، ہم سب صاحبِ عقل و خرد اور دانشمند ہیں۔ یہ فرض کیا جائے کہ رسولِ اسلامؐ اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں اور عالم و جاہل افراد قرب و جوار سے جمع ہو کر آپ سے حل و فصل اور جستجو کے خواہاں ہیں، لہذا آپ کے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے اخلاق و شرافت کو پیش نظر رکھ کر انصاف و عدالت کی رعایت کریں۔

جب رسولِ اسلامؐ کی وفات ہوئی تو اکثر لوگوں نے کہا: ابوبکر ہی لوگوں کے رہبر و امام ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا: لوگوں کی ہدایت و رہبری رسولِ اسلامؐ کے چچا حضرت عباس کا حق ہے، لیکن انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بقیہ افراد نے کہا: حضرت علیؑ خلافت و امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ بتائیں کہ وفات کے وقت رسولِ اسلامؐ نے اپنے بعد خلیفہ کے متعلق کوئی وصیت فرمائی یا ان کی ترتیب امت مسلمہ پر چھوڑ دی تھی کہ وہ جسے چاہیں اپنی رائے کے مطابق منتخب کر لیں؟؟

یہ سن کر ان میں سے ایک نے کہا: رسولِ اسلامؐ نے ابوبکر کو معین کیا اور خلافت کے لئے انھیں کو مخصوص فرمایا۔ دوسروں نے کہا: عمر سے منقول باتوں کے پیش نظر یہ بات اشکال سے خالی نہیں، کیونکہ عمرؓ نے کہا تھا: اگر خلیفہ کا تعین میرے ذمہ ہے تو میں ابوبکر کی پیروی کرتا ہوں اور اگر اپنے بعد خلیفہ کے لئے وصیت ترک کر دوں تو



رسول اسلام بھی ترک وصیت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (۱) لہذا حق دونوں کے درمیان مشترک ہے۔
 عمر نے یہ بھی کہا: ابو بکر کی بیعت بہت بڑی غلطی تھی۔ لہذا جس نے بھی اس عمل کی تکرار کی اس کا قتل
 حلال ہے۔ (۲)

مسلمان بولے: تم نے جو کیا وہ نہیں کے برابر ہے کیونکہ تم نے حضرت علیؓ کو خلافت سے معذول کر دیا۔
 انصار کہنے لگے: ہم خیر کے طلبکار ہیں، لہذا ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا۔
 ان تمام باتوں کے پیش نظر اگر ابو بکر کے متعلق رسول اسلام کی کوئی وصیت تھی تو تمہارے لئے
 ضروری ہے کہ فاروق پر اعتراض کرو اور انھیں مورد الزام قرار دو۔ پھر مسلمانوں اور انصار پر بھی اعتراض
 کرو لیکن اصحاب و انصار پر الزام تراشی تمہارے اختیار (مذہب) میں نہیں ہے۔
 یا ابو بکر کا اقالہ چاہنا (۳) (مجھے چھوڑ دو.....) اور بقول عمر: ان کی خلافت کا مشتبہ ہونا، اس بات
 کی دلیل ہے کہ ان کی بیعت صرف لوگوں کی رائے کی بنیاد پر ہوئی تھی، اگر ابو بکر کی خلافت نص رسولؐ
 کے ذریعہ متعین ہوتی تو وہ ”اقالہ“ نہ چاہتے اور ”اقیلونی“ نہ کہتے۔

یہ سن کر ان لوگوں نے وصیت رسولؐ کا انکار کرتے ہوئے اختیار امت کا اقرار کیا۔

-
- ۱۔ صحیح بخاری (جلد ۶، ص ۲۶۳۸، حدیث ۶۷۹۲)؛ صحیح مسلم (جلد ۴، ص ۱۰۲، حدیث ۱۱، کتاب الامارۃ)۔ سنن ابی داؤد (جلد ۳، ص ۱۳۳، حدیث ۲۹۳۹)؛ سنن ترمذی (جلد ۴، ص ۴۳۵، حدیث ۲۲۲۵)۔ مسند احمد، جلد ۱، ص ۴۳، ۴۶، ۴۷۔ (جلد ۱، ص ۷۱، حدیث ۳۰۱، ص ۷۵، حدیث ۳۲۳، ص ۷۷، حدیث ۳۳۳)۔ سنن نسائی، جلد ۸، ص ۱۴۸، تاریخ بغداد جلد ۱، ص ۲۵۸ (نمبر ۸۶)۔
 تیسیر الوصول جلد ۲، ص ۵۰، ۵۹، (جلد ۲، ص ۵۹، حدیث ۹، ۸)۔ البدایہ والنہایہ جلد ۵، ص ۲۵۰، (جلد ۵، ص ۲۷۰)۔
 ۲۔ صحیح بخاری، باب رجم الخلیفین من الزنا تاذا اوصفت جلد ۱۰، ص ۴۳، (جلد ۶، ص ۲۵۰، حدیث ۶۳۳۲)۔ مسند احمد، جلد ۱، ص ۵۵۔
 (جلد ۱، ص ۹۰، حدیث ۳۹۳)۔ تاریخ طبری، جلد ۳، ص ۲۱۰، ۲۰۰۔ (جلد ۳، ص ۲۰۵، ۲۲۳، حوادث ۱۱ھ)؛ انساب بلاذری، جلد ۵، ص ۱۵۔ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴، ص ۲۳۸ (جلد ۴، ص ۳۰۸) تیسیر الوصول، جلد ۲، ص ۴۳، ۴۲۔ (جلد ۲، ص ۵۳، ۵۱، حدیث ۴)۔ تاریخ کامل جلد ۲، ص ۱۳۵۔ (جلد ۲، ص ۱۱، حوادث ۱۱ھ)۔ نہایہ ابن اثیر، جلد ۳، ص ۲۳۸ (جلد ۳، ص ۲۶۷)۔ ریاض النضرۃ جلد ۱، ص ۱۶۱ (جلد ۱، ص ۲۰۱)؛ البدایہ والنہایہ جلد ۵، ص ۲۳۶۔ (جلد ۵، ص ۲۶۶، حوادث ۱۱ھ)؛ سیرۃ حلبیہ جلد ۳، ص ۳۸۸، ۳۹۲ (جلد ۳، ص ۳۶۰، ۳۶۳)۔ صواعق محرقة، ص ۵، ۸، ۲۱۔ (ص ۳۶، ۱۰، ۱۳)۔ تاریخ العروس جلد ۱، ص ۵۶۸۔
 ۳۔ الصواعق المحرقة، ص ۳۰ (ص ۵۱)؛ الامارۃ والسیاسة، ج ۱، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۲۰)۔



میں نے کہا: جب مسئلہ خلافت ہمارے اختیار پر چھوڑا گیا ہے تو پھر امت مسلمہ پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے: وہ افضل ترین اور بہترین فرد کو اختیار کرے یا ناقص، کم عقل اور مفسول کو منتخب کرے جس میں نہ حکومت کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی امامت و رہبری کی اہلیت...؟

انہوں نے بیک زبان کہا: امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ افضل ترین فرد کو منتخب کرے۔

یہ سن کر میں نے کہا: اے قوم! مجھے بتاؤ، کیا صفات و کمالات کی بناء پر رہبر کا تعین نہیں ہونا چاہئے؟ اگر ایسا ہے تو ایمان و مہاجرت میں سبقت رکھنے والے شخص کو ایسے انسان پر مقدم رکھو جو ان دو فضیلتوں سے محروم ہے۔

۲۵/ اشعار پر مشتمل یہ واقع نظم ”اعیان الشیعہ“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ (۱)

شاعر کے حالات

نام ”تقی الدین ابو محمد حسن بن علی بن داؤد حلی“ ہے، فقہ و حدیث، رجال و عربی اور دوسرے بہت سے علوم میں نابغہ روزگار تھے، اس بات پر کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ فرقہ ناجیہ کے بے نظیر و نایاب اور معروف دانشوروں میں سے ایک تھے، علماء نے کتب رجال و اجازات میں ہر طرح سے ستائش کی ہے، اگرچہ بعض علماء نے ان کی کتاب رجال ”رجال ابن داؤد“ کے متعلق باتیں بنائی ہیں۔ بعض اس میں تاویل و توجیہ کا نظریہ رکھتے ہیں۔ (۲) اور بعض نے اعتراض کی بوجھ کر ردی ہے۔ (۳) لیکن خیر الامور اوسطھا کے پیش نظر بہترین نظریہ اکثر علماء کا ہے کہ ان کی کتاب بھی دوسری کتابوں کی طرح علم رجال کے اصول و بنیاد میں شامل ہے جس پر کبھی اعتماد کیا گیا اور کبھی مورد نقد و انتقاد قرار دیا گیا۔ ہاں! شعراء نے آپ کی نظم کو ہر زمانے میں سراہا ہے اور تعریف و تمجید کی ہے۔

۱۔ اعیان الشیعہ، جلد ۲۲، ص ۳۳۳ (ج ۵، ص ۱۹۱)

۲۔ والد شخبہائی (شیخ حسین بن عبدالصمد) نے اپنی کتاب درایہ میں

۳۔ شیخ عبداللہ تہسری نے شرح الخدیج میں پہلی حدیث کی شرح میں



۵۔ جمادی الثانی ۶۲۷ھ میں متولد ہوئے اور سید ابوالفضائل احمد بن طاؤس حلی (متوفی ۶۷۳ھ) سے کسب علم کیا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

سید کے علاوہ جن علماء سے روایت کی ہے ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محقق نجم الدین جعفر بن حسن حلی (متوفی ۶۷۶ھ): قرأت کے استاد تھے۔

۲۔ شیخ نجیب الدین ابو ذکریا یحییٰ بن سعید حلی (متوفی ۶۸۹ھ):

۳۔ خواجہ نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ):

۴۔ سید غیاث الدین عبدالکریم بن ابوالفضائل احمد بن طاؤس حلی (متوفی ۶۹۳ھ):

۵۔ شیخ سدید الدین یوسف بن علی مطہر حلی (علامہ حلی کے والد):

۶۔ شیخ مفید الدین محمد بن جہیم اسدی (ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں ان کو اپنے استادوں

میں شمار کیا ہے):

شاگرد و رواۃ

۱۔ شیخ رضی الدین ابوالحسن احمد مزیدی (متوفی ۷۵۷ھ):

۲۔ سید ابو عبد اللہ محمد بن قاسم دیباجی حلی معروف بہ "ابن معیہ" (متوفی ۷۷۷ھ):

۳۔ زین الدین علی بن طراد مطار آبادی (متوفی ۷۹۳ھ):

گر انقدر تالیفات

۲۔ عدة الناسک فی فضائل مناسک (منظوم)

۱۔ تحفہ سعد

۴۔ المختصر من المختصر

۳۔ المعتمر

۶۔ کتاب الدرج

۵۔ اللؤلؤ فی خلاف اصحاب امامیہ

- ۸۔ خریدۃ الزہراء فی العقیدۃ القرار
۹۔ کتاب کافی
۱۰۔ کتاب فقہ
۱۱۔ الدر الثمین فی اصول الدین
۱۲۔ البغیۃ فی القضاۃ
۱۳۔ کتاب الرجال
۱۴۔ عقد الجواہر فی الاشباہ والنظائر
۱۵۔ مختصر اسرار العربیہ
۱۶۔ حل الاشکال فی عقد الاشکال
۱۷۔ احکام القضاۃ فی احکام القضاۃ
۱۸۔ شرح قصیدۃ السادی
۱۹۔ لعلہ (فی الصلاۃ)
۲۰۔ مختصر الايضاح
۲۱۔ الاکلیل
۲۲۔ الرائض فی الفرائض
۲۳۔ کتاب التکت
۲۴۔ حروف المعجم
۲۵۔ تحصیل المنافع
۲۶۔ خلاف المذاهب
۲۷۔ اصول الدین
۲۸۔ اللؤلؤۃ (فی خلاف اصحابنا)
۲۹۔ الجوہرۃ فی نظم التبرہ

وفات

ابن داؤد کی تاریخ وفات پردہ خفایں ہے۔ فقط اتنا علم ہے کہ یہ اپنی کتاب رجال کی تالیف سے ۷۷۷ھ میں فارغ ہوئے۔ میرزا عبداللہ آفندی صاحب ریاض العلماء (۱) نے مشہد الرضا (مشہد مقدس) میں شاعر کی تحریر کا ایک نسخہ دیکھا جس کے آخر میں لکھا تھا کہ اسے علی بن داؤد نے ۱۳ رمضان المبارک ۷۷۷ھ کو تحریر کیا۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن داؤد ۷۷۷ھ میں باحیات تھے اور ان کی زندگی کے ۹۴ سال گزر چکے تھے۔

جمال الدین خلعی

وفات ۷۵۰ھ

فاح اریجُ الرِّیاضِ والشجر
ونبۃ الورق راقدا السَّحر
واقترح الصبح زناد بهجته
فاشعلت فی محاجر الزهر
وافتر ثغر النوار مبتسما
لما بکتہ مدامع المطر

”باغ و بہار کی خوشبو نے اپنی آمد سے خواب غفلت میں سوئی ہوئی ہر مخلوق کو بیدار کر دیا، وقتِ محرم و خوشحالی کی بجلی چمکی تو گلستاں میں غنچے و کلیاں روشن و منور ہو گئیں؛ جس وقت ابرِ رحمت سایہ قلن ہوا تو دہانِ گل نے مسکراہٹیں بکھیر دیں، زمین نے پرورش میں خود نمائی کا مظاہرہ کیا تو گلوں کی عطر پاشی نے مشامِ جاں کو معطر کر دیا؛ پرندے شاخوں پر بیٹھ گئے جس کے بعد ان کے شکار کے لئے تیر و کمان کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ بادِ صبا نے صبح و مسا پہنا دامنِ سینے کے لئے ہمیں آگاہ کر دیا۔ وہ وقت کتنا خوشگوار تھا جب ہم بالکونی کی بلندی پر بیٹھ کر سبزہ زار کی نمائش کر رہے تھے اور بارانِ رحمت زمین پر برس کر اسے لباسِ سبز پہنا رہی تھی۔

ایسے میں اس مجلس کی کیا کیفیت رہی ہوگی جس کی قیادت ایسے جوان کو حاصل تھی جو ماہِ تاباں کے مانند منور تھا اور ہم سب شرفِ ہمنشینی لئے بہترین خبر کے منتظر تھے۔ اس مجلس کا موضوع گفتگو موثق اور معتبر راویوں سے منقول رسولِ اسلام کی باتیں اور غدی تھا۔

رسولِ خدا اپنے آخری حج سے واپسی پر غدیِ غم میں پالانِ شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:



اے لوگو! بے شک خداوند عالم نے مجھ پر عظیم وحی کی تکرار فرمائی ہے کہ جس چیز پر ہامور ہوں اگر اس کی تبلیغ میں کوتاہی کروں گا تو خداوند عالم پیغمبروں کے دفتر سے میرا نام خارج کر دے گا۔

فرمایا: اگر تم لوگوں کے مکر و فریب سے خوفزدہ ہو تو میں تمہاری حفاظت کروں گا، میں بہترین یار و مددگار ہوں، علی کو ان کا امیر و رہبر مقرر کرو کہ میں نے اسے تمام انسانوں میں منتخب فرمایا ہے۔

اس کے بعد آیہ بَلِّغْ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۱) کی تلاوت فرمائی جسے لوگوں نے سنا اور مشاہدہ کیا۔ پھر فرمایا: میری عمر رواں ختم ہونے کو آئی ہے، نزدیک ہے کہ آواز مرگ پر لبیک کہوں، کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں؟ سب نے یک زبان کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپ جو کچھ جانتے ہیں اس کا حکم فرمائیں؟

چنانچہ آنحضرت نے لوگوں کے درمیان فرمایا: جس کا میں مولا ہوں یہ ”علی“ اس کے مولا و آقا ہیں، میرے بعد اس کی پیروی و اطاعت کرنی چاہئے، خدایا! علی کے ناصر و مددگار کی نصرت فرما اور اس کے دشمنوں کو تباہی کے گھاٹ لگا دے۔

اس کے بعد جب میں نے خدا و رسول کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر لی تو کھڑا ہوا اور بولا: اے انسانوں میں سب سے بہتر! خلافت مبارک ہو، یہ منصب آپ کے شایان شان ہے، آپ ہمارے بھائی تھے، اب آقا و مولا ہوئے۔ آپ بہترین افتخارات پر فخر و مباہات کریں۔
وہ اسی قصیدہ میں نغمہ سرا ہیں:

تالله ما ذنب من يقيس الى	نعلك من قدموا بمغتفر
انكر قوم عيد الغدير و ما	فيه على المؤمنين من نكر
حكمك الله في العباد به	و سرت فيهم باحسن السير



”خدا کی قسم! جو آپ سے مقدم افراد کا آپ کے نعلین مبارک سے مقابلہ کرے، اس کا گناہ قابل مغفرت نہیں۔ کچھ لوگوں نے عید غدیر کا انکار کیا حالانکہ آج مومنین میں ایسا کوئی نہیں جو اس عید کا انکار کرے، خداوند عالم نے اپنے بندوں میں آپ کو حکومت و امامت عطا فرمائی اور آپ نے بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک پیش کیا۔

خداوند عالم نے غدیر خم میں اپنے دین کی تکمیل فرمائی، خدا کا ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (۱) قرآن مجید، تورات اور انجیل و ابراہیم کے صحیفوں میں آپ کی تعریف و تہجد موجود ہے، بندوں کا حساب و کتاب آپ کے دست اختیار میں ہے، آپ جس کے حق میں چاہیں سود و زیاں کا حکم صادر فرما سکتے ہیں، آپ جسے چاہیں تشنہ کام رکھیں اور جسے چاہیں سیراب کریں۔

اے وحشت ناک فریاد و فغاں کی پناہ گاہ اور اے دوستوں کے بہترین ذمہ! مجھے رافضی کہا گیا حالانکہ میرے لئے یہ لقب ناصبی سے بہتر ہے جو درحقیقت کفر ہے، ہاں! میں نے طاغوت کو چھوڑ کر اپنی محبت و الفت، امامت کے درخشاں ستاروں کے لئے مخصوص کر دی ہے۔

(یہ قصیدہ ۱۵۶ اشعار پر مشتمل ہے)

یہ اشعار بھی آپ ہی کے ہیں:

یوم عید و سرور	حذا یوم الغدیر
من بعدہ خیر امیر	اذا قام المصطفیٰ
فی مغبی و حضوری	قائلا هذا وصیی

”آفرین اور لاکھوں سلام ہو خوشحالی اور مسرت سے مہر پور روز غدیر پر جو عید کا دن ہے، جس دن رسول خداؐ نے اپنے بعد بہترین امیر و وصی کو منتخب فرمایا۔



آپ نے فرمایا:

”یہ میری موجودگی اور غیر موجودگی میں میرا وحی و جانشین ہے، یہ میرا یار و مددگار، میرا وزیر و نگہبان اور میرے جیسا ہے۔ یہ میرے بعد اس قرآن کے ذریعہ ہدایت کرے گا جو دلوں کی روشنی کا وسیلہ ہے، یہ وہی ہے جسے خداوند عالم نے دنیا کے تمام علوم سے بہرہ مند فرمایا ہے، اس کی اطاعت تمام اہل زمین و زمان پر واجب ہے۔ لہذا تمہیں اس کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ بہترین ہدف و مقصد تک رسائی حاصل کر سکو۔“

لیکن لوگوں نے اوپری دل سے آپ کی خلافت قبول کی حالانکہ ان کے قلوب آپ کے خلاف کینہ و فریب سے بھرے ہوئے تھے۔

اے امیر نخل، اے وہ انسان جس کی محبت و الفت میرے دل و دماغ اور باطن کی گہرائیوں میں محفوظ ہے، اے وہ شخص جو مجھے آتش جہنم کی سوزش سے نجات دلانے والا ہے، اے وہ عظیم انسان جس کی مدحت سرائی میری زندگی میں راحت جاں اور شب کی تنہائیوں میں میری ہم نشین ہے، اے حشر و قیامت کی ہنگامہ خیزیوں میں بہشت خالد کی راہنمائی کرنے والے اور اے بے پناہ علم و دانش کے مالک! میں نے اپنی ولایت و دوستی آپ سے مخصوص کر دی ہے اور جو آپ کا دشمن ہے اس کے لئے میری لعنت و ملامت اور بدگوئی ہمیشہ جاری و ساری رہے گی۔ آپ کا بندہ ناچیز ”خلعی“ خوش و خرم قیامت کے دن پہنچ گیا۔“

۶۱ اشعار پر مشتمل آپ کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کے ۳۶ اشعار قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں نقل کئے ہیں (۱) اور علامہ زبوزی نے پورا قصیدہ ریاض الجہت میں نقل کیا ہے؛ یہاں بطور نمونہ چند اشعار نقل کئے جا رہے ہیں:

القرآن فی کل سورة غرر	اسمائوک المشرقات فی اوجہ
من حیث فروا ک نہم حمر	سمائک رب العباد قسورة



والعین والجنب والوجه انت والهادی ولیل الضلال معتکر
یا صاحب الامر فی یوم الغدیرو قد بخ بخ لّمّا ولّیتہ عمر
لوشنت ما مد حبتہ یدہ لها ولا نال حکمها زفر
لکن تانیبت فی الامور ولم تعجل علیہم وانت مقتدر

”آپ کے شریف اور درخشاں اسماء قرآن مجید کے ہر سورہ میں آشکار و نمایاں ہیں، خداوند عالم نے شب تاریک میں آپ کو عین اللہ، جب اللہ، وجد اللہ اور ہادی و رہنما کا نام دیا۔ اے صاحب ولایت و امامت! جب رسول خدا نے روز غدیر آپ کو ولی مقرر فرمایا تو عمر نے مبارک سلامت کی صدا بلند کی، اگر آپ چاہتے تو خلافت کے سلسلے میں دست ابو بکر دراز نہ ہوتا اور پھر یہ حکومت عمر تک نہ پہنچتی لیکن آپ اپنے کاموں میں صابر و شاکر تھے۔ چنانچہ بھرپور قدرت و طاقت کے باوجود آپ نے ان کے متعلق غلت کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔“

شاعر کے حالات

نام ”ابوالحسن جمال الدین علی بن عبد العزیز بن ابی محمد خلّعی (خلّعی) موصلی حلی“ ہے، خاندان رسالت کے عظیم شاعر اور گرانقدر مداح ہیں؛ انہوں نے اہل بیت اطہار (علیہم السلام) کی مدح و ستائش میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور حق مطلب کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کے تمام اشعار میں خاندان رسالت کی مدحت سرائی اور سوگواری کے علاوہ کوئی دوسرا موضوع نہیں پایا جاتا۔

یہ تمام علوم و فنون میں ماہر اور مرد فاضل تھے، ان کے اشعار سلیس اور عام فہم ہوتے تھے۔
حلقہ میں سکونت کے دوران تقریباً ۵۷ھ میں فوت ہوئے اور وہیں پر سپرد خاک کئے گئے۔ وہاں ان کی مشہور و معروف قبر ہے۔

یہ نامی والدین سے متولد ہوئے۔ (۱)

سید زوزی ریاض الجہیم کے روضہ اول میں لکھتے ہیں:

ان کی ماں نے نذر مانی کہ اگر خداوند عالم نے ایک فرزند کی نعمت عطا فرمائی تو اسے سبطِ پیغمبر امام حسینؑ کے زائرین کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لئے روانہ کرے گی۔ چنانچہ جب وہ پیدا ہوئے اور شعور و ادراک کی منزل پر پہونچے تو نذر و عہد کی ادائیگی کے لئے روانہ کر دیا۔

کر بلا کے نزدیک ”میتب“ کے اطراف میں پہونچ کر زائرین کی گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ لیکن اچانک ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور قافلہ آگے نکل گیا اور قافلہ سے اٹھتی گرد و غبار ان پر آپڑی۔ خواب میں دیکھا کہ ہر طرف قیامت کا سماں ہے، حکم دیا گیا ہے کہ انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے لیکن آگ اس خاک کی وجہ سے اپنا اثر دکھانے سے قاصر رہی جو قافلہ کے ذریعہ ان پر پڑی تھی۔

وہ حیران و پریشان خواب سے بیدار ہوئے، اپنے ناپاک ارادوں سے توبہ کی اور خاندانِ رسولؐ کے دل و جان سے شیدائی ہو گئے۔ وہ اسی خوف و ہراس کے عالم میں حرمِ امام حسینؑ میں پہونچے، لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی وقت دو بیت کہے جس پر شاعر بدیع حاج مہدی قلوبی (متوفی ۱۳۵۷ھ) نے مخمس کہا ہے، مخمس کے ساتھ دو بیت پیش خدمت ہے:

اراک بحیرۃ ملائک رینا و شتک الہوی بینا فینا

فطب نفسا وقر باللہ عینا اذا شئت النجدة فزر حسینا

لکی تلقی الالہ قریر عین

اذا علم الملائک منک عزما تروم مزارہ کتبوک رسما

و حرمت الجحیم علیک حتما فان النار لیس تمس جسما

علیہ غبار زوار السحسین



”تمہیں حیران و سرگرداں دیکھ رہا ہوں، شک و شبہ نے تمہیں اپنی پلیٹ میں لے رکھا ہے اور ہوا وہوس نے پراگندہ و پریشان کر رکھا ہے، تم ان دونوں کے درمیان پس و پیش میں مبتلا ہو۔ لہذا اپنے دل و دماغ کو پاک کرو، آنکھوں کو خدا کے نور سے روشن و منور کرو۔ اگر نجات کے خواہاں ہو تو امام حسین کی زیارت کرو تا کہ نورانی آنکھوں سے خدا کا دیدار کر سکو۔

اگر فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ تم امام حسین کی قبر کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہو تو وہ تاکید کے ساتھ تم پر آتش جہنم کی حرمت لکھ دیں گے اس لئے کہ جہنم کی آگ ایسے اجسام کو اپنا ہدف قرار نہیں دیتی جن پر امام حسین کے زائروں کی گردوغبار موجود ہو۔“

ان کے عادات و اطوار سے خاندان رسالت کی والہانہ دوستی و محبت نمایاں تھی۔ اہل بیت کرام بھی اس محبت کے عوض آپ پر خاص الطاف و عنایات روا رکھتے تھے چنانچہ علامہ نوری ”حبل المتین فی معجزات امیر المومنین“ سے نقل کرتے ہیں کہ جب وہ امام حسین کے حرم مقدس میں داخل ہوئے اور آنحضرت کی مدح و ستائش میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو حرم کے دروازوں کا ایک پردہ ان کے اوپر گر پڑا۔ اسی دن سے خلّعی یا خلّعی کے نام سے موسوم ہو گئے۔ یہ اپنے اشعار میں ”خلّعی“، تخلص رکھتے تھے۔ (۱)

علامہ نوری نے ملا محمد جیلانی کے ذریعہ ”حبل المتین“ سے نقل کیا ہے کہ جمال الدین خلّعی اور ابن حماد میں فخر و مباہات ہونے لگا۔ دونوں کا یہ خیال تھا کہ امیر المومنین حضرت علی کے متعلق ان کے مدحیہ اشعار دوسرے سے بہتر ہیں، لہذا دونوں نے قصیدہ کہہ کر ضریح مقدس میں ڈال دیا تا کہ امام ان کے قصیدے سے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ تھوڑی دیر بعد خلّعی کا قصیدہ باہر آیا جس پر سونے کے پانی سے تحریر تھا: ”احسنت“ شاباش! تم نے بہت اچھا کہا۔ اور ابن حماد کے قصیدہ پر چاندی کے پانی سے یہی الفاظ تحریر تھے۔

اس صورت حال سے ابن حماد کافی غمگین ہوئے، امیر المومنین سے عرض کی: آقا! میں آپ کا

پرانا نمک خوار ہوں، یہ (جمال الدین) تو جلد ہی آپ کے چاہنے والوں میں داخل ہوا ہے (پھر میرے ساتھ ایسا کیوں؟) آنحضرتؐ نے خواب میں آکر فرمایا: یہ سچ ہے کہ تم ہمارے پرانے محب ہو اور اس نے جلد ہی ہماری ولایت قبول کی ہے لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ رعایت سے کام لیں۔ (۱)

انہوں نے تقریباً (۳۴) اشعار پر مشتمل امام حسینؑ کا مرثیہ کہا ہے جس کے بعض اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

أئى عذر لمهجة لا تذوب وحشاً لا يشبُ فيهما لهيب؟
ولقلب يضيق من الم الحزن وعين دموعها لا تصوب
وابن بنت النبي بالطف مطروح لقى والجين منه تربيب

”گوشہ دل کے لئے کون سا عذر ہے کہ وہ پانی پانی نہ ہو اور امام حسینؑ کے آتش غم میں شعلہ ورنہ ہو؟ کون سا دل ہے جو اس غم میں حیران و پریشان نہیں یا کون سی آنکھ ہے جو اشک آلود نہیں؟ ہاں! سبط رسولؐ زمین کر بلا پر خاک و خون میں آہستہ پڑے ہوئے تھے، ان کے اطراف میں ان کے بھائی اور خاندان کے جوان و پیر موجود تھے جنہیں موت کے شکنجے نے زمین بوس کیا ہوا تھا؛ ناموس رسولؐ اپنے عزیز اور نو جوانوں کے داغ مفارقت سے بے حال گریہ کناں تھیں، ان کی چادروں کو دشمنوں نے لوٹ لیا تھا۔

کوئی جگر خراش آواز میں بھائی کہتی تھیں تو کوئی ہائے بابا کی صدا بلند کرتی تھیں، لیکن وہ اپنی کھلی آنکھوں سے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔

میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے کہ امام کا فرزند نازنین ان کے ہاتھوں پر جاں بلب تھا اور گلوئے مبارک سے خون جاری تھا، ان کی خواہر عزیز جناب زینبؑ پر افسوس جو اشکوں کے سایہ میں یتیموں کی پناہ گاہ تھیں۔



جناب فاطمہؑ کے مصائب سے میرا دل چھلنی ہے جو اسیری کے خوف سے وحشت زدہ تھیں، ان کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا، ام کلثومؑ پر افسوس جن کے رخسار مبارک گریہ وزاری اور سیلان اشک سے مجروح ہو چکے تھے، وہ فریاد کناں تھیں: اے میرے تنہا والی و وارث اور اے میرے فریاد رس بھائی! ہمارے مصائب و آلام کا خاتمہ کیجئے۔ اس کے بعد گریاں و بریاں رسول اسلامؐ سے شکوہ کرنے لگیں:

اے نانا! کاش آپ دیکھتے کہ ہمیں کس طرح اسیر کیا گیا اور ہم پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ اے نانا! آپ کی نصیحتیں اور ہمارے متعلق آپ کی سفارشات لوگوں پر اثر انداز نہ ہوئیں اور تمام تر تاکید کو پس پشت ڈال کر امام حسینؑ کی غربت و تنہائی پر ذرا بھی رحم نہ کیا گیا۔ اے نانا! آپ کہاں ہیں، آ کر دیکھئے آپ کا حسینؑ شہید ہو چکا ہے اور علی بن حسینؑ پر تازیانوں کی بارش ہو رہی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کا نواسہ قربان گاہ میں بے گور و کفن پڑا ہوا ہے۔ اے کاش! آپ دیکھتے ہم ذلت و خواری کے ساتھ دشمنوں کے درمیان اسیر تھے اور ان کے دل ہمارے لئے پتھر ہو چکے تھے۔

یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

یا بنی طہ و یاس	بن و حامیم و نون
بکم استعصمت من	شر خطوب تعتر بنی
فاذا خفت فانتم	لنجاتی کالسفین

”اے طہ و یسین اور حم و نون کے فرزند! میں زمانہ کے حوادث سے آپ ہی کی پناہ کا خواستگار ہوں، آپ حضرات خوف و ہراس کے عالم میں میرے لئے کشتی نجات ہیں۔ میزان اعمال آپ کے دست اختیار میں ہے لہذا اپنے بندہ ناجیز (خلّی) کو اصحاب یمن کے ہمراہ محصور فرما کر نجات دیجئے اور میری کم مایہ دحت کو شرف قبولیت عطا فرمائیے۔

اے صاحب اسرار خدا! میں نے ایسے افراد کے ساتھ مدارا کیا ہے جو مجھے مار ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے، میں صادق و امین عالم کے قول کا شیدائی تھا کہ انہوں نے فرمایا: تقیہ کرو کہ یہ میرا اور میرے اباؤ



اجداد کا دین ہے۔

میں نے آپ کے اوصاف کے متعلق اپنے اشتیاق کو ہمیز کر کے آپ کی مدحت کے ذریعہ اپنے ظاہر و باطن کو آشکار کر دیا، میرے پوشیدہ اسرار و رموز کا گواہ آپ کا علم لدنی میرے لئے کافی دوائی ہے۔

خدا کی محکم رسی پر اعتراض کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں کہ نا اہل اور فاقد کمالات کو صاحب فضل و کمال کے برابر کا درجہ دوں۔ کیا ”اقیلونی“ (مجھے چھوڑ دو) کے قائل اور ”سلونی“ (مجھ سے پوچھ لو) کے قائل کے درمیان برابری کا عقیدہ رکھا جاسکتا ہے (خدا کی پناہ)۔

شجاع بنی ہاشم جناب مسلم کا مرثیہ

المسلم بن عقیل قام الناعی
مولی دعاء ولیہ وامامہ
لما استہلت ادمع الاشیاع
فاجاب دعوتہ بسمع واع
حفظ الوداد لذی القراۃ فاقتنی
شرفا علی الاہلین و الاتباع

”کیا اس وقت مسلم بن عقیل کے لئے قاصد مرگ بلند ہو جب شیعوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اٹھ پڑا، ہاں! وہ ایسے سردار تھے جن کے امام نے جب آواز دی تو انہوں نے دل و جان سے لبیک کہا اور اپنی محبت کو خاندان کے والی و وارث کے لئے مخصوص کر کے اپنے اہل و عیال اور چاہنے والوں میں بہترین شرافت و عظمت کا انتخاب فرمایا۔

قربان جاؤں ایسے آزاد اور پاکیزہ مرد مومن پر جو صاحب عزم راسخ اور ہمیشہ رکوع و جود کرنے والا تھا! میری جان فدا ہو ایسے دلیر و شجاع پر جو بہت زیادہ وقار و شہادت تھا۔ افسوس! اس مسلم پر جس پر شمشیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی لیکن آنکھوں میں خوف و دہشت کا شائبہ تک نہ تھا۔ ہاں! طولانی جنگ و جدال کے بعد دشمنان بد خصال نے آپ پر غلبہ حاصل کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے



مگر اس مرد شجاع اور قلب محکم کی بات نے اس ملعون کو خشم آلود کر دیا، آپ نے ابن زیاد سے پوشیدہ طور پر وصیتیں کیں لیکن اس بدشعار نے آشکار کر دی۔

آپ کے جسم مطہر کو قصر کی بلندی سے نیچے گرا دیا گیا، لوگوں کی سماعتوں نے آپ کی روح پاک سے بکسیر و تحلیل کی آوازیں سنی۔

افسوس! حضرت محمدؐ کی شمشیر آبدار پر جواہر کا مہر نہ کر سکی، اس ٹھنڈے پانی پر افسوس جو آپ کے خون سے رنگین ہو گیا، حیف آپ کے شکستہ دندان مبارک پر اور افسوس اس پر جو زمین گرم پر پڑا ہوا تھا۔

اے میرے آقا، اے فرزند عقل! آپ کا دن، دلوں کو مصائب و آلام کا ہدف قرار دینے کا دن ہے، ہمارے اشک رواں آپ کے باقی ماندہ افراد کو سیراب کریں اور آپ کے خانہ جدید (قبر) پر بارش کا کام کریں۔ یہ بارش ہانی بن عروہ کو بھی سیراب کرے جس نے آواز دینے والے کی آواز پر لبیک کہا۔

آپ کا غلام (خلی) اس غم انگیز داستان کو عقرب صفت اور بد خصال دشمنوں کے زہر سے اور ان کے ویلے سے بیان کرتا ہے۔“

میں خلیجی کے بہت سے قصائد سے واقف ہوں جو سب کے سب اہل بیت کرامؑ کی مدح و ستائش پر مشتمل ہیں، اگر انھیں یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم دیوان تیار ہو جائے گا۔ یہاں صرف نجف اشرف اور کاظمین سے محصول خطی نسخوں کی فہرست مطالعہ کی غرض سے پیش کی جا رہی ہے:



مطلع قصائد

- ۱۔ لم اهلك عافى دمنة وطلول وشموس ركب آذنت برحيل ۱۲۷/اشعار
- ۲۔ اضرمت نار قلبي المحزون صادحات الحمام فوق الغصون ۱۵۶/اشعار
- ۳۔ طلاب العلى بالسهمى المقوم وضرب الطلى مرمى الى كل مغنم ۱۵۰/اشعار
- ۴۔ جعلت النوح فى عاشور دابى فزاد اليم وحدى واكتسابى ۱۳۰/اشعار
- ۵۔ يا عين بالدمع الغزير جودى على الطهر المزور ۱۳۱/اشعار
- ۶۔ ارقى لابن النبى لا لبرق حاجرى ۱۳۱/اشعار
- ۷۔ عرج على ارض كربلاء وامزج الدمع بالدماء ۲۳/اشعار
- ۸۔ ذكرت المصارع فى كربل فزاد بقلبي عظيم البل ۲۳/اشعار
- ۹۔ الحاظ ساكنة الخبا فتكتك ام مقل الطبا ۴۴/اشعار
- ۱۰۔ فرط وحدى قد حلالى مالعدالى ومالى ۵۱/اشعار
- ۱۱۔ ليتك زار لماما فاعتدى جفنى المناما ۵۹/اشعار
- ۱۲۔ زاد همى وشحونى وجفانومى جفونى ۶۶/اشعار
- ۱۳۔ طال حزنى والكتسابى فجعلت النوح دابى ۳۵/اشعار
- ۱۴۔ هاج لى نوح الحمام فرط وحدى وغرامى ۲۹/اشعار

- ۱۵۔ ماذا يريد النوى من قلبى العانى
اماتنا هت صباباتى و اشجائى ۹۰/اشعار
- ۱۶۔ اكفكف دمعى و هولايسام الوكفا
و اخفى غرامى و الصبابه لا تخفى ۳۵/اشعار
- ۱۷۔ سلام الله ذى الحبيب
على زوارفى رجب ۳۷/اشعار
- ۱۸۔ قل ولا تخش فى المعاد ائاما
لا سقى شانئى على غماما ۳۷/اشعار
- ۱۹۔ لم اطل فى عرصه الدمن
وقفه الباكى على السكن ۲۵/اشعار
- ۲۰۔ يا زائرا حرم الوصى
الطاهر العلم الامام ۲۳/اشعار
- ۲۱۔ ينبغي بزورقه الرضا
و الامن فى يوم الزحام ۳۲/اشعار
- ۲۲۔ يا عين لا للمربع و حيام
اودت بساكنها يد الايام ۳۸/اشعار
- ۲۳۔ يا عين لا لخلو الربع و الدمن
باكى الرزايا سوى الباكى على السكن ۳۸/اشعار
- ۲۴۔ سل حيرة القاطنين ما فعلوا
و هل اقاموا بالحى ام رحلوا ۵۵/اشعار
- ۲۵۔ العين عبرى و دمعها مسفوح
والقلب من الم الاسى مقروح ۳۲/اشعار
- ۲۶۔ اغاذلى: ذكر كربلا حزنى
فسح دمعى كالعارض الهتين ۲۹/اشعار
- ۲۷۔ الا مالحنفى بالسهاد موكل
و قلبى لاعباء الهوى يتحمل ۳۹/اشعار
- ۲۸۔ لم ابك ربعا دارس العرصات
اضحت معارفه من النكرات ۲۶/اشعار
- ۲۹۔ لم ابك من وقفة على الدمن
ولا لخل ناي و لا سكن ۵۱/اشعار
- ۳۰۔ هاج حزنى وزاد حر لهيبى
و شجائى ذكر القتل الغريب ۳۹/اشعار
- ۳۱۔ جفون لا تمل من الهمول
و جسم لا يفك من التحول ۳۹/اشعار
- ۳۲۔ ما هاجنى ذكر مربع خصب
ولا شجائى و جدى و لا طربى ۴۶/اشعار
- ۳۳۔ يا لدمعى لم يطف حر غليلى
للقتيال الظامى و اى قتيل ۵۸/اشعار
- ۳۴۔ هاج حزنى و غليلى
ذكر عطشان قتيل ۲۸/اشعار



- ۳۵۔ هجرت مقلتی لذیذ کراھا لمصائب الشہید من آل طاھا ۱۵۲/اشعار
 ۳۶۔ عذرتک لو تخذی ملامہ لوم علی اللوم للمضنی الکئیب المتیم ۱۵۵/اشعار
 ۳۷۔ لست ممن ینکی رسوما محول و دیارا اعفی البلاد و طولولا ۱۵۳/اشعار
 ۳۸۔ جعلت النوح ادمانا لمانال ابن مولانا ۳۰/اشعار
 ۳۹۔ هو الحمی و بانہ لانفرت غزلانہ ۳۷/اشعار
- ہماری معلومات کے مطابق خلیعی (۱۶۵۶) اشعار کے مالک تھے۔

ایمان الشیعہ میں ”شیخ حسن خلیعی“ کے عنوان سے ان کی سوانح حیات موجود ہے۔ (۱)

سربچی اوالی

(وفات ۵۷۵ھ)

ان لم اُفَضْ فی المغانی ماءً اجفانی فما اَفْطَأْ اذن قلبی واجفانی
و کیف لا یهمل الدمع الھتون فتی امسی اسیر صبابات و احزان
یاربۃ السجف ہلا کنت قاضیۃ دینا واقلعت عن مطل و لیان
”اگر پلکوں سے آب پاشی نہ کروں تو میرے قلب و ابرو کتنے سخت جان ہیں، ایسا جوان جو کسی کے
عشق و اندوہ کے دام میں گرفتار ہو وہ اشک بارانی کیوں نہ کرے، اے پردہ نشین خاتون! کاش تو نے
وعدہ خلائی و کیہ تو زنی کو پس پشت ڈال کر دین کے حقوق کی ادائیگی کی ہوتی اور عہد بقیس میں ہوتی تو وہ
جناب سلیمان کے لئے والہانہ پن کا مظاہرہ نہ کرتی۔

اے دل ناداں! مجھے خوبصورت چہروں کے خیال خام میں کب تک گرفتار کرتا رہے گا حالانکہ عقل
سلیم اس کی سختی سے مخالفت کر رہی ہے۔ امیر المومنین حیدر کی محبت مجھے لہو و لعب اور بزم طرب سے باز
رکھتی ہے، اے راتوں کی تنہائی! خاک و تل اور خوش آرائیوں کی باتیں چھوڑ کر مجھ سے ان کے فضائل
و مناقب بیان کر۔

وہ شجاعان وقت کو تباہی گھاٹ لگانے والے، سرکشوں کا قلع قمع کرنے والے، بہترین بخشش و عطا
کا مظہر اور خوف زدہ گنہگاروں کی پناہ گاہ ہیں۔ انہوں نے جن کو توڑ کر زمین بوس کیا، ان کی شمشیر آبدار
سے اسلام مستحکم و استوار ہوا، اسلام کا بانی اور بتوں کو توڑنے والا کتنا بلند و برتر ہے۔



اے مجھے اپنی ملامت و سرزنش کا ہدف قرار دینے والے! احدا اور بدر و خیبر کے متعلق سوال کر، اس صفین کے بارے میں پوچھ جب دلوں پر خوف طاری تھی اور دو گروہ آپس میں نبرد آزما تھے؛ عمر بن عبدود کے دن (روز خندق) کو یاد کر جب ایک شمشیر نے برہنہ تلوار پر ایسی ضرب لگائی کہ شجاعان عرب کو موت کا فرشتہ آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگا۔

رسول خداؐ نے غدیر کے دن آپ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے۔ فرمایا: ”جس کا میں مولا ہوں تو بھی اس کا مولا ہے، خداوند عالم تیری ذات سے حیران و سرگرداں افراد کی ہدایت فرماتا ہے“ یہ سن کر کینہ توزوں کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

اے علی! تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آفتاب کا پلٹنا آپ کے فضائل و کمالات کی ایسی نشانی ہے جس سے دوسرے تمام انسان قاصر و عاجز ہیں، بے شک انفی اور اس کے موزے میں داخل ہونے کے عظیم واقعہ میں کینہ توزوں اور احمقوں کی ہدایت پوشیدہ ہے۔ کینہ و دشمنی میں آپ کی راہ سے منحرف ہونے والے افراد کے لئے داستان طیور (حدیث طیر) میں راہنمائی موجود ہے۔

اس دن کے متعلق سوال کرو جب حضرت منبر پر موجود تھے اور لوگ ایک سانپ سے بری طرح خوف زدہ تھے، آپ نے فرمایا: میری طرف آنے کے لئے راستہ دو، تمہیں ذرا بھی نقصان نہیں پہنچے گا! سانپ منبر کے زینوں سے ہوتا ہوا اوپر پہونچا اور اپنی خاضع زبان میں حضرت کی مدح و ستائش کرنے لگا۔

ان کے علاوہ کون ہے جس کی ذات دانش و تقویٰ سے بھرپور ہے، ان کے علاوہ کس نے ببا نگ دہل آواز لگائی: مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں؛ کون ہے جس نے کفار و مشرکین کے حصار کے بعد بھی بستر رسولؐ پر سو کر اپنی جان قربان کر دی؛ کون ہے جس نے حالت رکوع میں صدقہ دیا اور کبھی بتوں کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا؛ کون ہے جس کا زچہ خانہ خدا کا گھر قرار پایا اور



خداوند عالم نے اسے دشمنوں کی دشمنی و زیادتی سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

ان کے علاوہ کون ہے جس نے خداوند عالم سے گفتگو کا شرف حاصل کیا اور پوشیدہ اور اعلانیہ ہر طرح اس کی ذات سے رسالت کو تقویت ملی؛ خیبر کی ہنگامہ خیز جنگ میں پرچم کسے دیا گیا، کس کی دعاؤں کے فیضان سے دست بریدہ اپنی جگہ پر آ گیا اور ناپینا کی آنکھیں روشن و منور ہو گئیں، وہ کون ہے جس کے لئے وحی نازل ہوئی کہ مسجد کی طرف اس کا دروازہ کھلا رہے اور دوسرے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں؛ کون ہے جسے مشرکین کے درمیان سورہ برأت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا؟؟

جنت و جہنم کا بانٹنے والا اور ساقی کوثر کون ہے، کس نے رسول اسلام کو غسل و کفن دیا، کون ہے جس نے ہواؤں کے دوش پر بیٹھ کر حکومت کی یہاں تک کہ اصحاب کہف کے پاس آیا جو مدتوں خواب میں پڑے ہوئے تھے۔ اصحاب کہف نے بیدار ہو کر کہا: آپ علم و ایقان کی وجہ سے رسول خدا کے حقیقی وصی و جانشین ہیں۔“

شعری تتبع

اس قصیدہ میں مولائے متعین حضرت امیر المومنین کے بعض فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے قبل بعض فضائل کے متعلق تفصیلی بحث پیش کی گئی، یہاں شاعر نے اپنے شعر:

من كان حرم الرحمن مولده و حاطه الله من باس و عدوان

میں امیر المومنین کی جس فضیلت کی جانب اشارہ کیا ہے اس کی وضاحت پیش کی جا رہی ہے: شاعر نے اس شعر میں حضرت کی خانہ کعبہ میں ولادت باسعادت کے عظیم واقعہ کو بیان کیا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے لئے دیوار کعبہ شگافتہ ہوئی اور جیسے ہی داخل ہوئیں دیوار کعبہ پھر سے استوار ہو گئی۔ آپ اس میں موجود تھیں کہ خانہ خدا کو شرافتوں اور عظمتوں سے ہمکنار کرنے والے مولود مسعود کی ولادت ہوئی، آپ نے جنت کے میوہ جات نوش فرمائے اور جب تک دنیا کو اپنے نورانی وجود سے منور



نہ کر لیا اور آپ کے پیکر اقدس کی عطر و خوشبو فضائے عالم میں منتشر نہ ہوئی صرف کعبہ شگافتہ نہ ہوا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے اثبات پر شیعہ و سنی دونوں گروہ نے اتفاق کیا ہے، اثباتی احادیث و روایات سے کتابیں بھری پڑی ہیں لہذا اس تاریخی واقعہ کے تواتر و اتفاق کے متعلق شیعہ و سنی دونوں کی توضیح واضح کے بعد ہمیں یادہ گو اور بے ہدف باتیں بنانے والوں کی داد و فریاد کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔

حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں: متواتر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ، جناب فاطمہ بنت اسد کے لطن سے خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ (۱)

حافظ گنجی شافعی ”کفایہ“ میں ابن نجار کے طریق سے حاکم نیشاپوری سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: حضرت امیر المومنینؑ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل شب جمعہ بیت اللہ الحرام میں متولد ہوئے، ان سے قبل یا بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں، یہ شرف آپ ہی سے مخصوص ہے۔ (۲)

احمد بن عبد الرحیم معروف بہ شاہ ولی اللہ ابن عبدالعزیز دہلوی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب ”ازالۃ الخلفاء“ میں لکھا ہے کہ متواتر روایات سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد کے لطن سے جوف کعبہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت ہوئی، آپ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو پیدا ہوئے، وہاں نہ اس سے پہلے اور نہ آپ کے بعد ہی کسی کی ولادت ہوئی۔ (۳)

شہاب الدین سید محمود آلوسی ”صاحب تفسیر“ لکھتے ہیں:
”عبدالباقی آفندی عمری کے پاس ایک شاعر نے یہ شعر پڑھا:

انت العلیٰ الذی فوق العلیٰ رُفِعَا بیطن مکة عند البیت اذ وُضِعَا

”آپ ایسے علیؑ ہیں جو بلند یوں سے بھی بلند و برتر ہیں، اس لئے کہ آپ کی ولادت قلب مکہ

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۵۵۰ حدیث ۶۰۴۳)

۲۔ کفایہ الطالب، (ص ۴۰۷)

۳۔ ازالۃ الخفا (ج ۲ ص ۲۵۱)



معظمہ میں خانہ خدا کے نزدیک واقع ہوئی۔“

جوف کعبہ میں حضرت امیر المومنین کی ولادت باسعادت عالم قانی کا مشہور واقعہ ہے، شیعہ و سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)
اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

”آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے متعلق یہ بات مشہور نہیں ہوئی، اگر کسی نے بے سر کی اڑائی بھی ہے تو اس کی بات پر اتفاق نہیں ہوا ہے۔ ہاں! اماموں کے امام اور رہبروں کے رہبر کے لئے کتنا مناسب ہے کہ اس کی ولادت ایسی جگہ واقع ہو جو مومنین کا قبلہ قرار پائے؛ پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے ہر شی کو اس کی واقعی جگہ پر قرار دیا ہے اور وہی احکم الحاکمین ہے۔“
یہ شعر بھی کہا:

انت انت الذی حطّٰتْ لَہْ قَدَمٌ فِیْ مَوْضِعِ یَذُو الْحَمْنِ قَدْ وُضِعَا
”آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے بت شکنی کے لئے ایسی جگہ قدم رنج فرمایا جہاں دست خدا برقرار تھا۔“ (۲)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو یہ بات بے حد محبوب تھی کہ خانہ کعبہ میں جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی اسے بتوں سے پاک کریں۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ خانہ کعبہ نے خداوند عالم سے بتوں کی پرستش کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے مالک و مختار! میرے اطراف میں ان بتوں کی کب تک پرستش ہوتی رہے گی؟ خداوند عالم نے فرمایا: عنقریب وہ جگہ بتوں اور بت پرستوں سے پاک ہو جائے گی۔
علامہ رضا ہندی نے بھی اپنے اشعار میں اسی واقعہ کی منظر کشی کی ہے:

لَمَّا دَعَاكَ اللهُ قَدَمًا لَّانَ تُولَدُ فِي الْبَيْتِ فَلَبَّيْتَهُ
شَكَرْتَهُ بَيْنَ قَرِيْشٍ بَانَ طَهَّرْتَ مِنْ أَصْنَامِهِمْ بَيْتَهُ



”جب خداوند عالم نے عہد قدیم میں آپ کو خانہ کعبہ میں ولادت کے لئے آواز دی تو آپ نے اجابت فرمائی اور قریش میں آپ ہی نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے سلسلے میں شکر یہ ادا کیا۔“ (۱)
خانہ کعبہ میں ولادت باسعادت، امیر المومنین کے مسلمہ فضائل و مناقب میں سے ہے جسے اکثر علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، بعض یہ ہیں:

۱۔ ابی الحسن علی بن حسین مسعودی ہندی نے مروج الذهب میں: (۲)

۲۔ سبط ابن جوزی حنفی نے تذکرۃ الخواص الامۃ میں: (۳)

۳۔ ابن صباغ مالکی نے فصول الحمہ میں: (۴)

۴۔ نور الدین علی حلبی نے سیرۃ النبویہ میں: (۵)

۵۔ شیخ علی قاری حنفی نے شرح شفا میں: (۶)

۶۔ ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں: (۷)

۷۔ شیخ علاء الدین سکتوری نے محاضرۃ الدوائل میں: (۸)

۸۔ میرزا محمد بدخشی نے مفتاح النبی فی مناقب آل عباس میں: (۹)

۹۔ امیر محمد صالح ترمذی نے المناقب میں:

۱۰۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوة میں: (۱۰)

۱۱۔ عبد الرحمن صفوری شافعی نے نزہۃ المجالس میں: (۱۱)

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۲، ج ۲، ص ۲۶۶ (۳۶۶)

۴۔ فصول الحمہ، ص ۱۴ (۲۹)

۶۔ شرح شفا، ص ۱۵۱

۸۔ محاضرۃ الدوائل، ص ۱۲۰

۱۔ دیوان سید رضا ہندی، (ص ۲۵)

۳۔ تذکرۃ خواص اللہ ص ۷ (ص ۱۰)

۵۔ سیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۱۵۰ (ج ۱، ص ۱۳۹)

۷۔ مطالب السؤل، ص ۱۱

۹۔ مفتاح النبی فی مناقب آل عباس (ص ۱۸، باب ۳، فصل ۱)

۱۰۔ مدارج النبوة (ج ۲، ص ۳۰۸)

۱۱۔ نزہۃ المجالس، ج ۳، ص ۲۰۴

- ۱۲۔ شاہ محمد حسین چشتی نے آئینہ تصوف میں: (۱)
- ۱۳۔ صدر الدین احمد بردوانی نے رواج المصطفیٰ میں: (۲)
- ۱۴۔ سید علی جلال الدین نے کتاب الحسین میں: (۳)
- ۱۵۔ شیخ حبیب اللہ ستیطی نے کفایۃ الطالب میں: (۴)
- ۱۶۔ سید محمد مومن شبلنجی نے نور الابصار میں: (۵)
- شیعوں کے جید علماء کی کثیر تعداد نے بھی اس عظیم تاریخی واقعہ کو نقل کیا ہے؛ جن میں بعض یہ ہیں:
- ۱۔ حسن بن محمد بن حسن قتی نے تاریخ قم میں ذکر کیا ہے، جس کا فارسی ترجمہ حسن بن علی بن حسن قتی نے ۸۶۵ھ میں کیا ہے، ترجمہ فارسی ص ۱۹۱ پر ملاحظہ کریں۔
- ۲۔ شریف رضی (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے خصائص الائمہ ص ۳۹ پر نقل کر کے لکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ میں آنحضرت کے علاوہ کسی اور کی ولادت سے واقف نہیں۔
- ۳۔ شیخ الائمہ، معلم انسانیت شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)؛ وہ لکھتے ہیں: حضرت علی کے قبل و بعد کسی کی خانہ کعبہ میں ولادت نہیں ہوئی۔ (۶)
- ۴۔ شریف مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ) نے شرح قصیدہ بایہ حمیری ص ۵۱ پر نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: اس فضیلت و برتری میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ (شریف مرتضیٰ کی معرکہ الراء نظم، ان کے حالات زندگی کے ساتھ جلد چہارم میں گزر چکی ہے)۔

۱۔ آئینہ تصوف ص ۱۳۱

۲۔ رواج المصطفیٰ ص ۱۰

۳۔ کتاب الحسین ج ۱ ص ۱۶

۴۔ کفایۃ الطالب ص ۳۷

۵۔ نور الابصار ص ۷۶ (ص ۱۵۶)

۶۔ مسار الشیعہ، ص ۵۱، (جلد ۷، ص ۵۹)؛ الارشاد، ص ۳، (جلد ۱۱، ج ۱ ص ۵)؛ المعتقد، (جلد ۱، ص ۴۶)



۵۔ نجم الدین شریف ابوالحسن علی بن ابی الغنائم محمد۔ یہ ابن صوفی کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ”المجدی“ میں نقل کیا ہے۔ (۱)

۶۔ شیخ ابوالفتح کرچکی (متوفی ۴۳۶ھ) نے کنز الفوائد میں: (۲)

۷۔ حسن بن عبدالوہاب نے عیون المعجزات میں: (۳) آپ شریف مرتضیٰ کے ہم عصر ہیں۔

۸۔ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) نے تہذیب، مصباح المعجم اور الامالی میں نقل کیا ہے۔ (۴)

۹۔ امین الاسلام فضل بن حسن طوسی (متوفی ۵۴۸ھ) اعلام الوریٰ میں لکھتے ہیں: کعبہ میں ان سے پہلے اور بعد کسی کی ولادت نہیں ہوئی ہے۔ (۵)

۱۰۔ ابن شہر آشوب ساروی (متوفی ۵۸۸ھ) نے ”النائب“ میں: (۶)

۱۱۔ ابن بطریق شمس الدین ابوالحسین عیسیٰ بن حسن علی (متوفی ۶۰۰ھ) اپنی کتاب ”عمدہ“ میں لکھتے ہیں: خانہ کعبہ میں ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی متولد نہیں ہوا۔ (۷)

۱۲۔ رضی الدین علی بن طاووس (متوفی ۶۶۳ھ) نے اقبال میں: (۸)

۱۳۔ عماد الدین حسن طبری آملی اپنی کتاب تحفۃ الابرار باب چہارم کے فصل ہشتم میں۔

۱۴۔ بہاء الدین اربلی (متوفی ۶۹۲ھ) نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں نقل کر کے لکھا ہے: حضرت کے قبل و بعد کوئی بھی خانہ کعبہ میں متولد نہیں ہوا، خداوند عالم نے بزرگی و عظمت کے پیش نظر

۱۔ المجدی فی انساب الطالبین، (ص ۱۱)

۲۔ کنز الفوائد، ص ۱۱۵ (ج ۱، ص ۲۵۵)

۳۔ عیون المعجزات، (ص ۲۹)

۴۔ المعجزیہ، ج ۲ (ج ۱، ص ۱۹)؛ مصباح المعجم ص ۵۶۰ (ص ۷۴)؛ ابالی طوسی، ص ۲۸۰ (ص ۷۰۶، حدیث ۱۵۱۱)

۵۔ اعلام الوریٰ، ص ۹۳ (ص ۱۵۹)

۶۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۱، ص ۳۵۹؛ ج ۲، ص ۵ (ج ۲، ص ۱۹۸/۱۹۷، ج ۳، ص ۳۰۹)۔

۷۔ العمدة، (ص ۲۳) ۸۔ الاقبال، ص ۱۴۱ (ص ۶۵۵)



- اس عظیم فضیلت کو انہیں سے مخصوص فرمایا ہے تاکہ اُن کی عظمت و منزلت آشکار ہو سکے۔ (۱)
- ۱۵۔ ابوعلی بن قتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں نقل کیا ہے۔ (۲)
- ۱۶۔ ہندو شاہ بن عبداللہ صاحبی نجوانی نے تجارب السلف ص ۳۷ پر۔
- ۱۷۔ علامہ حسن بن یوسف حلی (متوفی ۷۲۶ھ) نے اپنی دو کتابوں ”کشف الحق“ اور ”کشف الیقین“ میں نقل کیا ہے اور صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ آپ سے قبل و بعد کسی نے بھی خانہ کعبہ میں آنکھیں نہیں کھولیں۔ (۳)
- ۱۸۔ جمال الدین بن عمید (متوفی ۸۲۸ھ) نے عمدۃ الطالب میں؛ (۴)
- ۱۹۔ شیخ علی بن یونس عالمی بیاضی (متوفی ۸۷۷ھ) نے اپنی کتاب ”صراط المستقیم“ میں؛ (۵)
- ۲۰۔ سید محمد بن احمد بن عمید الدین علی حسینی نے الشجر الکشاف الاشرف میں؛ (۶)
- ۲۱۔ تقی الدین کفعمی نے المصباح ص ۵۱۲ پر (ان کے حالات اسی جلد میں آئیں گے)۔
- ۲۲۔ احمد بن محمد بن عبدالغفار غفاری قزوینی نے تاریخ نگارستان میں؛ (۷)
- ۲۳۔ قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق (۸) میں (ان کی سوانح حیات ”شہداء الفضیلة“ میں مذکور ہے)۔
- ۲۴۔ عبدالنبی جزائری (متوفی ۱۰۲۱ھ) نے حاوی الاقوال میں؛

- ۱۔ کشف الغمہ ص ۱۹ (ج ۱، ص ۶۱)
- ۲۔ روضۃ الواعظین ص ۶۷ (ص ۷۶)
- ۳۔ نجیح الحق و کشف الصدق ص ۲۳۳: کشف الیقین فی فضائل امیر المومنین ص ۱۷
- ۴۔ عمدۃ الطالب ص ۳۱ (ص ۵۸)
- ۵۔ الصراط المستقیم، (ج ۱، ص ۳۳۱)
- ۶۔ الشجر الکشاف الاشرف ص ۲۳۰
- ۷۔ تاریخ نگارستان، (ص ۱۲)
- ۸۔ احقاق الحق (ج ۵، ص ۵۶)

- ۲۵۔ شیخ محمد بن علی لایبجانی نے محبوب القلوب میں: (۱)
- ۲۶۔ ملا محسن کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ) نے تقویم الحسنین میں: (۲)
- ۲۷۔ نظام الدین محمد بن حسین تفرشی ساوجی شاگرد شیخ بہائی نے اپنی تالیف تملکۃ الجامع العباسی میں نقل کیا ہے۔
- ۲۸۔ شیخ ابوالحسن شریف (متوفی ۱۱۰۰ھ) نے اپنی گرانقدر کتاب ضیاء العالمین میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ واقعہ صدر اول اسلام میں کافی مشہور تھا۔
- ۲۹۔ سید ہاشم توبلی بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ) غایۃ المرام میں لکھتے ہیں: یہ واقعہ متواتر ہے، شیعہ اور سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ (۳)
- ۳۰۔ علامہ مجلسیؒ (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے (۴) وہ لکھتے ہیں: راویوں اور تذکرہ نگاروں میں یہ بات مشہور ہے کہ امیر المومنین خانہ کعبہ میں متولد ہوئے۔
- ۳۱۔ سید نعمت اللہ جزائری (متوفی ۱۱۱۲ھ) نے انوار نعمانیہ میں: (۵)
- ۳۲۔ سید علی خان شیرازی (متوفی ۱۱۱۸ھ) نے ”حداائق الندیہ فی شرح فوائد الصمدیہ“ میں: (۶)
- ۳۳۔ سید محمد طباطبائی جد آئیۃ اللہ بحر العلوم (متوفی ۱۱۲۶ھ):
- ۳۴۔ سید عباس بن علی بن نور الدین موسوی حسینی مکی (متوفی ۱۱۷۹ھ) نے ”نزهة الجلیس“ میں: (۷)

۱۔ محبوب القلوب (ج ۲، ص ۳۳۷/۳۳۸)

۲۔ تقویم الحسنین، (ص ۱۷)

۳۔ غایۃ المرام، (ج ۱، ص ۱۳)

۴۔ جلاء العیون، (ص ۷۹)

۵۔ الانوار نعمانیہ، (ج ۱، ص ۳۷۰)

۶۔ الحدائق الندیہ فی شرح فوائد الصمدیہ، (ص ۶)

۷۔ نزهة الجلیس ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۱۰۳)



- ۳۵۔ ابوعلی حارّی (متوفی ۱۲۱۵ھ) نے ”منتہی المقال“ میں: (۱)
- ۳۶۔ سید حسن اعرجی (متوفی ۱۲۲۷ھ) نے ”عمدة الرجال“ میں:
- ۳۷۔ شیخ خضر بن شاکل عفاکوی نحسی (متوفی ۱۲۵۵ھ) نے ”ابواب البیان و بشائر رضوان“ میں: (۲)
- ۳۸۔ سید حیدر حسنی حسینی کاظمی (متوفی ۱۲۶۵ھ) نے ”عمدة الزائر“ میں: (۳)
- ۳۹۔ سید مہدی قزوینی (متوفی ۱۳۰۰ھ) نے ”فکک النجاة“ میں: (۴)
- ۴۰۔ مولانا سید محمد بن محمد علی بن محمد باقر نے تحفة السلاطین ج ۲ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین کا واقعہ تولد نصف النہار کے سورج کی طرح واضح و آشکار ہے۔
- ۴۱۔ مولانا سلطان محمد بن تاج الدین حسن نے تحفة المجالس میں: (۵)
- ۴۲۔ سید میرزا حسن زوزی نے وقیع کتاب ”بحر العلوم“ میں:
- ۴۳۔ ملا شریف شیروانی نے ”شہاب الثاقب“ میں:
- ۴۴۔ ملا علی اصغر بروجرودی نے ”عقائد الشیعة“ میں: (۶)
- ۴۵۔ میرزا حبیب اللہ خوئی نے ”شرح نہج البلاغہ“ میں: (۷)
- ۴۶۔ ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن جعفر حسینی اعرجی نے ”مناہل النرب فی انساب العرب“ میں:
- ۴۷۔ شیخ عباس قتی (متوفی ۱۳۵۹ھ) نے ”سفینة البحار“ میں: (۸)

- ۱۔ منتہی المقال، ص ۴۶ (ص ۶۶)
- ۲۔ ابواب البیان و بشائر الرضوان (ص ۴۴)
- ۳۔ عمدة الزائر ص ۵۴
- ۴۔ فکک النجاة ص ۳۲۶
- ۵۔ تحفة المجالس ص ۸۸
- ۶۔ عقائد الشیعة، ص ۳۱، (ص ۴۱)
- ۷۔ منہاج البرہۃ فی شرح نہج البلاغہ ج ۱، ص ۴۱ (ج ۱، ص ۲۱۶)
- ۸۔ سفینة البحار، ج ۲، ص ۳۲۹ (ج ۶، ص ۶۷، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

۴۸۔ سید محسن امین حسینی عالمی نے ”اعیان الشیعہ“ میں: (۱)

۴۹۔ شیخ جعفر نقدی نے ”نزہۃ الحسینین فی فضائل امیر المومنین“ میں: (۲)

۵۰۔ شیخ اردو بادی نے اس موضوع پر وقیع کتاب تالیف فرمائی ہے اور تحقیق و جستجو میں دوسروں کو

پیچھے چھوڑ دیا ہے، ان کی کتاب کے عناوین اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت کا واقعہ تولد اور اس کا تواثر

۲۔ امت مسلمہ کے درمیان واقعہ تولد کی شہرت

۳۔ خبر ولادت اور محدثین

۴۔ واقعہ ولادت اور دانشوران علم انساب

۵۔ واقعہ ولادت اور مورخین

۶۔ واقعہ ولادت اور شعراء

۷۔ واقعہ ولادت اور اتفاق علماء

قاضی ابوالہتیری نے ولادت امیر المومنین کے متعلق ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جسے شیخ الطائفہ

اورنجاشی نے ذکر کیا ہے۔ (۳)

ابو محمد علوی حسن بن محمد نے حجر سے، ابن محمد ساقی نے رجا سے اور ابن ہبل صفائی نے ابوالہتیری

سے اس کی روایت کی ہے۔ (۴)

نجاہی نے امیر المومنین کی ولادت سے متعلق ابن بابویہ صدوق کی کتاب کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (۵)

۱۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۳ (ج ۱، ص ۳۲۳)

۲۔ نزہۃ الحسینین فی فضائل امیر المومنین، ص ۸۲ (۳۶۲)

۳۔ الغرر المستفیض، (ص ۱۷۳، نمبر ۷۵۷)؛ رجال نجاہی، (ص ۳۳۰، نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۱۹،

۵۔ رجال نجاہی، ص ۲۷۹، (ص ۳۹۲، نمبر ۱۰۳۹)



بہت سے شیعہ علماء و شعراء نے بھی اس تاریخی واقعہ کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا ہے؛ ان میں بعض کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ سید حمیری (متوفی ۳۷۱ھ)؛ وہ نغمہ سرا ہیں:

ولدتہ فی حرم الالہ وامنہ والبيت حيث فناؤه والمسجد
بيضاء طاهرة الغياب كريمة طابث وطاب وليدھا والمولذ
فی لیلۃ غابت نحوہ نجوہا وبدث مع القمر المنیر الأسعد

۲۔ محمد بن منصور سرخی؛ مناقب بن شہر آشوب میں ولادت امیر المومنین سے متعلق آپ کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱)

۳۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (متوفی ۶۳۲ھ)؛

۴۔ مشہور عارف، مولانا ردوی (متوفی ۶۳۲ھ)؛

۵۔ ملا محمد بن عبد اللہ کاشی نیشاپوری (متوفی ۸۸۹ھ)؛ ان کا قصیدہ مجالس المومنین میں موجود

ہے۔ (۲)

۶۔ مولانا ابلی شیرازی (متوفی ۹۳۲ھ)؛

۷۔ مرزا محمد علی تبریزی؛ تخلص صاحب تھا، عہد سلیمان کے شاعر ہیں، ان کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کی تعریف و توصیف اور اس کی عظمتوں کو بیان کیا گیا ہے، ان میں حضرت علی کا واقعہ ولادت نمایاں حیثیت کا حامل ہے، پورا قصیدہ فزانہ العامہ ص ۲۹۱ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۸۔ سید محمد باقر ابن محمد حسینی استرآبادی معروف بہ داماد (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛

۹۔ ملا محمد مصلح شیرازی (متوفی ۱۱۲۷ھ)؛ (ان کا قصیدہ اور حالات زندگی بارہویں صدی ہجری کے

عند لیبان غدیر میں بیان کئے جائیں گے)۔

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۱، ص ۳۶۰ (ج ۲، ص ۲۰۰)

۲۔ مجالس المومنین (ج ۲، ص ۶۶۱)



۱۰۔ سید محضر اللہ مدرس حایری؛ ۱۱۶۰ھ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بارہویں صدی کے شاعر

غدر ہیں۔

۱۱۔ ملا رضا محرونی اپنی کتاب مثنوی میں:

۱۲۔ مرزا نصر اللہ شہاب:

۱۳۔ شریف محمد بن فلاخ کاظمی: انہوں نے واقعہ ولادت کو قصیدہ کرار یہ میں بیان کیا ہے۔

۱۴۔ شیخ محمد رضا نحوی: تیرہویں صدی کے شاعر غدر ہیں، تفصیلی تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۱۵۔ شیخ حسین غنی (متوفی ۱۲۵۲ھ): یہ اپنے معرکہ الآراء قصیدہ میں فرماتے ہیں:

جعلَ اللهُ بَيْتَهُ لِعَلِيٍّ مولداً يالهَ علاً لا يُضاهي
لم يشارِكْهُ فِي الْوِلَادَةِ فِيهِ سيّد الرّسلي لا ولا أنبيها
علم الله شوقها لعلّيٍّ علمه بالذّي به من هواها

”خداوند عالم نے اپنے گھر کو علی کے لئے جائے ولادت قرار دیا، اس فضیلت میں کوئی ان کا مثل نظیر نہیں۔ خانہ کعبہ میں ولادت کی اس عظیم فضیلت میں سید المرسلینؐ و انبیاء کرامؑ بھی شریک نہیں ہیں۔ خداوند عالم علی کے سلسلے میں بیت معمور کے اشتیاق اور والہانہ پن سے واقف ہے۔ جو شخص اس گھر سے عشق و وابستگی رکھتا ہے خدا اس سے خوب واقف ہے۔“

۱۶۔ مرزا عباس دامغانی نشاط (متوفی ۱۲۶۲ھ):

۱۷۔ سید محمد تقی قزوینی (متوفی ۱۲۷۰ھ): شاعر غدر ہیں، تفصیلی تذکرہ تیرہویں صدی ہجری کے

شعراء میں آئے گا۔

۱۸۔ حسین بن علی فتونی عالمی ہمدانی حایری: یہ بھی تیرہویں صدی کے شاعر غدر ہیں۔

۱۹۔ حاج محمد خان دشتی اپنے مطبوعہ دیوان میں:

۲۰۔ حاج مرزا اسماعیل شیرازی: ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق آپ کا بہترین قصیدہ ہے جس

کے بعض اشعار کا ترجمہ پیش ہے:



رغد العیش فزده رغدا بسلاف منه تشفی سقمی
 طرب الصب علی وصل الحبيب وهنی العیش علی بعد الرقیب
 وفنی من اکثر الراح النصیب وانسنى تومًا بهلا مفردا
 فالهنا کل الهنا فی التوام

”زندگی عیش و عشرت اور آسائش سے مملو ہے لہذا بہترین شربت اور آب حیات سے میری آسائش میں اضافہ کر دنا کہ بیماری سے شفاء کے کامل نصیب ہو۔ عاشق، وصال محبوب کے سبب مسرت و شادمانی سے باغ باغ ہو گیا اور نگہبان و رقیب کی دوری نے اس کی زندگی کو مزید خوشگوار بنا دیا؛ میرے حصے کے جام سے مجھے سیراب و سرشار کرو اور دود و جام پلاؤ نہ ایک ایک، اس لئے کہ کمال مسرت و دوام و مینا پینے میں ہے۔

مجھے ایسی شراب دو جس سے آگ بھی پانی پانی ہو جائے اور شعلہ در آگ کو اپنی لپیٹ میں لے لے، پلاؤ مجھے اور میرے شب نشین ساتھیوں کو۔ خدا کی قسم! یہ ایسے دلوں کی تشنگی کو دور کرتا ہے جو عشق و عاشقی میں شعلہ در ہوتے ہیں۔

طبع صورت والوں کے ہاتھوں سے شراب و مئے کا حصول کتنا خوشگوار ہے، کتنا روح پرور، جانفرا اور نشاط و مسرت سے بھرپور ہے، لہذا اسے صبح و شام اس آفتاب کی مانند پھراؤ جو کوہ صرخد (مکہ کی ایک پہاڑی) پر روشن و منور رہتا ہے اور محبتیں اسے چمکتے ستاروں کے مانند آراستہ و ہیرا ستہ کرتی ہیں۔

میری روح و جان نے کعبہ سے ایسا نور محسوس کیا ہے جیسا نور حضرت موسیٰ نے طور سینا سے درک کیا تھا، اس دن عالم کون و مکاں پر خوشحالی اور مسرت مسلط تھی، حریم مکہ کے کنارے ایک حیرت انگیز صدا سماعتوں کو پھاڑے دے رہی تھی۔

یہ قاطعہ بنت اسد ہیں جو لاہوت ابدی کو حاصل کئے ہوئے آئی ہیں، لہذا خاضعانہ اور خاکسارانہ انداز میں ان کے ہمراہ سجدہ کر دو، اس لئے کہ جب اس کا نور عالم کون و مکاں میں جلوہ گر ہوا تو فرشتے بھی سجدہ ریز ہو گئے۔

ہاں! ایمان و ایقان کا ضیاء بار چراغ روشن ہوا، خورشید ہدایت کا مکمل طلوع آشکار ہوا، اس کے بعد تیر و تار اور سیاہ رات روشن و منور ہو گئی۔

لن ترانی کی ابدی نفی منسوخ ہو چکی ہے، خداوند عالم نے اپنے وجہ منیر کی نشاندہی کر دی ہے۔ اے کاش! حضرت موسیٰ ہمارے درمیان ہوتے اور طور سینا پر اصرار کے ساتھ جس چیز کی خواہش ظاہر کی تھی اس کا مشاہدہ کرتے، لیکن وہ تو دست خالی واپس ہو گئے تھے۔

کیا مادرِ عظمت جانتی ہیں کہ انہوں نے کس کو جنم دیا، کیا پستان ہدایت واقف ہیں کہ کس کی دودھ بڑھائی کی اور کیا دستِ خرد سمجھتا ہے کہ اس نے کس کا بارگراں اٹھایا، کیا صاحبانِ عقل و فہم جانتے ہیں کہ عالم وجود میں کون رونق افروز ہوا، علم و آگہی کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ وہ کتنا بزرگ و برتر ہے۔

اگر خداوند عالم کے لئے صاحبِ اولاد ہونا ممکن ہوتا جیسا کہ یہود و نصاریٰ عقیدہ رکھتے ہیں تو اس کے لئے زیادہ مناسب تھا جس کی اس کے گھر میں ولادت ہوئی ہے نہ عزیزِ ابنِ مریم۔

وہ عرشِ اعلیٰ سے تحتِ ثریٰ تک خدا اور رسول کے بعد سب سے افضل ہے، مکہ معظمہ نے اس کی بزرگی و عظمت کسب کر لی ہے، وہ ہمیشہ اس کے اطراف کی حمایت کرتا رہے گا، یہ ایسی جگہ ہے جہاں لوگ بغیر احرام کے نہیں آتے۔

عالمِ غیب و شہود میں اس نے تمام دنیا والوں پر سبقت حاصل کر لی، اس کائنات میں ہر چیز اس کے دستِ برکت کا فیض ہے، اس لئے کہ وہ یدِ اللہ ہے اور دستِ خدا نعمتوں کی بارش کرنے والا ہے۔

وہ ایسے آقا و مولیٰ ہیں جن کی وجہ سے مطربنِ عدنان صاحبِ فضیلت ہوئے اور عظمت و فضیلت کے سبب وہ تمام انسانوں سے بہتر ہو گیا۔ ان کا چہرہ عرشِ علا پر ماہِ تاباں کی طرح چمکتا رہتا ہے پس لوگ اس کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوئے نہ ستاروں کی وجہ سے۔

وہ ماہِ تمام اور اس کی ذریتِ ہلال۔ آج کی مائیں اس کا مثل و نظیر لانے سے قاصر ہیں۔ کعبہ زائرین کا مرکزِ دل ہے، جو شخص ہر ماہ زیارت کی غرض سے اس کے پاس جاتا ہے وہ کامیاب و کامران ہے، خواہ طواف کے ذریعہ یا بوسہ دینے کے ذریعہ۔ اے وہ شخص! جس کا دیدار موت کے وقت امرِ مسلم



ہے اور ایسی موت جس میں تیری زیارت و دیدار ہو وہ عین زندگی ہے۔
 کاش! موت مجلت کا مظاہرہ کرتی تو شاید اپنی موت میں زندگی کا دیدار کر پاتا۔

۲۱۔ مرزا ابوالقاسم حسینی شیرازی؛

۲۲۔ سراج الدین محمد بن حسن قرشی اموی؛ فدا حسین ہندی کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے واقعہ ولادت امیر المومنین کو (۱۳۱۱) اشعار پر مشتمل قصیدہ غدیر میں بیان کیا ہے۔

۲۳۔ جیہ الاسلام مرزا محمد تقی نے اپنے مطبوعہ دیوان میں؛

۲۴۔ وقیع شاعر محمد یزدی جیحونی (متوفی ۱۳۱۸) نے اپنے مطبوعہ دیوان میں؛

۲۵۔ سید مصطفیٰ ابن سید حسن کاشانی نجفی (ان کا قصیدہ اور حالات زندگی چودہویں صدی ہجری کے شعراء میں آئندہ آئے گا)۔

۲۶۔ میرزا حبیب اللہ خراسانی، آپ کے حالات و اشعار ہماری کتاب ”شہداء الفضیلہ“ میں موجود ہیں۔

۲۷۔ شیخ علی ملقب بہ شیخ الرئیس خراسانی (متوفی ۱۳۲۰) نے تنبیہ الخاطر فی احوال المسافر ص ۴ پر؛

۲۸۔ شیخ محمد عباس عالمی (متوفی ۱۳۵۲)؛ یہ شاعر غدیر ہیں۔

۲۹۔ سید حسن آل بحر العلوم (متوفی ۱۳۵۵)؛ یہ بھی شاعر غدیر ہیں، چودہویں صدی ہجری میں ان کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

۳۰۔ حاج محمد حسین اصفہانی (متوفی ۱۳۶۱)؛ یہ بھی شاعر غدیر ہیں، تفصیلی تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۱۔ سید میر علی نجفی (متوفی ۱۳۶۱)؛ شاعر غدیر ہیں، ان کا قصیدہ آئندہ آئے گا۔

۳۲۔ سید رضا ہندی نجفی (متوفی ۱۳۶۲)؛ یہ بھی شاعر غدیر ہیں، چودہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔

۳۳۔ سید محسن امین عالمی؛ شاعر غدیر ہیں، تفصیل آگے آئے گی۔

۳۴۔ محمد صالح مازندرانی؛ شاعر غدیر ہیں، ان کے حالات آئندہ آئیں گے۔



۳۵۔ مرزا محمد علی اردوباری: انہوں نے جشن ولادت کو چند قصائد میں نظم کیا ہے۔ ان سب میں آپ نے امیر المومنین کی مدح و ستائش کی ہے:

سبق الکرام فها هم لم يلحقوا فی حلبة العلیاء شأو کُمیتہ
اذ خصه المولیٰ بفضلٍ باهر فیہ یمیز حیة من مینہ
لم يتخذ ولدا وما ان يتخذ الا وکان ولاده فی بیتہ

”وہ کریموں میں سابق ہیں، جان لو کہ جن لوگوں نے میدان مسابقت میں ان تک پہنچنے کی کوشش کی وہ پہنچنے سے قاصر رہے؛ مولا (خدا) نے انہیں ایسے فضائل و کمالات سے محض فرمایا ہے جو زندوں کو مردوں سے ممتاز بناتے ہیں، نہ کوئی فرزند منتخب ہوا اور نہ اس نے کسی کا انتخاب کیا مگر یہ کہ ان کی ولادت باسعادت خدائے مہربان کے گھر میں واقع ہوئی۔“

۳۶۔ شیخ محمد سامی نجفی: شاعر غدیہ ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۷۔ محمد علی یعقوبی نجفی: شاعر غدیہ ہیں، تذکرہ آگے آئے گا۔

۳۸۔ شیخ جعفر نقدی: شاعر غدیہ ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۹۔ مرزا محمد ظیلی نجفی: شاعر غدیہ ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۴۰۔ سید علی التلی لکھنوی ہندی: (شاعر غدیہ ہیں، تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا)، انہوں نے ولادت

امیر المومنین کے سلسلے میں بہترین قصیدہ کہا ہے۔ ہمارے استاد معظم ”مرزا علی شیرازی“ نے اس قصیدہ پر انہیں سربل و تہنیت بھی پیش کی ہے، وہ قصیدہ یہ ہے:

من بدا لہاز دھر البیث الحرام وزہمت منہ لیالی رجب
طرب الکون لبشر وھنا اذ بدا الفخر بنور و سنا
واتی الوحی ینادی معلنا قد اتاکم حجۃ اللہ الامام
وابو الفراء الھدلیۃ النجب



”ان کی پیدائش پر خانہ خدا سایہ فگن ہو گیا اور اس سے ماہِ رجب کی راتیں روشن و منور ہو گئیں؛ جب وہ نورانی شریف وجود ظاہر ہوا تو اس کی بشارت پر کائنات نے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا، وحی نے آکر بیاگ دہل آواز دی: تمہارے امام و قائد اور اچھے چہروں والے رہبروں کے والد محترم جلوہ افروز ہوئے۔

خداوند عالم نے آپ کو نمایاں فضیلتوں اور واضح امتیازات سے مختص فرمایا: کعبہ محترم کے ذریعہ آپ کی عظمت و رفعت آسمان چہارم تک پہنچ گئی، ان کی جائے پیدائش دنیا کی بہترین جگہ تھی۔ آسمان کے سرہائے مقدس اس میں رونق افروز ہوئے۔

بے شک تمام انسانوں کے لئے وہی پہلا گھر بنا ہے لہذا پورا عالم انسانیت اس کے مد مقابل خاضع ہے، حاضر و غائب سب پر فریضہ حج واجب ہے، یہ ایسی عبادت ہے جو افضل ترین قرب الہی کا حامل ہے، ہر نماز میں اسے قبلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

وہ ایسی پناہ گاہ ہے جس سے نجات کی امیدیں وابستہ ہیں، خداوند عالم نے اسے امن و امان سے مخصوص فرمایا ہے تاکہ عاشقِ دین یہاں دست دعا بلند کرے اور اس کی دعا مستجاب ہو۔ یہ فاطمہ بنت اسد ہیں، جنہوں نے بے پناہ غم و اندوہ اور بے چینی کے عالم میں خانہ کعبہ کا رخ کیا اور مضحل دل سے خداوند بے نیاز کو آواز دی جس سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

آپ نے فرمایا:

خدا یا! تو تمام عالم کا پروردگار ہے، بے چاروں اور مظلوموں کی حاجت روائی کرنے والا، غم و اندوہ کو برطرف کرنے والا اور گدگداریوں کی اجابت کرنے والا ہے؛ میں لوگوں کو چھوڑ کر تیرے حضور آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ میرے غم و اندوہ اور پریشانیوں کو برطرف کر دے۔

جب آپ خداوند عالم سے راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھیں اور اس کے حضور اپنی مصیبتیں بیان کر رہی تھیں، اسی وقت دیوار کعبہ کی نمایاں مسکراہٹ نے بشارت دے کر ان کے پورے وجود کو انبساط سے بھر دیا۔

خانہِ خدا نے مخصوص انداز میں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا، تاکہ یہاں صاحبِ عظمت حضرت علیؑ کی پیدائش سے میری عظمت و اہمیت میں چار چاند لگ جائے اور ارکانِ خانہ بلند ترین مقام و منزلت تک پہنچ سکیں۔

جنابِ فاطمہ بنتِ اسد داخل ہوئیں اور دیوار اپنی سابقہ حالت پر واپس ہو گئی؛ جب نور جلوہ گر ہوا تو اس ماہِ تمام کے نورِ کامل سے تمام اسرار و رموز آشکار ہو گئے، تاریکیاں برطرف ہوئیں اور تمام لوگوں نے آپ کے ویلے سے ضلالت و گمراہی سے نجات حاصل کی۔

اس دنیا میں ایسا پاک بچہ رونق افروز ہوا جو مقام و منزلت کے اعتبار سے عرشِ اعظم سے بھی بلند و برتر ہے، اسی لئے فرشتے خضوع و خشوع کا مظاہرہ کرتے ہیں، پیغمبروں نے اس کی آمد کی بشارت دی اور امتوں نے سالہائے گزشتہ خوشی و مسرت کا اظہار کیا، اس نے خدا کی اُس وقت معرفت حاصل کی جب نہ زمین تھی اور نہ آسمان کے سات طبقے سایہ فگن تھے، اسی لئے پیغمبروں پر نازل ہونے والی کتابوں کی ان سے پہلے تلاوت فرمائی۔

اگر خانہ کعبہ لوگوں کا طواف گاہ ہے تو یہ حضرت علیؑ کی معراج ہے اس لئے کہ انہیں کی برکت سے خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور رکن و مقام کی سعی کی جاتی ہے۔ ہاں! خانہ کعبہ کتنا نازاں ہے۔

خانہ کعبہ میں اس کے علاوہ کسی اور کی ولادت نہیں ہوئی اگر اس کے علاوہ بھی کوئی صاحبِ منزلت ہے تو اسے پیش کرو۔ وہ خدائی علم و دانش کا مالک ہے، اس کی غذا علم ہے، اس نے دودھ سے زیادہ علم و عمل کی غذا حاصل کی ہے۔ ہاں! بے شک اس نے خوشگوار شربت نوش فرمایا ہے۔

اس کی سیادت اور عزم و ہمت کے آگے یہ کائنات بہت چھوٹی ہے، وحیِ ترجمان نے اس کے خاندان اور خیر کی پاکیزگی کی اطلاع دی ہے۔ شیعہ ایمان حیدر کراڑ کو ان کی ولادت مبارک ہو، ساتھ ہی ساتھ سرِ چشمہ علم و ادب و اخلاق علامہ شیرازی کا شکر یہ ادا کرو۔

امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت سے متعلق سید العلماء نے ایک دوسرا قصیدہ بھی کہا ہے، جس کی ردیفِ لست ادری (میں نہیں جانتا) ہے، اس کے بعض اشعار کا مختص ترجمہ پیش ہے:

طرب الكون من البشر وقد عم السرور غدا القمري يشد وفي انتسام للزهور
وتنهانت ساجعات في ذرى لأبكب الطيور لِمَ ذا البشر؟ وما هذا التهانى؟ لست أدرى
”عالم کون و مکاں خوش خبریوں سے خوشحال ہو گئی اور مسرت و شادمانی نے سب کا احاطہ کر لیا؛ قمری
نے شکوفہ گل کی مسکراہٹ پر چہچہہ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا، خوش الحان پرندے درختوں پر بیٹھ کر شور و غل
کرنے لگے، یہ بشارت اور مبارک و سلامت کس لئے اور اس مسرت و انبساط کی علت واقعی کیا ہے؟ میں
نہیں جانتا۔

ہوا بہت شدید تھی، وہاں ایک بڑا درخت رقص و سرور کی حالت میں بلند تھا، اس درخت پر پرندے
بال و پر کھولے خوشی کا اظہار کر رہے تھے، بلبل اپنی خوش بیانی سے زندگی کے تار و پود یکمیر رہی تھی، اس
درخت کا رقص و سرور کس لئے؟ میں نہیں جانتا۔

زمین موسم بہار کے دلکش لباس سے پوشیدہ تھی اور شاخیں پھولوں اور پھلوں سے بار آور تھیں۔ باد
صبا گلوں کی سماعت میں آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی، تھوڑی دیر بعد محسوس ہوا کہ وہ خوشحالی سے خنداں
ہیں، یہ خوشحالی اور جشن و سرور کس لئے؟ میں نہیں جانتا۔

میں بلند ہوا تاکہ ان سے پوچھ کر اس راز سے پردہ اٹھاؤں لیکن میں نے دیکھا کہ میری طرح
سب ہی مضطرب ہیں، اسی لئے فکریں ایک دوسرے کی مخالفت میں برسرِ پیکار ہیں، بدلتی تمام چیزوں کو
دیکھ کر آخر کار اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔

اس وقت میرے جذبات و احساسات نے آگاہ کیا اور عقل و دانش نے چشمہ یقین کے ذریعہ گمان
کیا کہ حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت کی خوشی ہے۔ لہذا جاہلوں کو اپنے اس قول کے ذریعہ
چھوڑ کر دو کہ میں نہیں جانتا۔

خانہ خدا میں ان کے علاوہ کسی کی ولادت نہیں ہوئی کیونکہ مخلوقات میں وہی مقام و مرتبہ کے اعتبار
سے سب سے بلند و برتر ہیں۔ نے قرآن مجید میں مسلسل ان کا تذکرہ فرمایا ہے، کیا اس کے بعد بھی تم
اسے فریب پر محمول کرو گے؟ میں نہیں جانتا۔

حضرت علیؓ پاک و پاکیزہ متولد ہوئے، بلند کرداری اور عظمت و مقام میں کون ان کی برابری کر سکتا ہے، ان کے ذریعہ بعض لوگوں نے ہدایت حاصل کی، بعض حیران و سرگرداں رہے اور بعض اس خیال میں کہ وہی خدا ہیں گمراہی و ضلالت کی گہری کھائی میں گر گئے۔ کیا اس جنون عشق کی کوئی سزا نہیں؟ میں نہیں جانتا۔“

واقع شاعر، استاد مسیحی ”لونس سلامہ“ نے عید غدیر نامی قصیدہ عربی میں حضرت علیؓ کی ولادت باسعادت کو نظم کیا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:

سمع الیل فی الظلام المدید	همسةٌ مثل أنب المفؤد
من خفی الآلام والکبت فیہا	ومن البشر والرجاء السعید

شاعر کی شخصیت:

نام ”سید عبدالعزیز بن محمد بن حسن بن ابی نصر حسینی سرہنگی اوالی“ ہے، علامہ سادی نے ”الطلیعة من شعراء الشيعة“ میں شاعر کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وہ مرد فاضل، برجستہ ادیب اور ظریف شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فن میں بھرپور مہارت رکھتے تھے، تقریباً ۵۷ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔“

صفی الدین حلی

۷۷۲/۶۷۷

حمدت لفضل ولادک النیران
وتزلزل النادی وأوجس حقیفة
وانشق من فرح بک الایوان
من هول رؤیاه انوشروان
بظهورک الرهبان والکهان
فتاول الرویا مطیح و بشرت

”آپ کی ولادت باسعادت کی فضیلت پر آگ خاموش ہوگئی اور ایوان مدائن فرط مسرت سے زمین بوس ہو گیا؛ فریاد و فغاں کرنے والے لرزہ بر اندام ہو گئے اور نوشیروان اپنے وحشت آمیز خواب سے خوف زدہ ہو گیا۔ وہ خواب مرحلہ تعبیر تک پہنچا تو دو جادوگروں نے آپ کے ظہور پر نور کی بشارت دی۔ ارمیا و شعیا پیغمبروں نے آپ کی حمد و ثنا کی اور ان کے علاوہ حزقیل نے آپ کی ان فضیلتوں کا اعتراف کیا جن پر صحف ابراہیم، توریت موسیٰ، انجیل مسیح اور قرآن مجید کواد ہیں۔

آپ خدائے معبود کا سجدہ کرتے ہوئے عالم امکان میں جلوہ افروز ہوئے، آپ کے ظہور نور پر کائنات کے ذرے ذرے نے اپنی خوشی کا اظہار کیا، آپ کامل و اکمل دنیا میں آئے، شرافت کے پیش نظر نہ آپ کی ناف کا ٹی گئی اور نہ ہی ختنہ انجام پزیر ہوا۔ (۱)

جناب آمنہ نے شام کے محلوں کو دیکھ کر لوگوں کی نظروں سے آپ کو پوشیدہ کر لیا جب کہ ارکان

۱۔ دلائل النبوة (ج ۱، ص ۱۱۴)؛ مستدرک علی الصحیحین (ج ۲، ص ۶۵۷، حدیث ۴۱۷۷)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۸۰)؛ منقحر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۳۲)۔

کعبہ پوشیدہ تھے، (۱) حلیمہ سعدیہ نے آکر جناب آمنہ کے فرزند ارجمند کے چہرہ پر نور کی زیارت کی اور اس قدر خوشحال ہوئیں کہ جذبات بھی ان کی ترجمانی سے عاجز ہیں۔

پانچ سال کی عمر میں شدت گرمی کی وجہ سے ابرسایہ فگن تھا؛ سات سال کی عمر میں آپ کا گزر دیر راہب سے ہوا تو دیوار دیر نے خم ہو کر تعظیم و تکریم کی اور بزرگانِ مسیح نے اسلام قبول کیا۔ ۲۵ سال کی عمر میں راہب اپنے برے افکار سے منحرف ہوا کیونکہ اس کے دل پر آپ کا رعب طاری تھا۔ اور چالیس سال کی تکمیل کے بعد آفتاب رسالت روشن ہوا، قرآن مجید نازل ہوا اور پھر تیر و کمان اور پتھروں نے شیاطین کو اپنا ہدف بنایا، اصنام آپ کے خوف سے زمین بوس ہو گئے۔

زمین آپ پر سلام کے لئے گویا ہوئی، درختوں، پتھروں اور سنگریزوں نے آپ پر درود و سلام بھیجا، ولی زہد نے تمام خزانوں کی کنجی پیش کی لیکن آپ کی معرفت نے اس کے حصول سے باز رکھا۔ آپ کی پشت پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہاں ایک ایسی واضح مہر ہے جو تمام شکوک و شبہات کو برطرف کرتی ہے۔ وسیع زمین آپ کے لئے مسجد کی حیثیت رکھتی تھی لہذا پوری زمین جائے نماز قرار پائی۔

دشمنوں پر رعب و وحشت اور سختی کے ذریعہ آپ کی مدد ہوئی۔ فرشتوں نے جنگوں میں آپ کی نصرت کی، عبدالسلام نامی جوان نے آپ کے پاس اسلام قبول کیا اور مسلمان بھی مسلمان ہوئے، علی الصبح اونٹوں اور پرندوں نے آپ سے گفتگو کی، سانپ، شیر اور لومڑیوں نے بھی آپ سے گفتگو کا شرف حاصل کیا۔

برسرِ منبر جانے کی خوشی میں ستونوں نے درود و سلام کی آوازیں بلند کی، سنگریزوں نے آپ کے ہاتھوں پر تسبیح پڑھی۔ لشکریوں نے جب اپنی تشنگی کی شکایت کی تو آپ کی انگشت مبارک سے چشمہ آب جاری ہو گیا، قنادہ کی بیٹی آپ کی وجہ سے واپس آ گئی۔



جس کو سفند کے ذریعہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اس نے صاحب زبان کی طرح اس سازش کی اطلاع دے دی، خدا کے حسب نفا آپ نے پشت براق پر آسمانوں کی سیر کی۔

چاند دو ٹکڑے ہوا، آفتاب غروب ہونے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوا۔ یہ ایسے فضائل و مناقب ہیں جن کی صداقت کی سب نے گواہی دی ہے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

آپ کے دین کی وجہ سے گزشتہ ادیان اور کتب سماوی منسوخ ہوئیں جو آپ کی پیغمبری پر دلیل قاطع کی حیثیت رکھتی ہے، تمام پیغمبروں نے فقط آپ ہی کو وسیلہ قرار دیا تاکہ خدا ان کی نصرت فرمائے؛ خدا نے آپ کی حیات سے قبل سارے پیغمبروں سے آپ کے متعلق عہد و پیمان لیا۔

آپ کے وسیلے سے حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کی خداوند عالم سے مغفرت طلب کی، شدید ترین طوفان میں جب موج دریا نے کشتی کا سینہ چاک کر دیا تھا، اس وقت حضرت نوحؑ نے آپ ہی کی پناہ پکڑی، حضرت ایوبؑ نے بلاؤں سے نجات کے لئے آپ ہی کو وسیلہ قرار دے کر خدا سے دعا کی اور ان کی پریشانیاں دور ہو گئیں، آپ کی وجہ سے حضرت خلیلؑ آتش نمرود سے ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے، جناب یوسفؑ نے زندان میں آپ کو وسیلہ قرار دے کر خدا سے درخواست کی، آپ ہی کے وسیلے سے جناب عیسیٰؑ نے دعا کی تو خدا نے مردے کو زندگی عطا فرمائی حالانکہ اس کا کفن بالکل میلا ہو چکا تھا۔

اگر میں چاہوں کہ آپ کے صفات و کمالات کا حق ادا کروں تو میری بات ختم ہو جائے گی، قافیوں کے دائرے تنگ ہو جائیں گے لیکن تمام فضائل بیان نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ پر ہمارا درود و سلام ہو اور آپ کے خاندان پاک پر بھی جو حق کی واضح نشانی ہیں۔

آپ کے بھائی اور وارث علم پر سلام جس کی بے پناہ قدرت و طاقت سے شجاعان عرب ذلیل و خوار ہوئے، اور ان کے ذریعہ غدیر کے دن نور ہدایت آشکار ہوا۔

آپ کے ان چاہنے والوں پر سلام جنہوں نے خدا کے ذریعہ راہ ہدایت کی نشاندہی کے بعد اس کی پیروی کی۔

اے خاتم الانبیاء! اے نعمتوں کو وسعت دینے والے اور اے عظیم احسانات کرنے والے! میں

اپنے گناہوں اور لغزشوں کی آپ سے شکایت کرتا ہوں، آپ اس بندے کی شفاعت کیجئے جس کا کام ہی گناہ اور لغزش ہے، بے شک گناہ بندوں کو رسوا اور بدنام کر دیتا ہے۔
ہاں! میزان حساب اور پل صراط کے پر ہول موقعوں پر دوستوں کے لئے آپ ہی کی شفاعت کافی دوانی ہے۔“

یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

تَفْزِ فِي الْمَعَادِ وَأَهْوَالِهِ	تَوَالٍ عَلِيًّا وَأَبْنَاءَهُ
بَنْصُ النَّبِيِّ وَأَقْوَالِهِ	إِمَامٍ لَهُ عَقْدُ يَوْمِ الْغَدِيرِ
مَقَامٌ يَخْبُرُ عَنْ حَالِهِ	لَهُ فِي الشَّهَادَةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ
وَذَكَرَ النَّبِيَّ سَوَى آلِهِ	فَهَلْ بَعْدَ ذِكْرِ آلِهِ السَّمَاءُ

”حضرت علیؑ اور ان کے فرزندانوں سے الفت و محبت کا مظاہرہ کرو تا کہ قیامت اور اس کی وحشتوں سے نجات حاصل کر سکو، رسول اسلامؐ کی نص جلی کے ذریعہ اس امام و رہبر کے لئے غدیر خم کے دن عہد و پیمان لیا گیا۔ رسول اسلامؐ کے بعد تشہد میں ان کا ایسا مقام و مرتبہ ہے جو ان کی منزلت کی نشاندہی کر رہا ہے۔ لہذا کیا خدائے ارض و سما اور پیغمبر اکرمؐ کے ذکر خیر کے بعد اس خاندان کے علاوہ کوئی دوسرا ہے جس کا ذکر خیر کیا جائے۔“

شاعر کے حالات

نام ”صفی الدین عبدالعزیز بن سرایا بن علی بن ابی القاسم بن احمد بن نصر بن عبدالعزیز بن سرایا بن باقی بن عبداللہ بن عریض حلی طائی سنہسی“ ہے (طے کے سنہس نامی قبیلہ کی فرد تھے)۔
یہ متضاد لغت کے برجستہ شاعر تھے، لفظی چاشنی، معنوی باریکی اور منفرد اسلوب کی وجہ سے ان کے اشعار الگ ہی مقام و مرتبہ کے حامل تھے۔



انہوں نے لفظی خوبیوں میں معنوی برکات و محسنات کی رعایت کر کے بہترین ایجاد میں سبقت کا مظاہرہ کیا ہے، اسی لئے انہیں شعری اقسام و فنون میں دوسرے ماہرین ادب پر تقدم حاصل ہے، اسی لئے شیعوں کے ان معدودے چند علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے جنہیں ادب و فن پر مہارت حاصل تھی۔

مجد الدین فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے شہر بغداد میں ادیب و شاعر صفی الدین سے ۴۲۷ھ میں ملاقات کی، وہ ایسے بزرگ استاد تھے جنہیں نظم و نثر دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔

علوم عربی اور شعر گوئی سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے اشعار نسیم صبح سے زیادہ لطیف اور خوبصورت چہروں سے زیادہ شاداب ہوتے تھے۔ (۱)

وہ مخلص شیعہ اہل بیت تھے، ان کی صورت دیکھنے کے بعد کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ انہوں نے صدف میں چمکتے موتیوں کے مانند اشعار کہے ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں: آپ ادب و فن میں بے پناہ محنت کے بعد استاد ہوئے، شعر اور معانی و بیان کے تمام اقسام کی تعلیم حاصل کی اور ان اہم موضوعات پر دو مفید کتابیں تالیف فرمائی۔

انہوں نے تجارت کے سلسلے میں کافی زحمات برداشت کیں، چنانچہ شام و مصر اور مادرین وغیرہ صرف تجارت کی غرض سے مسافرت کی، اس کے بعد جب وطن واپس ہوئے تو ایک قصیدہ میں ناصر محمد بن قلاؤن اور مویذ اسماعیل کی مدح و ستائش کی۔

ان پر شیعیت کا الزام تھا خود بھی اپنے اشعار میں اس بات کا کھلا اعلان کرتے تھے جو لوگ انہیں رافضی کہتے ان سے بری طرح بیزاری کا اظہار کرتے تھے، ان کے اشعار میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ (۲)

۴۲۷ھ میں پہلی مرتبہ قاہرہ میں پہونچے، وہاں علاء الدین ابن اثیر کی مدح میں قصیدہ کہا اور انہیں سے وابستہ ہو گئے، ان کے توسط سے سلطان وقت تک رسائی حاصل کی۔ اس درمیان ابن سید، ابی حیان اور

۱۔ مجالس المومنین، ص ۴۷۷ (ج ۲، ص ۵۷۶)

۲۔ الدرر الکافیہ (ج ۲، ص ۳۶۹)

دوسرے بہت سے علماء و افاضل عصر جمع ہوئے اور سب نے ان کے فضائل و کمالات کا اعتراف کیا۔ اس وقت شمس الدین عبداللطیف کو صدارت حاصل تھی، وہ معتقد تھے کہ مجموعی طور پر ان کی طرح کسی نے بھی شعر نہیں کہا۔ ان کا دیوان مشہور و معروف ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ فنون ادب پر مشتمل تھا، ان کے دیوان کی غرابت بھی زبان زد خاص و عام تھی، اس میں مذکور ہے کہ اس کے مطالب تقریباً ایک سو چالیس کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: صفی الدین کے ہم عصر صفدی ہیں، یہ ۳۱۷ھ کی بات ہے، انھوں نے ”الوفیات بالوفیات“ میں ان سے روایت کی ہے اور محقق نجم الدین سے علم دانش حاصل کیا اور تاج الدین معیہ نے خود ان سے تعلیم حاصل کی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ قول کہ ”انھوں نے محقق حلی سے علم حاصل کیا.... الخ“ اسے ہم نے اہل لائٹل سے نقل کیا ہے اور اس کی ان تمام افراد نے پیروی کی ہے جنہوں نے صفی الدین کے حالات زندگی قلم بند کئے ہیں مثلاً صاحب روضات، صاحب اعیان الشیخ، عباس قلی وغیرہ، حالانکہ یہ قطعی صحیح نہیں، اس لئے کہ محقق نجم الدین حلی کی وفات ۶۷۱ھ میں ہوئی اور صفی الدین اس کے ایک سال بعد ۶۷۲ھ میں متولد ہوئے۔ جس صفی الدین نے محقق نجم الدین حلی سے شرف تلمذ حاصل کیا، وہ صفی الدین محمد بن شیخ نجیب الدین تھکی ہیں اور یہی بعد میں تاج الدین کے استاد ہوئے۔ چنانچہ کتب رجال و تراجم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ (۱)

علامہ شیخ محمد علی معروف بہ شیخ علی حزیں (متوفی بنارس ۱۱۸۱ھ) نے ان کے اخبارات اور شعری نوادرات کے سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

۱۔ وفیات الوفيات، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۲، ص ۳۳۵، نمبر ۲۸۶)؛ مجالس المؤمنین، ص ۴۷۰، (ج ۲، ص ۵۷۵)؛ اہل لائٹل (ج ۲، ص ۱۳۹، نمبر ۳۳۳)؛ البدر الطالع، ج ۱، ص ۳۵۸؛ وجدی کی دائرة المعارف، ج ۵، ص ۵۲۵؛ ریاض العلماء (ج ۳، ص ۱۳۷)؛ روضات البیات، ص ۳۳۲، (ج ۵، ص ۸۰، نمبر ۳۳۳)؛ اعلام زرکلی، ج ۲، ص ۵۲۵، (ج ۳، ص ۱۷۷)؛ تاریخ آداب اللغة العربیة، ج ۳، ص ۱۳۸ (جلد ۱۳، ص ۳۱۲)۔ سبکی نے ان کی اسی طرح تعریف و تجید کی جس کے وہ مستحق تھے۔

آثار و کارنامے

۱۔ منظومۃ فی علم العروض؛ صاحب ریاض العلماء نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ العاقل الحالی؛

۳۔ الخدمۃ الجلیلہ؛ گولیوں سے شکار کے سلسلے میں ایک رسالہ ہے۔

۴۔ درر النور فی مدائح الملک المنصور؛

یہ کتاب ۲۹ قصائد پر مشتمل ہے، اسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، حروف کے اعتبار سے اول و آخر یکساں ہے، ہر قصیدہ میں ۲۹ اشعار شامل ہیں۔

۵۔ شعری دیوان؛

کتنی کتنے ہیں: انہوں نے اپنے اشعار کو دو جلدوں میں مرتب کیا ہے، دونوں جلدیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں لیکن صرف ایک ہی جلد طبع ہوئی ہے شاید ان کے بعض اشعار کا مجموعہ ہے یا مختصر دیوان ہے جسے بعد کے مولفین نے دیوان کبیر کے بعد ذکر کیا ہے۔

۶۔ رسالۃ الدار عن محاورۃ القار؛

۷۔ رسالۃ المہملۃ؛ اسے بادشاہ وقت ناصر محمد بن قلدون کے لئے ۲۳۳ھ میں تحریر فرمایا۔

۸۔ رسالۃ الثومیۃ؛

۹۔ الکافیہ

یہ آپ کا مشہور بدیعیہ ہے جس میں (۱۰۱) محاسن بدیع شامل ہیں البیہ کے بہر میں ۱۳۵ اشعار میں حضرت محمد مصطفیٰ کی مدح و ستائش کی ہے، آپ کے دیوان میں بھی یہ بدیعیہ موجود ہے جس کا مطلع ہے:

ان جئت سلعا فسل عن جیرۃ العلم و اقر السلام علی عرب ہدی سلم

ابن ذاکر ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زاکور قاسی مالکی (متوفی ۱۱۲۰ھ) نے اس کی شرح کی ہے۔

۱۰۔ شرح کافیہ:

۱۳۱۶ھ کو مصر میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، کتب رجال میں ہے کہ آپ نے اس حیرت انگیز بدیعہ کو نظم کرنے میں ان تمام افراد پر سبقت و برتری حاصل کر لی ہے جنہوں نے اس سلسلے میں طبع آزمائی کی ہے لیکن سچ ہے کہ امین الدین علی نے عثمان بن علی بن سلیمان اردبیلی شاعر صوفی (متوفی ۷۷۰ھ) اس کی طرف پیش قدمی کا مظاہرہ کیا، الوانی بالوفیات میں یہ اشعار مذکور ہیں (۱) اور سید علی خان نے انوار البدیعہ میں اسے تحریر کیا ہے (۲) بقیہ تمام افراد نے انہیں دونوں کی پیروی کرتے ہوئے محاسن بدیع کو نظم کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

ان شعراء میں بعض یہ ہیں:

۱۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی ہواری مالکی (متوفی ۸۰۷ھ)؛ شاعر غریب ہیں اسی جلد میں ان کا تذکرہ آئے گا۔

آپ کا بدیعہ ”بدیعہ العمیان“ کے نام سے مشہور ہے، جس میں رسول اسلام کی بدح و ستائش کی ہے، اس کا پہلا مصرع ہے:

بطبيعة انزل و يمم سيد الامم

۲۔ شیخ عز الدین علی بن حسین بن علی بن ابی بکر محمد بن ابی الخیر (متوفی ۸۹۷ھ)؛ ان کے بدیعہ کا مطلع ہے:

براعة تستهل الدمع في العلم عبارة عن نداء المفرد العلم

۳۔ شیخ دجیہ الدین یمنی (متوفی ۸۰۰ھ)؛ ان کا بدیعہ علم الادب ج ۱، ص ۲۴۴ پر مذکور ہے۔

۴۔ شرف الدین عیسیٰ بن حجاج سعدی مصری حنبلی (متوفی ۸۰۷ھ)؛

۱۔ الوانی بالوفیات (ج ۲، ص ۳۰۰، نمبر ۲۰۱)

۲۔ انوار البدیعہ (ج ۱، ص ۳۱)



ن کے بدیعہ کا مطلع ہے: (۱)

سل ماحوی القلب فی سلمی من العبر فکلما خطرت أمسی علی خطر

۵۔ سید جمال الدین عبدالحادی بن ابراہیم حسینی صفائی سیانی زیدی (متوفی ۸۲۲ھ)؛

بدیعہ کا پہلا مصرع ہے: (۲)

سری طیف لیلی فابتہجت بہ وجدا

۶۔ ادیب شعبان بن محمد قرشی مصری (متوفی ۸۲۸ھ)؛ ان کا بدیعہ کشف الظنون میں مذکور

ہے (۳)

۷۔ شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر مقری یمنی (متوفی ۸۳۷ھ)؛

ان کا بدیعہ کشف الظنون، بقیۃ الدعا اور شذرات میں مذکور ہے۔ (۴)

۸۔ تقی الدین ابی بکر علی بن عبد اللہ مقری (متوفی ۸۳۷ھ)؛ خزائن الادب میں ”التقدیم“ نامی

بدیعہ موجود ہے، (۵) مطلع ہے:

لسی فی ابتدا مدحکم یا عرب ذی سلم براعة تستحل الدمع فی العلم

۹۔ ابن الخراط زین الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان حموی شافعی (متوفی ۸۴۰ھ)؛

ان کا بدیعہ اور شرح ”الصباح المکون ج ۱، ص ۱۷۳“ پر ہے۔

۱۰۔ شیخ محمد مقری ابن شیخ ظلیل حلبی (متوفی ۸۳۹ھ)؛ ان کے بدیعہ کا پہلا شعر ہے:

عجیبی عراقی فعج بی نحو ذی سلم واجنح لسکانها بالسلم والسلم

۱۔ شذرات الذهب ج ۷، ص ۷۱ (ج ۹، ص ۱۰۹، حوادث ۸۰۷ھ)۔

۲۔ کشف الظنون ج ۱، ص ۱۷۲

۳۔ کشف الظنون ج ۱، ص ۱۹۱ (ج ۱، ص ۲۳۳)

۴۔ بغیۃ الوعاة ج ۱، ص ۱۹۳ (ج ۱، ص ۳۴۳، نمبر ۹۰۹)؛ شذرات الذهب ج ۷، ص ۲۳۱ (ج ۹، ص ۳۴۲، حوادث ۸۳۷ھ)

۵۔ خزائن الادب ص ۵۷۱



۱۱۔ شیخ بد الدین حسن بن مخزون طمان: ان کے بدیعہ کو کفعمی نے فرج الکرب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ صفی الدین کے بدیعہ کی تھمیس ہے۔

۱۲۔ شیخ ابراہیم کفعمی حارثی: شاعر غری ہیں، اسی جلد میں ان کا تذکرہ آئے گا۔ ان کے بدیعہ کا پہلا مصرع ہے:

ان جنت مسلمی فسل من فی خیامہم

۱۳۔ جلال الدین ابوبکر سیوطی (ولادت ۸۳۹ھ، وفات ۹۱۱ھ): ان کا بدیعہ ”نظم البدیع فی مدح خیر الشیخ“ کے نام سے معروف ہے۔

۱۴۔ باعونیہ عائشہ بنت یوسف بن احمد بن ناصر بن حنفیہ دمشقیہ (متوفی ۹۲۲ھ): ان کے بدیعہ کا مطلع ہے: (۱)

فی حسن مطلع افعار ہدی سلم اصبحت فی زمرة العشاق کالعلم

۱۵۔ شیخ عبدالرحمن بن احمد بن حمیدی (متوفی ۱۰۰۵ھ): شاعر غری ہیں، گیارہویں صدی کے شعراء میں ان تذکرہ آئے گا، ان کے بدیعہ کا نام ”تجلیع البدیع مدح الشیخ“ ہے، پہلا شعر ہے:

رد ربیع اسماء واسمی ما یروم رم وحی حیا حواہا معدن الکرم

ان کا دیوان، المعظم فی مدح النبی الاعظم ص ۱۳۹ پر مذکور ہے۔

۱۶۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد حموی مکی حنفی (متوفی ۱۰۱۷ھ): ۱۳۸ اشعار پر مشتمل قصیدہ ہے جسے ایضاً ج ۱ ص ۷۲ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۷۔ سید علی خان (متوفی ۱۰۱۸ھ): شاعر غری ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا، ۱۳۸ اشعار پر مشتمل حیرت انگیز قصیدہ ہے، اس کی شرح ”انوار الریح“ کے نام سے معروف ہے۔

۱۔ الدرر المنکونی طبقات رباعیات الخدر ص ۲۹۳۔

۲۔ بدر طالع ج ۱ ص ۲۷۱۔



۱۸۔ شیخ عبدالقادر بن محمد طبری مکی شافعی: بدر طالع میں ان کا حیرت انگیز قصیدہ موجود ہے،

(۲) مطلع ہے:

حسن ابتداء مدیحی حی ذی سلم ابدی براۃ الاستہلا فی العلم

۱۹۔ شیخ احمد بن محمد مقرر تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ): ان کے بدیع کا پہلا شعر ہے:

شارفت ذرعاً فذر عن مائها الشبم وجزت نعلی فتم لا خوف فی الحرم

۲۰۔ شیخ محمد بن عبدالحمید بن عبدالقادر معروف بہ حکیم: آپ نے قصیدہ بدیعہ ۱۰۵۹ھ میں کہا۔ جس کا

مطلع ہے:

حسن ابتدائی بذکر البان والعلم حلال مطلع أقمار سلم

۲۱۔ شیخ ابوالقاء عرضی حلبی: جن کے قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

براعتی فی ابتدا مدحی بذی سلم قد استهللت لدمع فاض کالعلم

۲۲۔ شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی حنفی ناعمی دمشق (ولادت ۱۰۵۵ھ، وفات ۱۱۴۳ھ):

قصیدہ بدیعہ کا پہلا شعر ہے:

یا منزل الרכب بین البان والعلم من سفح کاظمۃ حییت بالذیم

اس کی شرح ”نجات الازحار“ کے نام سے معروف ہے، مطلع ہے:

یا حسن مطلع من اھوی بذی سلم براۃ الشوق فی استہلالها بدم

۲۳۔ شیخ قاسم بن محمد بکرہ جلی حلبی حنفی (متوفی ۱۱۶۹ھ):

رسول اسلام کی مدح میں آپ کے بدیع کا مطلع ہے:

من حسن مطلع اھل البان والعلم براعتی مستهل فی دمعها بدم

۲۴۔ سید حسن بن میر رشید رضوی ہندی متوفی ۱۱۵۱ھ، قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

حیا الحیا عہد احباب ہدی سلم وملعب الحی بین البان والعلم

۲۵۔ شیخ عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ حلبی (متوفی ۱۱۹۴ھ)؛

ان کا بدیعہ اور اس کی تشریح ایضاح میں موجود ہے۔ (۱)

۲۶۔ خوری یوسف بن ارا نیوس بن ابراہیم سنجی فاخوی (ولادت ۱۲۱۸ھ، وفات ۱۳۰۱ھ)

بدیعہ کا پہلا شعر ہے:

براعة المده فی نجم ضیاء سمی تہدی بمطلعها من عن سناہ عمی

۲۷۔ شیخ عبدالقادر حسینی ازہری طرابلسی؛ انہوں نے ”ترجمان الخیر فی مدح الہادی البشیر“ نامی

قصیدہ بدیعہ ۱۳۰۸ھ میں کہا۔

۲۸۔ شیخ محمد بن عبداللہ ضریر ازہری (متوفی ۱۳۱۳ھ)؛ ان کا قصیدہ ”الفر فی اسانید الائمہ الاربعہ

عشر“ کے نام سے معروف ہے۔

۲۹۔ شیخ احمد بن صالح بن ناصر بحرانی (ولادت ۱۲۵۴ھ، وفات ۱۳۱۵ھ)؛

”المراثی الاحمدیہ“ کے نام سے ان کا مشہور قصیدہ ہے، مطلع یہ ہے:

بدیع مدح علیٰ مذ علی قلمی براعة تستهل فیض من کلمی

۳۰۔ شیخ محمد بن حمزہ شوشتری حلی معروف بہ ابن ملا (متوفی ۱۳۲۲ھ)؛ شاعر ندیر ہیں، ان کا تذکرہ

آئندہ آئے گا۔

۳۱۔ مولی داؤد ابن حاج قاضی خراسانی معروف بہ ملا باشی (متوفی ۱۳۲۵ھ)؛

۳۲۔ شیخ طاہر بن صالح بن احمد جزائری دمشق (ولادت ۱۲۶۸ھ، وفات ۱۳۳۸ھ)

ان کا قصیدہ شام میں زیور طبع سے آراستہ ہوا، قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

بدیع حسن بذور نحو ذی سلم قد راقنی ذکرہ فی مطلع الکلم



۳۳۔ شیخ محمد بن صالح میرزا فضل اللہ مازندرانى حایری (ولادت ۱۲۹۷ء)

شاعر غریز ہیں، چودھویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا، ان کے قصیدہ بدیعہ کا پہلا شعر ہے:

من حسن مطلع سلمی مستهل دمی لله من دم ذی سلم بڈی سلم
۳۴۔ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر: (۱۳۹) اشعار پر مشتمل قصیدہ بدیعہ میں رسول خدا کی مدح و ستائش کی ہے۔ اس کا پہلا شعر ہے:

یا عامل العملات الکوم فی الاکم بالعیس بالعیس عرج نحو ذی سلم
قصیدہ کا آخری بیت ہے:

صلی علیہ اللہ العرش ما لمعت ببعض الکواعب فی سوڈ من الظلم
۳۵۔ واردی مقری: سید احمد عطار کی مدح میں قصیدہ بدیعہ کہا ہے، یہ قصیدہ الرائق جلد دوم میں موجود ہے، تقریباً (۱۴۵) پر مشتمل اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

ان ذرت سلمی فصل ما حلّ بالعلم وحیّ سلعاً وسل عن حیّ ذی سلم
قصیدہ کے آخر میں نغمہ سرا ہیں:

والله وهم الآل الهدلة ومن بهل اتی قد اتی تنکیت مدحهم

ولادت و وفات

تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شاعر اہل بیت ”صفی الدین“ ۵۵ھ رجب الثانی ۷۷۷ھ میں متولد ہوئے اور بغداد میں وفات پائی، لیکن ان کی تاریخ وفات ۷۵۰/۷۵۲ کے درمیان اختلاف ہے، آپ جس تاریخ کو چاہیں اختیار کر لیں اس لئے کہ ان دونوں تاریخ کا ماخذ ایک ہی ہے، پہلی تاریخ کے قائل ”زین الدین طاہر بن حبیب“ ہیں، اور دوسری تاریخ صفدی کا نظریہ

ہے۔ (۱) واللہ اعلم

صفی الدین نے اپنے بعض اشعار میں ابن معزز عباسی کے قصیدہ کا جواب دیا ہے، اس کا پہلا شعر ہے:

الا من لعین وتسکابھا تشگی القذی وبکاھا بھا

توامت بنا حادثات الزمان ترامی القسی بنشابھا

”کیا اس کے رواں اشک کے لئے کوئی نہیں کہ جب اپنے گریہ وزاری اور آنکھوں میں خارجی

جہن کی شکایت کر رہا ہے، ہم پر حوادث زمانہ کی بجلی گری جس طرح تیرا اپنے کمان سے گر جاتی ہے، کتنی

ایسی زبانیں ہیں جو شمشیر کے مانند اپنے احباب کی گردنوں کو کاٹ دیتی ہیں۔“

وہ اسی قصیدہ میں کہتا ہے:

ونحن ورننا ثیاب النبی فکم تجذبون بأهدابھا

لکم رحم یا بنی بنتہ ولكن بنو العم اولی بھا

قتلنا امیة فی دارھا ونحن احق باسلا بھا

اذا ما دنوتم تلقیم زبوننا اقرب بجلابھا

”ہم لباس پیغمبرؐ کے وارث ہیں لہذا تم لوگ کب تک دامن کشی کرتے رہو گے۔ اے ان کی بیٹی

کے فرزندو! تم لوگ صرف ان کے رشتہ دار ہو لیکن ہم چچا زاد ہونے کی حیثیت سے اس لباس کے زیادہ

مستحق ہیں۔“

”ہم نے بنی امیہ کو ان کے گھروں میں قتل کر دیا، ہم ان کے لباسوں کی لوٹ مار کے زیادہ حقدار

ہیں، تم جب بھی قریب آئے تو ایسی پر ہول جنگ رونما ہوئی کہ بردہ فروشوں اور غلاموں کو خوشی کا سامان

فراہم ہو گیا۔“

صفی الدین نے جواب میں یہ اشعار کہے:



الاقبل لشر عبيد الاله وطاغى قريش وكذابها
و باغى العباد و باغى العناد و هاجى الكرام و مغتابها
انت تفاخر آل النبى و تجدها فضل احبابها

”خبردار! اے خدا کے بدترین بندو! قریش کے شیطانوں، جھوٹوں اور شگروں کے متعلق کچھ کہو جو بزرگوں کی بدنامی کا ذریعہ اور ان کی غیبت کرنے والے ہیں۔

کیا تم خاندان رسولؐ کی وجہ سے فخر و مباہات کر رہے ہو اور ان ذوات مقدسہ کی اصالت و پاکیزگی کا انکار کر رہے ہو، یہ بتاؤ رسولؐ خدائے نجران سے تمہارے ہمراہ مباحلہ کیا یا ان کے ہمراہ؟ اور انہوں نے دشمنوں کو دائمی ناخوشی کے ساتھ واپس کر دیا۔

کیا خداوند عالم نے تم لوگوں سے پلید کیوں کی نفی کی یا ان ذوات مقدسہ سے؟ کیا کثافت و قمار بازی تمہاری خصلت نہیں ہے اور کثرت عبادت و اطاعت ان کی عادت نہیں ہے؟ تم نے کہا کہ لباس پیغمبرؐ کے ہم وارث ہیں لہذا تم لوگ کب تک دامن کشی کرتے رہو گے؟ حالانکہ تمہاری ہی جعلی حدیث ہے کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے۔ پس لباس خلافت کس طرح تمہاری میراث قرار پائی، تم نے دونوں حالت میں اپنی ہی تکذیب و تردید کی اور زہر و غسل میں تمیز نہ کر سکے۔

کیا اس لاف گزائی اور بکواس سے تمہارے جد ”ابن عباس“ راضی ہیں؟ ان کے لئے کوئی ایسا دن نہیں تھا جس میں وہ مردود و مشکوک ہوں، وہ جنگ صفین میں طاغوتوں سے نبرد آزمائی کے لئے حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل تھے۔ نوک نیزہ و شمشیر انہیں تہدید کر رہے تھے لیکن وہ حضرت علیؑ کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت نے انہیں حکمیت کے لئے انتخاب فرمایا تاکہ خلافت اس کے واقعی اہل تک پہنچ سکے لیکن کینہ تو زوں نے ان کی حکمیت کا انکار کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کے ہمراہ تمام زندگی حضرت علیؑ کی قیادت میں نماز ادا کی۔

بتاؤ تمہارے جد ابن عباس نے لباس خلافت زیادہ مستحق ہونے کے باوجود اسے زیب تن کیوں نہیں کیا؟ جب عمر نے خلافت کا مسئلہ شورئی کے حوالے کیا تو کیا تمہارے جد شورئی میں شامل



نہیں تھے، کیا وہ پانچویں یا چھٹی فرد نہیں تھے؟

تم نے کہا کہ تم لوگ ان کی بیٹی کے فرزند ہو لیکن ہم اس (خلافت) کے زیادہ حقدار ہیں؟ بیٹی کے فرزند بھی تو چچا کے فرزند کے مانند ہیں اور یہی انساب نبوت سے زیادہ قریب تر ہیں لہذا تم خلافت کو انہیں کے حوالے کر دو۔ تم میں خلافت کی قطعی صلاحیت و اہلیت نہیں، تمہیں لباس خلافت نہیں پہننا چاہیے۔ خلافت نے ایک لمحہ بھی تمہیں آواز نہ دی، تم اسباب خلافت کے اہل نہیں تھے۔ وہ تم سے مختص کیسے ہو گئی حالانکہ تم آداب خلافت سے قطعی ناواقف ہو۔

تم نے کہا کہ تم جنگوں میں بنی امیہ کے قاتل ہو۔ تم جھوٹے ہو، بکواسی ہو اور خود کو عیب گوئی سے نہ روک سکے۔ اگر ابو مسلم کی شمشیر نہ ہوتی تو دعویٰ کرنے والوں کی کوشش پر کتنا گراں گزرتا۔

یہ بنی امیہ کا غلام تھا نہ تمہارا، اس نے تمہارے قریبی انساب کا پاس و لحاظ رکھا، تمہیں بوسیدہ محلوں اور زندانوں نے کمزور کر دیا تھا، تمہیں باہر لایا گیا، خلافت کی پیش کش کی گئی اور جامہ خلافت پہنا دیا گیا لیکن تم غرور و تکبر اور بے دادگری کا ثبوت دیتے ہوئے بدترین سزا سے ہمکنار ہوئے۔

لہذا تم خلافت کو ایسے افراد کی ذمہ داری پر چھوڑ دو جو اپنے مقدر کی روزی پر راضی و خوشنود ہیں، یہ عبادت گزار، پارسا، پرہیزگار اور محرابوں میں سجدہ کرنے والے ہیں، یہی روزہ دار، قیام کرنے والے اور آداب خلافت کے دانا ترین افراد ہیں، یہی دین خدا کی ملت کے قطب ہیں، دین کی چکی انہیں کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔

تمہیں لہو و لعب اور ناپنے والیوں میں مشغول رہنا چاہیے، اور عالی ترین کاموں کو ان کے اہل پر چھوڑ دینا چاہیے۔

تم پر کسں دو شیرازوں، قمار بازوں اور ملک و زمین کی تعریف و توصیف زیب دیتی ہے۔ تمہارے اشعار بے نمازیوں، شراب کی بوتلوں اور دوسرے لغویات کی تعریف پر مشتمل ہیں، یہ سب تمہارے کارنامے ہیں، نہ ان افراد کے جو نیکیوں اور بلند یوں کے خوگر ہیں۔“ (۱)

امام شیبانی شافعی

۳۰۳/۷۷۷

سأحمد ربّي طاعةً وتعبدًا وأنظم عقدًا في العقيدة أحدا
أفادتكم النعماء مني ثلاثة يدي ولساني والضمير محجبا
وأشهد أن الله لا رب غيره تعزز قدما بالبقا وتفردا

”اپنی عبادت واطاعت کے لئے خداوند متعال کی حمد و ثنا بجالاتا ہوں اور صرف اپنے عقائد و مسلمات کو نظم کے پیرائے میں بیان کر رہا ہوں، اپنی تین نعمتوں ہاتھ، زبان اور قلب سلیم کو آپ پر قربان کرتے ہوئے خدا کی یکتائی اور وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں۔ وہ زمانہ قدیم سے واحد ہے، بغیر کسی اول و آخر کے ایسا اول ہے جو ہمیشہ اور بطور ابدیت باقی رہے گا، وہ سچ و بصیر، عالم و متکلم اور قادر مطلق ہے، وہ جن و انس کو ایسے پلٹائے گا جیسے اس نے شروع کیا ہے، وہ ایسا مرید ہے جس نے موجودات عالم کا بروقت ارادہ کیا ہے۔ وہ قدیم ہے، جس چیز کو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے اور عالم وجود میں لے آتا ہے۔“

بیان عقائد اور تینوں خلفاء کی مدح و ستائش کے بعد کہتے ہیں:

ولا تنس صهر المصطفى وابن عمّه فقد كان بحرًا للعموم مسددا
وافدى رسول الله حقا بنفسه عشية لما بالفراش توشدا
ومن كان مولاه النبي فقد غدا على له بالحق مولى ومنجدا



”دامادِ غیر اور ان کے چچا زاد بھائی کو فراموش نہ کرو، وہ علوم و معارف کے بحرِ خار اور بہترین رہبر تھے، انھوں نے پرہیزگاروں میں بسترِ رسول پر شیرِ ببر کے مانند سو کر رسولِ خدا پر اپنی جان نثار کر دی، جس کے مولا رسول ہیں حضرت علیؑ بھی اس کے مولا و آقا ہیں۔

ان کے اہل بیتؑ، انصار اور اطاعت گزاروں کو فراموش نہ کرو جو راہِ ہدایت پر گامزن ہیں، ان پر خدا و رسولؐ نے درود و سلام کے بعد لوگوں کو اس سلسلے میں تاکید فرمائی ہے، لہذا رافضی نہ بن جاؤ اور تجاوز کرنے لگو۔ اس کائنات میں اس شخص پر دائے ہو جو قانون سے تجاوز کرتا ہے۔

ان کے خاندان اور اصحاب کی دوستی و محبت میرا مذہب ہے، کل قیامت کے دن ان سے ابدی نعمتوں کی امیدیں وابستہ ہیں، صحابہ کی آپسی جنگوں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرو کیوں کہ جو کچھ رونما ہوا وہ اجتہادِ محض تھا۔ بے شک صحیح حدیث ہے کہ ان (صحابہ) میں قاتل و مقتول دونوں جنتِ ماویٰ میں رہنے والے ہیں، ہمارے امام شافعی کا یہی عقیدہ ہے اور مالک، ابو حنیفہ اور احمد بن حنبل بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔“

شعری تتبع

متذکرہ اشعار ایک ہزار شعروں پر مشتمل قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں، یہ قصیدہ امام ابی عبد اللہ محمد شیبانی شافعی کے نام سے شائع ہوا ہے اور صاحبِ کشف الظنون نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)
بعض علمائے شافعی نے اس قصیدہ پر شرحیں لکھی ہیں، ان میں بعض یہ ہیں:
۱۔ نجم الدین محمد عبد اللہ اذری عجلونی شافعی (متوفی ۷۶۷ھ)؛

انہوں نے ۱۱ رجب ۸۵۹ھ کو اس کی شرح سے فارغ حاصل کی اور اس کا نام ”بدیع المعانی فی شرح قصیدہ شیبانی“ رکھا، یہ اس قصیدہ کی پہلی شرح ہے جو مرحلہ تالیف سے گزری۔

وہ شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

شاعر (شیبانی) نے اپنے شعر:

من كان مولاه النسي لقد غدا (علی) له بالحق مولا و منجدا

میں رسول خدا کی صحیح حدیث ”من كنت مولاه فعلى مولاه“ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ محی الدین نووی کہتے ہیں: موثق علماء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ناصر، مولا، دوست اور ہمدم میں ہوں یہ علی بھی اسی طرح ہیں... الخ۔ شاید شاعر نے بھی ”منجدا“ کو ”مولاہ“ پر عطف کر کے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح یہ عطف ”عطف تفسیری“ ہوا۔ اس ارشاد رسول کو سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا: ”حنناً لك اصبحت مولا كل مؤمن ومومنہ“ مبارک ہو آج آپ تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔ (۱)

۲۔ شیخ علوان علی بن عطیہ حموی شافعی (متوفی ۹۳۶):

ان کی شرح کا نام ”بدیع المعانی فی شرح قصیدۃ شیبانی“ ہے۔ (۲) شذرات اور قاموس میں اس

کا نام ”بیان المعانی فی شرح قصیدۃ شیبانی“ مذکور ہے۔ (۳)

۳۔ ابوالبقاء احمدی شافعی،

ان کی شرح کا نام ”المستند الایمانی علی عقیدۃ الشیبانی“ ہے۔

۴۔ محمد بن علی بن علان (متوفی ۱۰۵۵): ان کی شرح کا نام بھی ”بدیع المعانی“ ہے۔

شاعر کی شخصیت

نام ”محمد بن احمد بن ابی بکر بن عرام بن بن ابراہیم بن یاسین بن ابی القاسم بن محمد ربیع شیبانی

۱۔ بدیع المعانی فی شرح عقیدۃ شیبانی، ص ۷۵

۲۔ کشف الظنون (ج ۲، ص ۱۳۳۰)

۳۔ شذرات الذهب ج ۸، ص ۲۱۸؛ قاموس الاعلام، ج ۲، ص ۶۸۲ (ج ۴، ص ۳۱۲)

اسلوانی اسکندرانی شافعی تقی الدین ابو عبد اللہ امامؒ ہے، محدث، مفتی، فقیہ اور امام تھے، ۸ ر شوال ۷۰۳ھ کو متولد ہوئے۔ بہت سے علماء و فضلاء کا یہی نظریہ ہے۔ (۱)

معظم، ابن عبد الدائم، ابن نحاس، یحییٰ بن سعد اور رضی الدین ابواسحاق ابراہیم طبری مکی کے علاوہ دوسرے علماء نے انہیں اجازہ روایت دی ہے۔

ابن حجر نے درر میں لکھا ہے: شیبانی نے حدیث بیان کی، فتوٰی دیا اور تدریس و تالیف کے فرائض انجام دیئے، وہ مسوعات میں بہت سی چیزوں کی ایجاد و اختراع میں یگانہ روزگار ہیں، انہوں نے ۷۷۷ھ میں وفات پائی۔ (۲)

ان کے حالات زندگی کے کچھ نمونے شذرات الذہب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۳)

۱۔ علامہ رشید الدین اسماعیل بن عثمان معروف نہ ابن معلم حنفی (متوفی ۷۲۳ھ)؛ حسن بن عمر کردی ابو یوسف مصر (متوفی ۷۲۰ھ)؛ تاج شہاب الدین ابی العباس احمد بن ابی طالب (متوفی ۷۳۰ھ)؛ شریف موسیٰ ابن ابی طالب عز الدین ابی القاسم موسوی (متوفی ۷۱۵ھ)؛ تاج الدین ابن دقتی العید احمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ)؛ احمد بن محمد بن کمال الدین (متوفی ۷۱۸ھ)؛ شریف علی زنبی؛ عمر بن علی رکن الدین بن محمد قرشی (متوفی ۷۲۳ھ)؛ زینب بنت احمد بن عمر بن ابی بکر بن شکر مقدسی (متوفی ۷۲۲ھ) وغیرہ ان علماء و فضلاء میں شامل ہیں؛ الدرر الکافیہ، ج ۳، ص ۳۷۲

۲۔ الدرر الکافیہ (ج ۳، ص ۳۷۳، نمبر ۹۸۶)

۳۔ کشف الظنون (ج ۲، ص ۱۳۴۰)؛ شذرات الذہب ج ۶، ص ۲۵۲ (ج ۱۰، ص ۳۰۵، حوادث ۹۳۶ھ، ج ۸، ص ۳۳۶، حوادث ۷۷۷ھ)

شمس الدین مالکی

وفات ۷۸۰ھ

وان علیاً کان سیف رسولہ وصاحبہ السامی لمجد مشید
وصهر النبی المجتبیٰ وابن عمہ ابو الحسنینا المحتوی کلّ سودد
وزوجہ رب السما من سمائہ وناہیک تزویجاً من العرش قد بدی
”بے شک حضرت علیؑ، رسولؐ کی شمشیر آبدار اور شرافت و بزرگی میں ان کے نامور ساتھی ہیں، وہ رسولؐ خدا کے منتخب داماد، ان کے بھائی اور حضرات حسینؑ کے والد محترم ہیں جن سے تمام تر سیادت و عظمت منسوب ہیں۔ خداوند عالم نے آسمان سے آپؐ کی شادی کی، عرش اعظم کی یہ شادی ہی کافی ہے، انہوں نے بہترین خاتون جنت سے عقد کیا جو عظمت کی واضح علامت ہے۔
حضرت علیؑ و فاطمہؑ (علیہما السلام) سوئے، لباس تقویٰ ان کا بہترین لباس تھا، انھوں نے اپنی خوراک نیاز مندوں کے حوالے کر کے ایثار کا مظاہرہ کیا۔ ہاں! انہوں نے اس تقویٰ و پارسائی کے عوض زیوروں کے بدلے جنت ماویٰ کا انتخاب فرمایا۔
رسولؐ خدا نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ، پہلے دروازے میں داخل ہو پھر میرے پاس آنے کی کوشش کرو؛ جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا و آقا ہیں، اپنے مولا کا ارادہ کرو کیوں کہ آقا کی محبت و الفت ہی تیری ہدایت کا ضامن ہے، اے علیؑ! تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے ہارون جناب موسیٰؑ کے لئے، بجز رسالت و نبوت، لہذا خدا کی حمد و ثناء کرو۔



وہ پہنچنے ہی سے دین کے امور میں پیش قدم تھے، کسی عالم نے ان پر سبقت حاصل نہیں کی۔ رسول خداؐ اس حالت میں تشریف لائے کہ حضرت علیؑ سے راضی و خوشنود تھے لیکن وہ خود جناب زہرا (س) سے شرمندہ۔ رسول خداؐ نے ان کے چہرے سے مٹی صاف کر کے زمین سے بلند فرمایا حالانکہ وہ تنہا یوں میں اس (خاک) سے بہت زیادہ مانوس ہو گئے تھے۔

ان کے دو فرزندوں کے متعلق رسول اسلامؐ نے فرمایا: دونوں جنت میں تمہارے آقا و سردار ہیں، خدا کی جانب سے رسول اسلامؐ بعنوان مبلغ و رسول ارسال کئے گئے۔ یہ اہم فضیلت و خصوصیت صرف انہیں سے مخصوص ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میری تبلیغ و رسالت ایسے شخص کے لئے شائستہ ہے جو لوگوں میں میرے خاندان سے نہیں ہے لہذا میری اقتدا کرو۔

ایک سائل آکر عبد اللہ سے سوال کرنے لگا تو آپ نے جواب میں کہا: رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی منزلت پہچانو، ان کی معرفت حاصل کرو اور اس کی گواہی دو۔ وہ ہمیشہ روزہ دار اور اپنے خدا کی جانب رجوع کرنے والے ہیں، وہ خدا کے لئے قیام کرتے ہیں اور اس کی بھرپور بندگی کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے حصہ کی روزی پر قناعت کرتے ہیں اور مال دنیا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

بے شک انہوں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں، وہ دنیا کو اپنے قریب دیکھ کر فرماتے تھے: دور ہو جا۔ وہی حق سے سب سے زیادہ قریب تھے، سبھی صاحب حق ہیں لیکن وہ ہدایت سے سب سے زیادہ نزدیک تھے۔

شاعر نے اس قصیدہ میں ان دس افراد (عشرہ مبشرہ) کی مدح و ستائش کی ہے جنہیں رسول خداؐ نے جنت کی بشارت دی تھی۔

سب سے پہلے ابو بکر بن ابوقحافہ کے مخصوص فضائل کو (۱۴) اشعار میں بیان کیا ہے، پہلا شعر یہ ہے:

فمنہم ابوبکر خلیفۃ الدیٰ لہ الفضل والتقدیم فی کلّ مشهد

”انہیں میں خلیفہ ابو بکر ہیں جنہیں ہر مقام پر تقدم و برتری حاصل ہے۔“



اس کے بعد عمر بن خطاب کے مخصوص مناقب کو ۲۲ آیات میں بیان کیا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

وَتَبِعَهُ فِي فَضْلِهِ عُمَرُ الَّذِي رَمَى عَنْ قَسِيٍّ الصَّدَقِ سَهْمَ مَسَدٍ
”فضیلت و برتری میں ان کے پیرو کار عمر ایسے شخص ہیں جنہوں نے صداقت کی کمان سے محکم تیر پھینکا۔“

اس کے بعد عثمان کے مناقب کو پندرہ اشعار میں نظم کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

وَحَبِيَّ عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ اِنَّهُ عَلَيْهِ اعْتِمَادِي وَهُوَ سُوْلِي وَمَقْصَدِي
”میری محبت والفت عثمان بن عفان سے مخصوص ہے کیوں کہ ان پر میرا اعتماد قائم ہے اور وہی میرے مقصود واصلی ہیں۔“

حضرت امیر المومنینؓ کے فضائل بیان کرنے کے بعد بسطین رسول محسن و حسین (علیہما السلام) کے مناقب کو ان اشعار میں بیان کیا ہے:

وَبِالْحُسَيْنِ السَّيِّدِينَ تَوَسَّلِي	بَجَدَّ هُمَا فِي الْحَشْرِ عِنْدَ تَفَرُّدِي
هُمَا قَرْنَا عَيْنَ الرُّسُولِ وَ سَيِّدَا	شَبَابِ الْوَرَى فِي جَنَّةٍ وَ تَخْلُدَا
وَقَالَ هُمَا رِيحَانَتَايَ احِبْ مِنْ	احِبْهُمَا فَاصْدَقْهُمَا الْحُبُّ تَسْعَدَا
هُمَا اقْتَسَمَا شِبْهَ الرُّسُولِ تَعَادَلَا	وَمَا ذَا عَسَى يَحْصِيهِ مِنْهُمْ تَعْدَدِي
فَمَنْ صَدْرُهُ شِبْهَ الْحُسَيْنِ اَجْلُهُ	وَلِلْحُسَنِ الْاَعْلَى وَ حَسْبُكَ فَاَعْدَدَا
وَلِلْحُسَنِ السَّامِي مَزَايَا كَقَوْلِهِ	هُوَ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَ ابْنُ سَيِّدَا
سَيَصْلِحُ تَبِ الْعَالَمِينَ بِهِ الْوَرَى	عَلَى فَرْقَةٍ مِنْهُمْ وَ عَظُمَ تَبَدُّدَا

حسن و حسینؓ قیامت کی تنہائیوں میں میرا وسیلہ ہیں، یہ دونوں رسول خداؐ کے خنکی چشم اور جنت ماویٰ میں جوانوں کے سید و سردار ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ دونوں میری خوشبو ہیں، جو انھیں دوست رکھتا ہے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں، لہذا تم انھیں سے محبت کرو تا کہ سعادت مندی سے ہمکنار ہو سکو۔

ان دونوں نے رسول خدا کی شجاعت کو مساوی انداز میں تقسیم کیا ہے، اس بات کا امکان نہیں کہ ان سے تجاوز کا مشاہدہ کیا جائے۔ سینہ سے لے کر پیر تک امام حسینؑ اور سینے سے اوپر امام حسنؑ شبیہ ہیں۔ (۱) تمہاری آمادگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ رسول خدا کے ارشاد سے امام حسنؑ کی عظمت آشکار ہوتی ہے کہ فرمایا: یہ میرا فرزند سید بن سید ہے۔ خداوند عالم بہت جلد اس کی برکت سے کائنات کے اختلافات کی اصلاح فرمائے گا۔“

اس کے بعد امام حسینؑ کی شان میں یہ اشعار کہے:

و كان الحسين الصارم الحازم الذي متى يقصر الابطال في الحرب يشدد
شبيه رسول الله في الياس والندی و خير شهيد ذاق طعم المهند
لمصرعه تبكى العيون وحقها فله من جرم و عظم تودد
فبعدا و سحقا لليزيد و شمرة و من سار مسرى ذلك المقصد الردى

”حسین دوراندیش تھے، جب شجاعان وقت جنگ سے کوتاہی کرتے تو وہ سخت ترین جنگ کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ وہ بخشش و عطا اور جنگ میں رسول اسلامؐ کی شبیہ تھے، وہ تلوار سے شہید ہونے والے شہیدوں کے سردار تھے، ان کے قتل کے لئے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور یہی مناسب ہے، خداوند عالم پر اس کی جزا ہے، لہذا ان کی محبت و دوستی کو اہمیت دو۔ یزید و شمر اور ان تمام افراد پر خداوند عالم کا دردناک عذاب نازل ہو جنہوں نے پست ترین مقصد کے لئے اقدام کیا۔“

اسی قصیدہ میں سید الشہداء جناب حمزہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

و من مثل ليث الله حمزة ذی الندی مبيد العدی ماوی الغریب المطرد
فكم حز اعناق العداة بسيفه و ذب عن المختار كل مشدد
فقال رسول الله هذا امرته ولى اسد ضار لدى كل مشهد

(۱) تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱۳، ص ۱۲۳، نمبر ۱۵۶۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۷، ص ۱۱۷)



”شیر خدا، صاحب جود و سخا جناب حمزہ کے مانند کون ہے جو دشمنوں کا تیا پانچہ کرنے والے اور بے آسرا غریبوں کی پناہ گاہ تھے۔ دشمنوں کی کتھی ہی گردنیں ان کی شمشیر آبدار کا شکار ہوئیں؛ کیا خوب کہ ہر سختی و مصیبت میں رسول خدا کا دفاع کیا، اسی لئے آنحضرت نے فرمایا: میں نے انہیں فرما کر دیا، وہ میرے لئے ہر میدان میں شیر بر ہیں۔

جنگ احد میں سات افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے؛ وہ کامیاب و کامران اور سید الشہداء ہیں، وہ فرشتوں کے درمیان تلایا پھرتے ہیں۔ رسول اسلام نے ستر مرتبہ ان پر نماز ادا کی اور بقیہ شہداء پر صرف ایک مرتبہ۔ آپ نے فرمایا: شہادت حمزہ کے مانند کوئی مصیبت نہیں، اگر ایک دن میرے اختیار میں ہوتا تو میں ان بدکرداروں کو بدترین سزا دیتا۔“
 اسی قصیدہ میں رسول اسلام کے چچا حضرت عباس کا چند اشعار میں تذکرہ کیا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

وقد بلغ العباس فی المجد رتبة
 تقول لبدر التّم قصرت فابعد
 شاعر کے مذہب و عقیدہ کے بارے میں قاری کو آگاہ کرنے کے لئے ہمارے لئے یہ قصیدہ کافی ہے جسے فتح الطیب سے نقل کیا گیا ہے۔ (۱)

شعری تتبع

شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنین کے بعض فضائل و مناقب کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں ان کی قوم کے بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے صحاح اور مسانید میں رسول خدا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ مناقب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حدیث ترویج: خداوند عالم نے عرش اعظم پر حضرت علی سے جناب فاطمہ (س) کا عقد فرمایا

۱۔ فتح الطیب، ج ۴، ص ۶۰۳/۶۰۴ (ج ۱۰، ص ۲۲۲)۔



تفصیل جلد دوم میں گزر چکی ہے۔ (۱)

۲۔ حدیث: ”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا“ میں شہر علم ہوں اور علی اس کے دروازہ:

وقال رسول اللہ: انی مدینۃ من العلم وهو الباب والباب فاقصد

ہم نے تیسری جلد میں امیر المومنین کے علم کے بارے میں تفصیلی بحث کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طبری، ابن معین، حاکم، خطیب اور سیوطی نے اس حدیث فضیلت کی تصریح کر کے اسے صحیح تسلیم کیا ہے، یہاں اس سلسلے میں تفصیلی بحث کی جائے گی کہ اس حدیث کو بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے، گذشتہ صدیوں میں بہت سے افراد نے اس سے احتجاج کیا ہے اور قطعی انداز میں اس کی نسبت رسول خدا کی طرف دی ہے، ساتھ ہی یاد وہ کو مخالفین کی باتوں کا دفاع کیا ہے۔

۱۔ حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (متوفی ۲۱۱ھ)، حاکم نے مستدرک میں ان سے روایت

کی ہے۔ (۲)

۲۔ حافظ یحییٰ بن معین ابو ذریہ بغدادی (متوفی ۲۳۶ھ)؛ مستدرک حاکم اور تاریخ خطیب میں

موجود ہے۔ (۳)

۳۔ ابو عبد اللہ (ابو جعفر) محمد بن جعفر قیدی (متوفی ۲۳۶ھ)؛ ابن معین نے ان سے روایت کی ہے۔

۴۔ ابو محمد سعید بن سعید ہروی (متوفی ۲۴۰ھ)؛ مسلم اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، ابن کثیر نے

تاریخ میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۴)

۵۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اپنے مناقب میں؛ (۵)

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۶۳ (ص ۳۰۰، باب ۷۹)؛ ذخائر العقبین، ص ۳۱؛ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۲۹؛ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۵؛
فرائد السمیعین، باب ۱۸ (ج ۱، ص ۹۵، حدیث ۶۲)۔

۲۔ مستدرک علی الصغیرین، ج ۳، ص ۱۱۷ (ج ۳، ص ۱۲۸، حدیث ۳۶۳۹)۔

۳۔ مستدرک علی الصغیرین، ج ۳، ص ۱۳۷ (حدیث ۳۶۳۸، ۳۶۳۹)؛ تاریخ بغدادی (ج ۱، ص ۳۹، حدیث ۵۷۲۸)

۴۔ البدلیۃ والاحتیاج، ج ۷، ص ۳۵۸ (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰)۔

۵۔ فضائل علی، (ص ۱۲۸، حدیث ۲۰۳)



۶۔ عباد بن یعقوب رواجی اسدی؛ بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، حافظ گنجی نے کفایہ

میں روایت کی ہے۔ (۱)

۷۔ حافظ ابو عیسیٰ محمد ترمذی (متوفی ۲۷۹)، جامع صحیح میں منقول ہے۔ (۲)

۸۔ حافظ ابو علی حسین بن محمد بن فہم بغدادی (متوفی ۲۸۹)؛ حاکم نے مستدرک میں ان سے روایت

کی ہے۔ (۳)

۹۔ حافظ ابو بکر احمد بن عمر بصری بزار (متوفی ۲۹۲)؛

۱۰۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰)؛ انہوں نے تہذیب الآثار میں نقل کر کے صحیح کہا

ہے۔ (۴) بہت سے علماء نے ان سے حکایت کی ہے۔

۱۱۔ ابو بکر محمد بن محمد بن باغندی واسطی بغدادی (وفات ۳۱۲)؛ ابن مغازی نے مناقب میں ان

سے روایت کی ہے۔ (۵)

۱۲۔ ابوطیب محمد بن عبد الصمد دقاق بغوی (وفات ۳۱۹)؛ (۶)

۱۳۔ ابو العباس محمد بن یعقوب اموی نیشاپوری (وفات ۳۲۶)؛ حاکم، نے مستدرک ان سے

روایت کی ہے۔ (۷)

۱۴۔ ابو بکر محمد بن عمر بن محمد تمیمی بغدادی ابن جمالی (وفات ۳۵۵)؛ انہوں نے پانچ طرق سے نقل

کیا ہے۔ (۸)

۱۔ کفایہ الطالب (ص ۲۲۰، باب ۵۸)

۲۔ سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۹۶، حدیث ۳۷۲۳)۔

۳۔ مستدرک علی الصالحین، ج ۲، ص ۱۲۷ (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۳۸)۔

۴۔ تہذیب الآثار، (ص ۱۰۵، نمبر ۱۷۳، مستدلی)۔

۶۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۲، ص ۲۷۷

۵۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۱، حدیث ۱۲۲)

۷۔ مستدرک علی الصالحین، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۳۷)۔

۸۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۲۶۱ (ج ۲، ص ۳۲)



- ۱۵۔ ابوالقاسم سفیان بن احمد بن طبرانی (وفات ۳۶۰)؛ معجم کبیر اور اوسط میں نقل کیا ہے۔ (۱)
 ۱۶۔ ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل شاشی (وفات ۳۶۶)؛ مستدرک حاکم میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ (۲)

- ۱۷۔ حافظ ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن حیان اصفہانی (وفات ۳۶۹)؛ (۳)
 ۱۸۔ حافظ ابو محمد عبد اللہ بن عثمان واسطی معروف بہ ابن سقاد واسطی (وفات ۳۷۳)؛ مناقب ابن مغازی میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ (۴)
 ۱۹۔ حافظ ابولیت نصر بن محمد سمرقندی خنی (وفات ۳۷۹) نے مجالس میں؛
 ۲۰۔ حافظ ابو حسین محمد بن مظفر بن ازبغدادی (وفات ۳۷۹)؛ (۵)
 ۲۱۔ حافظ ابو حفص بن احمد بن عثمان بغدادی ابن شاہین (وفات ۳۸۵) نے چار طرق سے نقل کیا ہے۔

- ۲۲۔ حافظ ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد (وفات ۳۸۷) نے چھ طرق سے روایت کی ہے۔
 ۲۳۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (وفات ۴۰۵) نے مستدرک میں؛ (۶)
 ۲۴۔ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ (وفات ۴۱۶)؛ بہت سے افراد نے ان سے حکایت کی ہے۔

- ۲۵۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی (وفات ۴۳۰) نے معرفۃ الصحابہ میں؛ (۷)

-
- ۱۔ معجم الکبیر (ج ۱۱، ص ۵۵۵، حدیث ۱۱۰۶۱)
 ۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۷ (ج ۳، ص ۱۳۸، حدیث ۳۶۳۹)۔
 ۳۔ مقاصد الحسنہ (ص ۱۲۳، حدیث ۱۸۹)۔
 ۴۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۰، حدیث ۱۲۰)
 ۵۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۱، حدیث ۱۲۲)
 ۶۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۳۷)
 ۷۔ معرفۃ الصحابہ (ج ۱، ص ۳۰۸)



۲۶۔ فقیر شافعی ابوالحسن احمد بن مظفر عطار (وفات ۴۳۱)؛ ابن مغازلی نے مناقب میں ان سے

روایت کی ہے۔ (۱)

۲۷۔ ابوالحسن علی بن حبیب بصری شافعی (وفات ۵۴۰)؛ (۲)

۲۸۔ حافظ ابوبکر بن احمد بن حسین بن علی بیہقی (وفات ۴۵۸)؛ (۳)

۲۹۔ ابوغالب بن محمد احمد (وفات ۴۶۲)؛ ابن مغازلی نے مناقب میں روایت کی ہے۔ (۴)

۳۰۔ حافظ بن ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (وفات ۴۶۳)؛ (۵)

۳۱۔ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر قرطبی (وفات ۴۶۳) نے استیعاب میں نقل کیا

ہے۔ (۶)

۳۲۔ ابو محمد حسن بن احمد بن موسیٰ غنجدانی (وفات ۴۶۷ھ، ابن مغازلی نے مناقب میں ان سے

روایت کی ہے۔ (۷)

۳۳۔ فقیہ ابوالحسن علی بن محمد بن طیب جلالی مغازلی (وفات ۴۸۲) نے اپنے مناقب میں سات

طرق سے نقل کیا ہے۔ (۸)

۳۴۔ ابو مظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار سمعانی شافعی (وفات ۴۸۹)؛ (۹)

۳۵۔ حافظ ابو محمد بن احمد سمرقندی (وفات ۴۹۱)؛ (۱۰)

۱۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۰، حدیث ۱۲۰) ۲۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۱، ص ۲۶۱ (ج ۲، ص ۴۲)

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۳ ص ۳۳ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۵، حدیث ۱۲۶)

۵۔ تاریخ بغدادی ج ۳ ص ۳۳۸، ج ۲، ص ۳۷۷، ج ۱، ص ۱۷۲، ج ۱۱، ص ۲۰۴

۶۔ استیعاب ج ۲، ص ۴۶۱ (القسم الثالث، ص ۱۱۰۲، نمبر ۱۸۵۵)

۷۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۴، حدیث ۱۲۵)۔

۸۔ مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۰، حدیث ۱۲۶/۱۲۰)

۹۔ مناقب آل ابی طالب، (ج ۲، ص ۴۲)۔

۱۰۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳، ص ۱۲۳۱، نمبر ۱۰۴)

۳۶۔ ابو علی اسماعیل بن احمد بن حسین بیہقی (وفات ۵۰۹)؛ (۱)

۳۷۔ ابو شجاع ہمدانی دیلمی (وفات ۵۰۹)؛ (۲)

۳۸۔ ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی میں؛

۳۹۔ ابو القاسم زحشری (وفات ۵۲۸)، الفائق میں مدینۃ العلم کا ایک باب قائم کیا ہے۔ (۳)

۴۰۔ حافظ ابو منصور شہر دار ہمدانی دیلمی (وفات ۵۵۸) نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں نقل کیا

ہے۔

۴۱۔ حافظ ابو سعید عبدالکریم بن محمد بن منصور حمیری سمرقانی (متوفی ۵۶۲)؛

یہ انساب میں لکھتے ہیں: ”شہید کے نام سے بعض علماء مشہور ہوئے اس لئے کہ وہ قتل کئے گئے، ان شہداء کی پہلی فرد باب مدینۃ العلم کے فرزند ہیں..... الخ“۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ حدیث

”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا“ علماء و حفاظ کے نزدیک ثابت ہے۔ (۴)

۴۲۔ حافظ اخطب خوارزم ابوالموید موفق بن احمد کی حنفی (وفات ۵۶۸)؛ (۵)

۴۳۔ حافظ ابو القاسم علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر دمشقی (وفات ۵۷۱) نے چند طرق سے

نقل کیا ہے۔ (۶)

۴۴۔ ابو جاج یوسف بن محمد نبوی اندلسی معروف بہ ابن شیخ نے؛ (۷)

۴۵۔ ابو السعادات مبارک بن محمد بن حرزی شافعی (وفات ۶۰۶)؛ (۸)

۱۔ مناقب خوارزمی (ص ۸۲، حدیث ۶۹)

۲۔ الفردوس برائے الخطاب (ج ۱، ص ۴۳، حدیث ۱۰۶)۔

۳۔ الفائق ج ۱، ص ۲۸ (ج ۲، ص ۳۶)

۴۔ الانساب (ج ۳، ص ۴۷۵)

۵۔ مناقب خوارزمی (ص ۸۲، حدیث ۶۹)

۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۱۷)؛ تاریخ ابن عساکر حالات حضرت علی، محقق، (ص ۱۰۰۶، ۹۹۱)

۸۔ جامع الاصول (ج ۲، ص ۴۷۳، حدیث ۶۳۸۹)

۷۔ الف باء ج ۱، ص ۳۲۲



۳۶۔ حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر حرزی (وفات ۶۲۰)؛ (۱)
 ۳۷۔ محی الدین محمد بن علی بن عربی طائی اندلسی (وفات ۶۲۸) نے ”المکتون والجواهر المصون“
 میں؛ (۲)

۳۸۔ حافظ محبت الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی (وفات ۶۲۳) نے تاریخ بغداد میں؛
 ۳۹۔ ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی (وفات ۶۵۱)؛ (۳)
 ۵۰۔ شمس الدین ابومظفر بن قزوا علی سبط ابن جوزی حنفی (وفات ۶۵۴)؛ (۴)
 ۵۱۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنجی شافعی (وفات ۶۵۸) نے کفایہ میں چند طرق سے نقل کر
 کے لکھا ہے:

”یہ حدیث حسن و عالی ہے.... اسی لئے صحابہ، تابعین اور ان کے اہل بیت علی کے تقدم، کثرت علم،
 بے پناہ حکمت و فراست، ادارت اور ان کی صلابت رائے کے قائل ہیں، بے شک ابوبکر، عمر، عثمان اور
 دوسرے تمام صحابہ احکام میں ان سے مشورہ کرتے تھے، نقض و اثبات کے سلسلے میں انہیں کے قول کو اختیار
 کرتے تھے، یہ اس لئے تھا کہ وہ بے پناہ علم و فضل اور فہم و فراست کے مالک تھے، یہ حدیث ان کے حق
 میں مبالغہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کا مقام و مرتبہ خدا، رسول اسلام اور بندگان خدا کے یہاں اس سے کہیں
 زیادہ ہے۔ (۵)

۵۲۔ ابو محمد شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام سلمی شافعی (وفات ۶۶۰)؛ شہاب الدین احمد
 نے توضیح الدلائل میں حکایت کی ہے۔

۱۔ اسد الخلفاء ج ۳، ص ۲۲ (ج ۳، ص ۱۰۰، نمبر ۳۷۸۳)

۲۔ تاریخ المودۃ (باب ۶۹، ج ۳، ص ۶۷)

۳۔ مطالب السؤل ص ۲۲؛ تاریخ المودۃ ص ۶۵ (باب ۱۱۲، ج ۱، ص ۶۴)

۴۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۹ (ص ۳۸)

۵۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۰۲/۹۸ (باب ۵۸، ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴)

۵۳۔ حافظ محبت الدین احمد بن عبد اللہ طبری شافعی مکی (وفات ۶۹۲) نے ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں اس کی روایت کی ہے۔ (۱)

۵۴۔ سعید الدین محمد بن احمد فرغانی (وفات ۶۹۹) نے شرح تائسیہ ابن قارض میں مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کے دوران نقل کیا ہے:

کراماتہم من بعض ما خصہم بہ بما خصہم من ارث کل فضیلة
اور فارسی میں مندرجہ ذیل شعر کی شرح میں حدیث کو نقل کیا ہے:

و اوضح بالتاویل ما کان مشکلا علی بعلم نالہ بالوصیة

۵۵۔ حافظ ابو محمد بن ابی حمزہ ازوی اندلسی (وفات ۶۹۹)؛ (۲)

۵۶۔ صدر الدین سید حسین بن محمد ہروی فوزی (وفات ۷۱۸)؛ (۳)

۵۷۔ شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد حموی جوینی (وفات ۷۲۲)؛ (۴)

۵۸۔ نظام الدین محمد بن احمد بن علی نجاری (وفات ۷۲۵) شیخ عبد الرحمن چشتی نے ”مرات الاسرار عن سیرۃ اولیاء“ میں ان سے روایت کی ہے۔

۵۹۔ حافظ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن مزنی (وفات ۷۴۲)؛ (۵)

۶۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی (وفات ۷۴۸)؛ (۶)

۶۱۔ حافظ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی انصاری (وفات ۷۷۰)؛ (۷)

۱۔ ریاض النضرۃ ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۰)

۲۔ بہجت العقبیٰ ج ۲، ص ۱۷۵؛ ج ۳، ص ۷۸

۳۔ نزہۃ الارواح، (ص ۱۱۳)

۴۔ فرائد السمعتین (باب ۱۸، ج ۱، ص ۹۸، حدیث ۶۷۷)۔

۵۔ تہذیب الکمال (ج ۲، ص ۴۸۵، نمبر ۳۰۸۹)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳، ص ۲۸ (ج ۳، ص ۱۲۳۱، نمبر ۱۰۴)۔

۷۔ نظم درر السمعتین (ص ۱۱۳)



۶۲۔ حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل غفونی دمشقی شافعی (وفات ۷۶۱ھ) نے حکایت کی ہے اور ان کے مذہب کے بہت سے علماء نے ابن معین کے حوالے سے صحیح تسلیم کیا ہے، وہ کہتے ہیں: یہ قطعی بعید نہیں کہ رسول خدا حضرت علیؑ کے حق میں ایسی حدیث بیان فرمائیں، جو اس کی تکذیب کرے وہ پکا جھوٹا ہے۔ (۱)

۶۳۔ سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے مودۃ القربی میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۶۴۔ بدر الدین محمد ابوعبداللہ زکشی مصری شافعی (وفات ۷۹۴ھ)؛

وہ کہتے ہیں: یہ بہترین حدیث ہے جس سے استدلال و احتجاج کیا جاتا ہے، یہ وضعی اور جعلی ہونا تو دور ضعیف بھی نہیں ہے۔ (۳)

۶۵۔ حافظ ابوالحسن علی بن ابوبکر بیہقی (وفات ۸۰۷ھ)؛ (۴)

۶۶۔ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری (وفات ۸۰۸ھ)؛ (۵)

۶۷۔ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (وفات ۸۱۶ھ) نے اپنی کتاب نقد الصحیح میں؛

۶۸۔ امام الدین محمد ہجروی لایبھی؛ کتاب اسماء السنن و خلفاء الاربعہ میں ان سے حکایت کی ہے۔

۶۹۔ شیخ یوسف واسطی اعور، اس نے رد شیعہ میں لکھے گئے رسالہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۰۔ شمس الدین محمد بن محمد جزری (وفات ۸۳۲ھ)؛ نے اسنی المطالب میں؛ (۶)

۷۱۔ شیخ زین الونی ابوبکر محمد بن محمد علی خوانی (وفات ۸۳۸ھ)؛ نے اسے حدیث مرسل کی حیثیت سے

نقل کیا ہے اور اس کے ذریعہ حضرت کے مخصوص علم و دانش اور حکمت کا استدلال کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین

۱۔ اللہ فی المصنوعہ (ج ۱، ص ۳۳۳)

۲۔ مودۃ القربی، مودۃ ۷

۳۔ فیض القدیر ج ۳، ص ۴۷

۴۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۱۴

۵۔ حیات النبی ج ۱، ص ۵۵ (ج ۱، ص ۷۹)

۶۔ اسنی المطالب ص ۱۴ (ص ۷۰)

نصر نے توضیح الدین میں ان سے حکایت کی ہے۔

۷۲۔ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی معروف بہ حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲) نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔ (۱) اور لسان المیزان میں کہتے ہیں کہ مستدرک حاکم میں اس حدیث کے بہت سے طرق بیان کئے گئے ہیں لہذا اسے جعلی کہنا قطعی صحیح نہیں۔ (۲)

۷۳۔ شہاب الدین بن شمس الدین زاوی دولت آبادی (وفات ۷۴۹) نے ہدایۃ الشہداء میں نقل کیا ہے۔

۷۴۔ شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں نقل کیا ہے۔

۷۵۔ نور الدین علی بن محمد بن صباغ مالکی کی (وفات ۸۵۵) نے فصول المہمہ میں: (۳)

۷۶۔ بدر الدین محمود بن احمد موسیٰ حنفی (وفات ۸۵۵) نے عمدۃ القاری میں: (۴)

۷۷۔ شیخ عبدالرحمن بن محمد بن علی بسطامی حنفی (وفات ۸۵۸) نے اپنی کتاب دائرۃ المعارف

الاصحیہ میں ذکر کیا ہے۔ (۵)

۷۸۔ شمس الدین محمد بن یحییٰ جیلانی لاجی نور بخش نے مفتاح الاعجاز میں: (۶)

۷۹۔ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن سخاوی مصری (وفات ۹۰۲) نے المقاصد الحسنہ میں نقل

کر کے اسے حسن کہا ہے۔ (۷)

۱۔ التہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۲۷ (ج ۷، ص ۲۹۶)۔

۲۔ لسان المیزان (ج ۲، ص ۱۵۵، نمبر ۲۰۳۳)؛ مستدرک علی الصالحین، (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۱۳۸، حدیث ۳۶۳۹)۔

۳۔ الفصول المہمہ، (ص ۳۶)۔

۴۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۶۳۱ (ج ۱۶، ص ۲۱۵)

۵۔ تاریخ المودۃ (باب ۶، ج ۳، ص ۵۲)

۶۔ مفتاح الاعجاز (ص ۱۰۱)

۷۔ مقاصد الحسنہ (ص ۱۲۳، ۱۲۴، حدیث ۱۸۹)



۸۰۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی (وفات ۹۱۱) نے جامع صغیر کے علاوہ

چند کتابوں میں نقل کر کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے۔ (۱)

۸۱۔ سید نور الدین علی بن عبداللہ سمودی شافعی (وفات ۹۱۱) نے جواهر التقدین میں نقل کیا ہے۔

۸۲۔ فضل بن روز بہان نے علامہ حلی کی کتاب نبح الحق کی رد میں لکھی گئی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور بغیر کسی رد و قدح کے اسے قبول کیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ ترمذی کے حوالے سے حضرت علیؑ کے بارے میں دونوں حدیثیں ”اقضاکم علی؛ انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ ثابت ہیں۔

۸۳۔ حافظ عز الدین عبدالعزیز معروف بہ امین فہد ہاشمی مکی شافعی (وفات ۹۲۲) نے چند اشعار میں امیر المومنینؑ کی مدح کی ہے اس میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

لیت الحروب المملوۃ الضرغام من بحسامہ جاب الدیاجی والظلم
صہر الرسول أخوہ باب علومیہ أفضی الصاحبۃ ذوالشمال والشمیم

۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی (وفات ۹۲۳) نے مواہب اللدنیہ میں رسول اکرمؐ کے اسماء میں ”مدینۃ العلم“ کا بھی تذکرہ کیا ہے چنانچہ روزقانی نے اس کی شرح میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۸۵۔ مولا جلال الدین محمد بن اسعد دوانی (وفات ۹۲۸) نے رسالہ زوراء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۸۶۔ قاضی کمال الدین حسین بن حسین میمنی (وفات ۹۳۲)؛ (۳)

۸۷۔ حاج عبدالوہاب بن محمد بخاری (وفات ۹۳۲) نے اپنی تفسیر انوری میں آیہ شریفہ ﴿قُلْ

۱۔ جامع الصغیر ج ۱، ص ۲۱۴ (ج ۱، ص ۳۱۵، حدیث ۲۷۰۵)؛ کنز العمال (ج ۱، ص ۱۳۸، حدیث ۳۶۳۶۳/۳۶۳۶۴)؛ التہذیب

الآثار، (ص ۱۰۵، حدیث ۱۷۳، منہج علی)؛ مستدرک علی الصحیحین، (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۳۷)؛

۲۔ المواہب اللدنیہ ج ۳، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۲۰)

۳۔ شرح دیوان امیر المومنینؑ (ص ۳)

لا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اِلَّا الْمُوْدَةَ فِي الْقُرْبَى ﴿۱﴾ کے ذیل میں ابن مغازلی کے حوالے سے جابر سے نقل کیا ہے، انہوں نے اس کے ساتھ امیر المؤمنینؑ کے چند دوسرے فضائل و مناقب کو بیان کر کے کہا ہے: جان لو کہ حضرت علیؑ کے بارے میں رسول اسلامؐ کی یہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۸۸۔ حافظ محمد بن یوسف شافعی (وفات ۹۴۲) نے سل الہدی والارشاد فی سیرۃ خیر العباد میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے..... الخ۔ (۱)

۸۹۔ شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق کنانی (وفات ۹۶۳) نے ”تذریۃ الشریعہ“ میں: (۲)
۹۰۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابن حجر بیہقی (وفات ۹۷۴) نے ”الصواعق“ اور ”شرح ہمزیہ“ میں مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کے ذیل میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے:

کم ابانت آیاتہ من علوم
و وزیر ابن عمہ فی المعالی
عن حروف ابان عنہا الہجاء
و من الاہل تسعد الوزراء
لم یزده کشف الغطاء یقینا
بل هو الشمس ما علیہ غطاء (۳)
اور حاشیہ صواعق ”تظہیر الجنان“ میں نقل کر کے کہا ہے: یہ حدیث حسن بلکہ حاکم کے بقول صحیح ہے۔ (۴)

۹۱۔ علی بن حسام الدین معروف بہ متقی ہندی (وفات ۹۷۵) نے ”اکمال جمع الجوامع سیوطی“ میں: (۵)

۱۔ سل الہدی والارشاد (ج ۱۱، ص ۲۹۲)

۲۔ تذریۃ الشریعہ عن الاخبار الشریعہ (ج ۱، ص ۳۷۸/۳۷۷، حدیث ۱۰۳)۔

۳۔ الصواعق المحرقة ص ۷۲ (ص ۱۲۲)؛ شرح الصواعق (ص ۱۹۵/۲۳۶)؛

۴۔ تظہیر الجنان مطبوعہ حاشیہ صواعق محرقة، ص ۷۲ (ص ۳۵)؛ الفتاویٰ الہدیہ، ص ۱۲۶/۱۹۷ (ص ۲۶۹/۱۷۲)۔

۵۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۲، حدیث ۳۲۹۷۸/۳۲۹۷۹)۔



۹۲۔ شیخ ابراہیم بن عبد اللہ وصالی یمنی نے ”الاکتفاء“ میں ابو نعیم، حاکم اور خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں پس و پیش کئے بغیر اس سے حضرت علی کے علم کے متعلق احتجاج کیا ہے۔

۹۳۔ جمال الدین محمدی طاهر ہندی (وفات ۹۸۶) نے تذکرۃ الموضوعات میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، جو اسے جعلی کہہ وہ پکا جھوٹا ہے۔ (۱)

۹۴۔ میرزا احمد عباس بن معین الدین جرجانی (وفات ۹۸۸) نے نواقض الروافض کے فصل دوم میں نقل کیا ہے اور ترمذی کے حوالے سے امیر المومنین کے دوسرے فضائل کو بھی بیان کیا ہے۔

۹۵۔ شیخ بن عبد اللہ عیدروس (وفات ۹۹۰) نے ”العقد النبوی والسر المصطفوی“ میں بزاز، طبرانی، حاکم عقیلی، ابن عدی اور ترمذی کے طریق سے نقل کیا ہے۔

۹۶۔ جمال الدین محدث عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (وفات ۱۰۰۰) نے اپنی کتاب اربعین میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۹۷۔ ابوالعصمہ محمد معصوم بابا سمرقندی نے فصول الاربعہ کے فصل دوم میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

۹۸۔ شیخ علی قاری ہروی حنفی (وفات ۱۰۱۴) نے اپنی کتاب الرقاۃ میں؛ (۳)

۹۹۔ حافظ شیخ عبد الرووف بن تاج العارفین شافعی (وفات ۱۰۳۱) نے فیض القدر اور تیسیر میں نقل کیا ہے۔

وہ فیض القدر میں لکھتے ہیں: بے شک رسول خدا تمام علوم و معارف کے شہر ہیں اور ہر شہر میں دروازے سے داخل ہونے کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہوتی، اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ علیؑ اس شہر کے دروازہ ہیں، اب ان کے راستہ کا انتخاب کر کے شہر میں داخل ہوا وہ کامیاب ہے اور جس نے اس راہ سے انحراف کیا وہ خطا کار ہے۔

۱۔ تذکرۃ الموضوعات (ص ۹۵)

۲۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنین (ص ۴۷، حدیث ۱۶)

۳۔ الرقاۃ فی شرح المشکاۃ (ج ۱۰، ص ۴۷، حدیث ۶۰۹۶)

کلابادی نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معاویہ سے مسئلہ پوچھا، معاویہ نے کہا: جاؤ علیؑ سے پوچھو، وہ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ اس نے کہا: میں آپ کا جواب جاننا چاہتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: تجھ پر تنقید ہے، تو ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جسے رسول خداؐ اس کے علم کی وجہ سے پسند فرماتے تھے۔

تمام صحابہ ان کے علم کا اعتراف کرتے تھے، عمر کو جب بھی مشکل پیش آتی وہ ان سے سوال کرتے تھے۔ ایک شخص نے عمر سے سوال کیا، عمر نے کہا: یہاں علیؑ موجود ہیں ان سے سوال کرو۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمر نے کہا: دفعان ہو جا، میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔

متعدد طرق سے منقول ہے کہ عمر ہمیشہ کہتے تھے: میں ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جن میں علیؑ نہ ہوں، وہ مشکل مسئلوں میں حضرت علیؑ سے مشورہ کرتے تھے۔

حافظ عبدالملک بن سلیمان سے منقول ہے کہ عطا سے کہا گیا: کیا صحابہ میں علیؑ سے زیادہ کوئی عالم تھا؟ کہا: خدا کی قسم! نہیں۔ حرامی کا بیان ہے کہ تمام متقدمین و متاخرین جانتے ہیں کہ کتاب خدا کی تفہیم، حضرت علیؑ کے علم پر منحصر ہے، جو اس سے ناواقف ہو وہ گمراہ ہے۔ (۱)

۱۰۰۔ مولیٰ یعقوب لاہوری نے رسالہ عقائد میں:

۱۰۱۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکشر کی شافعی (وفات ۱۰۴۷) نے ”وسیلۃ السال فی عدۃ مناقب لآل“

میں: (۲)

۱۰۲۔ شیخ محمود بن محمد بن علی شیعانی قادری نے اپنی تالیف ”الصرط السوی فی مناقب آل النبی“

میں احمد و ترمذی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اسی لئے ابن عباس کہتے تھے: جو علم کا طالب ہے وہ دروازہ تک آئے اور وہ علی بن ابی طالب ہیں۔ (۳)

۱۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر (ج ۳ ص ۳۶): اتیسیر شرح الجامع الصغیر (ج ۱ ص ۳۷۷)

۲۔ وسیلۃ السال فی عدۃ مناقب لآل (ص ۱۲۳ باب ۴)

۳۔ فضائل علی (ص ۱۳۸ ج ۲): سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۹۶ ج ۲ ص ۳۷۷)



۱۰۳۔ عبدالحق دہلوی (وفات ۱۰۵۲) نے ”اللمعات فی شرح المشکاۃ“ اور ”مدارج النبوة“

میں: (۱)

۱۰۴۔ سید محمد بن سید جلال بن بخاری نے ”تذکرۃ الابرار“ میں:

۱۰۵۔ اللہ دیا بن عبد الرحیم بن یحنا حکیم چشتی عثمانی نے ”سرا لاقطاب“ میں:

۱۰۶۔ عبد الرحمن بن عبد الرسول بن قاسم چشتی نے ”مرآۃ الاسرار“ میں:

۱۰۷۔ شیخ بن علی بن محمد جعفری (وفات ۱۰۶۳) نے ”کنز البزاهین“ میں:

۱۰۸۔ حافظ علی احمد عزیزی شافعی (وفات ۱۰۷۰) نے ”سراج المنیر فی شرح جامع الصغیر“

میں: (۲)

۱۰۹۔ ابونضیاء نور الدین علی بن علی شبراہمسی قاہری شافعی (وفات ۱۰۸۲) نے حاشیہ الموجب اللدنیہ

”تیسر الطالب النہ یکشف اسرار الموجب اللدنیہ“ میں:

۱۱۰۔ تاج الدین سنبھلی نے رسالہ اشغال نقشبندیہ میں:

۱۱۱۔ ابراہیم بن حسن کردی کورانی شافعی (وفات ۱۱۰۱) نے ”البراس لکشف الالتباس الواقع فی

الاساس“ میں:

۱۱۲۔ شیخ اسماعیل بن سلیمان کردی بصری نے ”جلاء النظر فی شہات ابن حجر“ میں نقل کر کے

حدیث شریف کو مشتبہ قرار دیے والوں پر اس حدیث سے دلیل قائم کی ہے۔ (۳)

۱۱۳۔ شیخ محمد بن عبد الرسول بزنجی مدنی (وفات ۱۱۰۳) نے رسالہ الاشاعر فی اشراط الساعہ میں:

۱۱۴۔ شیخ محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مالکی (وفات ۱۱۲۲) نے شرح مواہب میں: (۳)

۱۱۵۔ شیخ سالم بن عبد اللہ بن سالم بصری شافعی نے رسالہ الامداد بمعرفۃ الاستاد میں:

۱۔ مدارج النبوة (ج ۱، ص ۱۵۳)

۲۔ السراج المنیر ج ۲، ص ۶۳ (ج ۲، ص ۶۸)

۳۔ شرح مواہب ج ۳، ص ۱۳۳

۳۔ الفتاویٰ المدنیہ (ص ۲۶۹/۱۷۷)

۱۱۶۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے نزل الابرار میں: (۱)
 ۱۱۷۔ شیخ محمد صدر العالم نے ”المعارض العلی فی مناقب المرتضیٰ“ میں:
 ۱۱۸۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلوی (وفات ۱۱۷۶) نے قرۃ العین میں چند مقامات پر نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۱۹۔ شیخ محمد بن سالم مصری حنفی (وفات ۱۱۸۱) نے شرح جامع صغیر میں: (۳)
 ۱۲۰۔ شیخ محمد بن محمد امین سندھی نے ”دراسات اللیب“ میں: (۴)
 ۱۲۱۔ امیر محمد بن اسماعیل بن صلاح یمنی صنعانی (وفات ۱۱۸۲) نے الروضة الندیہ فی شرح التحدیث العلویہ میں نقل کر کے حاکم، ابن جریر اور سیوطی کی پیروی کرتے ہوئے صحت حدیث کا حکم لگایا ہے۔ (۵)
 ۱۲۲۔ شیخ سلیمان حمل نے ”الفتوحات الاحمدیہ بالمعجم الحمدیہ“ میں:
 ۱۲۳۔ مولیٰ سید قمر الدین حسین اورنگ آبادی (وفات ۱۱۹۲) نے ”نور الکریمین“ میں: (۶)
 ۱۲۴۔ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجمی شافعی: شاعر غدیر ہیں، تیرہویں صدی کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔ انہوں نے ”ذخیرۃ المال فی شرح عقد الاملاک“ میں حدیث شریف نقل کی ہے۔
 ۱۲۵۔ شیخ محمد بن علی صبان (وفات ۱۲۰۵) نے بزاز، طبرانی، حاکم، عقیلی، ابن عدی اور ترمذی کے حوالے سے اسعاف الراغبین میں: (۷)

۱۲۶۔ شیخ مبین بن محبت اللہ سہالوی (وفات ۱۲۲۵) نے امام علیؑ کے علم پر وسیلۃ النجاۃ میں احتجاج کیا ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں: حاکم کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے اور ابن حجر کے بقول: یہ حدیث حسن ہے۔ (۸)

۱۔ نزل الابرار ص ۲۷ (ص ۷۵)

۲۔ قرۃ العین (ص ۲۳۵): از لؤلؤ الخفا، (ج ۲، ص ۲۶۲)۔

۳۔ شرح جامع صغیر ج ۲، ص ۶۳: حاویہ الخفی علی شرح الجامع الصغیر۔

۴۔ دراسات اللیب (ص ۵۰)

۵۔ الروضة الندیہ فی شرح التحدیث العلویہ (ص ۱۷۹)

۶۔ نور الکریمین (ص ۴۹)

۷۔ اسعاف الراغبین ص ۱۵۶

۸۔ وسیلۃ النجاۃ (ص ۱۳۶)

۱۲۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (وفات ۱۳۲۵) نے ”سیف المسلمول“ میں چند مقامات پر نقل کیا ہے۔ پھر حاکم کی تصحیح کا تذکرہ کر کے جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ان کی تضعیف کی ہے اس کے بعد ابن حجر کے نظریہ حسن کو اختیار کیا ہے۔

۱۲۸۔ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی: (۱)

۱۲۹۔ شیخ جواد سباط بن ابراہیم سباطی حنفی نے ”البراہین الساباطیہ“ میں:

۱۳۰۔ عمر بن احمد خرپوتی حنفی نے ”قصیدہ الشہدہ فی شرح قصیدہ البرہہ“ نے مندرجہ ذیل شعر کی شرح کے ذیل میں نقل کیا ہے:

فاق النبین فی خلق و فی خلق و لم یدانوا فی علم و لا کرم

جان لیجئے کہ آیہ مبارکہ ﴿و علمک ما لم تکن تعلم﴾ (۲) اور حدیث ”انا مدینۃ

العلم“ کے ذریعہ حضرت علیؑ کا علم ثابت ہے۔ (۳)

۱۳۱۔ قاضی محمد بن علی شوکانی صفائی (وفات ۱۲۵۰) نے ”الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ“

میں نقل کر کے اسے حسن کہا ہے۔ (۴)

۱۳۲۔ محمد رشید الدین خان دہلوی نے ”ایضاح المطافۃ القال“ میں:

۱۳۳۔ جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد العلی قرشی معروف بہ میرزا حسن علی لکھنوی نے ”تفریح

الاحباب بمناقب الآل والاصحاب“ میں اسے مناقب امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے۔

۱۳۴۔ نور الدین اسماعیل بن سلیمان نے ”در الیتیم میں ابو نعیم، حاکم اور خطیب حوالے سے نقل کیا

ہے۔

۱۳۵۔ ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محبت اللہ بن ملا احمد عبد الحق سہاوی لکھنوی (وفات ۱۲۷۰) نے

۱۔ ملاحظہ ہو: عبقات الانوار ج ۵ ص ۴۷۹؛ (تخصیص المسلمانی ج ۱ ص ۳۵۵)

۲۔ قصیدۃ الشہدہ فی شرح قصیدہ البرہہ (ص ۸۱)

۳۔ نساء ۱۱۳

۴۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (ص ۳۷۴، حدیث ۵۳)



- ”مرآة المؤمنین“ میں اس حدیث کو مناقب امیر المؤمنین میں شمار کیا ہے۔ (۱)
- ۱۳۶۔ شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی (وفات ۱۲۷۰) نے ”تفسیر روح المعانی“ میں حضرت علی کو باب مدیۃ العلم کا نام دیا ہے۔ (۲)
- ۱۳۷۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم حسین بلخی قدوزی (وفات ۱۲۹۳) نے ینایح المودۃ میں متعدد طرق سے نقل کیا ہے۔ (۳)
- ۱۳۸۔ شیخ سلامہ اللہ یدایونی؛
- ۱۳۹۔ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی (وفات ۱۳۰۴) نے فتوحات الاسلامیہ میں: (۴)
- ۱۴۰۔ مولوی حسن الزمان نے ”القول المحسن فی فخر الحسن“ میں: (۵)
- ۱۴۱۔ شیخ علی بن سلیمان مغربی مالکی شاذلی نے ”نفع قوت المعتدی علی صحیح ترمذی“ میں: (۶)
- ۱۴۲۔ شیخ عبدالغنی آفندی غیبی نے سلیم محمد آفندی سے قرۃ الاعیان میں نقل کیا ہے۔
- ۱۴۳۔ شیخ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ یوسفی مدنی شافعی مصری نے ”کفایۃ الطالب ل مناقب علی بن ابی طالب“ میں: (۷)

توجہ:

حجۃ الجہاد میر حامد حسین موسوی لکھنوی (وفات ۱۳۰۶) کی وقیع کتاب ”عقبقات الانوار“ کی پانچویں جلد میں متذکرہ حدیث کے راویوں کے بہت سے کلمات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔ روح المعانی، ج ۲، ص ۳

۱۔ مرآة المؤمنین (۶۷)

۳۔ ینایح المودۃ، ص ۶۵، ج ۲، ص ۴۰۰، ۴۱۹، (باب ۱۲، ج ۱، ص ۶۲، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷،

صحت حدیث پر ایک نظر

بہت سے علماء نے سند کے اعتبار سے صحت حدیث کی تصریح کی ہے، بعض نے صحت کو اختیار کیا ہے اور اکثر نے اسے حسن کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے نیز جن لوگوں نے اس پر طعن و طنز کے نشتر چلائے ہیں ان کے فاسد ہونے کی تصریح کی ہے اور اس کی تضعیف کرنے والوں کے قول کو باطل قرار دیا ہے، ان میں سرفہرست یہ ہیں:

- ۱۔ حافظ ابو زکریا یحییٰ بن معین بغدادی (متوفی ۲۴۳) نے صحت حدیث کی تصریح کی ہے چنانچہ خطیب ابوالحجاج فری اور ابن حجر وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے۔ (۱)
- ۲۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰) نے تہذیب الآثار میں صحیح تسلیم کیا ہے۔ (۲)
- ۳۔ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵) نے مستدرک میں صحت کا حوالہ دیا ہے۔ (۳)
- ۴۔ حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳)؛
- ۵۔ حافظ ابو محمد حسن سرقندی (متوفی ۴۹۱) نے بحر الاسانید میں؛
- ۶۔ مجد الدین فیروز آبادی (متوفی ۸۱۵) نے نقد صحیح میں؛
- ۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱) نے جمع الجوامع میں؛
- ۸۔ سید محمد بخاری نے تذکرۃ الابرار میں؛

۱۔ الصواعق المحرقة (ص ۱۲۲)

۲۔ التہذیب للآثار (ص ۱۰۳، حدیث ۷۳، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱



۹۔ امیر محمد یحییٰ صنعانی (متوفی ۱۱۸۲) نے الروضة الندیہ میں:

۱۰۔ مولوی حسن زمان: (۱)

۱۱۔ ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی (متوفی ۶۵۲):

۱۲۔ ابوالمنظر یوسف قزادغلی (متوفی ۶۵۴):

۱۳۔ حافظ ابوعبداللہ حنفی (متوفی ۶۵۸):

۱۴۔ حافظ صلاح الدین علائی (متوفی ۷۶۱):

۱۵۔ شمس الدین محمد جزری (متوفی ۸۳۲):

۱۶۔ شمس الدین محمد سخاوی (متوفی ۹۰۲):

۱۷۔ فضل اللہ بن روزبہان شیرازی:

۱۸۔ متقی ہندی علی بن حسام الدین (متوفی ۹۷۵):

۱۹۔ میرزا محمد بدخشانی:

۲۰۔ میرزا محمد صدر العالم:

۲۱۔ ثناء اللہ پانی پتی ہندی:

لفظ حدیث کا تحلیلی جائزہ

عاصم سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خداوند عالم نے مجھے اور علیؑ کو ایک درخت سے خلق فرمایا، میں اس درخت کا اصل و اساس اور علیؑ اس کی شاخ ہیں، حسن اور حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں، کیا پاک سے پاک کے علاوہ کوئی دوسری چیز باہر آتی ہے۔ پھر فرمایا: انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد المدینۃ فلیاتہا من بابہا ”میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں پس جو شہر کا قصد رکھتا ہے اسے چاہئے کہ دروازے سے داخل ہو۔“

۱۔ القول الحسن فی فرائض من ۶۵۰۲۶



حضرت علی سے مروی حدیقہ کے الفاظ ہیں:

”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ولا تؤتی البیوت الا من ابوابہا“
آنحضرتؐ کے دوسرے الفاظ ہیں:

انا مدینۃ العلم وانت بابہا کذب من زعم انه یصل الی المدینۃ الا من قبل الباب ”میں شہر علم ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو جو یہ خیال کرتا ہے کہ دروازے کے علاوہ بھی شہر میں پہنچا جاسکتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”انا مدینۃ العلم وانت بابہا کذب من زعم انه یدخل المدینۃ بغير الباب قال اللہ عز وجل: واتوا البیوت من ابوابہا“
ابن عباس سے مروی ہے:

”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات بابہ“.

سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

”یا علی انا مدینۃ العلم وانت بابہا ولن تؤتی المدینۃ الا من قبل الباب“.

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول خداؐ کو حضرت علیؑ کا دست

مبارک پکڑ کر فرماتے سنا:

هذا امیر البررہ وقاتل الفجرہ منصور من نصرہ مخذول من خذله، ثم مد بها صوتہ فقال: انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد البیت فلیات الباب ”یہ نیک خصلتوں کے رہبر و امام اور بدکاروں کے قاتل ہیں، ان کی نصرت کرنے والوں کی نصرت کی جاتی ہے اور ان کو چھوڑنے والا ذلیل و رسوا ہوا جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں پس جو شہر کا قصد رکھتا ہے اسے دروازے سے آنا چاہئے۔“

علمائے اعلام نے اپنی گرانقدر تالیفات میں دوسری احادیث بھی نقل کی ہیں جو اس حدیث کو

تقویت پہونچاتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

- ۱۔ انا دار الحکمة وعلی بابہا۔ (۱)
- ۲۔ ”انا دار العلم وعلی بابہا“ میں علم کا گہر اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ (۲)
- ۳۔ ”انا میزان العلم وعلی کفتاہ“۔ (۳)
- ۴۔ ”انا میزان الحکمة وعلی لسانہ“۔ (۴)
- ۵۔ ”انا المدینة وانت الباب ولا یوتی المدینة الا من بابہا“۔ (۵)
- ۶۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں: فہو باب ”مدینة“ علمی۔ (۶)
- ۷۔ ”علی اخی منی وانا من علی فہو باب علمی ووصی“۔
- ۸۔ ”علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی“۔ (۷)
- ۹۔ ”انت باب علمی“۔ آنحضرت نے حضرت علی کو مخاطب کر کے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے جسے خرکشی، ابو نعیم، دیلمی، خوارزمی، ابو العلاء ہمدانی، ابو حامد، ابو عبد اللہ سنن جی اور سید شہاب الدین صاحب توضیح الدلائل اور قدوزی نے نقل کیا ہے۔
- ۱۰۔ ”یا ام سلمہ! اشہدی واسمعی هذا امیر المومنین وسید المسلمین وعیبة علمی وباب الذی اوتی منه“ اے ام سلمہ! سنو اور گواہی دو کہ یہ علی مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار، میرا ظرف علم اور ایسا دروازہ ہے جس سے لوگ داخل ہوتے ہیں۔

۱۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳، (ج ۵، ص ۵۹۶، حدیث ۳۷۲۳)؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۳؛ مصابیح السنۃ، (ج ۳، ص ۱۷۲، حدیث ۱۳۳۷)

۲۔ ذخائر العقبی، ص ۷۷، منقول از مصابیح السنۃ۔

۳۔ فردوس الاخبار، (ج ۱، ص ۲۳، حدیث ۱۰۷)؛ کشف الخفاء، ج ۱، ص ۴۰۲، (حدیث ۶۱۸)

۴۔ مہدی کی شرح ”دیوان“ منسوب بہ حضرت علیؑ (ص ۳)

۵۔ زین النبی فی شرح سورہ محل بقی۔

۶۔ تاریخ الودۃ، ص ۷۱، (باب ۱۴، ج ۱، ص ۶۹)؛ مناقب ابن مغازلی، (ص ۵۰، حدیث ۷۳)؛ مناقب خوارزمی، (ص ۱۲۹، حدیث ۱۳۳)

۷۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۶، (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۸۱)؛ سیوطی کی القول الجلی فی فضائل حضرت علیؑ حدیث ۳۸



مندرجہ ذیل لوگوں نے اس حدیث کا اخراج کیا ہے:

ابونعیم، خوارزمی نے مناقب میں، رافعی نے تدوین میں، گنجی شافعی نے مناقب میں، حموی نے فرائد السمطين میں، حسام الدین محلی نے، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں اور شیخ محمد حنفی نے شرح جامع صغیر میں۔ (۱)

شیخ محمد حنفی حاشیہ شرح عزیزی میں لکھتے ہیں: حدیث عیۃ یعنی میرا ظرف علم ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے چونکہ وہ شہر علم ہے اس لئے تمام اصحاب مشکلات و صعوبات میں اس کے محتاج و نیاز مند ہیں۔ معاویہ نے بھی حضرت سے اپنی مشکلات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب کے ذریعہ اس کی مشکل حل کی جسے دیکھ کر آپ کے چاہنے والوں نے کہا: آپ دشمنوں کو کیوں جواب دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ لوگ ہمارے محتاج و نیاز مند ہیں۔

حضرت عمرؓ نے مشکلات کے وقت انہیں کی پناہ پٹری اور کہا: خدا مجھے باقی نہ رکھے جب میں یہ محسوس کروں کہ لوگوں کے درمیان حضرت علیؓ موجود نہیں۔ یا خدا سے یہ دعا کی: علیؓ کے بعد میں زندہ نہ رہوں۔ اس کے بعد بعض قضاوتوں کو ذکر کیا جس میں حدیث عیۃ بھی ہے کہ عمرؓ نے ایک بدکار حاملہ عورت کے متعلق سنگسار کرنے کا حکم جاری کر دیا (تفصیل آگے آئے گی) اس وقت عمرؓ نے کہا: ”لو لاک علی لہلک عمر“۔ (۲)

منادی فیض القدر میں لکھتے ہیں: علیؓ عیۃ علمی، علیؓ میرا ظرف علم ہے یعنی میری روشن گوئی کا محل گمان، میرے اسرار و رموز کی جایگاہ اور میری اشیاء کا معدن ہے۔ عیۃ یعنی ایسا ظرف جس میں قیمتی چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ (۳)

۱۔ مناقب خوارزمی، (ص ۱۴۲، حدیث ۱۶۳)؛ اللہ وین فی اخبار قزوین (ج ۱، ص ۸۹)؛ کفایۃ الطالب (باب ۳۸ ص ۱۹۸)؛ فرائد

السمطين (باب ۲۹ ج ۱ ص ۱۵۰ حدیث ۱۱۳)؛ حاشیہ الحنفی علی شرح الجامع الصغیر، (ج ۲ ص ۳۵۸)

۲۔ حاشیہ شرح العزیزی، ج ۲، ص ۴۱۷

۳۔ فیض القدر، ج ۳، ص ۳۵۶



شرح قصیدہ حمزہ میں ہے:

معاویہ حضرت علیؓ کے پاس خطوط بھیج کر ان سے مشکل مسائل کا حل دریافت کر لیتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک فرزند نے کہا: آپ اپنے دشمن کو جواب ارسال کر رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: کیا یہ کافی نہیں کہ دشمن ہمارا محتاج ہے اور ہم سے سوال پوچھ رہا ہے۔ (۱)

۱۱۔ ”انا مدینۃ الفقه و علی بابہا“ میں فقہ و دانش کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازہ

ہیں۔ (۲)

jabir.abbas@yahoo.com

۱۔ شرح الحمزہ، (ص ۱۹۲)

۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۹، (ص ۳۸): تنزیہ الشریعہ، (ج ۱، ص ۳۷۷، حدیث ۱۰۳)

اے کاش! اس نیرنگ زمانہ کو نہ دیکھتا

میں حیران ہوں، اس روشن فکر اور آزاد خیال انسان کے بارے میں کیا کہوں جو اپنے آپ کو دین اسلام کا ایک فقیہ کہتا ہے لیکن حضرت علیؓ کی وراثت علمی کے متعلق مروی صحیح الاسناد احادیث و روایات، جنہیں ہم نے یہاں اور کچھ تیسری جلد میں پیش کیا، سے چشم پوشی کرتے ہوئے امت و صحابہ بلکہ عہد حاضر تک کے تمام افراد میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے بھی زیادہ عالم و فقیہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہوں جس نے شرم آگئیں، بیہودہ اور بے بنیاد مطالب پر مشتمل ایک کتاب تالیف کر کے انجام سے بے خبر اس کا نام ”الوشیعہ“ رکھا ہے۔ وہ اس کے نقصانات سے بھی وحشت زدہ نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ شیعوں کی تردید پر اپنے ہم مسلکوں میں کہیں زیادہ خوش و خرم ہے۔

وہ احمق نہیں جانتا کہ اس جھوٹ اور ”وشیعہ“ نامی افترا پردازی کے ذریعہ ان کی نیک نامی اور تاریخی چہرے کو تاریک کرنے کا مرتکب ہو رہا ہے، اسے اس بات کا احساس نہیں کہ جستجو کا خوگر ذہین طالب علم اس کی دروغ گوئی اور تہمت طرازیوں کا پردہ فاش کر کے رسوا کر سکتا ہے۔

وہ کہتا ہے:

”عمر اپنے دور میں بطور مطلق تمام اصحاب میں علم اور فقیہ تھے، وہ قرآن و حدیث کے سلسلے میں تمام فقہاء میں معرفت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، پوری زندگی کتاب و سنت پر عمل پیرا رہے، وہ سنت کی معرفت رکھتے تھے اور معانی قرآن کو پوری طرح سمجھتے تھے۔“

متذکرہ جملے یادہ گوئی کے مجموعہ ”الخلافة الراشدة“ سے تحریر کئے گئے ہیں، درحقیقت ہم عمر بن خطاب کے فقہ و علم کے منکر نہیں ہیں اس لئے کہ جس مسلمان نے رسول کا نورانی عہد درک کیا ہے، ان کے ہمراہ زندگی گزاری ہے اور اگر وہ بازار میں دلالی و چچہ گیری کی وجہ سے مصروف و مشغول نہیں رہا ہے تو وہ یقیناً عالم و فقیہ ہوگا۔ ہمارا مطمح نظر تو صرف یہ ہے کہ ہم اس شخص کی بکواس کا کچا چھٹا پیش کریں اور کتب تاریخ کے متون سے حقیقت حال کا پردہ فاش کریں۔ اس شخص نے جن باتوں سے صرف نظر کیا ہے اس کی طرف تاریخ صحیح ہمیں متوجہ کرتی ہے چنانچہ تاریخ کے جھروکوں سے خود خلیفہ محترم کی بات ہماری سماعت سے ٹکراتی ہے: کُتِلَ النَّاسُ الْفَقْهَ مِنْ عَمْرِو حَتَّى دَبَاتِ الْحِجَالُ ”یعنی تمام انسان عمر سے زیادہ عالم و عقلمند ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی“۔

لہذا ہم محقق کی خدمت میں ایسے آثار و کارنامے پیش کر رہے ہیں جن سے راہ صواب کی معرفت کے بعد حقیقت حال سے پردہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

علم عمر کے نایاب کارنامے

۱۔ فاقد آب کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مسلم نے اپنی صحیح میں عبد الرحمن بن انزوی سے چار طرق سے نقل کیا ہے: ایک شخص نے عمر کے پاس آ کر کہا: میں مجب ہوں اور پانی بھی دستیاب نہیں ہے۔ عمر نے کہا: نماز نہ پڑھو۔ یہ سن کر عمار نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک جنگ میں ہم اور آپ دونوں شریک تھے، ہم دونوں مجب ہوئے اور پانی بھی دستیاب نہیں تھا تو آپ نے نماز ادا نہیں کی لیکن میں نے خاک مل کر نماز پڑھی۔

اس کے بعد رسول خدا کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہے البتہ دونوں کف دست کو زمین پر مار دو پھر پھونک مار کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھ کا مسح کرو۔ عمر نے کہا: اے عمار! خدا سے خوف کرو۔ عمار نے کہا: اگر چاہو تو میں دوسروں سے بیان نہ کروں۔ دوسری راویت کے الفاظ ہیں: عمار نے کہا: اے امیر المومنین! چونکہ خداوند عالم نے میری گردن پر آپ کا حق رکھا ہے اس لئے اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے بیان نہ کروں۔ چنانچہ عمار نے کسی سے بیان نہ کیا۔ (۱)

۱۔ صحیح مسلم (کتاب الجہیز، ج ۱، ص ۳۵۵، حدیث ۱۱۲)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۵۳، (ج ۱، ص ۸۸، حدیث ۳۲۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۰۰، (ج ۱، ص ۱۸۸، حدیث ۵۶۹)؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۲۶۵، (ج ۵، ص ۳۲۹، حدیث ۱۷۸۶)؛ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۰۹، (ج ۱، ص ۱۳۳، حدیث ۳۰۳/۳۰۵)



دوسری صورت: ہم عمر کے پاس تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! ہمیں تقریباً ایک مہینہ سے پانی دستیاب نہیں ہے۔

عمر نے کہا: جب تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھو۔

یہ سن عمار نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! آپ کو یاد ہے ہم ایک جگہ اونٹ چرا رہے تھے، اس وقت ہم مجب تھے؟ عمر نے کہا: ہاں، مجھے یاد ہے۔ عمار نے کہا: میں نے خود کو خاک آلود کر لیا (یعنی یتیم کے ذریعہ نماز پڑھ لی)۔

جب رسول خدا کی خدمت پہنچے تو ہم نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: وہ پاک مٹی تمہارے لئے کافی ہے، پھر دست مبارک کو خاک پر مارا اور پھونک مار کر دونوں ہاتھ کی ہتھیلی سے پیشانی اور ہاتھ کے بعض حصوں کا مسح فرمایا۔

عمر نے کہا: اے عمار! خدا سے ڈرو۔

عمار نے کہا: اے امیر المومنین! آپ چاہتے ہیں کہ میں جب تک زندہ رہوں کسی سے بیان نہ کروں۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسا ہی چاہتا ہوں، اگر تم نے کسی سے بیان کیا تب تم سے پوچھوں گا۔ (۱)

تحریف اور دروغ سازی

بخاری نے اس روایت کو اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے: کیا اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پھونک ماری۔ بعد کے ابواب میں خلیفہ نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میں تحریف کر دیا، اسی لئے انہوں نے عمار کے جواب ”لا تصل“ یا ”اما انا فلم اکن لا صلی“ کو قطعی حذف کر دیا۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۱۹، (ج ۵، ص ۴۱۷، حدیث ۱۸۴۰۳)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۵۳، (ج ۱، ص ۸۸، حدیث ۳۲۲)؛ سنن نسائی،

ج ۱، ص ۶۰، (ج ۱، ص ۱۳۳، حدیث ۳۰)

۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۵، (ج ۱، ص ۱۴۹، حدیث ۳۳۱)

وہ اس بات سے غافل رہ گئے کہ اس حذف و اضافہ کی صورت میں جناب عمار کی بات بالکل بے ربط رہ جائے گی۔

بیہقی نے اسی تحریف شدہ روایت کو ذکر کیا ہے۔ (۱) نسائی نے بھی اسے نقل کیا ہے لیکن عمر کے جواب کی جگہ لکھ مارا: وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں۔ (۲)

بخاری نے اسے نقل کرتے ہوئے اخبار صحیحہ میں شمار کیا ہے لیکن اوائل حدیث کو حذف کر دیا اور صرف رسول خدا کی خدمت میں عمار کے آنے کی بات بیان کی ہے۔ (۳)

ذہبی کا نظریہ ہے کہ اس روایت میں تحریف کی گئی ہے۔ اس کے فوراً ہی بعد کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ان سے کہا: یہ کیسے صحیح ہے کہ عمار اس طرح کی باتیں کریں، جس کی وجہ سے ان پر علم کا چھپانا جائز ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ کتمان علم سے مربوط نہیں ہے، کیوں کہ انہوں نے اس کی روایت کی، آپس میں ربط دیا اور خدا کا شکر کہ امیر المؤمنین کی مجلس میں نقل کر دیا۔ بے شک حضرت عمر نے ان کے علم کی وجہ سے ان پر مہربانی کا مظاہرہ کیا، اسی لئے انہوں نے خوف خطا کی وجہ سے زیادہ حدیث گوئی سے منع کیا تھا تا کہ کہیں لوگ حدیث و سنت میں مشغول ہو کر قرآن کو فراموش نہ کر جائیں۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

اس مقام پر بہت سے لچر اور بیہودہ باتیں پائی جاتی ہیں جسے سادہ لوح افراد کو صحیح تاریخ سے منحرف کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ اے کاش! میں جان پاتا کہ کس چیز نے قول عمر ”لا تصل“ یا ”انما انسا فلم اکن لا صلی“ سے ان لوگوں کو غافل کر دیا ہے، یہ جملے حضرت عمر نے اس وقت ادا کئے جب وہ مسلمانوں کے رہبر اور پیشوا تھے اور مسئلہ بھی بہت آسان اور لوگوں کے درمیان رائج تھا؟؟

۱۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۰۹، (نقل از مسلم و بخاری)

۲۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۶۰، (ج ۱، ص ۱۳۲، حدیث ۳۰۳)

۳۔ مصابیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶، (ج ۱، ص ۲۳۹، حدیث ۳۶۶)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۳، ص ۹۵۱، نمبر ۸۹۷)



کس چیز نے انہیں عمار سے کی گئی بات ”اتق الله يا عمار“ اور اسلام میں دو طہور پانی اور مٹی کے ہوتے ہوئے شیخون میں نماز کی ادائیگی سے غافل کر دیا؟ وہ لوگ حضرت عمر کی آیہ تیمم (۱) اور کلمہ قرآن ناواقفیت کے غافل رکھا؟ انہوں نے رسول خدا کی تعلیم سے عمر کی نادانی کو کیسے نظر انداز کر دیا؟ کس چیز نے انہیں اس عظیم بدبختی سے غافل کر دیا کہ وہ جناب عمار اور ان کی باتوں میں پھنس کر رہ گئے۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنادیتی ہے۔

”من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى سبيلا“ جو اس دنیا میں نابینا ہے اور کور باطنی کا شکار ہے، وہ آخرت میں بھی نابینا اور گمراہ محسوس ہوگا۔ (۲)

یعنی اور ابن حجر سے روایت میں موجود عمر کے دو جملے (لا تصل؛ اما انا فلم اكن لا صلى) کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، اسی لئے ان دونوں نے اسے عمر کا فتویٰ اور نظریہ قرار دیا ہے۔ (۳)

یعنی کہتے ہیں: اس روایت کے مطابق عمر مجب شخص پر تیمم کو ضروری نہیں سمجھتے تھے چنانچہ عمار کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے: ”آپ نے نماز نہیں پڑھی“۔

وہ کہتے ہیں: ”عمر کی دانست میں آیہ تیمم حدیث اصغر سے مخصوص ہے اسی لئے ان کے ذاتی اجتہاد نے حالت جنابت میں تیمم نہ کرنے پر مجبور کیا“۔

ابن حجر کا بیان ہے: یہ عمر کا مشہور و معروف فتویٰ ہے۔

متذکرہ روایت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ رسول خدا کے زمانے میں بھی خلیفہ کا اجتہاد جاری و ساری تھا، جو کائنات کی سماعت تک پہنچنے والی عجیب ترین چیز ہے۔

خداوند عالم نے کس طرح دین کی تکمیل فرمائی حالانکہ تیمم کا مسئلہ رائج الوقت ہونے کے باوجود زمانہ رسالت میں لوگ اس سے ناواقف تھے؟

۱۔ (آیہ تیمم) اَوْ لَا تَسْتَمُّ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ (سورہ نساء آیت ۴۳)

۲۔ اسراء ۷۲

۳۔ عمدة القاری، ج ۲، ص ۱۷۲، (ج ۳، ص ۱۸/۱۹)؛ فتح الباری ابن حجر، ج ۱، ص ۳۵۲، (ج ۱، ص ۴۳۳)



کیا خلیفہ کے لئے اس بات کا امکان ہے کہ وہ مسئلہ سے جاہل رہے یا اس سلسلے میں اپنے ذاتی اجتہاد کا مظاہرہ کرے؟ انہوں نے امت مسلمہ پر باب اجتہاد کیسے وا کر دیا حالانکہ ان کے درمیان رسول خداؐ موجود تھے؟

جب یہ دونوں (عمار اور خلیفہ) مجب ہوئے تو عمار نے انہیں مطلع نہیں کیا اور رسول خداؐ نے رہنمائی کرتے ہوئے ان کو تیمم کی تعلیم عطا فرمائی؟ کیا رسول خداؐ اس سے واقف نہیں تھے کہ حضرت عمر جب بھی مجب ہوئے اور پانی دستیاب نہیں ہوا تو انہوں نے اہم ترین اور کامل ترین واجب عمل ”نماز“ کی ادائیگی نہیں کی؟ اور کیا انہوں نے شریعت مقدس کے واجب فریضہ کی اطلاع دی؟

کیا حضرت عمرؓ نے اس کے بعد رسول خداؐ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جنہوں نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی تھی، جیسے امیر المومنین، ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری اور عبد اللہ بن مسعود کے علاوہ دوسرے بہت سے صحابہ؟

کیا قائد آب شخص کے لئے تیمم کے قائل یہ متذکرہ افراد کا عمل مسلمہ سنت کی پیروی میں تھا یا پھر ذاتی اجتہاد؟ جس دن عمار نے خلیفہ محترم کو سنت رسولؐ سے باخبر کیا تو کیا ان کو عمار پر اعتماد نہیں تھا اور کیا ابن مسعود نے نہیں دیکھا کہ عمر عمار کی بات سے پوری طرح مطمئن تھے؟ (۱)

کیا خلیفہ وہ روایت فراموش کر گئے جسے بخاری نے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ نے لوگوں کی جماعت سے الگ گوشہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو نماز نہیں پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتا؟

اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں مجب ہوں اور پانی بھی دستیاب نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے

فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۱۳۲، حدیث ۳۳۸)؛ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۳۵۳، حدیث ۱۱۰، کتاب الجہیز)؛ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۲۶؛ تیسیر الوصول ج ۳، ص ۹۷، (ج ۳، ص ۱۱۳، حدیث ۶)

تم مٹی استعمال کرو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ (۱)

کیا خلیفہ محترم وہ روایت بھول گئے جسے سعید بن مسیب نے ابو ہریرہ سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے رسول خدا کی خدمت میں آ کر کہا: ہم ایک صحرا میں تھے، ہمارے درمیان حائض، نفساء اور محب عورتیں تھیں، پانی نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً چار ماہ ایسے ہی رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے مٹی کافی ہے (یعنی تم لوگ تیمم کے ذریعہ واجبات کی ادائیگی کر سکتے ہو)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول خدا کی خدمت میں کچھ عربی آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ہم صحرا میں زندگی بسر کرتے ہیں، تقریباً تین چار مہینے سے پانی دستیاب نہیں ہے، ہمارے درمیان حائض، نفساء اور محب عورتیں بھی موجود ہیں، ہم اپنے فرائض کیسے بجالائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے زمین (تیمم) کافی ہے۔

اعش کے الفاظ ہیں: کچھ عرب رسول خدا کی خدمت میں آ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہم صحرا میں رہتے ہیں، تقریباً دو تین مہینے سے پانی دستیاب نہیں ہے، حالانکہ ہمارے ساتھ کچھ حائض اور نفساء عورتیں بھی ہیں، ہم اپنے فرائض کیسے بجالائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے خاک کی طہارت کافی ہے۔ (۲)

کیا ان کے گوشہ ذہن میں رسول خدا کی وہ روایت نہیں تھی جسے جناب ابو ذر نے نقل کیا ہے: میں اپنے عیال کے ساتھ تھا اور پانی سے بہت دور تھا، اسی دوران میں مجھ ہو گیا اور طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی، تقریباً ظہر کے وقت رسول خدا کی خدمت میں پہنچا، آپ کچھ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۲۹، (ج ۱، ص ۱۳۳، حدیث ۳۳۱)؛ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۱۳۱، حدیث ۳۱۲، کتاب المساجد)؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۲۳۳، (ج ۵، ص ۶۰۰، حدیث ۱۹۳۹)؛ سنن نسائی، ج ۱، ص ۱۷۱، (ج ۲، ص ۱۳۶، حدیث ۳۱)؛ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۱۹، تیسیر

الوصول ج ۳، ص ۹۸، (ج ۳، ص ۱۱۵، حدیث ۱۱)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۱۶/۲۱۷

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں تباہ و برباد ہو گیا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی۔

رسول خدا نے حکم دیا کہ میرے لئے پانی کی سبیل کی جائے، ایک سیاہ کنیر ایک ظرف میں پانی لے کر آئی، میں نے شتر کی آڑ میں جا کر غسل کیا اور واپس خدمت رسول میں پہنچا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے ابوذر! پاک مٹی، طاہر اور پاک کرنے والی ہے، چاہے دس سال تک پانی سے محروم رہو۔ اس کے بعد جب بھی پانی دستیاب ہوا اسے اپنے بدن پر ڈال لو۔ (۱)

کیا وہ اسقع کی روایت سے بھی ناواقف تھے، جس میں اسقع کا بیان ہے: میں رسول خدا کے لئے بار برداری کا کام انجام دیتا تھا، اسی دوران مجھ ہو گیا، آنحضرت نے فرمایا: اے اسقع! میرا سامان لے جاؤ۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں مجب ہوں اور پانی کی کوئی سبیل بھی نہیں ہے، میں کیا کروں؟

آنحضرت نے فرمایا: اے اسقع! میرے ساتھ آؤ میں تمہیں تیمم کی اسی طرح تعلیم دوں جس طرح جبریل نے مجھے تعلیم دی ہے، اس کے بعد آنحضرت نے مجھے تیمم کا طریقہ سکھایا۔ (۲)

ان تمام باتوں سے قبل خود قرآن میں تیمم کے سلسلے میں دو آیتیں موجود ہیں:

۱۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا غَفُورًا﴾ (ایمان والو! اگر دارنشدہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک کہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی مگر یہ کہ راستہ سے گزر رہے ہو جب تک غسل نہ کر لو اور اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں

۱۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۱۷/۲۱۸

۲۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج ۸، ص ۲۷۷، (نمبر ۳۳۷)

ہو اور کسی کے چہانہ نکل آئے یا عورتوں سے باہمی جنسی ربط قائم ہو جائے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اس طرح کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو بیشک خدا بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (۱)

امیر المؤمنین فرماتے ہیں: یہ آیت مسافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے اور جب پانی مل جاتا ہے تو غسل کر لیتا ہے۔ (۲)

۲۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ﴾ ”ایمان والوں! جب نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھو اور اپنے سر اور گتے تک پیروں کا مسح کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پچھانہ وغیرہ نکل آیا ہے یا عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔“ (۳)

مذکورہ بالا سورہ نساء کی آیت میں ملاسمہ سے مراد ”آمیزش“ ہے، چنانچہ امیر المؤمنین، ابن عباس اور اشعری سے یہی منقول ہے اور اس مسئلے میں حسن بصری، عبیدہ، شعبی اور دوسرے افراد نے ان کی پیروی کی ہے، یہ ان تمام افراد کا نظریہ ہے جنہوں نے عورت سے مباشرت میں وضو کی ممانعت کی ہے جیسے ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، نوری اور اوزاعی وغیرہ۔

اس کی علت یہ ہے کہ خداوند عالم نے حکم جنابت کو پانی کی موجودگی پر مقدم رکھا ہے یعنی پہلے

۱۔ سورہ نساء ۴۳

۲۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۱۶

۳۔ سورہ مائدہ ۹



فرمایا: ﴿حَتَّى تَغْسِلُوا﴾ ”یہاں تک کہ جب تم غسل کرو“۔ پھر فرمایا: ﴿فَاطَهَّرُوا﴾ ”پس طہارت کرو“۔ اس کے بعد پانی کے عدم استعمال کی صورتیں مثلاً بیماری، مسافرت یا پانی کی عدم موجودگی وغیرہ کو بیان کرنا شروع کیا۔ یہاں اپنے قول ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمُ مِنَ الْغَائِطِ﴾ کے ذریعہ حدیث اصغر کے ذکر سے گریز فرمایا ہے۔

پھر حکم جنابت کو ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ کے ذریعہ بیان فرمایا۔ اگر جماع کے علاوہ کوئی دوسری چیز مقصود ہوتی تو اسے اپنے ما قبل سے علیحدہ طور پر بیان کیا جاتا۔

جماع کو لیس سے تعبیر کیا گیا ہے جو ملاسمہ اور آمیزش کا ہم ردیف ہے۔ (۱) جس سے ہمیشہ جماع کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی دوسری آیتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں:

۱۔ ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمْ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ﴾ ”اگر تم نے اپنی بیویوں کو

ہاتھ تک نہ لگایا ہو اور اس سے قبل ہی تم نے ان کو طلاق دے دیا ہو تو تم پر کچھ (مزا) ہی نہیں“۔ (۲)

۲۔ ﴿وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ﴾ ”اگر تم نے لیس (آمیزش) سے قبل طلاق

دے دیا“۔ (۳)

۳۔ ﴿ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ﴾ ”پھر جماع و آمیزش سے قبل تم نے ان کو

طلاق دے دیا“۔ (۴)

اہلسنت کے بعض فقہاء نے اس سلسلے میں بہت کچھ کہا ہے جو حقیقت حال سے پردہ اٹھاتے ہیں، ہم ان میں سے صرف ابی بکر صا (متوفی ۳۰ھ) کے قول پر اکتفا کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں:

۱۔ لسان العرب، (ج ۱۲، ص ۳۲۶)؛ تاج العروس، (ج ۳، ص ۲۳۸)

۲۔ سورہ بقرہ ۲۳۶

۳۔ سورہ بقرہ ۲۳۷

۴۔ سورہ احزاب ۴۸



”آیہ مبارکہ ﴿أَوْ لَمْ يَسْتَمِ الْنِّسَاءُ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا﴾ میں موجود ”لامسہ“ کے سلسلے میں متقدمین نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے، جیسے ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری، حسن، عبیدہ اور شععی کہتے ہیں: یہ جماع و آمیزش کا کنایہ ہے، ان کی نظر میں اپنی عورت کو لمس کرنے والے شخص پر وضو واجب نہیں ہے۔

لیکن عمر اور عبد اللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہاتھوں کا لمس ہے ان کی نظر میں عورت کو چھونے والے پر وضو واجب نہیں ہے اور نہ بھج پر تیمم۔

لہذا جن صحابہ نے مخصوص جماع و آمیزش کی تاویل کی ہے انہوں نے اس آمیزش پر وجوب وضو کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور جن لوگوں نے اسے ہاتھ سے لمس پر حمل کیا ہے انہوں نے عورت کو چھونے پر وضو کو واجب قرار دیتے ہوئے بھج پر حرمت تیمم کا فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

پھر ثابت کیا ہے کہ عورت کو چھونے پر وضو واجب نہیں، چاہے از روی شہوت ہو یا غیر شہوت۔ اس کے بعد کہتے ہیں: یہاں لمس سے جماع اور مخصوص آمیزش کا احتمال ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علیؓ، ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ نے یہی تاویل کی ہے اور ہاتھ سے لمس کا بھی احتمال ہوتا ہے چنانچہ عمر اور عبد اللہ ابن مسعود سے یہی مروی ہے۔

اسی لئے رسول خداؐ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بعض بیبیوں کو بوسہ دیا پھر بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ یہ روایت خدائے تعالیٰ کے مقصود کو واضح کرتی ہے۔

دوسری صورت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس (لامسہ) سے مراد ”جماع و آمیزش“ ہے، اس لئے کہ لمس درحقیقت ہاتھ سے متحقق ہوتا ہے، چونکہ اس کی اضافت دوسری چیز کی طرف دی گئی ہے اس لئے لامسہ سے جماع اور آمیزش ہی لازم آتا ہے، جیسے راستہ چلنے میں ”وطئی“ (پائمال) پیروں کے ذریعہ متحقق ہوتا ہے چونکہ اس کی اضافت عورت کی طرف دی گئی ہے اس لئے غیر از جماع مراد لینا غیر معقول ہے۔



اس کے علاوہ رسول خداؐ نے اخبار صحیحہ میں حکم فرمایا ہے کہ محب کو یتیم بجالانا چاہیے اور جب رسول خداؐ سے کوئی حکم صادر ہو اور آیت کے الفاظ بھی اس پر دلالت کریں تو وہ فعل واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول خداؐ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آیہ مبارکہ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ (۱) بھی اسی حکم پر دلالت کرتی ہے تو ایسی صورت میں یہ فعل حکیمانہ اور معقول قرار پائے گا۔

اسی طرح تمام احکام اور قوانین کو رسول خداؐ نے کتاب خدا سے اخراج فرمایا ہے۔ اور ”لامستم“ سے مراد جماع ہے، صرف ہاتھ سے چھونا مراد نہیں ہے، اس بات پر خداوند عالم کا ارشاد بھی دلالت کر رہا ہے: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ.. وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ اور اسے آیہ مبارکہ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ..﴾ پر عطف کیا اور پھر فرمایا: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ یعنی خداوند عالم نے حدث کے حکم کی، پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں تکرار فرمائی ہے۔

اس طرح ﴿أَوْ لَمْ تَمْسُكُمُ النِّسَاءُ﴾ کو جنابت پر حمل کرنا واجب ہو جاتا ہے تاکہ آیہ کریمہ پانی کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں حالتوں کی بیان کر ہو۔ اگر ہاتھ سے لمس کرنا مقصود ہوتا تو ذکر تیمم کی حالت پر منحصر ہوتا نہ جنابت پر، تو پانی نہ ہونے کی صورت میں جنابت کے لئے مفید نہ ہوتا جب کہ آیہ شریفہ کو ایک فائدے کے بجائے دو فائدوں پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے جماع مراد ہے، اس لئے ہاتھ سے لمس کرنے کی بات منٹھی ہو جاتی ہے۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر اسے ہاتھ سے لمس پر حمل کیا جائے تو وہ لمس حدث کا بھی فائدہ پہنچائے گا اور اگر صرف جماع پر حمل کیا جائے گا تو دوسرا فائدہ مفقود ہو جائے گا، لہذا دو فائدوں کے اعتبار سے آپ کے قضیہ پر لازم یہ آتا ہے کہ اسے دونوں پر حمل کیا جائے تو اس سے لمس حدث،



مجب کے لئے جواز تیمم کا فائدہ دے گا۔

اگر دونوں پر حمل کرنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ متقدمین اتفاق رکھتے ہیں دونوں امر مراد نہیں ہے اور ایک ہی لفظ کا حقیقت و مجاز اور کنایہ و صریح ہونا ممنوع ہے، اسی طرح ہم ایک جدید فائدہ کے اثبات میں آپ کے مساوی وہم پہلے ہو گئے وہ یہ کہ ہاتھ سے لمس کو حقیقت لفظ پر محمول کریں تو مجب کے لئے تیمم بہتر نہیں محسوس نہیں ہوتا؟؟

جواب: خدا کا ارشاد: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ...﴾ پانی کی موجودگی کی صورت میں تمام حدث کے حکم کا افادہ پہنچاتا ہے اور ساتھ ہی جنابت کی بھی تصریح ہوتی ہے۔ خداوند عالم کے ارشاد: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ...﴾ اور ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ میں بہتر یہ ہے کہ پانی کی موجودگی میں حدث اور جنابت دونوں پر حمل کیا جائے جیسا کہ ابتدائے آیت میں پانی کی موجودگی کی صورت میں دونوں کے حکم کو ثابت کیا گیا ہے اور آیت میں تمام نجاستوں کا تفصیلی بیان نہیں ہے وہ فقط حکم جنابت کو بیان کر رہی ہے، حالانکہ تم نے لمس کو حدث پر حمل کر کے ظواہر سے اجتناب کر لیا ہے، لہذا اس سلسلے میں ہمارا بیان زیادہ بہتر ہے۔

آیت کے مفہوم کے سلسلے میں ہمارے نظریہ پر ایک دوسری دلیل بھی ہے، وہ یہ کہ متذکرہ آیت کی دو طریقے سے قرأت کی گئی ہے: ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ، لَمَسْتُمُ﴾ جس نے ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ﴾ قرأت کی ہے اس سے جماع مراد ہے نہ دوسرا معنی، کیوں کہ دو افراد کی موجودگی کے بغیر مفاعله متحقق نہیں ہو سکتا، ہاں! چند امور مستثنیٰ ہیں، جیسے خداوند عالم کا ارشاد: ﴿قَاتِلْهُ وَجَارَازَہُ وَعَافَاہُ﴾ اس کے علاوہ کچھ دوسرے الفاظ ہیں جو اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن مفاعله میں اصل یہ ہے کہ دو افراد پائے جائیں جیسے عرب کا قول ”قَاتِلْہ، ضَارِبْہ، سَائِمْہ، صَالِحْہ وغیرہ“۔

لہذا اس لفظ کے حقیقی معنی کے پیش نظر ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ﴾ کو جماع پر حمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے جو مرد و عورت دونوں کی مشارکت سے انجام پاتا ہے۔

یہ بات بھی مسلم ہے کہ عرب کبھی یہ نہیں کہتے: لَا مَسَّ رَجُلٍ ”میں نے ایک مرد کو لمس کیا“



لامت الثوب ”میں نے لباس کو لمس کیا۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَلَا مَسْنَمٌ﴾ اور ﴿وَجَامِعَتُمُ النِّسَاءَ﴾ کے معنی میں ہے جس کی حقیقت جماع ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ﴿وَلَا مَسْنَمٌ﴾ کی قرأت میں لمس بادرست اور جماع دونوں کا احتمال ہے تو مناسب یہ ہے کہ جس معنی کا زیادہ احتمال پایا جا رہا ہے اس پر حمل کیا جائے۔ اس لئے کہ جس کلمہ کا ایک معنی ہوا ہے محکم کہتے ہیں اور جس میں دو معانی کا احتمال پایا جائے اسے متشابہ کہا جاتا ہے۔ خداوند عالم نے متشابہ کو محکم پر حمل کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ ”وہ خدا

ایسا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس کی بعض آیتیں تو محکم ہیں وہی اصل کتاب ہیں۔“ (۱)
چونکہ محکم کو متشابہ کے لئے اصل و اساس قرار دیا گیا ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ متشابہ آیات کو محکم پر حمل کریں۔ جو لوگ احکامات کے حصول میں متشابہ آیات پر اکتفا کرتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ ”جن کے دلوں میں انحراف اور

بے راہ روی ہے وہ متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں۔“ (۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ﴿وَلَا مَسْنَمٌ﴾ دو معنوں پر حمل ہونے کی وجہ سے متشابہ ہے اور ﴿وَلَا مَسْنَمٌ﴾ ایک ہی معنی و مفہوم ہونے کی وجہ سے محکم ہے لہذا ضروری ہے کہ محکمات، متشابہات کو واضح و روشن کریں۔ لمس (چھونا) حدث نہیں ہے، اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حدث کے سلسلے میں مرد و عورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اگر کوئی عورت دوسری عورت کو چھو لے تو یہ حدث نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی مرد دوسرے مرد کو چھو لے یا مرد و عورت ایک دوسرے کو بھی چھو لیں تو یہ حدیث نہیں ہے۔

آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ خلیفہ کا نظریہ قرآن، سنت، اجماع امت اور اجتہاد محض کے برخلاف

۱۔ سورہ آل عمران ۶۱

۲۔ سورہ آل عمران ۷۵



ہے اس لئے امت مسلمہ نے روزِ اوّل ہی سے ان کی مخالفت کی ہے اور سب نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ جس بھب کو پانی دستیاب نہیں اس پر یتیم واجب ہے، عبد اللہ ابن مسعود کے علاوہ کسی اور نے عمر کے ذاتی اجتہاد کی پیروی نہیں کی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیہ یتیم کے سلسلے میں متذکرہ اجتہاد اور ﴿لا مستم﴾ کے قول کی تاویل و توجیہ، تابعین اور ایسے افراد کے جہل کا نتیجہ ہے جو عمر کے بعد عالم وجود میں آئے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کے مفاد پر تمام اصحاب کو اتفاق رہا ہے، اس سلسلے میں وہ سب ایک زبان تھے، صرف عمر اور ان کے اکلوتے پیروکار (عبد اللہ بن مسعود) نے پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں بھب کے لئے یتیم کو ناپسند کیا ہے۔

فقہ کا بیان ہے: میں، عبد اللہ ابن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ کے ساتھ تھا، ابو موسیٰ اشعری نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص بھب ہو اور ایک مہینہ تک پانی میسر نہ ہو تو وہ نماز کیسے بجالاتا ہے؟ ابن مسعود نے کہا: چاہے ایک مہینہ تک پانی نہ ملے اسے یتیم نہیں کرنا چاہئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا: قرآن مجید کی آیہ مبارکہ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ کی کیا توجیہ کرو گے؟

عبد اللہ ابن مسعود نے کہا: اس آیت میں اجازت دی گئی ہے کہ اگر پانی سرد ہو جائے تو مٹی پر یتیم کیا جاسکتا ہے۔

ابو موسیٰ اشعری نے کہا: اس سے صرف یتیم کی کراہت ثابت ہوتی ہے اور بس۔

عبد اللہ ابن مسعود نے کہا: ہاں۔

ابو موسیٰ اشعری نے عبد اللہ ابن مسعود سے کہا: کیا تم نے عمار کی بات نہیں سنی جو اس نے عمر سے کہی تھی کہ رسول خداؐ نے مجھے ایک جگہ روانہ کیا، وہاں میں بھب ہو گیا اور پانی بھی موجود نہیں تھا جس سے غسل کرتا اسی لئے میں نے جانوروں کی طرح خود کو خاک آلود کر لیا۔

جب سارا واقعہ آنحضرتؐ سے بیان کیا تو فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہے پھر انہوں نے دونوں



ہاتھوں کو زمین پر مارا، اس کی مٹی جھاڑ کر اپنے بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کی پشت کا مسح کیا اور پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح کیا اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کا مسح فرمایا۔
عبداللہ ابن مسعود نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عمر عمار کے بیان سے مطمئن نہیں تھے۔

بخاری کی دوسری صورت

شقیق کا بیان ہے: میں عبداللہ ابن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس تھا، ابو موسیٰ اشعری نے کہا: اے عبداللہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی مجھ ہو اور پانی بھی دستیاب نہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟
عبداللہ ابن مسعود نے کہا: جب تک پانی کی سبیل نہ ہو اس کے اوپر سے نماز ساقط ہے۔
ابو موسیٰ اشعری نے کہا: ایسی صورت میں عمار کے بیان کا کیا کرو گے کہ جب رسول خداؐ نے فرمایا: تمہارے لئے کافی ہے کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مار کر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو؟
عبداللہ ابن مسعود نے کہا: لیکن عمر اس حدیث سے مطمئن نہیں تھے۔
ابو موسیٰ اشعری نے کہا: عمار کی روایت کو چھوڑو، تیمم سے متعلق آیہ شریفہ کا کیا کرو گے؟
عبداللہ ابن مسعود لا جواب ہو کر کہنے لگے: ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر پانی سرد ہو جائے تو غسل چھوڑ کر تیمم کرنا چاہئے۔ یہ سن کر میں (ابو موسیٰ) نے شقیق سے کہا: اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مسئلے میں عبداللہ بن مسعود کراہت کے قائل ہیں؟ شقیق نے کہا: ہاں۔ (۱)

۲۔ احکام شکلیات سے خلیفہ کی جہالت

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں کھول سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب بھی تم میں

۱۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸/۱۲۹ (ج ۱ ص ۱۳۳ حدیث ۳۳۹)؛ صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۱۰ (ج ۱ ص ۳۵۴ حدیث ۱۱ کتاب الجہل)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳، (ج ۱ ص ۸۷، حدیث ۳۲۱)؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۹۷ (ج ۳ ص ۱۱۴)؛ سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۶



سے کوئی اثنائے نماز شک کرے پس اگر ایک اور دو میں شک ہو تو اسے رکعت اول قرار دینا چاہئے، دو اور تین میں شک ہو تو رکعت دوم قرار دینا چاہئے، تین اور چار میں شک ہو تو اسے رکعت سوم قرار دینا چاہئے، یہاں تک کہ اگر زیادہ رکعتوں میں شک ہو تو سلام سے پہلے دو سجدے بجالا کر سلام انجام دینا چاہئے۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے: حسین بن عبد اللہ نے مجھ سے کہا کہ کیا اس کی نسبت تمہاری طرف دی گئی ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: لیکن اس نے تو مجھ سے کہا ہے کہ ابن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا تھا کہ انہوں نے کہا: ابن عباس! اگر کسی مرد کو نماز میں شک و شبہ ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ زیادہ انجام دیا ہے یا کم (تو کیا کرنا چاہئے)؟

میں نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اس مسئلے سے واقف نہیں ہیں؟
عمر نے کہا: خدا کی قسم! کچھ نہیں جانتا۔

یہی کے الفاظ ہیں: خدا کی قسم! میں نے رسول خدا سے اس سلسلے میں کچھ نہیں سنا ہے۔

ہم ابھی اسی پس و پیش میں تھے کہ عبد الرحمن بن عوف نے آکر کہا: آپ لوگ کس مسئلے پر بحث کر رہے ہیں؟

عمر نے کہا: ہم حکایات نماز کے سلسلے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

یہ سن کر عبد الرحمن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خدا سے یہ حدیث سنی ہے۔ (۱)

مسند احمد کی دوسری عبارت:

ابن عباس سے مروی ہے کہ عمر نے مجھ سے کہا: اے جوان! کیا تم نے رسول خدا یا کسی صحابی سے سنا ہے کہ اگر نماز کے درمیان شک ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ابھی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ عبد الرحمن بن عوف نے آکر کہا: آپ لوگ کس مسئلے پر بات کر رہے ہیں؟

عمر نے کہا: میں نے اس جوان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے رسول خداؐ یا کسی صحابی سے شکایات نماز کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے، عبدالرحمن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو نماز کے درمیان شک ہو..... الخ۔ (۱)

کیا آپ کو خلیفہ پر تعجب نہیں جو شکایات نماز سے بھی واقف نہیں ہیں حالانکہ شب و روز پانچوں میں اس سے سابقہ پڑا رہتا ہے اور رسول خداؐ سے سوال بھی نہیں کرتے تاکہ وہ ایک جوان سے عمل رسولؐ کے بارے میں سوال کرنے سے بچ جائیں۔

میں نہیں جانتا کہ مومنین کو نماز پڑھاتے وقت کسی نماز میں شک ہوا ہوگا تو انہوں نے کیا کیا ہوگا؟ اور یہ بھی طے ہے کہ انسان فطری طور پر ان امور میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

میں ایسے شخص کی اعلیت پر حیرت زدہ اور مبہوت ہوں جس کے علم اور احکام پر اس کی وسعت علمی کی یہ کیفیت ہے؟؟ آفرین ہے اس امت پر جس کے علم کی شان و منزلت یہ ہے۔

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

”یہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے کہ یہ جھوٹ کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کرتے۔“ (۲)

۳۔ کتاب خدا سے خلیفہ کی نادانی

حافظ ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دہلی سے نقل کیا ہے:

عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس کے یہاں چھ ماہ میں ولادت ہوئی تھی؛ انہوں نے اسے سنگسار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۰/۱۹۵، (ج ۱، ص ۳۱۲، حدیث ۱۶۵۹ ص ۳۱۹، حدیث ۱۶۹۱)؛ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۳۲

۲۔ سورہ کہف، ۵

جب یہ واقعہ علی بن ابی طالب کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اس عورت پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔
عمر نے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر سوال کیا کہ اس عورت کو سنگسار نہ کرنے کی علت کیا ہے؟
آپ نے فرمایا:

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ”ماؤں کو
چاہئے کہ وہ دو سال مکمل دودھ پلائیں“۔ (۱) اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ
شَهْرًا﴾ ”حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں“۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے حمل کی مدت اور دو سال دودھ پلانے کی مدت ہوتی ہے اور
دونوں کی مجموعی مدت تیس مہینے ہوتی ہے۔
یہ سن کر عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔

حاکم نیشاپوری اور حافظ گنجی کے الفاظ ہیں: عمر نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: لولاک
علی لہلک عمر ”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“۔

سبط بن جوزی کے الفاظ ہیں: عمر نے اس عورت کو آزاد کرتے ہوئے کہا: اللہم لا تبقی
لمعضلة لیس لہا ابن ابی طالب ”خدا یا! مجھے ایسی مشکل میں نہ چھوڑ دینا جسے حل کرنے کے لئے
علی ابن ابی طالب نہ ہوں“۔

دوسری صورت:

حافظ عبدالرزاق، عبداللہ بن حمید اور ابن منذر نے دہلی سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے عمر بن خطاب
کی خدمت میں ایک ایسی عورت کا واقعہ بیان کیا جس کے یہاں چھ مہینے میں ولادت ہوئی تھی؛ عمر نے
اسے سنگسار کرنا چاہا یہ دیکھ کر اس عورت کی بہن نے علی بن ابی طالب کی خدمت میں عرض کی: عمر میری
بہن کو سنگسار کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بہن کو بچا لیجئے۔

حضرتؓ نے فرمایا: بے شک اس کے بچنے کی صورت موجود ہے، اس عورت نے اللہ اکبر کی ایسی صدا بلند کی کہ عمر اور اس پاس بیٹھے تمام لوگوں نے سنی، وہ عورت عمر کے پاس آ کر کہنے لگی، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میری بہن کے بچنے کی صورت ہے۔ عمر نے حضرت علیؓ کو بلا کر سوال کیا کہ اس عورت کے بچنے کی کیا صورت ہے؟

آپؓ نے فرمایا:

خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ”ماؤں کو چاہئے کہ وہ دو سال مکمل دودھ پلائیں“۔ (۱) در دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ”حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں“۔ (۲)

اس طرح حمل کی مدت چھ مہینے قرار پاتی ہے۔ یمن کر عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت نے چھ مہینے میں ایک دوسرے بچے کو جنم دیا۔ (۳)

تیسری صورت:

حافظ عقیلی اور ابی سامان نے ابی جزم بن اسود سے نقل کیا ہے کہ عمر نے چھ مہینے میں بچہ پیدا کرنے والی ایک عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

خدا فرماتا ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ”حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں“۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ ”اور دو سال میں اس کی دودھ بڑھائی ہوئی“۔

اس طرح حمل کی مدت چھ مہینے اور دودھ بڑھائی کی مدت دو سال قرار پائی۔

۱۔ سورہ بقرہ ۲۳۳

۲۔ سورہ احقاف ۱۵

۳۔ المصنف، (ج ۷، ص ۳۵۰، حدیث ۱۳۳۳۳)



یہ سن کر عمر نے سنگسار کرنے کا حکم ملتوی کرتے ہوئے کہا: لولا علی لہلک عمر ”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے“۔ (۱)

عجیب ترین عجوبہ

حفاظ حدیث نے بچہ بن عبد اللہ جنی سے نقل کیا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت سے شادی کی، زنا شوقی کے چھ مہینے بعد اس عورت نے ایک بچہ کو جنم دیا۔ اس کے شوہر نے عثمان سے سارا واقعہ بیان کیا جسے سن عثمان نے سنگسار کرنے حکم صادر کر دیا۔

یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی، آپ نے فرمایا: تم کیا کر رہے ہو، اس عورت کا کوئی قصور نہیں ہے!؟

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾۔ (۲)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾۔ (۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ بڑھائی کی مدت چوبیس مہینے ہیں اور حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی۔

عثمان نے کہا: خدا کی قسم! یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ پھر اس عورت کو واپس لانے کا حکم دیا،

اتنی دیر میں لوگوں نے اس عورت کو سنگسار کرنا شروع کر دیا گیا تھا، اس عورت نے اپنی بہن سے رو کر کہا:

میری بہن! غمزدہ نہ ہو، خدا کی قسم! شوہر کے علاوہ کسی غیر مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۴۴۲؛ مختصر جامع العلم، ص ۱۵۰، (ص ۲۶۵)؛ ریاض الصلوة، ج ۲، ص ۱۹۴، (ج ۳، ص ۱۴۲)؛ ذخائر العقبی،

ص ۸۲؛ تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۴۸۳، (ج ۲۸، ص ۱۵)؛ اربعین رازی، ص ۳۶۶؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۶، ص ۱۲۰)؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۰۵،

(ص ۲۲۶)؛ مناقب خوارزمی، ص ۵۷، (ص ۹۳، حدیث ۹۳)؛ تذکرۃ الخواص، ص ۸۷، (ص ۱۴۸)؛ درر مشور، ج ۱، ص ۲۸۸، ج ۶،

ص ۳۰، (ج ۱، ص ۶۸۸؛ ج ۷، ص ۴۴۱)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۲۲۸/۹۶، (ج ۵، ص ۴۵۷، حدیث ۱۳۵۹۸)؛ ج ۶، ص ۲۰۵،

حدیث (۱۵۳۶۳)۔

۲۔ سورہ احقاف، ۱۵/

۳۔ سورہ بقرہ، ۲۳۳/



راوی کا بیان ہے: وہ بچہ جب بڑا ہوا تو اس شخص نے اقرار کیا کہ یہ بچہ میرا ہے کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ راوی کے بیان کے مطابق جس شخص نے اس عورت سے ناروا باتیں منسوب کی تھیں اس کے تمام اعضائے بدن پارہ پارہ ہو کر اس کی خواب گاہ میں بکھر گئے۔ (۱)

کیا باعث تنگ و عار نہیں کہ ایسے افراد رسول خدا کی خالی جگہ کو پر کریں جن کے فیصلے اور علم کی یہ کیفیت ہو؟ کیا ایسی ہی عدالت لوگوں کے جان و مال پر مسلط ہونی چاہئے؟ اور ایسے افراد کی علمی اطلاعات کیا یہی ہونی چاہئے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ اسلامی نوامیس، امت کی روش اور مسلمانوں کی باگ ڈور کو ایسے خلفاء کے دست اختیار میں دے دیا جائے جن کے رفتار و کردار کا یہ عالم ہے؟

حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور کہیں برتر ہے۔ (۲)

دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ ”آپ اس وقت نہیں تھے جب یوسف کے بھائی باہم اپنے کام میں مشورہ کر رہے تھے اور مکر و فریب کی تدبیریں کر رہے تھے۔“ (۳)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”انہوں نے دنیا میں اپنے کام کا مزہ چکھا اور آخرت میں تو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“ (۴)

۱۔ موطا، ج ۲، ص ۱۷۶، (ج ۲، ص ۸۲۵، حدیث ۱۱)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۲؛ جامع بیان العلم، ص ۱۵۰، (ص ۳۱۱، حدیث ۱۵۶۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۵۷؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۹، (ج ۲، ص ۱۱)؛ عمدۃ القاری، ج ۹، ص ۶۳۲، (ج ۲، ص ۱۸)؛ درر مشور، ج ۶، ص ۳۰، (ج ۷، ص ۳۳۱)

۲۔ سورہ قصص ۶۸

۳۔ سورہ یوسف ۱۰۲

۴۔ سورہ قحان ۵

۴۔ ایک دوسری عورت جس نے چھ مہینے میں بچہ کو جنم دیا

عبدالرزاق اور ابن منذر نے نافع بن جبیر سے نقل کیا ہے:

ابن عباس کو خبر دی گئی کہ ایک انسان کو عمر کے پاس لایا گیا ہے جس کی بیوی نے چھ مہینے میں بچہ پیدا کیا ہے، لوگ اس کا انکار کر رہے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔

میں نے عمر سے کہا: ظلم و زیادتی نہ کرو! انہوں نے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے کہا: آیہ کریمہ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ میں حول کی مدت کتنی ہے؟ کہا: ایک سال۔ میں نے پوچھا: ایک سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟ کہا: بارہ مہینے۔ میں نے کہا: تو پھر چوبیس مہینے کے دو سال کامل ہوئے۔ خداوند عالم صل کی مدت کو مقدم و موخر کر سکتا ہے۔ (۱)

۵۔ کل الناس افقہ من عمر

مسرور بن اجداع کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب نے منبر پر جا کر خطبہ دیا:

”اے لوگو! اپنی عورتوں کا مہر کتنا بڑھا رہے ہو، حالانکہ رسول خدا اور ان کے اصحاب کے زمانے میں چار سو درہم یا اس سے بھی کم مہر تھا، اگر مہر میں زیادتی باعث عظمت ہوتی تو رسول خدا اور آپ کے اصحاب اس سلسلے میں پیش قدمی کا مظاہرہ کرتے، اب اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے مہر کی رقم چار سو درہم سے زیادہ معین کی تو میں اسے سزا دوں گا اور اس پر حد جاری کروں گا۔“

اس کے بعد وہ منبر سے نیچے آئے۔ ایک قریشی عورت نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے لوگوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر ادا کرنے کی ممانعت کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۱۔ المصنف عبدالرزاق، (ج ۷، ص ۳۵۲، حدیث ۱۳۳۹)؛ در منثور، ج ۶، ص ۴۰، (ج ۷، ص ۴۴۲)؛ جامع بیان العلم، ص ۱۵۰،

(ص ۳۱۱، حدیث ۱۵۶۲)



اس عورت نے کہا: کیا قرآن مجید کی آیت آپ کی نظروں سے نہیں گزری؟ عمر نے پوچھا: کون سی آیت؟ اس عورت نے جواب دیا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَأَتَيْنُمُ إِخْدَاهُنَّ قِنطَارًا...﴾۔ (۱)

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر عمر نے کہا: خدایا! مجھ کو معاف کرنا اور پھر کہا: کُلُّ النَّاسِ أَفْقَهُ مِنْ عَمْرِ حَتَّى رِبَاتِ الْحِجَابِ ”یعنی تمام انسان عمر سے زیادہ عالم و عقلمند ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی“۔

اس کے بعد وہ منبر پر دوبارہ تشریف لے گئے اور کہا: اے لوگو! میں نے مہر کی رقم چار سو درہم سے زیادہ ادا کرنے کی ممانعت کی تھی، لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جو جتنا چاہے ادا کرے، کوئی روک تھام نہیں۔ (۲)

ابن درویش حوت کا بیان ہے: ”كُلُّ أَحَدٍ أَعْلَمُ وَأَفْقَهُ مِنْ عَمْرٍ“۔ عمر نے اس وقت کہا جب انہوں نے مہر کی زیادتی کی ممانعت کی تھی اور ایک عورت نے قرآن کی آیت کے ذریعہ ان کی تردید کی۔

ابو معین نے اس کی روایت کی ہے، اس کی سند بہت معتبر ہے اور پہلی کے نزدیک قطعی ہے۔

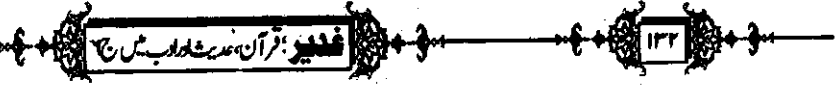
دوسری صورت:

عبداللہ بن مصحف سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: اپنی عورتوں کے مہر کو چالیس وقیہ (عراقی پیانہ) سے زیادہ نہ کرو، چاہے وہ کتنی ہی ذی حیثیت لڑکی کیوں نہ ہو۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں رقم لے کر بیت المال میں بھر دوں گا۔

یہ سن کر طویل صف سے ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: آپ کو قطعی اس کا حق حاصل نہیں ہے،

۱۔ سورہ نساء ۲۰

۲۔ مسند ابویعلیٰ، سنن سعید بن منصور، (ج ۱، ص ۱۶۶، حدیث ۵۹۸)؛ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۲۹ (ص ۱۳۷)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۷؛ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۴؛ در منثور، ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲، ص ۳۶۶)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶ ص ۵۳۵، حدیث ۳۵۷۹۰)؛ در منثور، ج ۵، ص ۲۳۳، (ص ۱۵۲، حدیث ۳۸۸)؛ فتح القدیر شوکانی، ج ۱، ص ۴۰۷، (ج ۱، ص ۳۲۳)؛ کشف الخفاء عجلی، ج ۱، ص ۲۶۹)؛ اسنی المطالب، ص ۱۶۶، (ص ۳۳۵، حدیث ۱۰۸۲)؛ سنن بیہقی، (ج ۷، ص ۲۳۳)



عمر نے کہا: کیوں؟ اس عورت نے جواب دیا، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَأَتَيْتُمُ إِخْدَاهُنَّ قِنطَارًا...﴾

یہ سن کر عمر نے کہا: عورتیں ہمیشہ صحیح ہوتی ہیں، مرد لوگ غلطی کر ہی جاتے ہیں۔ (۱)
تیسری صورت:

بیہقی ”سنن کبریٰ“ میں شعی سے روایت کرتے ہیں: عمر نے لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا، خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا: خبردار! اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روپی نہ کرو، اگر تم میں سے کسی نے زیادہ مہر دیا اور مجھے اطلاع ہوئی تو میں اضافی رقم کو بیت المال میں بھر دوں گا۔

منبر سے نیچے آنے کے بعد قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا: اے مسلمانوں کے رہبر! کتاب خدا کی پیروی بہتر ہے یا آپ کے فرمان کی؟

عمر نے کہا: کتاب خدا کی، تمہارا مقصد کیا ہے؟ اس عورت نے کہا: ابھی آپ نے زیادہ مہر ادا کرنے کی ممانعت کی ہے، حالانکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَأَتَيْتُمُ إِخْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ یہ سن کر عمر نے کہا: ہر شخص عمر سے زیادہ جانکار ہے۔ تین مرتبہ اس جملے کی تکرار کی۔ (۲)
چوتھی صورت:

عمر نے لوگوں کو خطاب کیا:

اے لوگو! اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روپی نہ کرو، کیوں کہ اگر یہ عمل خدا کے نزدیک باعث کرامت ہوتا تو رسول خداؐ سب سے پہلے اس پر عمل کرتے۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ اپنی بیوی کا مہر ۱۳ وقیہ

۱۔ جامع بیان العلم، (ص ۱۵۸، حدیث ۷۹۹)؛ مختصر جامع بیان العلم، (ص ۱۲۰)؛ سیرہ عمر ابن جوزی، ص ۱۲۹، (ص ۱۳۶)؛ الاذکیاء، ص ۱۶۲، (ص ۲۶۶)؛ (تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۹۹، (ج ۵، ص ۶۶)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۶۷؛ در منثور، ج ۲، ص ۱۳۳، (ج ۲، ص ۳۶۶)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶، ص ۵۲۸، حدیث ۳۵۸۰۰)؛ حاشیہ سند بر ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۸۳؛ کشف الخفاء مجلوی، ج ۱، ص ۲۷۰، (ج ۲، ص ۱۱۸)؛

۲۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۳۳؛ کنز العمال ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶، ص ۵۳۶، حدیث ۳۵۷۹۶)؛ سنن سعید بن منصور، (ج ۱، ص ۱۶۶، حدیث ۵۹۸)؛ حاشیہ سند بر ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۸۳؛ کشف الخفاء مجلوی، ج ۱، ص ۲۹۶، (ج ۲، ص ۱۱۸)



سے زیادہ قرار دے۔

یہ سن کرا ایک عورت کہنے لگی: اے امیر المومنین! آپ ہم سے ہمارا وہ حق کیوں چھین رہے ہیں جسے خداوند عالم نے ہمارے لئے قرار دیا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنتُمْ أَحَدَانُ فَنطَارًا...﴾ اس کی بات سن کر عمر نے کہا: کل احد افقه من عمر ”ہر شخص عمر سے زیادہ عالم ہے“۔ پھر اصحاب سے مخاطب ہوئے: تم لوگ مجھ سے ایسی باتیں سن میری مخالفت کیوں نہیں کرتے تاکہ کوئی عورت اس پر اشکال نہ کر سکے۔ (۱)

پانچویں صورت:

حافظ عبدالرزاق اور ابن منذر نے عبدالرحمن سہمی سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی کا مظاہرہ نہ کرو۔

ایک عورت نے کہا: آپ کو مخالفت کا ذرا بھی حق نہیں، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنتُمْ إِحْدَاهُنَّ فَنطَارًا﴾ یہ سن کر عمر نے کہا: ایک عورت نے عمر بن خطاب سے نزاع کیا اور وہ ان پر کامیاب ہو گئی۔ (۲)

چھٹی صورت:

عمر نے منبر کی بلندی پر کہا: اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی نہ کرو۔ یہ سن کر ایک عورت نے کہا: آپ کے گفتار کی پیروی کی جائے یا خداوند عالم کے فرمان کی ﴿وَأَنتُمْ إِحْدَاهُنَّ فَنطَارًا﴾ عمر نے کہا: کل احد اعلم من عمر ”ہر شخص عمر سے زیادہ جانکار ہے“۔ جیسے چاہو شادی کرو اور زندگی گزارو۔ (۳)

۱۔ تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۵۷، (ج ۱، ص ۳۹۱): ارشاد الباری، ج ۸، ص ۵۷، (ج ۱۱، ص ۴۹۲)

۲۔ المصنف، (ج ۶، ص ۱۸۰، حدیث ۱۰۳۲۰): تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۶۷: ارشاد الباری، ج ۸، ص ۵۷، (ج ۱۱، ص ۴۹۲): حاشیہ

سندی بر ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۸۳: کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶، ص ۵۳۸، حدیث ۳۵۷۹۹): کشف الخفاء، ج ۱، ص ۲۶۹

ج ۲، ص ۱۱۸

۳۔ تفسیر نفی مطبوعہ حاشیہ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۳، (ج ۱، ص ۲۱۶): کشف الخفاء، ج ۱، ص ۳۸۸



ساتویں صورت:

عمر نے منبر سے کہا: اپنی عورتوں کے مہر کو زیادہ نہ کرو۔ یہ سن کر ایک عورت نے کہا: اے ابن خطاب! خدا ہمیں عطا کر رہا ہے اور آپ اس کی ممانعت کر رہے ہیں اور پھر متذکرہ آیت کی تلاوت کی۔ عمر نے کہا: کل الناس افقہ منک یا عمر ”اے عمر! تمام لوگ تم سے زیادہ علم ہیں“۔ (۱)

آٹھویں صورت:

عمر نے ایک مرتبہ کہا: مجھ تک ایسی عورت کی خبر نہ آئے جس کا مہر رسول خدا کی ازواج سے زیادہ ہو۔ ایک عورت نے کہا: خداوند عالم نے ایسا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿وَأَتَيْنُمُ إِخْدَاهُنَّ قَنَظَارًا﴾۔

یہ سن کر عمر نے کہا: کل الناس افقہ من عمر حتی ربات الحجاب ”تمام لوگ عمر سے زیادہ عقلمند ہیں حتیٰ پرودہ پوش خواتین“۔

کیا آپ کو ایسے رہبر پر تعجب نہیں جو غلطی کرنے کے بعد بھی صحیح العقیدہ عورت سے اختلاف کر بیٹھتا ہے؟

ایک دوسری روایت میں ہے: وہ عورت اس پر کامیاب ہو گئی۔

خازن کے الفاظ ہیں: ایک عورت صحیح ہوتی ہے اور رہبر خطائیں کرتا ہے۔

قرطبی کی عبارت ہے: ایک عورت صحیح العقیدہ ہوتی ہے لیکن عمر غلطیاں کرتے ہیں۔

فخر رازی کی تعبیر ہے: کل الناس افقہ من عمر حتی محذرات فی البیوت۔ (۲)

باقلائی کے الفاظ ہیں: ایک عورت حقیقت تک پہنچ گئی اور ایک شخص سے غلطی سرزد ہوئی۔ ایک

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۹۹، (ج ۵، ص ۶۶)؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۲، ص ۳۷۷)؛ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۳، (ج ۱، ص ۳۳۹)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۷۷، (ج ۱، ص ۳۱۲)

۲۔ شرح نفع البلاغہ ابن ابی اللہ، ج ۱، ص ۶۱/۳، ج ۳، ص ۹۶، (ج ۱، ص ۱۸۲، خلیفہ ۳/ج ۲، ص ۱۷)؛ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۳، (ج ۱، ص ۳۳۹)؛ تفسیر قرطبی، (ج ۵، ص ۶۶)؛ ابن قیم رازی، ص ۳۶۷۔



رہبر نے رقابت میں شکست کھائی۔ (۱)

نویں صورت:

عمر نے منبر کی بلندی پر کہا: اے لوگو! اپنی عورتوں کے مہر کو چار سو درہم سے زیادہ نہ کرو، اگر کسی نے زیادہ کیا تو اضافی رقم کو بیت المال میں ڈال دوں گا۔ لوگوں کے درمیان ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہا: یہ کام آپ کے لئے جائز نہیں ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَأَتَيْنَاهُمُ إِخْدًا هُنَّ قِنْطَارًا﴾۔

عمر عورت کی بات سے لاجواب ہو کر کہنے لگے: ایک عورت حق پر ہوتی ہے اور مرد غلطی کر جاتا ہے۔ (۲)

حاکم نیشاپوری نے عمر کے خطبہ کو تفصیل سے نقل کر کے لکھا ہے: ان مطالب کے اسناد صحیح اور متواتر ہیں۔ (۳) ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس کا اقرار کیا ہے، خطیب بغدادی نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے۔ (۳)

شاید خلیفہ محترم کو بھی اسی عورت کی بات بھاگتی تھی اسی لئے انہوں نے ام کلثوم سے شادی کی اور ان کا مہر چالیس ہزار مقرر کیا۔ (۴)

۶۔ مفہوم اب سے خلیفہ کی جہالت

انس بن مالک سے مروی ہے:

عمر نے منبر پر جا کر اس آیت کی تلاوت کی: ﴿فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا، وَعِنَبًا وَقَضْبًا، وَزَيْتُونًا

۱۔ تہذیب باقلائی، ص ۹۹

۲۔ مستدرک، ج ۲، ص ۱۷۷، (ج ۲، ص ۱۹۳، حدیث ۲۷۸)

۳۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج ۳، ص ۲۵۷

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۱، (ج ۷، ص ۹۳)؛ الاصابہ، ج ۴، ص ۳۹۲؛ فتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۷۲، (ج ۲، ص ۳۰۸)



وَنَخْلًا، وَحَدَائِقَ غُلْبًا، وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿۱﴾ لہذا ہم نے اسی میں اناج، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجوریں، گھنے گھنے باغ، میوے اور چارہ کواگایا۔ (۱)

انہوں نے کہا: ہم نے ان میں سے ہر ایک کی معرفت حاصل کر لی لیکن یہ ”اب“ کیا ہے؟ پھر ہاتھ میں موجود عصا کو زمین پر پھینک کر کہا: خدا کی قسم! یہ ایک مشکل کام ہے، اگر تم کو نہ پہچان سکو تو عیب نہیں، قرآن کریم میں موجود آیات پر عمل کرو اور جس کی معرفت نہیں اسے خداوند عالم پر چھوڑ دو۔

دوسری عبارت ہے: انس کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا، وَعِنَبًا وَقَضْبًا، وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا، وَحَدَائِقَ غُلْبًا، وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ اس کے بعد کہا: میں ان میں سے ہر چیز کو جانتا ہوں لیکن ”اب“ سے واقف نہیں۔

راوی کا بیان ہے: ان کے ہاتھ میں عصا تھا اسے زمین پر پھینک کے کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ ایک دشوار گزار اور سخت مرحلہ ہے، اے لوگو! قرآن میں تمہارے لئے جو بیانات ہیں، اس کی پیروی کرو اور جس کی معرفت نہیں، اسے اپنے پروردگار پر چھوڑ دو۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں: عمر نے تلاوت کی: ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ پھر کہا: اس فاکہہ کو جانتا ہوں کہ میوہ ہے لیکن ”ابا“ کیا ہے؟ تھوڑی دیر بعد کہا: خاموش رہو، ہمیں سخت کاموں کی ممانعت کی گئی ہے۔ نہایت میں ہے: ہم پر اس کی تکلیف عائد نہیں۔

دوسری تعبیر میں ہے: عمر نے اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد کہا: میں ان تمام چیزوں کو جانتا اور پہچانتا ہوں لیکن یہ ”اب“ کیا ہے؟ پھر ہاتھ میں موجود عصا کو پھینک کر کہا: خدا کی قسم! یہ ایک دشوار گزار کام ہے۔ اے عمر! اگر تم ”اب“ کی حقیقت سے ناواقف تو یہ مشکل نہیں۔

اس کے بعد کہا: قرآن میں تمہارے لئے جو بیان ہوا ہے اس کی پیروی و اطاعت کرو اور جو سمجھ میں نہ آنے اسے چھوڑ دو۔



محبت طبری کے الفاظ ہیں: اس کے بعد کہا: ہماری آسائش کی وجہ سے مشکل کاموں اور مرحلوں سے منع کیا گیا ہے، اے عمر! اگر تمہیں ”اب“ کی حقیقت معلوم نہیں تو یہ مشکل نہیں۔

ثابت سے مروی ہے: ایک شخص نے ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ کے متعلق سوال کیا کہ ”اب“ کیا ہے؟

عمر نے جواب میں کہا: ہمیں تیز طراری اور سخت کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ (۱)

ابن حجر کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ ”اب“ عربی لفظ نہیں ہے، چنانچہ ابو بکر و عمر جیسے لوگوں پر اس کا مخفی

رہنا اس بات کی تائید کر رہا ہے۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ابن حجر نے جو بکواس کی ہے وہ ائمہ لغت سے کیسے پوشیدہ رہ گئی اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ”اب“ عربی لفظ نہیں تو کیا قرآن مجید کی آیت اور اس سے ناقبل کی عبارت ﴿مَتَاعًا لَّكَ وَلَا نَعَامًا﴾ ”تمہاری اور تمہارے جانوروں کی خوراک ہے“۔ بھی عربی نہیں ہے؟ ایسی صورت میں ابو بکر و عمر پر ان الفاظ کے مخفی رہنے کے سلسلے میں کون سا بہانہ ہے؟ اور قائل کے قول کی کس طرح توجیہ کی جاسکتی ہے؟

ہاں! ابن حجر کو یہ بات پسند تھی کہ وہ ان دونوں افراد کا جانبدار نہ دفاغ کریں خواہ وہ ہٹ دھرمی

کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو؟

انہوں نے اپنی کتب میں کسی اشارہ کے بغیر لکھ دیا۔

۱۔ روایت کے مآخذ: طبقات ابن سعد، (ج ۳، ص ۳۷۷)؛ شعب الایمان، (ج ۲، ص ۴۲۴، حدیث ۲۲۸۱)؛ تفسیر طبری، ۳/۳۸۱ (جلد ۱۵، ج ۳، ص ۵۹)؛ المستدرک علی الصحیحین، ۵۱۴/۲، (ج ۲، ص ۵۵۹، حدیث ۳۸۹۷)؛ تفسیر کشاف، (ج ۴، ص ۷۰۴)؛ ریاض النضرۃ، (ج ۲، ص ۳۲۳)؛ الموافقات، (ج ۱، ص ۴۹)؛ تاریخ عمر بن خطاب، (ص ۱۴۵)؛ التہذیب، (ج ۱، ص ۱۳)؛ مقدمہ فی اصول التفسیر، (ص ۳۸۱/۲)؛ تفسیر خازن، (ج ۴، ص ۳۵۴)؛ دُرّ منثور، (ج ۸، ص ۲۲۱)؛ کنز العمال، (ج ۲، ص ۳۲۸، حدیث ۳۱۵۳)؛ المصنف، (ج ۱۰، ص ۵۱۲، حدیث ۱۰۱۵۳)؛ تفسیر ابی السعود، (ج ۹، ص ۱۱۲)؛ ارشاد الباری، (ج ۱۵، ص ۲۸۸، حدیث ۷۲۹۳)؛ عمدة القاری، (ج ۲۵، ص ۳۵، حدیث ۶۴)

۲۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۳۰، (ج ۱۳، ص ۱۲۷/۲۷۰)



قابل توجہ:

بخاری (۱) نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن کلمہ ”اب“ سے خلیفہ کی جہالت و نادانی پر پردہ ڈالتے ہوئے حدیث کے ابتدائی فقرے اڑا دیے ہیں اور بیچ اور آخر کے فقروں کو لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ انہوں نے دینی امور میں ہٹ دھرمی کی ممانعت کرتے ہوئے دراصل اپنی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کی نظر میں ایسے مواقع پر امت کی نادانی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے، چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس تھے، انہوں نے کہا: ہمیں مشکل کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں خریف کے ایسے بہت سے نمونے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، کچھ نمونے آئندہ پیش کئے جائیں گے۔

۷۔ عورت کے بارے میں خلیفہ کا فیصلہ

ابن عباس سے مروی ہے ایک پاگل عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی، انہوں نے چند افراد سے مشورہ کرنے کے بعد اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے اس عورت کا گذر ہوا، آپ نے سوال کیا: اس بے چاری کی خطا کیا ہے؟ کہا گیا: یہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے جو زنا کی مرتکب ہوئی ہے، خلیفہ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اسے واپس لے جاؤ۔ پھر عمر کے پاس آ کر فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! کیا آپ کو رسول خداؐ کی حدیث نہیں معلوم، آپ نے فرمایا: تین لوگوں سے تکلیف ساقط ہے: ۱۔ نابالغ بچہ؛

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، (ج ۶، ص ۲۶۵۹، حدیث ۶۸۶۳)



۲۔ خواب غفلت میں پڑا ہوا شخص؛

۳۔ دیوانہ اور پاگل؛

یہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے، شاید دیوانگی کی حالت میں زنا کی مرتکب ہوئی ہو، لہذا اسے آزاد کر دو۔ یہ سن کر عمر نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا۔

دوسری صورت:

ابی ظہیان سے مروی ہے: میں عمر کے پاس تھا، اسی وقت ایک زانیہ کو لایا گیا، عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، لوگ اسے سنگسار کرنے لے جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت علیؑ سے ملے بھیڑ ہو گئی۔

پوچھا: اس بچاری کی خطا کیا ہے؟

لوگوں نے کہا: زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت علیؑ نے عمر کے پاس بھیج دیا، لوگوں نے واپس جا کر کہا: ہمیں علیؑ نے واپس کر دیا ہے۔

عمر نے کہا: علیؑ نے ایسا کیوں کیا؟ پھر ایک آدمی بھیج کر بلوایا، جب حضرت تشریف لائے تو پوچھا: آپ نے اس گنہگار کو واپس کیوں کر دیا؟

آپ نے فرمایا: کیا تم نے رسول خداؐ کی حدیث نہیں سنی: رفع القلم عن ثلاثة وعن النائم حتی يستقیظ، وعن الصغير حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل۔ عمر نے کہا: ہاں! میں نے سنی ہے۔

حضرت نے فرمایا: یہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے، ممکن ہے دیوانگی کی حالت میں یہ فعل سرزد ہوا

ہو؟

عمر نے کہا: میں نہیں جانتا۔ حضرت نے بھی فرمایا: میں بھی نہیں جانتا۔ یہ سن کر عمر نے سنگسار کرنے

کا حکم واپس لے لیا۔

ابو ظہیان کوئی (متوفی ۹۰ھ) نے ابن عباس سے اسی واقعہ کی روایت کی ہے۔

تیسری صورت:

عمر نے زانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، ادھر سے حضرت علیؑ کا گذر ہوا، آپ نے اسے نجات دلائی، جب عمر کو معلوم ہوا تو کہا: ان کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

جب سوال کیا گیا تو فرمایا: وہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے ممکن ہے پاگل پن کی حالت میں یہ فعل سرزد ہوا ہو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: لولا علیؑ لہک عمر۔

چوتھی صورت:

ایک پاگل عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی، انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، ادھر سے حضرت علیؑ کا گذر ہوا، دیکھا کہ چند بچے اس کے تعاقب میں ہیں۔

فرمایا: اس عورت کا کیا ماجرا ہے؟ کہا گیا: خلیفہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: اسے واپس لے جاؤ۔

آپ اس عورت کے ہمراہ عمر کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تین لوگوں سے تکلیف ساقط ہے: نابالغ بچہ، پاگل..... الخ

حاکم کی نظر میں یہ حدیث صحیح ہے، شعبہ نے اعمش سے مزید الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

پانچویں صورت:

یہی کے الفاظ ہیں: علی بن ابی طالبؑ کی طرف سے ایک پاگل عورت کو لے جایا گیا، جس پر زنا کا الزام تھا اور خلیفہ نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

حضرت نے عمر سے فرمایا:

اے مسلمانوں کے امیر! آپ نے فلاں عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: کیا رسول خداؐ کی حدیث آپ کے ذہن میں نہیں ہے: ”رفع القلم عن ثلاثة وعن النساء حتی يستقيظ، وعن الصغير حتى يكبر وعن المجنون حتى يفيق“۔ یہ سن کر عمر نے اسے آزاد



کرنے کا حکم دیا۔ (۱)

توجہ طلب:

بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن جب دیکھا کہ خلیفہ کی کرامت و عزت کے برخلاف ہے تو خلیفہ کی عظمت کا تحفظ کرتے ہوئے واقعہ کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہے۔ انہیں یہ بات پسند نہیں تھی کہ امت مسلمہ کو معلوم ہو کہ خلیفہ محترم، معروف و مشہور سنت سے جاہل تھے، اسی لئے انہوں نے حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا کہ علی بن ابی طالبؓ نے عمر سے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ تکلیف کا حکم تین افراد سے ساقط ہے: دیوانہ، نابالغ بچہ اور خواب غفلت میں پڑا ہوا شخص۔ (۲)

۸۔ تاویل کتاب سے خلیفہ کی نادانی

ابی سعید خدری کا بیان ہے: ہم عمر بن خطاب کے ساتھ حج کرنے گئے، انہوں نے طواف کرتے ہوئے حجر اسود کا رخ کر کے کہا: میں جانتا ہوں کہ یہ صرف ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہنچاتا ہے اور، فائدہ۔ اگر میں نے رسول خدا کو بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا ہو ہرگز بوسہ نہ لیتا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! یہ نقصان دہ بھی ہے اور نفع بخش بھی، اگر کتاب خدا کی معرفت حاصل کی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ میری باتیں صحیح ہیں، خدا کا ارشاد ہے:

- ۱۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۲۷، (ج ۴، ص ۱۴۰، حدیث ۴۳۹۹/۴۴۰۱): سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۷، (ج ۱، ص ۶۵۹، حدیث ۲۰۴۲): المسند رک علیؓ، ج ۲، ص ۵۹، (ج ۴، ص ۳۸۹، حدیث ۲۳۵۱، ج ۴، ص ۳۳۰، حدیث ۸۱۶۹): سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۶۳: تیسیر الوصول ج ۲، ص ۵، (ج ۲، ص ۸): جامع الاصول، (ج ۴، ص ۲۷۱، حدیث ۱۸۲۳): ریاض البصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۶ (ج ۳، ص ۱۳۳): ذخائر العقبیٰ، ج ۸۱: ارشاد الباری، ج ۱۰، ص ۹، (ج ۱۳، ص ۲۵۹): فیض القدیر، ج ۴، ص ۲۵۷: حاشیہ الحنفی علی شرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۳۱۷، (ج ۲، ص ۴۵۸): مصباح الظلام، ج ۲، ص ۵۶، (ج ۲، ص ۱۳۶): تذکرۃ الخواص، ص ۵۷، (ج ۱۴): فتح الباری، ج ۱۲، ص ۱۰۱، (ج ۱۲، ص ۱۲۱): عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص ۱۵۱، (ج ۲۳، ص ۲۹۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الحاربین باب لای جم لکون والکھو، (ج ۶، ص ۲۳۹۹)

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ...﴾ اور جب تمہارے پروردگار نے فرزندان آدم علیہ السلام کی پشتوں سے انکی ذریت کو لے کر انھیں خود ان کے اوپر گواہ بنا کر سوال کیا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں تو سب نے کہا بیشک ہم اس کے گواہ ہیں، یہ عہد اس لئے لیا کہ روز قیامت یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس عہد سے غافل تھے۔“ (۱)

لہذا اس کتاب میں پتھر کو رشدد ترقی کی حیثیت سے یاد کیا گیا ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: لا ابقانی اللہ ہارض لست فیہا یا ابا الحسن ”خدا مجھے ایسی زمین پر باقی نہ رکھے جہاں اے ابوالحسن! آپ نہ ہوں۔“

دوسری عبارت میں ہے کہ عمر نے کہا: میں ایسے افراد کے درمیان زندگی بسر کرنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جن میں آپ نہ ہوں۔ (۲)

۹۔ شتر مرغ کے انڈے کے کفارہ سے خلیفہ کی جہالت

محمد بن زبیر کا بیان ہے:

میں شام کی مسجد میں داخل ہوا، وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کے سینہ کی ہڈی ضعفی کی وجہ سے نمایاں تھی۔ میں نے کہا: اے پیر مرد! تم نے اپنی زندگی میں کس کا زمانہ دیکھا ہے؟ کہا: عمر بن خطاب کا۔ میں نے کہا: کس جنگ میں شرکت کی؟ کہا: جنگ یرموک میں۔ میں نے کہا: مجھ سے کوئی واقعہ بیان کرو؟

۱۔ سورہ اعراف ۱۷۷

۲۔ المسند رک علیٰ التحسین، ج ۱، ص ۳۵۷، (ج ۱، ص ۶۲۸، حدیث ۱۶۸۲)؛ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۶، (ص ۱۱۵)؛ اخبار مکہ،

(ج ۱، ص ۳۲۳)؛ عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۶۰۶، (ج ۹، ص ۲۳۰)؛ کنز العمال، (ج ۳، ص ۳۵، حدیث ۱۲۵۲۱)؛ الاحسان فی تقریب

صحیح ابن حبان، (ج ۹، ص ۱۳۰، حدیث ۳۸۲۲، ۳۸۲۱)؛ شرح نفع البلاغ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۰، خطبہ ۲۲۳)؛

الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۲۸۶، (ج ۲، ص ۳۱۹)



اس نے کہا: میں فقیہ کے ساتھ حج کے ارادہ سے باہر نکلا۔ راستے میں شتر مرغ کا انڈا دستیاب ہوا، حالت احرام میں ہونے کے باوجود ہم نے اسے کھا لیا، جب مناسک حج سے فراغت ہوئی تو سارا واقعہ عمر سے بیان کیا گیا، انہوں نے جواب دینے کے بجائے ہماری طرف رخ کر کے کہا: میرے ہمراہ آؤ، ہم عمر کے ساتھ رسول خداؐ کے بیت المقدس تک آئے، ایک کمرے میں دق الباب کیا، جب عورت آئی تو پوچھا: ابوالحسن موجود ہیں؟

کہا: جنگل کی طرف تشریف لے گئے ہیں، ہم علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچے، جو اپنے ہاتھوں سے مٹی ہموار کر رہے تھے۔ عمر نے کہا: اس جماعت کو حالت احرام میں شتر مرغ کا انڈا دستیاب ہوا ہے، مسئلہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: مجھے بلا بھیجا ہوتا میں آ جاتا۔ عمر نے کہا: میرے لئے زیادہ مناسب ہے کہ میں آپ کی قدم بوسی کروں۔ حضرت نے فرمایا: تخم کی تعداد کے مطابق جوان زرمادہ کو آپس میں ملا دو جو نتیجہ دیں اور جتنے بچے پیدا ہوں انھیں بیت اللہ میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: خدایا! کوئی ایسا دشوار اور سخت امر درپیش نہ ہو جسے حل کرنے لئے حضرت علیؓ نہ ہوں۔ (۱)

۱۰۔ کل الناس افقہ من عمر

تفصیلی کے عالم میں عمر بن خطابؓ کا گذر ایک انصاری جوان کے پاس سے ہوا، انہوں نے پانی طلب کیا، اس جوان نے شہد کا شربت عمر کی خدمت میں پیش کیا، عمر نے پینے سے انکار کر دیا اور کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ ”تم نے اپنے سارے مزے دنیا ہی کی زندگی میں لے لئے اور وہاں آرام کر لیا۔“ اس جوان نے کہا: یہ آیت آپ کے یا آپ کے

۱۔ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۹۲/۵۰، (ج ۲، ص ۳۲۵، ج ۳، ص ۱۳۲)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۲؛ کفایۃ شیعہ، ص ۵۷

قبیلے والوں (مسلمانوں) کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے۔

آیت کا سیاق و سباق ملاحظہ فرمائیے: ﴿يَوْمَ يُغْرِضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا...﴾ اور جس دن کفار جہنم کے سامنے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے اور اس میں خوب آرام کر لیا۔“ (۱)
یہ سن کر عمر نے کہا: کل الناس افقه من عمر ”تمام لوگ عمر سے زیادہ عاقل ہیں۔“ (۲)

۱۱۔ ایک ماں اور بیٹے کا اختلاف واقعہ اور خلیفہ کا فرمان قتل

محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع نے اپنے والد سے کہا: انصار کے ایک جوان نے عمر بن خطاب کے پاس اپنی ماں سے اختلاف کر لیا، اس کی ماں نے انکار کرتے ہوئے کہا: یہ میرا فرزند نہیں۔ عمر نے لڑکے سے گواہ طلب کیا لیکن اس کے پاس گواہ نہیں تھا، اور عورت نے کئی گواہ پیش کر دیئے کہ یہ ایک باکرہ لڑکی ہے، اس نے ابھی شادی بھی نہیں کی اور اس جوان نے اتہام طرازی کی ہے۔ یہ سن کر عمر نے اس جوان کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔

حضرت علیؓ کی نگاہ پڑی، آپ نے واقعہ پوچھا اور حالات سے آگاہی ہوئی۔

آپؓ نے مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر عورت سے پوچھا لیکن اس نے پھر انکار کرتے ہوئے کہا: یہ میرا فرزند نہیں ہے۔ آپؓ نے جوان سے فرمایا: جس طرح اس عورت نے انکار کیا ہے تم بھی اس کا انکار کر دو۔ جوان نے کہا: اے رسول خداؐ کے بھائی! یہ میری ماں ہے۔ حضرتؓ نے فرمایا: پھر بھی انکار کر دو۔ میں تمہارا باپ اور حسن و حسین علیہما السلام تمہارے بھائی ہیں۔

جب اس نے انکار کر دیا تو حضرتؓ نے حاضرین مجلس سے فرمایا: تم لوگ گواہ رہنا میں نے اس

جوان کی شادی اس عورت کے ساتھ کر دی ہے۔ اے قنبر! جاؤ اور درہم کی تھیلی لے آؤ۔ قنبر دوڑ کر درہم کی تھیلی لے آئے، اس میں چار سو درہم موجود تھے، اسے عورت کے دامن میں ڈال کر جوان سے فرمایا: اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ، دوبارہ ملاقات پر شادی کا اثر نمایاں رہنا چاہئے۔ جیسے ہی اس جوان نے عورت کا ہاتھ پکڑا، وہ چیخنے لگی: اے ابوالحسن! اللہ اللہ یہ آگ ہے، خدا کی قسم! یہ میرا فرزند ہے۔ (۱)

۱۲۔ مفاد کلمات سے خلیفہ کی جہالت:

۱۔ عمر بن خطاب نے ایک شخص سے سوال کیا: تم کیسے ہو؟ کہا: میں فتنوں کو پسند کرتا ہوں، حق کو مکروہ سمجھتا ہوں اور نادیدہ چیزوں کی گواہی دیتا ہوں۔ یہ سن کر عمر نے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ نے اسے واپس لانے کی فرمائش کی اور فرمایا: وہ مال و فرزند کو پسند کرتا ہے، خدا کا ارشاد ہے: ﴿انما اولادکم فتنہ﴾ ”بے شک تمہاری اولاد و اموال تمہارے لئے فتنہ ہیں“۔ وہ موت سے کراہت رکھتا ہے اور یہ صحیح ہے، وہ گواہی دیتا ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

عمر نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور کہا: ”اللہ يعلم حیث یجعل رسالتہ“ (۲)

۲۔ حذیفہ بن یمان سے مروی ہے: انہوں نے عمر بن خطاب سے ملاقات کی۔ عمر نے کہا: اے

ابن یمان! کیسے صبح کی؟

انہوں نے کہا: کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ کیسے صبح کی، خدا کی قسم! اس حالت میں صبح ہوئی کہ حق کو مکروہ جانتا ہوں، فتنہ کو پسند کرتا ہوں، نادیدہ چیزوں کی گواہی دیتا ہوں، غیر مخلوق کی حفاظت اور بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہوں اور روئے زمین پر میرے پاس ایسی شئی ہے جو آسمان پر خدا کے پاس نہیں۔ یہ سن کر عمر غصہ سے لال بھھوکا ہو گئے، غلٹ میں واپس ہوئے تاکہ حذیفہ کو ان کی باتوں پر اذیت

۱۔ الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزی ص ۳۵

۲۔ الطرف الحکمیہ ابن قیم جوزی ص ۳۶

ناک سزا دیں، راستہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوگئی، پوچھا: کیا واقعہ ہے، غصے کا سبب کیا ہے؟
کہا: میں نے ابھی حذیفہ سے ملاقات کی، صبح کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگا: میں نے اس حالت
میں صبح کی ہے کہ حق کو ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: وہ صبح کہتا ہے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ حق ہے۔

عمر نے کہا: وہ کہتا ہے کہ فتنہ کو پسند کرتا ہوں؟

حضرت نے فرمایا: وہ صبح کہتا ہے، وہ مال و فرزند کو پسند کرتا ہے، خدا کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ مَآ
اَوْلَادِکُمْ فَتْنَةٌ﴾

وہ کہتا ہے: نا دیدہ چیزوں کو گواہی دیتا ہوں۔

فرمایا: وہ صبح کہتا ہے، وہ تو حید خدا، موت، بعثت، قیامت اور جنت و جہنم کی گواہی دیتا ہے اور اس
نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

کہا: اے علیؑ! وہ کہتا ہے میں غیر مخلوق کی حفاظت کرتا ہوں۔

فرمایا: وہ صبح کہتا ہے، وہ کتاب خدا کی حفاظت کرتا ہے جو مخلوق نہیں۔

کہا: وہ کہتا ہے کہ بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہوں۔

فرمایا: وہ رسول خداؐ پر بغیر وضو کے صلوات بھیجتا ہے جو جائز ہے۔

کہا: اے ابوالحسن! اس سے بڑی بکو اس کرتا ہے۔

پوچھا: کیا؟

کہا: وہ کہتا ہے کہ میں روئے زمین پر ایسی چیز کا مالک ہوں جو آسمان میں خدا کے پاس نہیں۔

فرمایا: وہ صبح کہتا ہے، وہ صاحب نون و فرزند ہے اور خداوند عالم ان چیزوں سے پاک و منزہ ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔ (۱)

۳۔ مروی ہے کہ ایک شخص کو عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا جس کی خطایہ تھی اس نے لوگوں کے

۱۔ کفایۃ صحیحی، ۹۶، (ص ۲۱۸)؛ فضول المصنوع ابن مہاجر مالکی، ص ۱۸، (ص ۳۳)

سوال ”کیسے صبح کی؟“ کے جواب میں کہہ دیا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ فتنہ کو پسند کرتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں، یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور نادیدہ چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ایسی چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جس کی خلقت نہیں ہوئی۔

عمر نے ابھی ڈوری کو سلجھانے کے لئے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا۔

آپؓ نے فرمایا: صبح کہتا ہے: یہ فتنہ کو پسند کرتا ہے جس کے متعلق خدا کا ارشاد ہے: ﴿انما اموالکم واولادکم فتنۃ﴾ حق کو مکروہ جانتا ہے یعنی وہ موت کو ناپسند کرتا ہے، خدا فرماتا ہے: ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾۔ (۱)

یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾۔ (۲)

خداوند عالم پر ایمان رکھتا ہے اور ایسی چیز کا اقرار کرتا ہے جو خلقت کے مرحلے تک نہیں پہنچی یعنی قیامت کا۔

یہ سن کر عمرؓ نے کہا: اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، خدایا! ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کے لئے علیؓ نہ ہوں۔ (۳)

۴۔ ابن شیبہ، عبد حمید اور ابن منذر نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے:

وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے عمرؓ کے پاس آکر کہا: خدایا! مجھے قلیل میں قرار دے۔ عمرؓ نے کہا: یہ کون سی دعا ہے؟ اس نے کہا: میں نے قرآن مجید میں خدا ارشاد پڑھا ہے: ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ ”میرے بہت کم بندے شکر گزار ہیں“۔ (۴)

۱۔ سورہ ق ۱۹

۲۔ سورہ بقرہ ۱۱۳

۳۔ مقدار الاشعار، ج ۹، ص ۷۹، (ص ۱۶۱)

۴۔ سورہ ہار ۱۳



میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے اس قلیل میں قرار دے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: کل الناس افقہ من عمر ”تمام لوگ عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔“
قرطبی کے الفاظ ہیں: کل الناس اعلم منك يا عمر ”اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عالم ہے۔“

زحتری کی تعبیر ہے: کل الناس اعلم من عمر ”تمام لوگ عمر سے زیادہ دانا ہیں۔“ (۱)
۵۔ ایک عورت عمر بن خطاب کے پاس آ کر کہنے لگی: اے مسلمانوں کے امیر! میرا شوہر دن میں روزے رکھتا ہے اور راتیں عبادتوں میں بسر کرتا ہے۔

عمر نے اس عورت سے کہا: تمہارا شوہر لائق ستائش ایمان کا حامل ہے، اسی مجلس میں کعب نامی ایک شخص بیٹھا تھا بولا: اے امیر المومنین! یہ عورت اپنے شوہر کی بے رخی اور عدم مباشرت کی شکایت کر رہی ہے۔ عمر نے کہا: جب تم ان کی بات سے واقف ہو تو ان کے درمیان قضاوت کرو۔
کعب نے اس کے شوہر کو بلا کر کہا: یہ عورت تمہاری شکایت کر رہی ہے؟ اس نے کہا: کیا یہ خوراک و پوشاک کی شکایت کر رہی ہے؟ کعب نے کہا: نہیں! بلکہ تیری بے رخی اور آمیزش سے غفلت کی شکایت کر رہی ہے۔

اس عورت نے اس وقت یہ دو بیت گنگنائے:

يا ايها القاضي الحكيم انشده الهی خلیلی عن فراش مسجد
نهاره و ليله لا يرقده و فی کتاب اللہ تخويف یحل

”اے قاضی حکیم! اے قسم دو کہ آیا میرے رفیق و شوہر کو اس کی مسجد نے آمیزش سے غافل کر رکھا ہے، وہ رات دن خواب غفلت میں پڑا رہتا ہے، میری نظر میں وہ عورتوں کے امور میں لائق ستائش نہیں۔“

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۲۷۷، (ج ۱۳، ص ۱۷۸)؛ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۳۳۵، (ج ۳، ص ۵۷۳)؛ تفسیر ردّ منثور سیوطی، ج ۵، ص ۲۲۹، (ج ۶، ص ۶۸۲)



یہ سن کر اس کا شوہر گنگانے لگا:

زهدی فی فرشها والحل انی امرؤ اذ ذهلنی ما قد نر
فی سورة النمل وفي سبع الطول وفي کتاب الله تخويف يحل

”میں اس کی مباشرت اور زینت و آرائش سے دل برداشتہ ہوں، اس لئے کہ میں ایسا مرد ہوں جسے سورہ نمل اور بڑے سوروں میں نازل شدہ امور اور باتوں نے پریشان کر رہا ہے، کتاب خدا ایسا خوف ہے جس سے میں ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہوں۔

یہ بیت بازی دیکھ کر قاضی بھی گنگانے لگا:

ان لها عليك حقاً لو يزل في أربع نصيها لمن عقل

”بے شک تمہارے کاندھے پر اس کا عظیم حق ہے، جو سمجھ دار اور عقلمند ہے اسے معلوم ہے کہ چار شبوں میں سے اس کا بھی حق ہے۔“

اس کے بعد کہا: خداوند عالم نے تمہارے اوپر دو تین عورتوں کو حلال کیا ہے لہذا تمہارے تین شبانہ روز میں سے اس کے لئے ایک شب دروز ہے۔

یہ تمام باتیں عمر نے سن کر کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں سے کس پر تعجب کروں، عورت کی بات پر یا ان کے درمیان تمہاری قضاوت پر، جاؤ میں نے تمہیں بصرہ کا والی مقرر کیا۔

دوسری صورت:

قتادہ اور شععی سے مروی ہے: ایک عورت نے عمر کے پاس آ کر کہا: میرا شوہر راتیں قیام و قعود میں گزارتا ہے اور دن میں روزے رکھتا ہے۔

عمر نے کہا: کتنی اچھی بات ہے، تمہارے شوہر کو سلام۔ کعب بن سوار نے کہا: یہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے۔ عمر نے کہا: کیسے؟ وہ کہنا چاہتی ہے کہ اسے اس کے شوہر سے کوئی فائدہ نہیں۔ عمر نے کہا: اگر اتنا سمجھ گئے ہو تو ان کے درمیان قضاوت کرو۔

کعب نے کہا: اے امیر! خداوند عالم نے اس شخص کے لئے چار عورتیں حلال کی ہیں اور ہر چار روز میں سے ایک دن اس عورت یا چار راتوں میں سے ایک رات اس سے مخصوص کی ہے۔
استیعاب میں ابی عمر کی تعبیر ہے:

ایک عورت نے عمر سے اپنے شوہر کی شکایت کی: میرا شوہر دن میں روزے رکھتا ہے اور راتیں عبادتوں میں بسر کرتا ہے اور مجھے پسند نہیں کہ آپ سے اس کی شکایت کروں کیوں کہ وہ خدا کی اطاعت بجالاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر اس عورت کی بات سمجھنے سے قاصر رہے۔

دوسری تعبیر: عمر نے کعب بن سوار سے کہا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو کیونکہ تم نے وہ بات سمجھ لی ہے جو میری سمجھ سے باہر ہے۔

ابو عمر کا بیان ہے: یہ مشہور و معروف واقعہ ہے۔

شعسی سے مروی ہے کہ ایک عورت عمر کے قریب آ کر کہنے لگی: اے امیر المؤمنین! شوہر کے سلسلے میں میری مدد کیجئے، وہ راتوں کو نہیں سوتا اور دن میں روزے رکھتا ہے اور رات میں نمازیں پڑھتا ہے۔ عمر نے کہا: تو کیا کہنا چاہتی ہو، کیا میں اس شخص کو عبادت خدا سے منع کروں۔ (۱)

۱۳۔ قرأت نماز اور خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ عبدالرحمن بن حظلہ بن راہب سے مروی ہے:

عمر بن خطاب نے مغرب کی نماز پڑھی اور پہلی رکعت میں حمد و سورہ کی تلاوت کرنا بھول گئے، جب دوسری رکعت میں پہنچے تو سورہ حمد کی دوسری تلاوت کی اور نماز کے اختتام پر دو سجدہ سہو بجالائے۔ ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اس حدیث کے تمام رواۃ قابل اعتماد ہیں

۱۔ الکلی واللقاب، دوالابی ج ۱ ص ۱۹۲؛ استیعاب (القم الثلث، ص ۱۳۱۸، نمبر ۲۱۹۵)؛ الاذکیاء ابن جوزی، ص ۱۳۲، ۱۳۹، (ص ۸۸، ۲۶۷)؛ المسطر فی الشیعی، ج ۱، ص ۷۰، (ج ۱، ص ۵۶)؛ شرح فتح البلاغ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۰۵، (ج ۱۲، ص ۴۶، خطبہ ۲۲۳)؛ تاریخ الخلفاء، ص ۹۶ (ص ۱۳۲)؛ الاصابہ ج ۳، ص ۳۱۵، (نمبر ۷۳۹۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ حضرت عمر کا عقیدہ تھا۔ (۱)

نبیہتی کے الفاظ ہیں:

عمر بن خطاب نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی، لیکن پہلی رکعت میں کوئی سورہ نہیں پڑھا اور دوسری رکعت میں حمد و سورہ کو دوسرے پڑھا اور نماز کے بعد دو سجدہ سہو بجالائے۔ (۲)

دوسری عبارت ہے: دو سجدے کے بعد سلام پڑھا۔ (۳)

۲۔ ابی سلمہ بن عبد الرحمن کا بیان ہے: عمر بن خطاب لوگوں کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے لیکن حمد و سورہ کی تلاوت نہیں کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا: آپ نے قرأت کیوں نہیں کی؟ پوچھا: رکوع و سجدہ کی کیا کیفیت تھی؟ کہا گیا: ٹھیک تھے۔ کہا: ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبیہتی کا بیان ہے: شافعی کہتے ہیں کہ ابوسلمہ اس واقعہ کو مدینہ میں عمر کے خاندان کے سامنے بیان کرتا تھا اور کوئی اس کا انکار نہیں کرتا تھا۔ اس کی سند صحیح اور تمام رواۃ قابل اعتماد ہیں۔ (۴)

۳۔ علی بن ابراہیم نخعی کا بیان ہے:

عمر بن خطاب نے نماز مغرب پڑھی اور کوئی سورہ نہیں پڑھا۔ لوگوں نے کہا: آپ نے کسی سورہ کی تلاوت نہیں کی۔ عمر نے کہا: میں نے نماز کے دوران ایک قافلہ شام کی طرف روانہ کیا، منزل بہ منزل پڑاؤ ڈال کر شام پہنچایا اور اونٹوں اور ان پر بار تمام چیزوں کو فروخت کیا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے دوبارہ نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی دوبارہ نماز ادا کی۔

شععی سے مروی ہے: ابوموسیٰ اشعری نے عمر بن خطاب سے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! کیا آپ نے اپنے دل میں پڑھا تھا؟ کہا: نہیں۔ پھر اذان کہنے کا حکم دیا اور اذان و اقامت کے بعد لوگوں کے

۱۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۶۹، (ج ۳، ص ۹۰)

۲۔ سنن نبیہتی، ج ۲، ص ۲۸۲

۳۔ کنز العمال، ج ۴، ص ۲۱۳، (ج ۸، ص ۱۳۲، حدیث ۲۲۲۵۵)

۴۔ روایت کے مدارک: سنن نبیہتی، ج ۲، ص ۳۸۱، ۳۸۲؛ المصنف عبد الرزاق (ج ۲، ص ۱۲۲، حدیث ۲۷۸۸)؛ کنز العمال، ج ۴، ص

۲۱۳، (ج ۸، ص ۱۳۳، حدیث ۲۲۲۵۶)

بمراہ نماز ادا کی۔ (۱)

ان واقعات اور تکرار قصہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ محترم نے ان دونوں نمازوں میں مسلم اصل سے استناد نہیں کیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ پہلی رکعت میں کسی سورہ کی قرأت نہیں کی اور دوسری رکعت میں اس کی قضا کی اور نماز کے سلام سے پہلے یا بعد میں سجدہ سہو بجالائے۔ دوسری مرتبہ صرف رکوع و سجود پر اکتفا کیا اور سجدہ سہو بجالائے اور ایک مرتبہ صرف احتیاط سے کام لیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خیال میں یہ اعمال باطل تھے تبھی تو دوبارہ انجام دیا اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی دو مرتبہ نماز پڑھی۔

کیا یہ خلیفہ محترم کا وقتی اجتہاد ہے یا مسائل میں ان کے پاس کوئی معیار اور مآخذ نہیں تھا جس کی طرف وہ رجوع کرتے؟

تعب تو ابن حجر پر ہے جو خلاف قاعدہ مسائل کو بھی مذہب اور عقیدہ کا نام دیتے ہیں اور اسی طرح وہ اپنے عیوب و نقائص کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ متذکرہ روایات میں خلیفہ محترم کے خضوع و خشوع اور حضور قلب کی کیفیت کا بھی پتہ چلتا ہے؟؟

۱۲۔ میراث کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مسعودی ثقفی کا بیان ہے: میں عمر بن خطاب کے پاس تھا، انہوں نے طرفینی بھائیوں کے میراث میں مادری بھائیوں کو شریک کر لیا تھا۔ ایک شخص نے کہا: یہ کیسا فیصلہ ہے؟ عمر نے پوچھا: کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہا: آپ نے مادری بھائیوں کے لئے تین حصہ قرار دیا اور مادری و پدری بھائیوں کے لئے کچھ بھی نہیں، انہوں نے کہا: میں نے اپنی معلومات کے مطابق حکم دیا ہے۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۸۲؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۲۱۳، (ج ۸، ص ۱۳۳، حدیث ۲۲۲۵۷)

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: میرا آج کا فیصلہ کل کے فیصلے کی بنیاد پر ہے۔ (۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں:

ایسا لگتا ہے جیسے احکام قضایا خلیفہ کے ذاتی نظریات کے ارد گرد گھومتے رہے ہیں، خواہ شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو، گویا خلیفہ اپنی خواہش کے مطابق جیسا چاہے حکم دے سکتا ہے، اسلام میں کوئی حکم نہیں جس کی پیروی کی جائے اور کوئی قانون نہیں جو شائع و مشہور ہو۔ یہ تو اس تصویب (۲) سے بھی بدتر ہے جسے قطعی دلیلوں سے باطل کر دیا جاتا ہے۔

۱۵۔ کنیز کی طلاق سے خلیفہ کی نادانی

حافظ دارقطنی اور ابن عساکر (۳) سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس دو افراد آئے اور کنیز کے طلاق کے متعلق سوال کیا، یہ وہاں سے اٹھ مسجد میں بیٹھی جمیعت کے قریب آئے، ان میں اصلح نامی شخص بیٹھا ہوا تھا، عمر نے پوچھا: اے اصلح! کنیز کے طلاق کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے سر بلند کر کے انگشت شہادت اور انگشت میاں کے درمیان اشارہ کر دیا، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: دو طلاق۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: سبحان اللہ! ہم آپ کے پاس مسلمانوں کا رہبر سمجھ کر آئے تھے لیکن آپ نے اس شخص کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا اور اس کے اشارہ پر مطمئن ہو گئے۔ (۴)
(تفصیل کے لئے الغدیری کی دوسری جلد ملاحظہ کریں)۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۵۵؛ سنن داری، ج ۱، ص ۱۵۳؛ العلم ابو عمر، ص ۱۳۹؛ (جامع بیان العلم، ص ۲۹۴، حدیث ۱۵۰۵)

۲۔ تصویب یعنی مجتہد جو کہے وہ صحیح ہے چاہے کتاب و سنت اور حکم خدا کے مخالف ہی کیوں نہ ہو

۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۳۸۹)؛ حالات امام علی از تاریخ ابن عساکر، (تحقیق شدہ نمبر ۸۷)۔

۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۳۸۹)؛ حالات امام علی از تاریخ ابن عساکر، (تحقیق شدہ نمبر ۸۷)؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۲۹،

(باب ۶۲، ص ۲۵۸)؛ مناقب خوارزمی، ص ۷۸، (ص ۱۳۰، حدیث ۱۳۵)؛ مودۃ القرنی، (مودۃ ۷)؛ ریاض العطرۃ، ج ۱، ص ۲۳۳،

(ج ۳، ص ۱۸۱)؛ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۲، ص ۲۰۷)



۱۶۔ لولا علی لہلک عمر

عمر کے پاس ایک حاملہ عورت کو لایا گیا، اس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا۔ عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ راستے میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی، پوچھا: اس عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں؟ لوگوں نے کہا: عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت نے اسے واپس کرتے ہوئے کہا: تمہاری حکومت صرف اسی عورت تک محدود ہے، اس کے شکم میں موجود بچہ تمہارے حکم سے مستغنی ہے۔ اور شاید تم نے اسے آزاد ذیت دی یا خوفزدہ کیا ہے؟

عمر نے کہا: ہاں! میں نے اسے اذیت دی ہے۔ فرمایا: جو آزاد ذیت اور یہ دھمکیاں سننے کے بعد اقرار کرے کہ اسے زندان میں ڈال دیا جائے گا، ایسا دیا سلوک کیا جائے گا تو اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔ یہ سن کر عمر نے اسے آزاد کرتے ہوئے کہا: عجزت النساء ان تلدن مثل علی بن ابی طالب، لولا علی لہلک عمر ”عورتیں علی کی طرح بچہ پیدا کرنے سے عاجز ہیں اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔“ (۱)

۱۷۔ کل احد افقہ من عمر

حضرت علیؓ عمر کے پاس پہنچے، دیکھا کہ ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کے لئے لوگ کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا: اس عورت کی خطا کیا ہے؟ عورت نے کہا: یہ لوگ مجھے سنگسار کرنے لے جا رہے ہیں۔

یہ سن کر عمر سے فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! یہ سنگسار نہیں ہو سکتی، تمہارا اختیار صرف اسی عورت پر ہے لیکن اس کے شکم میں موجود بچہ تمہاری حکومت سے باہر ہے۔

۱۔ روایت کے مآخذ: ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۰؛ مطالب السؤل، ص ۱۳؛ مناقب خوارزمی،

ص ۳۸، (ص ۸۱، حدیث ۶۵)؛ الاربعین فخر رازی، ص ۳۶۶

عمر نے برجستہ کہا: کل احد الفقہ من عمر ”ہر شخص عمر سے زیادہ عظیم ہے۔“

پھر حضرت نے اس کی ضمانت لی، جب بچے کی ولادت ہو چکی تو اس عورت کو سنگسار کیا گیا۔ (۱)

۱۸۔ درک عرفات کے بعد حائض کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

ابن منذر کا بیان ہے: تمام فقہاء کہتے ہیں کہ جو حائضہ عرفات میں رہ چکی ہے، اس پر طواف و دُاعِ ساقط ہے۔

عمر بن خطاب، ابن عمر اور زید بن ثابت سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے طواف و دُاع کے لئے حائض عورت کے توقف کا حکم دیا ہے، ان کی نظر میں توقف اسی طرح واجب ہے جس طرح طواف افاضہ، اس لئے اگر اس سے پہلے حائض ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتا۔ اس کے بعد صحیح سندوں کے ذریعہ عمر کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے: ایک عورت نے عید قربان کے دن خانہ خدا کا طواف کیا، اس کے بعد وہ حیض میں مبتلا ہو گئی، عمر نے حکم دیا کہ اسے مکہ مکرمہ میں روکے رکھا جائے اور لوگوں کے جانے کے بعد جب وہ پاک ہو جائے تو بیت اللہ کا طواف کرے۔

روای کا بیان ہے: ابن عمر (۲) اور زید بن ثابت کا یہی نظریہ ہے، لیکن ہم عائشہ سے مروی ایک روایت کی بنیاد پر اس کی مخالفت کرتے ہیں جو اس باب میں مذکور ہے (۳)۔

اور ابن ابی شیبہ نے قاسم بن محمد کے طریق سے روایت کی ہے کہ تمام صحابہ کا نظریہ ہے کہ اگر عورت قبل

۱۔ اس فیصلے کے ماخذ: ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ ذخائر العقبی، ص ۸۱؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۰۵، (باب ۵۹، ص ۲۲۷)

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، (ج ۲، ص ۶۲۵، حدیث ۱۶۷۲)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۶۳۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الحيض، (ج ۱، ص ۱۲۳، حدیث ۳۲۲)؛ کتاب الحج، (ج ۲، ص ۶۲۵، حدیث ۱۶۷۰)؛ صحیح مسلم، (کتاب الحج، ج ۳، ص ۱۳۷)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۶۸؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۳، (ج ۲، ص ۲۰۸، حدیث ۴۰۰۳/۴۰۰۴)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۷، (ج ۳، ص ۲۸۰، حدیث ۹۳۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۵۲، (ج ۲، ص ۱۰۲۱، حدیث ۳۰۷۲/۳۰۷۳)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۶۲؛ مصابیح السنۃ، ج ۱، ص ۱۸۲، (ج ۲، ص ۲۳۵، حدیث ۱۸۵۶)۔



از حیض عرفات درک کر لیتی ہے تو اسے حج سے فارغ ہو جانا چاہیے لیکن عمر کا کہنا ہے کہ آخر تک طواف بیت اللہ انجام دینا چاہیے۔ (۱)

حارث بن عبد اللہ بن اوس سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس عورت کے متعلق سوال کیا جو خانہ خدا کے طواف کے وقت حیض میں مبتلا ہو گئی تھی؟ عمر نے جواب دیا: اسے آخر تک خانہ خدا کا طواف انجام دینا چاہیے۔ حارث کا بیان ہے کہ میں نے کہا: رسول خداؐ نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا تھا۔ یہ سن کر عمر نے کہا: تیرے ہاتھ شل ہوں، تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جس کے بارے میں پہلے ہی سے رسول خداؐ سے سوال کر چکے تھے تاکہ میں اس کی مخالفت کروں۔ (۲)

ابونضر ہاشم بن ہاشم نے موثق اور قابل اعتماد راویوں کی طرف نسبت دیتے ہوئے ہاشم بن یحییٰ مخزومی سے نقل کیا ہے کہ قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے عمر بن خطاب سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا جو حیض کی حالت میں تھی اور عید کے دن خانہ خدا کی زیارت کی، کیا وہ پاک ہونے سے قبل کوچ کر سکتی ہے؟ عمر نے کہا: نہیں۔

اس مرد ثقیفی نے کہا: لیکن رسول خداؐ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے۔ عمر اسے کوڑے مارنے کے لئے یہ کہتے ہوئے اٹھے: مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیوں کرتے ہو جس کا رسول خداؐ جواب دے چکے ہیں۔ (۳)

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

مجھے نہیں معلوم حضرت عمر کی یادداشت سے ایسی بات کیسے غائب ہو گئی جس سے تمام صحابہ واقف تھے، اس کے باوجود بھی موسیٰ جار اللہ کا خیال ہے کہ عمر تمام صحابہ میں اعلم ہیں، اسی لئے تمام صحابہ نے

۱۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۶۲، (ج ۳، ص ۵۸۷)

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۳، (ج ۲، ص ۲۰۸، حدیث ۲۰۰۳)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۲۲۷، (ص ۳۹۳)

۳۔ ایضاً، ص ۹

اس فتویٰ میں ان کی مخالفت کی اور علماء بلاد نے ان کی پیروی کی۔

جہاں تک زید اور ابن عمر کا سوال ہے تو انھوں نے ایک طویل مدت تک حضرت عمر کی موافقت کی۔ معلوم نہیں یہ موافقت ان کے کوڑے کے خوف سے تھی یا نظریہ میں ان کی موافقت کی بنا پر تھی اور اللہ جانے انھوں نے اس نظریہ سے کب صرف نظر کیا، ان کی زندگی میں یا موت کے بعد؟! سب سے زیادہ حیرت انگیز تو یہ ہے کہ رسول خدا کی سنت سے واقف ہونے کے بعد بھی عمر نے اپنا نظریہ نہیں بدلا، بلکہ اسی کے برعکس حارث بن عبد اللہ اور مرد ثقفی نے رسول خدا کی سنت کی خبر دی تو ان پر بھڑک اٹھے اور کوڑا مارنے کی دھمکی دینے لگے اور سنت نبوی کے برخلاف اپنے مخصوص اور ذاتی عقیدے پر جتے رہے۔

۱۹۔ سنت رسول سے خلیفہ کی نادانی

ابن مبارک کا بیان ہے: مجھ سے اشعث نے، اس سے شعیب نے اور اس سے مسروق نے نقل کیا ہے کہ عمر کو معلوم ہوا کہ ایک ثقفی نے قریشی عورت سے عدت کے دوران شادی کر لی ہے۔ عمر نے ان کی طرف آدمی بھیج کر ان دونوں میں جدائی ڈلوائی اور ان کو مزادیتے ہوئے کہا: یہ شادی صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد مہر کی رقم لے کر بیت المال میں ڈال دی۔

یہ انوکھا فیصلہ لوگوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کو معلوم ہوا، آپ نے فرمایا: خدا مسلمانوں کے رہبر پر رحم کرے، مہر اور بیت المال سے کیا واسطہ، وہ دونوں اس بات سے ناواقف تھے کہ عدت کے دوران نکاح جائز نہیں، لہذا قاضی کو چاہئے کہ انھیں رسول خدا کی سنت سے آگاہ کریں۔

لوگوں نے پوچھا: عورت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: مہر کی رقم اس عورت کی ملکیت ہے اس لئے کہ اس نے ہمبستری کو حلال تصور کیا ہے۔ پھر ان کے درمیان جدائی ڈال کر فرمایا: ان کو کوڑا مارنا صحیح نہیں، پہلے عورت عدتِ اول کو مکمل کرے، پھر دوسری مرتبہ عدت کو مکمل کر کے مرد کو عقد نکاح کی دعوت دے۔

اس فیصلے سے واقف ہونے کے بعد عمر نے برجستہ کہا: اے لوگو! نادانیوں اور بے وقوفیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔ (۱)

مسروق کی تعبیر ہے: ایک ایسی عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے عدت کے دوران شادی کر لی تھی، عمر نے ان کے درمیان جدائی ڈال کر مہر کی رقم کو بیت المال میں جمع کر لیا اور کہا: یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہونے پائیں۔

جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علیؓ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر جہالت و نادانی کی وجہ سے ہوا ہے تو مہر کی رقم اس کی ملکیت ہے کیوں کہ اس کے خیال میں یہ آمیزش اور لذت اندوزی حلال طریقہ سے ہوئی ہے۔ پھر ان کے درمیان جدائی ڈال کر فرمایا: عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد عورت کو خواستگاری کا پورا حق حاصل ہے۔

یہ سن کر عمر نے ایک خطبہ میں کہا: نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔ پھر حضرت علیؓ کا نظریہ اختیار کیا۔

خوارزمی کے الفاظ ہیں: عمر کے قول کو علیؓ کے قول کی طرف پلٹا دو۔

تذکرہ میں ہے کہ عمر نے کہا: لسو لا علی لہلک عمر ”اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔“

بیہقی نے اپنی سنن میں مسروق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عمر نے عدت کے دوران شادی کرنے والی عورت کے متعلق کہا: النکاح حرام و الصدق حرام ”مہر اور نکاح دونوں حرام ہے۔“ مہر کی رقم لے کر بیت المال میں جمع کر لیا اور کہا: جب تک زندہ ہیں یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہونے پائیں۔

بیہقی ہی نے عبد اللہ بن نعلہ یا فضیلہ سے روایت کی ہے: عمر کو معلوم ہوا کہ ایک عورت نے عدت کے دوران شادی کر لی ہے۔ یہ سن کر عمر نے عورت سے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ تم نے عدت کی مدت میں

شوہر اختیار کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر انھوں نے شوہر سے سوال کیا: کیا تمہارے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ یہ عورت عدت گزار رہی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

عمر نے کہا: اگر تم دونوں دانستے یہ فعل انجام دیتے تو میں سنگسار کروا دیتا۔ لہذا انھوں نے دونوں کو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور مہر کی رقم لے کر راہ خدا میں صدقہ قرار دے دیا۔ پھر کہا: مہر اور ہمبستری کی قطعی اجازت نہیں۔ اور مرد سے کہا: وہ عورت تم پر حرام ہے۔

بیہقی کی دوسری صورت: راوی کہتا ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے عدت میں شادی کر لی تھی، انھوں نے مہر کی رقم لے کر بیت المال میں ڈال دیا اور ان کے درمیان جدائی ڈال کر کہا: ہاں! یہ دونوں ہرگز اکٹھا نہ ہونے پائیں اور سزا بھی دی۔

حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ سننے کے بعد کہا: خدا کا حکم یہ نہیں ہے۔ ہاں! یہ لوگوں کی جہالت کی وجہ سے ہوا ہے، پہلے ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہئے پھر تکمیل عدت کے بعد دوبارہ دعوت عقد دینا چاہئے، حضرت علیؓ نے عدم علم کی وجہ سے حلالیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مہر کی رقم کو حلال قرار دے دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے خدا کی حمد و ثناء کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا: اے لوگو! نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: خلیفہ نے ان دونوں کو کوڑا کیوں مارا؟ کیوں ان کے مہر کی رقم واپس لے لی، کس آیت اور کون سی صحیح روایت کے توسط سے مہر کی رقم بیت المال میں جمع کر لی اور اسے راہ خدا میں صدقہ قرار دے دیا، کس دلیل کے پیش نظر انہوں نے عورت کو اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا؟؟؟ میں نہیں جانتا، قرآن مجید میں ہے کہ اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے معلوم کرو ﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۲/۳۳۱؛ الموافقات ابن سمان، جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۸۷، (ص ۳۲۳، حدیث ۲۰۳۹)؛ ریاض البصرة، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۱؛ مناقب خوارزمی، ص ۵۷، (ص ۹۵، حدیث ۹۵)؛ تذکرۃ الخواص، (ص ۱۳۷)، ۸۷

اے کاش! خلیفہ محترم خود فراموشی کے شکار نہ ہو کر اپنے قول پر عمل کرتے کہ نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔

۲۰۔ جد کے سلسلے میں خلیفہ کا اجتہاد (دادا کی میراث):

داری نے شععی سے نقل کیا ہے کہ اسلام میں وارث ہونے والے پہلے جد ”عمر بن خطاب“ ہیں جنہوں نے اپنی میراث حاصل کی، حضرت علیؓ اور زید ان کے پاس آ کر کہنے لگے: یہ تمہارا مال نہیں ہے اور تم بھی ہمارے بھائیوں میں سے ایک ہو۔ (۱)

نبیؐ کے الفاظ ہیں: بے شک اسلام میں دادا کی حیثیت سے وارث ہونے والے پہلے شخص عمر بن خطاب ہیں، جب عمر بن خطاب کے فلاں لڑکے کا انتقال ہوا تو عمر نے اکیلے میں سارا مال ہڑپ کر لینا چاہا اور اس شخص کے بھائیوں کو ترکہ سے محروم رکھنا چاہا، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ اور زید نے کہا: یہ آپ کے لئے نہیں ہے۔ عمر نے کہا: اگر آپ دونوں کے نظریہ میں اتحاد نہ ہوتا تو میں یہ بھی نہیں دیکھتا کہ وہ میرا فرزند ہے یا میں اس کا باپ۔ (۲)

داری (۳) مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب کو ضربت لگی تو جد کی میراث کے متعلق اصحاب سے مشورہ کیا اور کہا: جد کی میراث کے متعلق میرا ذاتی نظریہ ہے، اگر تمہاری نظر میں بہتر ہو تو اس کی پیروی کرو، یہ سن کر عثمان نے کہا: آپ کے ذاتی اجتہاد میں ہماری بھلائی ہے پس صاحب نظر کتنا اچھا ہے۔ (۴)

شععی کہتے ہیں: ابو بکر و عمر کا اجتہاد یہ تھا کہ بھائیوں کے بغیر جد طبقہ اول میں ہے، عمر اس سلسلے میں

۱۔ سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۳

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۳۷۷

۳۔ سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۳

۴۔ المسند رک علیؓ، ج ۴، ص ۳۳۰، (ج ۴، ص ۳۷۷، حدیث ۷۹۸۳)؛ مصنف عبدالرزاق (ج ۱۰، ص ۲۶۳، حدیث ۱۹۰۵۱)



کسی قسم کی بات سننے کے زوادر نہیں تھے، جب عمر دادا ہوئے تو کہا: جو ہونا تھا وہ ہوا اب لوگوں کو اس کی صحیح معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ اسی لئے ایک آدمی کو زید بن ثابت کے پاس بھیج کر اس کے متعلق سوال کیا۔ زید نے کہا: ابو بکر جد کو بھائیوں سے بہتر سمجھتے تھے، اے مسلمانوں کے رہبر! اپنے آپ کو درخت قرار نہ دیجئے جس سے کئی شاخیں نکلتی ہیں، ہر شاخ سے بھی کئی شاخیں نکلتی ہیں پس ایک شاخ کو دوسری شاخ سے بہتر قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ایک شاخ دوسری شاخ سے نکلی ہے۔

یہ سن کر انہوں نے ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس روانہ کیا اور ان سے سوال کیا: حضرت نے زید کی تائید فرمائی۔ (۱)

سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے: میں نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ جد کی میراث کے متعلق بتائیے؟ فرمایا: اے عمر! یہ سوال کس لئے، میرا خیال ہے کہ تم اس کو سمجھنے سے پہلے ہی مر جاؤ گے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ عمر اس مسئلے کو سمجھنے سے پہلے ہی مر گئے۔

طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اس روایت کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (۲) سیوطی نے ”جمع الجوامع“ (۳) اور بیہقی نے ”سنن“ میں زید بن ثابت سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن عمر اجازت لے کر میرے پاس آئے، میں نے کہا: مسلمانوں کے رہبر! مجھے بلا لیا ہوتا۔ عمر نے کہا: نہیں، ابھی میں ضرور تمہند ہوں، میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ جد کے متعلق اپنا نظریہ بیان کر سکوں۔

زید نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! اس سلسلے میں کچھ بھی کہنے سے قاصر ہوں۔ عمر نے کہا: یہ وحی نہیں جس میں کمی و زیادتی کا خوف ہو، ہم اپنا نظریہ بیان کریں گے جس کی موافقت ہو جائے اس کی پیروی کی جائے گی، اگر موافقت نہ ہوئی تو کوئی حرج نہیں۔ اس کے باوجود بھی زید نے کچھ کہنے سے پرہیز کیا، یہ

۱۔ مصنف عبدالرزاق (ج ۱، ص ۲۶۵، حدیث ۱۹۰۵۸)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۳۷

۲۔ المعجم الاوسط، (ج ۵، ص ۱۳۵، حدیث ۳۹۱۳)؛ مجمع الزوائد، بیہقی ص ۲۲۷

۳۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵، (ج ۱۱، ص ۵۷، حدیث ۳۰۶۱۱)

دیکھ کر عمر ناراض ہو کر یہ کہتے ہوئے باہر آئے: میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم میری ضرورت برطرف کر دو گے۔ جب دوسری مرتبہ بھی محرم ہوئے تو زید نے مندرجہ بالا روایت کی تکرار کی، آخر میں عمر نے خطبہ کے دوران کہا: زید بن ثابت نے میراث کے متعلق یہ مسئلہ بیان کیا اور میں نے بھی اس کی تائید کی۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ (عمر) پہلے جد اور دادا تھے جنہوں نے چاہا کہ فرزند کے تمام اموال کو ہڑپ کر جائیں اور بھائیوں کو محروم رکھیں، لیکن اس کے بعد انہوں نے اموال کی تقسیم کی۔

یہی نے سنن میں عبیدہ سے نقل کیا ہے: میں نے جد کے متعلق عمر کے سو [۱۰۰] واقعات محفوظ کئے ہیں، جو ایک دوسرے کے برخلاف ہیں اور ایک دوسرے کی تنقیص کر رہے ہیں۔ (۱)

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: عمر بن خطاب بہت زیادہ فتویٰ دیتے پھر اسے باطل قرار دے کر اس کے برخلاف فتویٰ دیتے تھے، میراث کے سلسلہ میں بھی بھائیوں کے متعلق بہت سے احکامات صادر کئے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے اور جب اس مسئلہ میں حکم دینے سے خوف زدہ ہوئے تو کہا: جو آتش جہنم کی تاب رکھتا ہے وہ جد کے متعلق فتویٰ دے۔ (۲)

علامہ مثنیٰ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ایک ہی موضوع سے متعلق ضد و نقیض سو (۱۰۰) واقعات کیا واقع کے مطابق ہیں؟ اور یہ معقول نہیں۔ یا بعض موافق اور واقع کے مطابق ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر تمام واقعات میں ان بعض کی جانب رجوع کیوں نہ کیا گیا؟ نیز کیا یہ تمام واقعات اور فتوے خلیفہ کے ذاتی اجتہاد پر مبنی تھے اور صحابہ سے اخذ کئے گئے تھے؟!

کیا صحابہ نے اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد پر فتویٰ دیا تھا یا انہوں نے رسول خدا سے حاصل کیا تھا، اگر رسول سے حاصل کیا گیا ہوتا تو فتوے آپس میں مختلف نہ ہوتے، اس لئے کہ یہ فتوے عہد رسالت سے بہت قریب تھے۔ اور اگر ان کا ذاتی اجتہاد تھا تو یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ان کے اندر اجتہاد کی صلاحیت تھی یا نہیں، نیز ان کی صلاحیت کے اعتراف کے بعد ان کے اجتہادی امور کے متعلق غور کرنا ہمارے

۱۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۳۵

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۱، (ج ۱، ص ۱۸۱، خطبہ ۳)



لئے ضروری ہے۔ ہاں! اگر کوئی دلیل سے عاری اجتہاد پیش کرے تو وہ حجت نہیں چاہے وہ خلیفہ کا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۱۔ اپنے غلام کے ساتھ مباشرت کرنے والی عورت اور خلیفہ کا نظریہ

قنادہ سے مروی ہے: ایک عورت نے اپنے غلام کے ساتھ ہمبستری کی اور کہا کہ میں نے کتاب خدا کی ایک آیت سے استفادہ کیا ہے: ﴿وَ مَا مَلَکَتْ اِیْمَانُہُمْ﴾^۱ لوگوں نے اسے عمر کی خدمت میں پیش کیا، بعض اصحاب نے کہا: اس نے کتاب خدا کی ایک آیت سے غلط تاویل و توجیہ کی ہے۔ راوی کا بیان ہے: انہوں نے غلام کو مار کر اس کا سر ترشوا دیا اور اس عورت سے کہا: تو اپنے غلام کے بعد ہر مسلمان پر حرام ہے۔

قرطبی کی دوسری صورت: ایک عورت نے غلام سے شادی کر لی، اس واقعہ کو عمر سے بیان کیا گیا، عمر نے عورت سے سوال کیا: تم نے کس دلیل کے تحت ایسا کام انجام دیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے سوچا کہ خریداری کے سبب وہ مجھ پر حلال ہے بالکل اسی طرح جس طرح مرد کے اوپر عورت خریداری کی وجہ سے حلال ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر عمر نے عورت کو سنگسار کرنے کے سلسلے میں اصحاب سے مشورہ کیا، اصحاب نے کہا: صرف کتاب خدا کی غلط تاویل کی بنیاد پر سنگسار نہیں کیا جاسکتا۔ عمر نے کہا: افسوس، خدا کی قسم! اس کے بعد میں اسے کسی آزاد مرد پر حلال نہیں کروں گا، اس عورت کو آزار و اذیت دی اور حد سے صرف نظر کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس غلام سے دوبارہ نزدیکی اختیار نہ کرے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نادانی اور کتاب خدا کی تاویل کے سبب اس عورت اور اس کے غلام سے حد کو ساقط کرنے کے بعد اتنی سنگین سزا کیوں؟ اور خداوند وند عالم کے بعد

۱۔ تفسیر طبری، ج ۶، ص ۶۸، (مجلد ۳، ج ۶، ص ۱۰۶)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۱۱۷؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۳۹؛ تفسیر قرطبی، ج ۱۲، ص ۱۰۷، (ج ۱۲، ص ۷۲)؛ دوز منثور، (ج ۶، ص ۸۸)۔

بھی اس سزا کا کیا مطلب؟

کس کتاب و سنت کے پیش نظر اس غلام کو مارا اور اس کا سر ترشوا دیا اور کس دلیل کے تحت اس عورت کو ہر مسلمان پر حرام قرار دیتے ہوئے اس کے غلام کو اپنی مالکہ سے قریب آنے کی ممانعت کی؟؟ کیا دین خدا خلیفہ پر نہیں ہے یا اسلام خلیفہ کے نظریات کے علاوہ کچھ نہیں، اگر ایسا ہے تو اسلام پر میرا اسلام اور اگر ایسا نہیں ہے تو خلافت راشدہ پر آفرین اور اس کے آزاد نظریہ پر لا کھوں سلام۔ خود عمر اور عائشہ سے مروی رسول خدا کی روایت میں یہ اذیتیں کہاں ہیں، رسول خدا نے فرمایا: حتی المقدور حدود الہی کو مسلمانوں سے دور رکھو اور اگر تم کسی مسلمان کو راہ حق سے خارج ہوتا دیکھو تو اس کے راستہ کو دار کھو اس لئے کہ امام کا سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ غنودہ بخشش میں خطا کرے۔ (۱)

۲۲۔ خلیفہ اور مغنیہ عورت

حسن سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے ایک مغنیہ عورت کے تعاقب میں آدمی روانہ کیا، جب اسے حاضر کیا گیا تو اس نے اپنے پیٹے سے صاف انکار کر دیا، لوگوں نے کہا کہ وہ عمر کی بات مان لے؟ اس نے کہا: دوائے برسن، مجھے عمر بے کیا سر دکار؟ راستے میں وہ خوفزدہ ہوئی، وضع حمل نے درد کی شدت اختیار کر لی، ایک گھر میں داخل ہوئی وضع حمل کیا، بچہ نے درد ناک آواز بلند کیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اس اچانک سانحہ کے متعلق عمر نے اصحاب سے مشورہ کیا، بعض نے کہا: آپ اس سے بری الذمہ ہیں کیوں کہ آپ مسلمان کے رہبر اور معلم آداب ہیں۔ اس دوران حضرت علیؓ ساکت رہے، عمر نے آپ کی طرف رخ کر کے کہا: آپ کیا فرماتے ہیں؟

۱۔ شافعی کی کتاب الام، ج ۷، ص ۲۱۴، (ج ۷، ص ۳۳۵)؛ المسند رک علیؓ، ج ۴، ص ۳۸۲، (ج ۴، ص ۳۲۶، حدیث ۸۱۶۳)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۶۷، (ج ۴، ص ۲۵، حدیث ۱۳۲۳)؛ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۳۱، (نمبر ۲۸۵۶)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۸؛ مشاہد المصالح، ج ۳، ص ۳۰۲، (ج ۲، ص ۳۱۱، حدیث ۳۵۷۰)؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۲، ص ۲۳)؛ جامع مسانید ابی حنیفہ، ج ۲، ص ۲۱۲-۲۱۳



فرمایا: اگر ان لوگوں نے خود اپنے لئے کہا ہے تو یہ واضح غلطی ہے اور اگر آپ کی محبت میں کہا ہے تو یہ آپ کے خیر و صلاح کے امیدوار نہیں ہیں، میری نظر میں اس بچہ کی دیت آپ پر واجب ہے اس لئے کہ آپ ہی سے خوف زدہ ہو کر ساقط ہوا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اس کی دیت قریش کے درمیان تقسیم کر دینی اس کی دیت قریش سے حاصل کر لو۔ دوسری صورت: عمر نے ایک عورت کو طلب کیا تاکہ اس کے متعلق باز پرس کریں، وہ حاملہ تھی، شدت ہیبت کی وجہ سے رحم میں موجود بچہ ساقط ہو گیا، عمر نے اس موضوع سے متعلق صحابہ سے سوالات کئے، لوگوں نے کہا: آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں کیوں کہ آپ معلم آداب ہیں۔

حضرت نے فرمایا: ان لوگوں نے رعایت کرنے میں دھوکہ دیا ہے، اگر یہ ان کا ذاتی نظریہ ہے تو یہ واضح غلطی ہے، آپ کے اوپر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے۔ یہ سن کر عمر کے ہمراہ اصحاب نے آپ کے قول کی تائید کی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خلیفہ کتنا عظیم ہے کہ جس کے پاس دین خدا کے سلسلے میں وہ مفید علم بھی نہیں ہے جو اسے ہلاکت اور قضاوت کی لغزش سے محفوظ رکھ سکے۔ کیا ہر آسان اور مشکل حتی جان و مال اور خونخواری جیسے اہم مسائل میں ایسے افراد کے عقائد و نظریات پر اعتماد کرنا صحیح ہے جن کی بجا آوری فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اور ایسے افراد کی انتہائی کوششیں خطا پر مبنی ہیں۔ ہمارے اندر انہیں بیان کرنے کی سکت نہیں، ہاں صاحب تحقیق کے پیش نظر ایسے واقعات موجود ہیں۔

۲۳۔ مجبور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم

عبدالرحمن سلمیٰ سے مروی ہے کہ ایک ایسی عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس کا واقعہ یہ ہے:

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۱۷، (ص ۱۲۵)؛ جامع بیان العلم، ص ۱۳۶، (ص ۳۰۶، حدیث ۱۵۳۷)؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۳۰، (ج ۱۵، ص ۸۳، حدیث ۴۰۲۰۱)؛ المصنف عبد الرزاق (ج ۹، ص ۳۵۸، حدیث ۱۸۰۱۰)؛ سنن بیہقی، (ج ۶، ص ۱۲۳)؛ شرح فتح البلاغ ابن ابی اللہ، ج ۱، ص ۵۸، (ج ۱، ص ۱۷۲، خطبہ ۳)

وہ تنگی سے بے حال تھی، اس کا گزرا ایک چوپان کے پاس سے ہوا، اس عورت نے اس سے پانی کا مطالبہ کیا، اس نے مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس سے فعل بد کی خواہش کی، اس بے چاری نے تنگی کی شدت سے مجبور ہو کر اس شرط کو مان لیا۔ پورا واقعہ من کر عمر نے سنگسار کرنے کے سلسلے میں اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ عورت مجبور تھی، میری نظر میں اسے آزاد کر دینا چاہئے، یہ سن کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ (۱)

واقعہ کی تفصیل:

ایک عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا۔ عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت علیؑ نے اس کا جلانہ فیصلہ کو دیکھ کر فرمایا: ممکن ہے وہ کوئی عذر پیش کرے۔ پھر فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

اس عورت نے کہا: وہ میرا رفیق سفر تھا، اس کے پاس دودھ تھا لیکن میں اس سے محروم تھی، جب مجھے تنگی کا احساس ہوا تو اس سے پانی طلب کیا پہلے تو انکار کیا، بعد میں شرط رکھی کہ میں خود کو اس کے اختیار میں دے دوں، میں نے تین مرتبہ انکار کیا اور ممانعت کی لیکن شدت تنگی کے پیش نظر میں نے خیال کیا کہ اب میری جان نکل جائے گی، لہذا مجبوراً اس کی خواہش پوری کی اور اس نے مجھے سیراب کر دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۲) ”جو شخص مجبور ہو اور سرکشی و زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں، خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔“ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اے کاش! خلیفہ محترم کتاب و سنت کا تھوڑا سا علم حاصل کر لیتے تاکہ خداوند عالم نے رسول خداؐ پر جو نازل فرمایا تھا اس کے مطابق احکامات صادر فرماتے۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۳۶؛ ریاض الصعقة، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ ذخائر العقبی، ص ۸۱؛ الطرف الحکیم، ابن قیم جوزی، ص ۵۳۔

۲۔ بقرہ ۱۷۴

۳۔ طرق حکیم، ابن قیم جوزی، ص ۵۳؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۹۶، (ج ۵، ص ۳۵۶، حدیث ۱۳۵۹۶)



اے کاش! میں جان پاتا کہ خلیفہ کے اہداف و مقاصد کیا تھے؟ اور حکیم امت حضرت امیر المومنین اگر امت کے درمیان نہ ہوتے تو ان فیصلوں کا انجام کیا ہوتا؟ سوچئے! اگر ان کی نادانیوں کو صحیح راہ دکھانے اور ان کے غیض و غضب کو برطرف کرنے کے لئے حضرت علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ ہاں! بے شک اس شخص نے صحیح کہا ہے: ”لولا علی لہک عمر۔“

۲۴۔ خلیفہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں؟

عمر کے پاس سیاہ فام مرد و عورت لائے گئے۔ مرد نے کہا: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ میں سیاہ فام ہوں اور سیاہ درخت اگاتا ہوں، میری بیوی بھی سیاہ فام ہے لیکن اس نے سرخ بچہ کو جنم دیا ہے۔ عورت نے کہا: اے امیر مومنین! خدا کی قسم! میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی ہے یہ اسی کا بچہ ہے۔

جب عمر اس مسئلے کو حل کرنے سے عاجز رہے تو حضرت علیؑ سے سوال کیا: حضرت نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو میری باتوں کی تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! حضرت نے فرمایا: کیا تم نے حالت حیض میں اس کے ساتھ ہمبستری کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت نے فرمایا: اللہ اکبر! بے شک جب تیرا نطفہ خون سے مخلوط ہوا تو خداوند عالم نے اس سے سرخ رنگ کا انسان خلق فرمایا، لہذا اپنے فرزند کا انکار نہ کر کیوں کہ تو نے اپنے آپ پر ستم کیا ہے!۔ (۱)

۲۵۔ خلیفہ کی جاسوسی کے چند واقعات

۱۔ عمر بن خطاب سے منقول ہے: ایک شب وہ تھلا پھر رہے تھے، ایک گھر سے گذرتے ہوئے ایک آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی، وہ محکوک ہوئے اور تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دیوار پر پہنچ

گئے دیکھا کہ ایک شخص شراب کے جام کے ساتھ ایک عورت کے پہلو میں پڑا ہوا ہے، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: اے دشمن خدا! تیرا خیال ہے کہ خدا تیرے عیوب کو چھپاتا رہے اور تو معصیت پر معصیت کرتا رہے۔ اس شخص نے کہا: اے رہبر مسلمین! چھوڑیے بھی اگر میں نے ایک خطا کی ہے تو آپ سے تین خطائیں اور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور خدا کا ارشاد ہے ”لَا تَجَسَّسُوا“ جاسوسی نہ کرو“ اور آپ نے جاسوسی کی، خدا کا ارشاد ہے: ”آتُوا الْبَيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا“ گھروں میں دروازے سے آؤ“ حالانکہ آپ دیوار کے ذریعہ اوپر پہنچے۔ اور خدا فرماتا ہے: ”إِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا“ گھر میں داخل ہو کر پہلے سلام کرو“۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں دوبارہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ عمر نے کہا: جاؤ میں نے معاف کیا۔ (۱)

۲۔ عمر بن خطاب شب کی تاریکی میں باہر نکلے، بعض گھروں میں چراغ کی روشنی دیکھی، گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر تفتیش کرنے لگے، سوراخ کے ذریعہ ایک سیاہ قام غلام کو دیکھا کہ اس کے سامنے شراب کا جام موجود ہے اور اس کے اطراف میں چند دوسرے افراد بھی مئے نوشی میں مصروف ہیں، انہوں نے دروازے سے اندر داخل ہونے کی بھرپور کوشش کی لیکن جب ناکام رہے تو دیوار کے ذریعہ پشت بام پر تشریف لے گئے اور تازیانہ ہاتھ میں لئے ہوئے زینہ سے نیچے آئے۔ تمام لوگ انہیں دیکھ کر فوراً کھڑے ہوئے اور دروازہ کھول کر سر پٹ بھاگ نکلے لیکن وہ سیاہ قام غلام وہیں کھڑا رہا، اس نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! میں اپنی خطا پر شرمندہ ہوں، میری توبہ قبول فرمائیے۔

عمر نے کہا: میں تیرے اس عظیم گناہ کی سزا دینا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر اس غلام نے کہا: اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ سے تین تین گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے: ”لَا تَجَسَّسُوا“ جاسوسی نہ کرو“ لیکن آپ نے ہماری جاسوسی کی۔ اور ”آتُوا

۱۔ ریاض البصر ۴، ج ۲، ص ۳۶، (ج ۲، ص ۳۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۱، ج ۳، ص ۶۹، (ج ۱، ص ۱۸۲، خطبہ ۳، ج ۱۲،

ص ۱۷، خطبہ ۲۲۳)؛ روز منثور، ج ۶، ص ۹۲، (ج ۷، ص ۵۶۸)؛ فتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۷۷، (ج ۲، ص ۳۱۱)



الْبُيُوتِ مِنْ أَبْوَابِهَا ”گھروں میں دروازے سے اندر آؤ“، لیکن آپ پشت بام سے تشریف لائے اور ”لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا“ ”اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں نہ جاؤ مگر یہ کہ انیسیت کا جذبہ رکھو اور اہل خانہ کو سلام کرو“۔ (۱)

ابن جوزی (۲) نے اس شرمناک واقعہ کو عمر بن خطاب کے فضائل و مناقب میں شمار کیا ہے اور شاعر نیل ابراہیم نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے قصہء عمریہ میں اس داستان کو تفصیل سے نظم کیا ہے:

وَفَتْنَةٌ وَلَعْوَابُ الرُّوحِ فَانْتَبِذُوا لَهُمْ مَكَانَهَا وَجَدُوا فِي تَعَاطِيهَا

کچھ جوان شراب کے رسیا تھے، انہوں نے ایک گھر کا انتخاب کیا اور ایک ساتھ مل کر شراب پینے لگے۔ آپ اس گھر کی دیوار سے اوپر گئے اور سمجھ گئے کہ وہ شراب نوشی میں مشغول ہیں، چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، ان کے عقائد اور افعال کی مذمت کی۔ وہ سمجھ گئے کہ آپ انہیں ان کے عمل کی وجہ سے ضرور سزا دیں گے۔ آپ نے ان کے دین سے آگاہ کرنے کا ارادہ کیا، چونکہ وہ شرابی تھے اور عمریہ سمجھ گئے تھے۔ انہوں نے کہا: ذرا صبر کریں، اگر ہم نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں اور اس کا افسوس بھی نہیں ہے۔ اے عمر! گھروں میں دروازوں سے اندر آؤ لیکن آپ نے دیوار سے آکر گناہ کیا ہے۔ لوگوں سے اجازت لو ان کی اجازت کے بغیر اندر نہ آؤ اور گھروں میں جنگ و جدال نہ کرو نیز جاسوسی نہ کرو۔ پس یہ آیتیں اس کی ممانعت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں، آپ ان کی ممانعت بھول گئے۔ یہ سن کر آپ ان کی دلیلوں کو اہمیت دیتے ہوئے واپس پلٹ آئے، کیونکہ ان کی دلیلوں میں آپ نے قرآن کی صراحت ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے ان پر سختی نہیں کی حالانکہ وہ زحمت میں تھے، انہوں نے قرآنی آیات کے ذریعہ آپ کو آپ کے گناہوں کی طرف متوجہ کیا۔“

۱۔ مسطرف صحاب الدین، ج ۲، ص ۱۱۵، (ج ۲، ص ۱۰۶)

۲۔ مکتہ الصلوة، (ج ۱، ص ۲۷)



علامہ امینی فرماتے ہیں: دوستی و محبت آدمی کو ایسا اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے کہ وہ رذائل کو کرامات اور گناہوں کو حسنات سمجھنے لگتا ہے۔

۳۔ عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے: ایک رات ہم عمر بن خطاب کے ہمراہ مدینہ کی دیکھ بھال کر رہے تھے، راستے میں ایک گھر سے چراغ کی روشنی نظر آئی، نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ دروازہ بند ہے اور اندر چند افراد شور و غل کر رہے ہیں، عمر نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: جانتے ہو کس کا گھر ہے؟ کہا: نہیں، عمر نے کہا: یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے اور اندر لوگ شراب نوشی میں مشغول ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟ عبدالرحمن نے کہا: میری نظر میں ہم ایسے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں جس کی خدا نے ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے: لَا تَجْسُسُوا؛ ”جاسوسی نہ کرو“ یہ سنتے ہی عمر انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ (۱)

۴۔ عمر بن خطاب ایک ایسے قبیلہ میں پنے جہاں میکدہ میں آگ روشن کر کے لوگ شراب نوشی میں مصروف تھے، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: میں نے تم لوگوں کو شراب نوشی کی ممانعت کی تھی۔ یہ کہتے ہوئے چاہا کہ ادب سکھائیں کہ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! خداوند عالم نے جاسوسی کی ممانعت کی ہے لیکن آپ نے ہماری جاسوسی کی، اس نے بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کی ہے لیکن آپ بغیر اجازت داخل ہوئے، یہ سن کر عمر یہ کہتے ہوئے منصرف ہو گئے: کل الناس افقه منك يا عمر. (۲)

۵۔ بیہقی ”شعب الایمان“ (۳) میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت عمر کی خدمت میں آ کر کہنے لگی: اے رہبر! میں نے ایک بچہ دیکھا جس کے قریب سودینار کا تھیلا پڑا تھا، میں نے اسے

۱۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۳۳۳؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۵۳۱؛ دوز منشور، ج ۶، ص ۹۳، (ج ۷، ص ۵۶۷)؛ سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ص ۲۹۳

(ج ۳، ص ۲۶۶)؛ فتوحات اسلامیہ، ج ۲، ص ۴۷۶، (ج ۲، ص ۳۱۱)

۲۔ عقد الفرید، ج ۳، ص ۳۱۶، (ج ۲، ص ۲۷۸)

۳۔ شعب الایمان، (ج ۷، ص ۱۰۸، حدیث ۹۶۶۲)



اٹھا کر اس بچہ کی دیت حاصل کر لی، اس کے بعد دیکھا کہ چار عورتیں آ کر اس بچہ کا بوسہ لیتی ہیں میں نہیں جانتی ان میں اس کی ماں کون ہے؟

عمر نے کہا: جب وہ آئیں تو مجھے مطلع کرو، اس عورت نے ایسا ہی کیا، چاروں عورتوں کی نشاندہی کر دی، عمر نے کہا: تم میں اس کی ماں کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: یہ کام ٹھیک نہیں، آپ ایسی عورت کا پردہ فاش کرنا چاہتے ہیں جس کے اوپر خدا نے پردہ ڈال رکھا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ پردہ ہٹا دیا جائے اور وہ ذلیل و رسوا ہو جائے۔

عمر نے کہا: تم نے ٹھیک کہا، پھر خبر لانے والی عورت کی طرف رخ کر کے کہا: ان کی آمد پر کوئی سوال و جواب نہ کرو اور بچہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کر، اس کے بعد وہ منصرف ہو گئے۔ (۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں: ان تمام واقعات میں اہم بحثیں ہیں جو محقق سے پوشیدہ نہیں، ہم اختصار کے پیش ان سے غص بھر کرتے ہیں۔

۲۶۔ شراب کی حد کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

انس کا بیان ہے کہ رسول خدا کی خدمت میں شراب خور کو پیش کیا گیا، آپ نے خرما کی دو شاخوں سے تقریباً چالیس ضرب لگائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابو بکر نے بھی ایسا ہی کیا، جب عمر بن خطاب کی باری آئی تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا، عبدالرحمن بن عوف نے کہا: سب سے کم حد اتنی ضربت ہے، عمر نے اتنی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

دوسری صورت: رسول خدا نے شراب نوشی کے سلسلہ میں شاخ خرما اور نخلین کے ذریعہ دو حد جاری فرمائیں، ابو بکر نے چالیس تازیانہ لگایا، جب عمر خلیفہ ہوئے اور لوگ شہروں اور دیہاتوں سے تشریف لائے



تو کہا: تم لوگ شراب خور کی حد کے سلسلہ میں کہتے ہو؟

عبدالرحمن بن عوف نے کہا: میری نظر میں سب سے کم حد جاری کی جائے، یہ سن کر عمر نے اسی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ (۱)

ابوداؤد نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ابوبکر نے شراب نوشی کے سلسلے میں چالیس کوڑے مارے، عمر نے بھی اوائل خلافت میں چالیس کوڑے لگانے کا حکم دیا، عثمان نے اسی اور چالیس دونوں حد جاری کیا پھر معاویہ نے اسی کوڑوں کی حد معین کر دی۔ (۲)

حسین ابی ساسان رقاشی سے مروی ہے: میں عثمان بن عفان کے پاس گیا، دیکھا کہ ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کے جرم میں لایا گیا ہے اور حران بن ابان اور ایک دوسرے شخص نے اس کی گواہی دی ہے۔ عثمان نے حضرت علیؓ سے کہا: ولید پر حد جاری کریں۔ حضرت نے عبداللہ بن جعفر طیار کو حکم دیا کہ کوڑے مارو، عبداللہ نے کوڑے مارنا شروع کیا اور حضرت علیؓ اسے شمار کرتے رہے، جب چالیس تک پہنچے تو فرمایا: رک جاؤ، رسول خداؐ نے چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے۔

ابوبکر نے بھی چالیس کوڑے مارے لیکن عمر نے اسی تازیانے کا حکم دیا، یہ سب سنت ہیں اور میرے نزدیک محبوب ہیں۔ (۳)

دوسرے الفاظ: ولید بن عقبہ نے نماز صبح چار رکعت پڑھائی پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے پوچھا: کیا اور پڑھاؤں؟ لوگوں نے عثمان بن عفان کو پورے واقعہ سے مطلع کیا..... اسی روایت میں ہے کہ رسول

۱- صحیح مسلم، باب حد الخمر، ج ۲، ص ۳۸، (ج ۳، ص ۵۳، حدیث ۳۶، کتاب الحدود)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۷۵؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۹۰، (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۹)؛ مسند ابی داؤد طلیس، ص ۲۶۵، (حدیث ۱۹۷۰)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۹

۲- سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳۲، (ج ۳، ص ۱۶۶، حدیث ۴۳۸۸)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۱۷۷، (ج ۲، ص ۲۰)

۳- صحیح مسلم، باب، ج ۲، ص ۵۲، (ج ۳، ص ۵۳۹، حدیث ۲۸، کتاب الحدود)؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۴۱، (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۳۸۰)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۸؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۲، (ج ۲، ص ۲۸۳، حدیث ۱۳۶۸۶)؛ المصنف عبدالرزاق

(ج ۷، ص ۳۷۹، حدیث ۱۳۵۳۵)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۳۳، (ج ۲، ص ۶۲۵، حدیث)؛ سنن نسائی، (ج ۳، ص ۳۳۸، حدیث ۵۲۶۹)؛ مشکل الآثار، (ج ۳، ص ۱۶۷)؛ سنن دارقطنی، (ج ۳، ص ۲۰۶، حدیث ۳۶۷)؛ سنن دارمی، (ج ۲، ص ۱۷۵)



خدا نے چالیس کوڑوں کی حد مقرر فرمائی، ابو بکر نیز عمر کی خلافت کے اوائل میں بھی یہی صورت حال رہی پھر عمر نے اسی کوڑوں کا حکم نافذ کر دیا، یہ سب کے سب سنت ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: عبدالرحمن کون ہے اور اس کے نظریات کتنے اہم ہیں جو وہ شارع مقدس کے نافذ کردہ امور کی برابری کر رہا ہے؟ عمر بن خطاب اپنی خلافت کے چند دنوں تک سابقہ روش پر کیوں قائم رہے اور پھر اس سے منحرف کیوں ہو گئے؟ اس کا کیا کیا جائے کہ وہ خلیفہ مسلمین ہونے کے باوجود لوگوں سے مشورہ کرتے ہیں اور سنت کے ذریعہ ثابت ہونے والے احکامات دین میں بھی سوالات کے انبار لگا دیتے ہیں؟؟

ابن رشد کہتے ہیں: ابو بکر نے اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا کہ شراب خور پر رسول خداؐ نے کتنے کوڑے لگوائے تھے اور انہوں نے چالیس کوڑوں کا حکم دیا چنانچہ عمر نے خلاف کی جگہ بھی کوڑوں کا اضافہ کر دیا۔ (۲)

ایک دوسرے طریق سے ابی سعید خدری کی روایت ہے جو اس سے بھی زیادہ محکم و موثق ہے کہ رسولؐ نے شراب کے سلسلے میں چالیس کوڑے لگوائے، حضرت علیؑ نے بھی رسولؐ سے روایت کی ہے اور شافعی بھی یہی کہتے ہیں۔ (۳)

روایت کا حیرت انگیز ٹکڑا حضرت علیؑ سے منسوب بات ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ سب سنت ہیں اور میرے نزدیک سب کے سب محبوب ہیں۔

لہذا اگر اسی کوڑے مشروع سنت تھی اور رسول خداؐ نے ایک ہی مرتبہ یا ایک ہی آدمی کے لئے اس پر عمل کیا ہے تو وہ مسلمانوں پر مخفی نہ رہتا اور عبدالرحمن اسی سے استناد کرتے، اپنے قول ”أخف الحدود ثمانون“ سے استناد نہیں کرتے، ایسی صورت میں عمروہ پہلے شخص نہ ہوتے جنہوں نے اسی کوڑوں کی حد

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۹

۲۔ بدایہ المجتہد، ج ۲، ص ۴۳۵، (ج ۲، ص ۴۳۹)

۳۔ مختصر حنی، (ص ۲۶۶)

جاری کی تھی جیسا کہ ایک گروہ نے یہ کام انجام دیا ہے۔ (۱)

۲۷۔ خلیفہ اور فریبی عورت

عمر کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جو ایک انصاری جوان پر سو جان سے عاشق ہو چکی تھی اور جب اسے حاصل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو وہ اس پر حیلہ و فریب کرنے لگی۔ چنانچہ اس نے انڈے کی زردی کو الگ کر کے اس کی سفیدی اپنے لباس اور دونوں ران کے درمیان چھڑک کر فریاد کرتی ہوئی عمر کے پاس آئی کہ اس جوان نے مجھ پر تجاوز کیا ہے، مجھے خاندان والوں کے درمیان رسوا کیا ہے اور یہ ہیں اس برے عمل کی نشانیاں۔ عمر نے بعض عورتوں سے سوال کیا، انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت کے لباس و بدن پر مٹی و شہوت کی علامتیں نمایاں ہیں۔

عمر نے اس جوان پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا، یہ دیکھ کر اس جوان نے آواز نصرت بلند کرتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین! میرے عمل کے متعلق تحقیق کیجئے، خدا کی قسم! مجھ سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا ہے، میں تو اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا بلکہ خود اس عورت نے فعل بد کا اصرار کیا تھا۔ عمر نے حضرت علیؓ کی طرف رخ کر کے کہا:

اے ابوالحسن! اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت نے عورت کے لباس پر موجود علامت کو غور سے دیکھا، اس کے بعد گرم پانی منگو کر اس پر ڈال دیا تھوڑی دیر بعد اس کی سفیدی گاڑھی ہو گئی، آپ نے اسے لے کر سونگھا تو اس کی بو انڈے کی طرح تھی، آپ نے اسے ڈرایا تو ساری حقیقت اُگل دی۔ (۲)

۱۔ اولیات عسکری، (ص ۱۱۱)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۱۳، (ج ۱۲، ص ۷۵، خطبہ ۲۲۳)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۳۲، (ج ۷، ص ۱۵۰، حوادث ۲۳ھ)؛ تاریخ الخلفاء، ج ۹۳، (ص ۱۲۸)؛ محاضرۃ الاولیاء، ص ۱۶۹؛ اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ کامل، ج ۱، ص ۲۰۳، (ج ۱، ص ۲۸۹)

۲۔ طرق حکیمہ ابن قیم جوزی، ص ۴۷



۲۸۔ لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب

حنش بن معتمر سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ دو افراد نے ایک قریشی عورت کے پاس سودینار امانت کے طور پر رکھوایا اور کہا: جب ہم ایک ساتھ تمہارے پاس آئیں تو اسے واپس کر دینا، کسی ایک کو دوسرے کے بغیر ہرگز نہ دینا۔ ایک سال تک یہ کیفیت برقرار رہی، اچانک ان میں سے ایک عورت کے پاس آ کر کہنے لگا: میرا دوست مرچکا ہے وہ سودینار مجھے دے دو، جب اس عورت نے روپیہ دینے سے انکار کیا تو اس نے کافی سختی کی اور قبیلہ کے زور پر اسے حاصل کر لیا، ایک سال کے بعد دوسرا شخص آیا اور دینار کا مطالبہ کرنے لگا، اس عورت نے کہا: تمہارا دوست آیا تھا اس کے خیال میں تم مر چکے ہو، اس لئے میں نے وہ دینار کا تھیلہ اسے دے دیا۔

بات بڑھتی ہوئی عمر تک پہنچی، انہوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنا چاہا، اس عورت سے کہا: میری نظر میں تم اس کے دینار کی ضامن ہو۔ اس عورت نے چیخ کر کہا: نہیں! آپ کو خدا کی قسم ہے ہمارے درمیان فیصلہ نہ کریں اور ہمیں حضرت علیؑ کے پاس بھیج دیں، وہی ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

انہوں نے حضرت علیؑ کی میں خدمت روانہ کر دیا، حضرت علیؑ سمجھ گئے کہ ان دونوں نے عورت کو دھوکہ دیا ہے۔ فرمایا: کیا تم نے شرط نہیں لگائی تھی کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آئیں یہ تھیلہ نہ دینا؟ اس نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: تیرا سودینار محفوظ ہے جاؤ اپنے دوست کو لے آؤ ہم واپس کر دیں گے۔

جب یہ فیصلہ عمر کو معلوم ہوا تو بے ساختہ کہنے لگے: لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب ”خدا یا!

مجھے علی بن ابی طالب کے بعد زندہ نہ رکھ“۔ (۱)

(۱) الاذکیاء ابن جوزی، ص ۱۸، (۴۱)؛ اخبار الطراف ابن جوزی، ص ۱۹، (۱۶)؛ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۹۷، (ج ۳، ص ۱۳۵)؛ ذخائر العقبی، ص ۸۰؛ تذکرۃ ابن جوزی، ص ۸۷، (۱۳۷)؛ مناقب خوارزمی، ص ۶۰، (۱۰۰)



۲۹۔ خلیفہ اور کلالہ

معدان بن ابی طلحہ یحیری کا بیان ہے: عمر بن خطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا، رسول اکرمؐ اور ابو بکرؓ کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا: میں نے اپنے بعد کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جو میرے نزدیک ”کلالہ“ (۱) سے زیادہ اہم ہو، میں نے اس سلسلے میں رسول خداؐ سے بارہا سوال کیا، میری نظر میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔

پھر اپنی انگلیوں کو سینہ پر مار کر کہا: اے عمر! سورہ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی نہیں، اگر زندہ رہا تو میں ایک مسئلے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ قرآن پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے سب ہی اس کی موافقت کریں گے۔ (۲)

بصا ص کی عبارت ہے: میں نے رسول خداؐ سے ”کلالہ“ سے زیادہ کسی اور چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا۔

۲۔ سر دق سے منقول ہیں: میں نے عمرؓ سے ”کلالہ“ کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا: الکلالہ،

۱۔ کلالہ کو آئیہ صیف (گری کی آیت) کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ گری میں حجۃ الوداع کے دن نازل ہوئی تھی اور وہ آیت یہ ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ نِسَاءٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا نَتْنَيْنِ فَلَهُمَا الشُّلْحَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْمُنْثَنَيْنِ ۚ بَيِّنْ أَلِلَّكُمْ أَن تَبْلُوا ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ”تفسیر یہ لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں خدا خود یہ حکم بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور صرف بہن وارث ہو تو اسے ترک کا نصف ملے گا اور اسی طرح اگر بہن مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ پھر اگر وارث دو بہنیں ہیں تو انہیں ترک کا دو تہائی ملے گا اور اگر بھائی بہن دونوں ہیں تو مرد کے لئے عورت کا دہرا حصہ ہوگا، خدا یہ سب واضح کر رہا ہے تاکہ تم نہ بھٹکے نہ پاؤ اور خدا پر شے کا خوب جاننے والا ہے۔“ (سورہ نساء ۱۷۳)

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، ج ۲، ص ۳، (ج ۳، ص ۳۲۸، حدیث ۹)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۸، (ج ۱، ص ۷۹، حدیث ۳۳۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۶۳، (ج ۲، ص ۹۱۰، حدیث ۲۷۶)؛ احکام القرآن بصا ص، ج ۲، ص ۱۰۶، (ج ۲، ص ۸۷)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۳، ج ۸، ص ۱۵۰؛ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹، (ج ۶، ص ۲۱)



الکلالہ۔ پھر اپنی ڈاڑھی ہاتھوں میں لے کر کہا: خدا کی قسم! اس کا علم میرے نزدیک دنیا میں موجود تمام مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہے، میں نے رسول خداؐ سے ”کلالہ“ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: کیا تم نے اس آیت کے متعلق نہیں سنا جو گرمی کے موسم میں نازل ہوئی ہے ”اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی“۔ (۱)

۳۔ احمد بن حنبل عمر سے نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خداؐ سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: تمہارے لئے آیہ صیف کافی ہے۔ عمر نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا ہے وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ (۲)

۴۔ بیہقی نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے کہ اگر رسول خداؐ نے تین چیز کی وضاحت کر دی ہوتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی: ۱۔ خلافت؛ ۲۔ کلالہ؛ ۳۔ ربا۔ (۳)

۵۔ طبری نے عمر سے نقل کیا ہے کہ اگر میں ”کلالہ“ کا علم حاصل کر لیتا تو میرے لئے شام کے بلند و بالا اقصور سے زیادہ محبوب و مرغوب ہوتے۔ (۴)

۶۔ ابن مردویہ نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ عمر نے حصہ کو حکم دیا کہ رسول خداؐ سے ”کلالہ“ کے متعلق سوال کرے، آنحضرتؐ نے اسے ایک پرچہ پر تحریر کر کے پوچھا: یہ مسئلہ کس نے پوچھا ہے؟ کیا عمر نے... میری نظر میں وہ کبھی اسے قائم نہیں کر پائے گا، کیا آیہ صیف اس کے لئے کافی نہیں۔ (۵)

۷۔ مرہ بن شریل کا بیان ہے کہ عمر نے کہا: اگر رسول خداؐ نے تین چیزیں واضح کر دیں ہوتی تو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوتیں: کلالہ؛ ربا؛ خلافت۔ (۶)

- ۱۔ تفسیر طبری، ج ۶، ص ۳۰، (جلد ۴، ج ۶، ص ۴۴)؛ تفسیر دزمنشور سیوطی، ج ۲، ص ۲۵۱، (ج ۲، ص ۷۷)۔
- ۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۸، (ج ۱، ص ۶۳، حدیث ۲۶۲۳)۔
- ۳۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۵۵؛ مسند ابوداؤد طیالسی، ج ۱، ص ۱۲۔
- ۴۔ تفسیر طبری، (جلد ۴، ج ۶، ص ۴۳)؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۲۰، (ج ۱۱، ص ۸۰، حدیث ۳۰۶۹۲)۔
- ۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۹۳۔
- ۶۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۶۳، (ج ۲، ص ۹۱۱، حدیث ۲۷۲۷)؛ تفسیر طبری، ج ۶، ص ۳۰، (جلد ۴، ج ۶، ص ۴۳)؛ احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۰۵، (ج ۲، ص ۸۷)؛ المسند رک علیٰ الحسین، ج ۲، ص ۳۰۲، (ج ۲، ص ۳۳۳، حدیث ۳۱۸۸)؛ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹، (ج ۶، ص ۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۹۵؛ تفسیر دزمنشور سیوطی، ج ۲، ص ۲۵۰، (ج ۲، ص ۷۷)۔

۸۔ حاکم سے منقول ہے کہ عمر نے کہا: اگر میں نے رسول خدا سے تین چیزوں کے متعلق سوال کیا ہوتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب و عزیز ہوتے:

۱۔ ان کے بعد خلافت؛

۲۔ ایسی قوم سے جنگ حلال ہے جو کہتے تھے کہ زکات واجب ہے لیکن ہم آپ کو نہیں دیں گے؛

۳۔ کالہ (۱)

۹۔ حذیفہ سے ایک حدیث مروی ہے: وہ کہتے ہیں کہ آیہ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ نازل ہوئی تو رسول خدا نے حذیفہ کو اس کی تعلیم دی، حذیفہ نے عمر کو اس کی تعلیم سے بہرہ مند کیا، جب کئی مرتبہ ہو چکا تو عمر نے پھر حذیفہ سے سوال کیا، حذیفہ تھکا کر کہنے لگے: خدا کی قسم! بالکل احق ہو۔ رسول خدا نے جس قدر تعلیم سے بہرہ مند کیا تھا وہ سب کا سب تم کو بتا دیا، میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ (۲)

۱۰۔ شعبی سے منقول ہے: ابوبکر سے ”کالہ“ کے متعلق سوال کیا گیا، جواب دیا: میں اسے اپنے لئے بیان کروں گا اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ثابت ہو تو شیطان کی جانب سے، میری نظر میں یہ باپ بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا: میں خدا سے شرمسار ہوں کہ اسے ایسی چیز کی طرف پلٹاؤں جسے ابوبکر نے بیان کیا ہے۔ (۳)

۱۱۔ بیہقی نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: ”کالہ“ فرزند کے علاوہ کوئی چیز ہے، راوی کہتا ہے کہ ابوبکر نے کہا: ”کالہ“ فرزند اور باپ کے علاوہ کوئی اور ہے، جب انھوں نے ابولولو سے ضربت کھائی تو کہا: میں ابوبکر کی مخالفت میں حیا و شرم محسوس کرتا ہوں، ”کالہ“ باپ اور بیٹے کے علاوہ کچھ ہے۔ (۴)

۱۔ المسند رک علی النعمین، ج ۲، ص ۳۰۳، (ج ۲، ص ۳۳۲، حدیث ۳۱۸۶) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۹۵؛ تفسیر در منثور سیوطی، ج ۲، ص ۲۳۹، (ج ۲، ص ۷۵۴)۔

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۹۳۔

۳۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۳۶۵؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۳۔

۴۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۳۔



- ۱۲۔ سنن کبریٰ میں ہے کہ عرب بن خطاب نے کہا: ایک زمانہ میں ”کلالہ“ سے لاعلم تھا لیکن اس وقت میں کہتا ہوں کہ ”کلالہ“ وہ شخص ہے جس کا نہ باپ ہے اور نہ بیٹا۔ (۱)
- ۱۳۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں عمر کا زمانہ درک کرنے والا آخری آدمی تھا، میں نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: میری بات وہی ہے جو میں نے کہہ دی ہے اور اپنی بات پر قائم ہوں کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کا کوئی فرزند نہیں۔ (۲)

تبصرہ امینیؒ

یہ ”کلالہ“ خلیفہ محترم کے لئے کتنا مشکل تھا اور اسے کتنا پیچیدہ مسئلہ سمجھتے تھے کہ جس کا حکم بھی ان کے لئے سربستہ راز تھا حالانکہ یہ شریعت کا عمومی اور آسان حکم ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے رسول خداؐ سے سوال کیا تو آنحضرتؐ نے اس کا جواب دیا یا جواب نہیں دیا؟ اگر جواب دیا تو اسے محفوظ کیوں نہ کر سکے؟ یا یہ مسئلہ سمجھنے سے ان کا فہم و ادراک عاجز و قاصر کیوں رہا؟ حالانکہ یہ مسئلہ ان کے نزدیک سرخ اونٹوں، دنیا و مافیہا میں موجود اشیاء اور شام کے پر شکوہ مخلوق سے بھی زیادہ قیمتی تھا۔ اور اگر جواب سے محروم رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خداؐ اس سے اچھی طرح واقف تھے کہ وہ عمومی مسائل کو بھی حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول خداؐ نے اس کی تعلیم دی تھی، حصہ کے بقول: میں جانتا ہوں کہ تمہارے والد اس کی تعلیم حاصل کرنے سے عاجز ہیں۔ یا آنحضرتؐ کے بقول: میری نظر میں وہ اسے قائم نہیں کر سکتا۔ دراصل آنحضرتؐ واضح ترین حالت کا اعلان فرما رہے تھے اور قارئین کو حقیقت حال اور واقعیت سے مطلع فرما رہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز مسئلہ یہ ہے کہ ان کے بقول: ”میرے لئے یہ بات واضح نہیں تھی“

۱۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۴۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۵؛ المسند رک علی الحسنین، ج ۲، ص ۳۰۴، (ج ۲، ص ۳۳۲، حدیث ۳۱۸)۔



لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے حکم دینے سے پرہیز نہیں کیا اور الم و غم جو بھی ان کے ذہن میں آیا حکم دے دیا، اصل میں وہ ایسا کر کے خدا کے حکم سے جہالت اور نادانی کا ثبوت دے رہے تھے؛ خدا کا ارشاد ہے: ﴿لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ بِكَ عِلْمٌ...﴾ اور جس چیز کا تمہیں یقین نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو کیوں کہ کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی۔“ (۱)

وہ خدا کے اس ارشاد سے بھی غافل تھے: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقْوِيلِ لَا خَذَنَّا مِنْهُ بِالنِّمَنِ﴾ اور اگر یہ پیغمبر ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا، تو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور پھر اس کی گردن اڑا دیتے، پھر تم میں سے کوئی مجھے روکنے والا نہ ہوتا۔“ (۲)

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ وہ اس مسئلے میں ابو بکر کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ وہ بھی انہیں کی طرح قتالی کے بیگن ہیں۔ انہوں نے ابو بکر کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ میں بہت جلد اپنا نظریہ بیان کروں گا، اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے اور غلط ہو تو میرے اور شیطان کی طرف سے۔

﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾
 ”حالانکہ ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی علم نہیں ہے، یہ صرف وہم و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں اور گمان، حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہے۔“ (۳)

ابن حجر نے ”کلالہ“ کے سلسلے میں بہت سے اختلافات ملاحظہ فرمائے ہیں:

۱۔ من معین له الوالد والد۔ ۲۔ انها من سوی الوالد۔

۳۔ من سوی الوالد و والد الوالد۔ ۴۔ من سوی الولد۔

۵۔ الکلالہ اخوہ۔ ۶۔ الکلالہ ہی المال؛ وغیرہ۔

ان اختلافات کو ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: اس کثرت اختلاف کے پیش نظر عمر کا قول زیادہ

بہتر نظر آتا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ”کلالہ“ کے سلسلہ میں خاموش ہوں۔ (۴)

۲۔ الحاقہ ۴۳، ۴۷

۱۔ سورہ اسراء ۳۶

۳۔ فتح الباری فی شرح صحیح بخاری، ج ۸، ص ۲۱۵، (ج ۸، ص ۲۶۸)

۲۔ سورہ نجم ۲۹



گویادہ ”کلالہ“ کے سلسلے میں خلیفہ کی عذر تراشی کرنا چاہتے ہیں، گویادہ ”کلالہ“ کی آیت سے واقف نہیں، یہ آیت کسی پر کیسے غصی رہ گئی حالانکہ ان کے ہاتھوں میں موجود قرآن کریم کی یہ آیت دیکھی جاسکتی ہے:

﴿بَيْنَ اللَّهِ بِكُمْ أَنْ تَضِلُّوا﴾ پس خدا نے کس طرح بیان فرمادیا کہ خلیفہ جیسے افراد کہہ رہے ہیں کہ میرے لئے یہ واضح و روشن نہ ہوا، یہ اختلاف کہاں سے ظاہر ہوا اور شرح و بیان کے بعد بھی زیادہ ہوتے گئے؟ اور کس طرح رسول خدا ”کلالہ“ سے ناواقف شخص کے لئے آیہ صیغ کو کافی و دوانی سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ خلیفہ امت کا امام ہوتا ہے، امت کے اختلافات میں وہی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، نظریات و اعتقادات کے جھگڑوں میں انھیں کی اقتدا اور تاسی کی جاتی ہے، ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کی جہالت و نادانی کے سلسلے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں، خواہ امت مخالفت کرے یا نہ کرے؟

۳۰۔ خرگوش کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے: ایک شخص نے عمر سے خرگوش کے متعلق سوال کیا: عمر نے کہا: اگر حدیث میں کمی زیادتی کا خوف نہ ہوتا تو میں کچھ کہتا۔ میں ایسے شخص کے پاس روانہ کر رہا ہوں جو اس سلسلہ میں تمہیں پوری طرح سے مطمئن کر دے گا۔ پھر عمار کے پاس بھیج دیا، عمار نے کہا: ہم رسول خدا کے ہمراہ تھے، ایک جگہ ایک اعرابی نے آنحضرت کی خدمت میں خرگوش پیش کیا اور ہم نے اسے کھا لیا، اس اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اسے حیض کی حالت میں دیکھا تھا، رسول خدا نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ (۱)

میں یہ نہیں کہتا کہ خلیفہ محترم کو حدیث میں کمی و زیادتی سے جس چیز نے خوفزدہ کیا وہ حکم سے جہالت

۱۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۸، ص ۲۳۷، حدیث ۳۳۲۹)؛ محمد یحییٰ آغا، (ج ۲، ص ۸۳۲، حدیث ۱۱۷۹، مسند عمر بن خطاب)؛ کنز العمال، (ج ۸، ص ۵۰، حدیث ۳۳۵، حدیث ۳۱۷۲)؛ مسند ابویعلیٰ، (ج ۳، ص ۱۸۶، حدیث ۱۶۱۲)؛ عمدة القاری، (ج ۶، ص ۱۵۹، حدیث ۱۳۲)؛ مجمع الزوائد، (ج ۳، ص ۱۹۵، مسند احمد، ج ۱، ص ۵۲، حدیث ۲۱۰)۔

و نادانی تھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عمار اس مسئلہ میں ان سے زیادہ جانکار اور نقل روایات میں ان سے زیادہ امین تھے۔ میں نہیں جانتا کہ خرگوش کے علاوہ ہزاروں مختلف مسائل مثلاً اموال، نفوس اور ایقاعات و عقود کے سلسلہ میں یہ احتیاطی تدابیر کہاں تھی، حالانکہ وہ ان سے قطعی ناواقف تھے، میں ان تمام مسائل کو آپ کے علم و وجدان پر چھوڑتا ہوں۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ خرگوش کا گوشت کھانا گناہ نہیں ہے، اس کی صراحت ائمہ اربعہ کے علاوہ بہت سے علماء نے کی ہے، ہاں! عبد اللہ بن عمر بن عاص اور عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ وعایہ کی نظر میں اس گوشت کا کھانا مکروہ ہے۔ (۱)

۳۱۔ قصاص کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

ابن ابی حسین سے منقول ہے: ایک شخص نے ایک کافر ذمی کا سر پھوڑ دیا، عمر بن خطاب نے چاہا کہ قصاص لے کر اس کا جبران کریں۔ یہ دیکھ کر معاذ بن جبل نے کہا: آپ جانتے ہو کہ یہ کام صحیح نہیں ہے، رسول خدا سے یہی منقول ہے۔ یہ سن کر شکستہ سر کے عوض ایک دینار دیا اور وہ راضی و خوشنود ہو گیا۔ (۲)

۳۲۔ لولا معاذ لہلک عمر

ابوسفیان نے بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت کا شوہر دو سال تک لاپتہ رہا، واپس آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی زوجہ حاملہ ہے، اس نے عمر سے شکایت کی، انھوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ معاذ وہیں بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے: آپ کا اختیار صرف اس عورت پر ہے رحم میں موجود بچے پر نہیں۔ عمر نے سن کر کہا: اسے قید کر دو تا کہ وضع حمل کر سکے۔ وضع حمل کے بعد ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۶، ص ۲۵۹، (ج ۱۳، ص ۱۳۱)۔

۲۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۴، (ج ۱۵، ص ۹۷، حدیث ۴۰۲۳۳)۔



کے سامنے کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے، باپ نے اسے دیکھ کر اپنی شباہت کی وجہ سے پہچان لیا کہ یہ اسی کا بچہ ہے، اس نے حیح کر کہا: خدا کی قسم! یہ میرا بچہ ہے، میرا بچہ ہے۔ جب یہ واقعہ عمر کو معلوم ہوا تو کہا: عورتیں معاذ کے مانند بچے پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔

نبیہتی کے الفاظ ہیں: ایک شخص نے عمر کے پاس آ کر کہا: اے امیر المومنین! میں اپنی زوجہ سے دو سال تک دور رہا، واپس آنے پر پتہ چلا کہ وہ حاملہ ہے، عمر نے سنگسار کرنے کے متعلق چند افراد سے مشورہ کیا، معاذ بن جبل موجود تھے بولے: اے امیر! آپ صرف اس عورت پر حکم جاری کر سکتے ہیں، شکم میں موجود بچہ آپ کی دسترس سے باہر ہے۔

عمر نے وضع حمل تک زندان میں ڈلوادیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے سامنے کے دانت نمایاں تھے: اس شباہت کی وجہ سے باپ نے پہچان کر کہا: خدا کی قسم! یہ میرا بچہ ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: عورتیں معاذ کے مانند بچے پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتے۔ (۱)

۳۳۔ قصاص کے متعلق عقیدہ خلیفہ

کھول سے مروی ہے: عبادہ بن صامت نے ایک بھٹی شخص کو طلب کیا تا کہ وہ اس کے گھوڑے کو بیت المقدس کے نزدیک روکے رکھیں، اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو غصہ میں اس کا سر پھوڑ دیا، اس نے عمر بن خطاب سے شکایت کی، عمر نے عبادہ بن صامت سے سوال کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

کہا: اے امیر المومنین! میں نے اسے حکم دیا کہ میرے مرکب کو فلاں مقام پر روکے رکھے، اس

۱۔ سنن نبیہتی، ج ۷، ص ۳۳۳؛ جامع بیان العلم، ص ۱۵۰، (ص ۳۱۱، حدیث ۱۵۶۲)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۱۰، ص ۸۸، حدیث ۸۸۶۱)؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۸۲، (ج ۱۳، ص ۵۸۳، حدیث ۳۴۹۹)؛ التہذیب باقلائی، ص ۱۹۹؛ فتح الباری، ج ۱۲، ص ۱۲۰، (ج ۱۲، ص ۱۳۶)؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۲۷؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۵۰، (ج ۱۲، ص ۱۷۹، خلیفہ ۲۲۳)۔

نے انکار کیا تو میں نے اس کا سر پھوڑ دیا چونکہ میں ایک غصہ ور آدمی ہوں۔ عمر نے کہا: اس کی تلافی کرو۔ یہ دیکھ کر زید بن ثابت نے کہا: کیا آپ اپنے بھائی کو غلام کا قصاص ادا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، عمر اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہوئے حکم قصاص واپس لے لیا اور اس پر دیت عائد کی۔ (۱)

۳۴۔ مقتول ذمی کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مجاہد کا بیان ہے: عمر بن خطاب شام پہنچے، دیکھا کہ ایک مسلمان نے اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ جو مخصوص شرائط کے ساتھ اسلامی ممالک میں زندگی بسر کرتے ہیں) کو قتل کر دیا ہے، آپ نے اس پر قصاص مقرر کرنا چاہا۔ زید بن ثابت نے کہا: کیا اپنے غلام کا قصاص بھائی پر لادنا چاہتے ہیں، یہ سن کر عمر نے قتل کی دیت مقرر کی۔ (۲)

۳۵۔ مقتول ذمی کے متعلق دوسرا واقعہ

عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے: ایک ذمی شخص شام میں مارا گیا، عمر بن خطاب اس وقت شام میں موجود تھے، جب ان کو واقعہ معلوم ہوا تو کہا: تم لوگ ذمی کو مارنے کے جریس ہو، میں ان کے ہمراہ تم کو بھی قتل کروں گا۔

عمر بن عبید جراح نے کہا: آپ کے لئے یہ کام صحیح نہیں ہے۔ پھر نماز کے بعد ابو عبیدہ کو بلایا اور کہا: تم نے کیسے گمان کر لیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا؟ ابو عبیدہ نے کہا: کیا غلام کی وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر عمر چپ رہے اور پھر اس پر ہزار دینار دیت مقرر کی۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۳، (ج ۱۵، ص ۹۴، حدیث ۴۰۲۳۲)۔

۲۔ المصنف عبد الرزاق، (ج ۱۰، ص ۱۰۰، حدیث ۱۸۵۰۹)؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۳، (ج ۱۵، ص ۹۷، حدیث ۴۰۲۳۲)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۳، (ج ۱۵، ص ۹۴، حدیث ۴۰۲۳۲)۔

۳۶۔ معاف شدہ قاتل کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا جس نے ایک شخص کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تھا۔ خلیفہ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا، لیکن مقتول کے بعض بزرگوں نے اسے معاف کر دیا لیکن عمر پھر بھی اس کے قتل پر مصر رہے۔ یہ دیکھ کر ابن مسعود نے کہا: یہ جان سب کی ملکیت ہے، اس کے دلی نے اسے معاف کر کے گویا اس کو زندگی دی ہے، لہذا کسی کے لئے اس کا حق چھیننا جائز نہیں۔

عمر نے کہا: اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟ کہا: میری نظر میں اس کی دیت مقرر کر کے چھوڑ دیجئے۔ عمر نے کہا: میرا نظریہ بھی یہی ہے۔ (۱)

۳۷۔ انگلیوں کے متعلق عقیدہ خلیفہ

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے انگلیوں کی دیت معین کی، انگوٹھے کے لئے تیرہ دینار، اس کے بعد والی انگلی پر بارہ، درمیانی انگلی پر دس، اس کے بعد والی انگلی پر نو اور چھوٹی انگلی پر چھ دینار مقرر کیا۔

دوسری روایت ہے: عمر نے انگوٹھے پر پندرہ، اس کے بعد والی انگلی پر دس، درمیان والی انگلی پر دس، اس کے بعد نو [۹] اور سب سے چھوٹی والی انگلی پر چھ دینار کی دیت مقرر کی۔ ابن عطفان سے مروی ہے کہ ابن عباس نے انگلیوں پر دس دینار دیت مقرر کی۔ مروان نے ان کے پاس آدمی بھیج کر کہا: تم نے دس دس دینار مقرر کی ہے، حالانکہ عمر کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ ابن عباس نے کہا: خدا رحم کرے، رسولؐ کے فرمان کی اطاعت کی جائے یا قول عمر کی۔ (۲)

۱۔ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۲۹۵، (ج ۷، ص ۳۲۹)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۶۰۔

۲۔ کتاب الام شافعی، ج ۱، ص ۵۸، (ج ۱، ص ۱۵۱)؛ اختلاف المحدث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام، ج ۷، ص ۱۴۰، (ص ۴۷۸)؛

کتاب الرسالہ شافعی، ص ۱۱۳، (ص ۴۲۲، حدیث ۱۱۶۰)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۹۳۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: صحاح و مسانید میں ہے کہ رسول خداؐ نے انگلیوں پر دس دس دینار مقرر فرمایا ہے جیسا کہ ابن عباس نے فتویٰ دیا اور یہی سنت رسولؐ ہے، لیکن عمر بن خطابؓ کی قضاوت میں خود ان کا ذاتی نظریہ کارفرما ہے۔ ابن عباس نے بھی اس کی وضاحت کر دی ہے کہ رسول خداؐ کے حکم کی پیروی عمر بن خطابؓ کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ خلیفہ اسے جانتے ہوئے مخالفت کر رہے تھے یا اس سے لاعلم تھے۔

۳۸۔ جنین کی دیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

مسور بن مخرمہ سے منقول ہے:

عمر بن خطابؓ نے جنین کو ساقط کرنے والی عورت کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا، مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا: میں نے اس سلسلے میں ایک غلام یا کنیز آزاد کرنے کے متعلق رسول خداؐ سے سنا ہے۔ عمر نے کہا: ایک گواہ پیش کرو۔ یہ سن کر محمد بن مسلم نے گواہی دی۔ (۱)

عردہ سے منقول ہے کہ عمر نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا: اگر کسی نے رسول خداؐ سے جنین کی دیت کے بارے میں کوئی حکم سنا ہے تو بیان کرے؟ مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا: رسول خداؐ نے اس سلسلے میں ایک غلام یا کنیز کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: کوئی گواہ پیش کرو۔ محمد بن مسلم گواہی دیتے ہوئے بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خداؐ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (۲)

ابن داؤد کی عبارت ہے: یہ سن کر عمر نے کہا: اللہ اکبر! اگر میں اسے نہ سنتا تو اس کے برخلاف

۱۔ صحیح بخاری کتاب الدیات باب المرأة، (ج ۶، ص ۲۵۳۱، حدیث ۶۵۰۹)؛ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۳۱، حدیث ۵۱۵، حدیث ۳۹، کتاب القسامۃ والاحاریم)؛ سنن ابوداؤد، (ج ۲، ص ۲۵۵، حدیث ۱۹۱، حدیث ۳۵۷۰)؛ مسند احمد، (ج ۳، ص ۲۳۳/۲۳۴، حدیث ۵، ص ۲۹۶، حدیث ۶۷۷۰/۱۷۷۰۹، حدیث ۱۷۷۰۸)؛ سنن بیہقی، (ج ۸، ص ۱۱۳)۔
۲۔ صحیح بخاری، (ج ۶، ص ۲۵۳۱، حدیث ۶۵۱۰)؛ سنن بیہقی، (ج ۸، ص ۱۱۵)۔



حکم دے دیتا۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے:

عمر نے لوگوں سے جنین کی دیت کے بارے میں سوال کیا تو حمل بن نابغہ نے کہا: رسول خداؐ نے ایک غلام یا کنیز آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۲)

شافعی نے اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ عمر نے کہا: اگر میں اسے نہیں سنتا تو اس کے برخلاف فیصلہ نہ دیتا۔

ابن حجر کا بیان ہے کہ احمد اور دوسرے ائمہ صحاح و مسانید نے صحیح سند سے طاووس اور ابن عباس کے طریق سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خلیفہ محترم کو بکھری اور بے ترتیب عقلوں کی کتنی ضرورت ہے کہ وہ قبیلہ ثقیف کے زانی اور دین خدا و شریعت محمدیؐ میں جھوٹ اور افتراء پر دوازی کا انبار لگانے والے شخص کی گواہی کو جناب عباس کے دعویٰ کے لئے صحیح سمجھتے ہیں، حالانکہ ابن عباس کو رسول خداؐ نے بحرین عطا فرمایا تھا اور ان کی ملکیت قرار دی ہے۔ (۴) یا حمل بن نابغہ جیسے لوگوں سے استناد کریں، جس سے اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث مروی ہی نہیں۔ (۵)

افسوس تو یہ ہے کہ وہ اس آسان مسئلہ سے اپنی جہالت کا بباغک دل اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اللہ اکبر! اگر اسے نہیں سنتا تو اس کے برخلاف فیصلہ کر دیتا۔

۱۔ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۵۶، (ج ۳، ص ۱۹۲، حدیث ۴۵۷۳)۔

۲۔ کتاب الرسالہ، شافعی، ص ۱۱۳؛ اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام، ج ۷، ص ۲۰، (ص ۴۷۹)؛ عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۳۱۰، (ج ۲۳، ص ۶۷)؛ تہذیب المعجم، ج ۳، ص ۳۶، (ج ۳۲، ص ۳۲)۔

۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵۹۔

۴۔ تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۵۶، (ج ۶، ص ۳۶۷، نمبر ۸۲)۔

۵۔ تہذیب المعجم، ج ۳، ص ۳۶، (ج ۳۲، ص ۳۲)۔

۳۹ چور کے بارے میں خلیفہ کی رائے

عبدالرحمن بن عائد سے منقول ہے: ایک ایسے چور کو عمر کے پاس لایا گیا جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے تھے۔ عمر نے حکم دیا کہ اس کا پیر کاٹ دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ”بس خدا اور رسول سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انہیں ارض و وطن سے نکال باہر کیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں عذاب عظیم ہے۔“ (۱) اس کے ہاتھ پیر تو پہلے ہی کٹے ہوئے ہیں، اس کا پیر کاٹنا مناسب نہیں، لہذا اسے چھوڑ دو کہ یہ معذور ہے یا اگر سزا دینا چاہتے ہو تو تعزیر کر دیا زندان میں ڈال دو۔ عمر نے اسے مقید کر دیا۔ (۲)

۴۰۔ ملکہ روم کے تحفہ میں خلیفہ کا اجتہاد

قنادہ سے منقول ہے: عمر نے بادشاہ روم کی جانب ایک سفیر روانہ کیا تو ان کی زوجہ ”ام کلثوم“ نے ایک دینار قرض لے کر عطر خرید اور اسے شیشی میں رکھ کر سفیر کے حوالے کیا کہ اسے بادشاہ روم کی زوجہ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب عطر پہنچا تو اس نے کچھ جواہرات سفیر کے حوالے کرتے ہوئے کہا: اسے زوجہ عمر کی خدمت میں میری طرف سے تحفہ پیش کر دینا۔

چنانچہ جواہرات ام کلثوم کو موصول ہوئے، انہوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، تبھی عمر نے آکر

۱۔ سورہ مائدہ/۳۲

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۷۸؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۸، (ج ۵، ص ۵۵۳، حدیث ۱۳۹۲۸)۔



پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، عمر تمام جواہرات کو سمیٹ کر مسجد آئے اور صلوٰۃ جامعہ کا اعلان کر دیا (یعنی تمام افراد حاضر ہوں)۔

جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے واقعہ بتاتے ہوئے جواہرات کی نشاندہی کی اور کہا: تم لوگوں کی نظر میں اسے کیا کرنا چاہئے؟ لوگوں نے کہا: ہماری نظر میں آپ اس کے مستحق ہیں اس لئے کہ یہ بادشاہ روم کی زوجہ کی جانب سے آپ کی زوجہ کے لئے تحفہ ہے، ٹیکس نہیں۔ عمر نے کہا: لیکن یہ زوجہ امیر المومنین ہے، سفیر بھی مومنوں کے امیر کا سفیر ہے اور جس مرکب پر سوار ہو کر گیا تھا وہ بھی مومنوں کا مال ہے، اگر مومنین نہ ہوتے تو ان میں سے کچھ بھی نہ ہوتا لہذا میری نظر میں یہ مسلمانوں کے بیت المال کا مال ہے، ہم ام کلثوم کو صرف ان کے عطر کا ہزینہ دیں گے۔ یہ کہہ کر جواہرات کو فروخت کر دیا اور زوجہ کو ایک دینار دے کر تمام اموال بیت المال میں ڈال دیا۔ (۱)

مر وی ہے کہ ابو عبیدہ کی زوجہ نے بادشاہ روم کو تحفہ ارسال کیا، اس نے بھی اس کے عوض کچھ جواہرات زوجہ ابو عبیدہ کی خدمت میں پیش کئے۔

جب عمر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسے فروخت کر دیا اور تحفہ کا اصلی سرمایہ دیتے ہوئے باقی اموال بیت المال میں ڈال دیا۔ (۲)

۳۱۔ مغیرہ کو کوڑے مارنے کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

عبدالرحمن بن ابی بکر سے منقول ہے: ابو بکر، زیاد، نافع اور ثبلی بن معبد ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مغیرہ گھر کے نیچے تھا اچانک ہوا تیز ہوئی اور دروازہ کھل گیا، دیکھا کہ مغیرہ عورت کے دونوں پیر کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔

ایک نے دوسروں سے کہا: ہم سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ ابو بکر، نافع

۱۔ فتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۱۳، (ج ۲، ص ۲۶۵)

۲۔ فتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۱۳، (ج ۲، ص ۲۶۵)

اور شہلی نے گواہی دی لیکن زیاد نے کہا: میں نہیں جانتا کہ دخول ہوا ہے یا نہیں۔

یہ سن کر عمر نے زیاد کے علاوہ سب کو تازیانہ مارا، ابو بکر نے کہا: کیا آپ نے ہم پر حد افتراء جاری کرتے ہوئے کوڑے نہیں برسائے؟ کہا: کیوں نہیں۔ کہا: خدا کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے دخول کیا ہے۔

عمر نے دوبارہ چاہا کہ اسے کوڑے ماریں لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر ابو بکر کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے تو اپنے رفیق مغیرہ کو سنگسار کرو اور ایسا نہیں ہے تو تم اسے کوڑے مار چکے ہو، یعنی تہمت لگانے پر دو مرتبہ کوڑا نہیں مارا جاتا۔

دوسری عبارت ہے: عمر نے دوبارہ حد لگانے کا ارادہ کیا، تو حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: اگر حد ہی لگانا ہے تو اپنے دوست مغیرہ کو سنگسار کرو۔ یہ سن کر اسے کوڑا نہیں مارا اور آزاد کر دیا۔ تیسری تعبیر ہے: عمر نے ابو بکر کو مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر مارنا ہی مقصود ہے تو مغیرہ کو سنگسار کرو۔ (۱)

تفصیلی واقعہ

انس بن مالک سے منقول ہے: مغیرہ بن شعبہ دو پہر کے وقت دارالامارہ سے باہر نکلا، ابو بکر اور نفع ثقفی نے دیکھ کر پوچھا: امیر کہاں جا رہے ہیں؟ مغیرہ نے کہا: کچھ کام درپیش ہے۔ انھوں نے کہا: اپنی ضرورت بیان کریں، آپ ہمارے امیر ہیں، ہم آپ کی ضرورت پوری کریں گے۔ راوی کا بیان ہے: ام جہیل بنت اہقم، ابو بکر کی پڑوسی تھی، مغیرہ اس کی تلاش میں آیا تھا اور ام جہیل کا گھر اور بالا خانہ ابو بکر کے بالا خانہ کے مساوی تھا۔

چنانچہ ابو بکر اپنے کمرے میں نافع، زیاد اور شہلی بن معبد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اچانک ہوا تیز ہوئی



جس کی وجہ سے اس عورت کا دروازہ کھل گیا؛ انھوں نے دیکھا کہ مغیرہ ام جہیل کے ساتھ جمع میں مشغول ہے، یہ دیکھ کر ابو بکر نے کہا: ہم سخت ترین مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں لہذا غور سے دیکھو، سب نے بغور دیکھا اور یقین کر لیا۔

ابو بکر بالا خانے سے نیچے آیا، مغیرہ بھی عورت کے گھر سے باہر آیا تو کہا: ہم تیری ذلیل حرکت سے واقف ہو چکے ہیں ہم سے دور رہو۔

مغیرہ نے اس کے بعد لوگوں کے ہمراہ نماز ظہر پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن ابو بکر نے اس کی ممانعت کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! تم نے ایسا کام کیا ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کا حق حاصل نہیں۔ لوگوں نے کہا: اسے نماز پڑھنے دو اور اس واقعہ کو عمر کے پاس لکھ بھیجو، لوگوں نے تمام واقعہ کی تفصیل لکھ کر عمر کے پاس روانہ کر دی۔

عمر نے جواب دیا کہ تمام گواہ اور مغیرہ میرے پاس آئیں۔

مصعب بن سعد کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب نے بیٹھ کر مغیرہ اور تمام گواہوں کو طلب کیا، پہلے ابو بکر آگے بڑھا، عمر نے پوچھا: کیا تم نے اسے دونوں ران کے درمیان دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم! گویا اس کے ران کے آبلہ کو دیکھ رہا تھا۔ مغیرہ نے کہا: بہت خوب کافی غور سے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! تمہارے لئے ایسی بات ثابت ہوئی ہے جو تمہیں بدنام کر دے گی۔ عمر نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں اس وقت تک حد جاری نہیں کروں گا جب تک تم گواہی نہ دو گے کہ تم نے اسے ایسے دیکھا ہے جیسے تیلی سرمہ دان میں داخل ہوتی ہے، اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم! میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔

عمر نے کہا: مغیرہ تیرا ایک حصہ جاتا رہا۔

اس کے بعد نافع کو بلا کر پوچھا: کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہا: جس کی ابو بکر نے گواہی دی

ہے۔

عمر نے کہا: حتیٰ گواہی دو کہ تیلی کو سرمہ دان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

کہا: ہاں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں، یہ سن کر عمر نے کہا: مغیرہ تیرا نصف حصہ جاتا رہا۔

پھر تیسرے کو بلا کر کہا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہا: جس کی میرے اور دوستوں نے گواہی دی ہے، عمر نے پھر اپنی بات کی تکرار کی تو اس نے کہا: ہاں! میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔

اس کے بعد عمر نے چوتھے شخص ”زیاد“ کو خط لکھ کر بلوایا، راوی کا بیان ہے کہ عمر نے اسے آتا ہوا دیکھ کر کہا: میں ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کی زبان سے مہاجرین کی ایک فرد ہرگز ذلیل و رسوا نہیں ہوگی۔

زیاد نے کہا: اے امیر المؤمنین! البتہ حق و حقیقت وہی ہے جس کی ان لوگوں نے گواہی دی ہے، میں نے بھی ایک مذموم منظر دیکھا ہے، کراہنے اور تیز سانسوں کی آوازیں بھی سنی ہیں، میں نے اسے ام جمیل کے شکم پر پڑا ہوا دیکھا ہے، عمر نے کہا: کیا تم نے اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دان میں تیلی داخل ہوتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

دوسری عبارت ہے: اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ ام جمیل کے دونوں پیروں کو بلند کئے ہوئے ہے، اس کے دونوں انڈے، ران کے درمیان رفت و آمد کر رہے تھے، کراہنے اور سانسوں کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھی۔

طبری کی تعبیر ہے: میں نے اسے عورت کے دونوں پیروں کے درمیان دیکھا، دو خضاب شدہ پیروں کو آپس میں مخلوط دیکھا، میں نے مقعد اور ماتحت کا نمایاں طور پر مشاہدہ کیا اور تنفس کی شدید آوازیں سنی۔

یہ سن کر عمر نے کہا: کیا تم نے اسے سرمہ دان میں تیلی داخل ہونے کے مانند دیکھا؟ کہا: نہیں۔ یہ سن کر عمر نے کہا: اللہ اکبر! اٹھ کر ان سب پر حد جاری کرو۔ چنانچہ وہ اٹھ کر ابو بکر کی طرف آیا اور اسی کوڑا لگایا۔

وہ زیاد کے قول سے کافی خوشحال ہوئے اور مغیرہ کو سنگسار کرنے سے باز آئے۔ ابو بکر نے کوڑے کی دیت سننے کے بعد کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے ایسا دیا کیا ہے، یہ سن کر عمر نے اسے دوبارہ



مارنا چاہا تو حضرت علیؑ نے اس عمل سے باز رکھا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اگر اس واقعہ میں خلیفہ عدالت و انصاف کے متقاضی ہوتے تو ابو بکر کو دو مرتبہ کوڑے مارنے کا ارادہ نہ کرتے اور اس سلسلے میں ان پر مغیرہ کو سنگسار کرنے کا حکم مخفی نہ رہتا۔

سب سے حیرت انگیز بات وہ ہے جسے خلیفہ نے زیاد سے اس وقت کہا تھا جب وہ گواہی دینے کے لئے آیا تھا، چنانچہ جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے کہا: میں ایسے شخص کا چہرہ دیکھ رہا ہوں جس سے ایک صحابی رسولؐ سنگسار نہیں ہو سکتا اور اس کی گواہی سے ذلیل و خوار نہیں ہوگا۔ (۲)

یہ کہنا کہ میں ایسے تیز طرار جوان کو دیکھ رہا ہوں جو حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا اور کسی بات کو پوشیدہ رکھنے سے دریغ نہیں کرتا۔ (۳)

اصل میں یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس سے قبل جن لوگوں نے گواہی دی ہے وہ صحیح نہیں ہیں، زیاد بھی خلیفہ کے اشارہ کو خوب سمجھتا تھا کہ وہ مغیرہ سے سقوط حد کے خواہش مند ہیں لہذا ایسی بات کہی جو گواہی سے خارج تھی لیکن اسے کیا کہئے کہ اس کی زبان بیان حقیقت کے سلسلہ میں بے اختیار ہو گئی اور غیر ارادی طور پر حقیقت حال بیان کرنے لگا: اس نے دیکھا کہ دو ماتحت اور مقعد نمایاں ہیں، مغیرہ کے دونوں انڈے، ام جمیل کے رانوں کے درمیان رفت و آمد کر رہے ہیں، اس نے رنگین پیروں کو اوپر کی جانب اٹھا ہوا دیکھا، تنفس کی شدید آوازیں سنی اور پھر اسے ام جمیل کے اوپر پڑا ہوا دیکھا، کیا ایسی صورت میں بھی کوئی راہ فرار ہے کہ بے وجہ سرمہ دان میں تیلی داخل ہونے کی بات کی جائے؟۔

۱۔ لا غانی، ج ۱۴، ص ۱۳۶، (ج ۱۶، ص ۱۰۵)؛ تاریخ طبری ج ۴، ص ۲۰۷، (ج ۴، ص ۲۶۹، حوادث ۷۱ھ)؛ محتوح البلدان، ج ۳۵۲، (ص ۳۳۹)؛ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۸، (ج ۲، ص ۱۵۹، حوادث ۷۱ھ)؛ تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۴۵۵، (ج ۶، ص ۳۶۳، نمبر ۸۲)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۸۱، (ج ۷، ص ۹۳، حوادث ۷۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۱، (ج ۱۲، ص ۲۳۳/۲۳۲، خطبہ ۲۲۳)؛ عمدۃ القاری، ج ۶، ص ۳۳۰، (ج ۱۳، ص ۳۰۸)۔

۲۔ فتوح البلدان، ج ۳۵۲، (ص ۳۳۰)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۵۔

جی ہاں! اس واقعہ میں مخصوص اور ذاتی اجتہاد کا مقصد یہ تھا کہ خاص افراد سے حد ساقط ہو جائے۔ اس کے علاوہ خود خلیفہ کو مغیرہ کی بدبختی اور بدنامی کا مکمل یقین تھا جس کا ثبوت خلیفہ کی گفتگو سے فراہم ہوتا ہے: خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ ابو بکر نے تم پر جھوٹا الزام نہیں لگایا ہے، اس وقت مجھے خوف تھا کہ کہیں آسمان سے عذاب نہ نازل ہو جائے۔

خلیفہ نے یہ بات اس وقت کہی جب ام جمیل نے حج کے موقع پر عمر سے ملاقات کی اور مغیرہ بھی موجود تھا۔ عمر نے ام جمیل کے بارے میں مغیرہ سے سوال کیا۔

مغیرہ نے کہا: یہ ام کلثوم بنت علی ہے، عمر نے کہا: کیا تو تجاہل سے کام لے رہا ہے اور اپنے آپ کو موثق ثابت کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ ابو بکر نے جھوٹا الزام نہیں لگایا ہے۔ (۱)

اے کاش! میں جان پاتا کہ عمر آسمانی ”عذاب“ سے کیوں خوف زدہ تھے؟ کیا اس حد کو جاری نہ کرنے کی بنا پر جو صحیح تھا یا حکم خدا کو معطل کرنے کی وجہ سے؟ یا اس ابو بکر کو کوڑے مارنے کی وجہ سے جنہیں بہترین اور نیک اصحاب میں شمار کیا گیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

یہ امیر المومنین ہی تھے جنہوں نے اپنے یقین کی بنا پر عمر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ پتھروں کی بارش سے خوف زدہ ہو گئے، اس سے حضرت علیؓ کے قول کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اگر مغیرہ اس سے دستبردار نہ ہوا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا یا حضرت کا یہ کہنا کہ مغیرہ جب بھی ہاتھ آیا اسے سنگسار کروں گا۔ (۲)

شاعر عذیر حسان بن ثابت نے ایک قصیدہ میں مغیرہ کی مذمت کرتے ہوئے اس واقعہ کو نظم کیا ہے جس کا ایک شعر ہے:

لو ان اللوم غیب کان عبداً قبیح الوجه المور من ثقیب (۳)

۱۔ لا غانی، ج ۱۳، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹): شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۲، (ج ۱۲، ص ۲۳۸، خطبہ ۲۲۳)۔

۲۔ لا غانی، ج ۱۳، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹)۔

۳۔ لا غانی، ج ۱۳، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹): شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۲، (ج ۱۲، ص ۲۳۸، خطبہ ۲۲۳)۔

ابن ابی الحدید کو اس میں کوئی شک نہیں کہ مغیرہ نے ام جمیل کے ساتھ زنا کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ زنا کی خبر لوگوں کے درمیان بہت زیادہ مشہور تھی۔ (۱) لیکن اس کے باوجود بھی عمر بن خطاب سقوط حد کے سلسلہ میں خطا کے مرتکب نہیں۔ وہ عمر کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام ورہر کے لئے جائز ہے کہ وہ حد کو ساقط کرے، چاہے وجوب حد کا گمان غالب ہی کیوں نہ ہو۔

ابن ابی الحدید پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ شبہات کی بنا پر حد کو ساقط کرنا صرف مغیرہ سے مختص نہیں بلکہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ گواہی دینے والے افراد کے حال و احوال کی بھی رعایت کرتے ہوئے حد ساقط کریں۔

امام کو یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ وہ ایک ایسے انسان سے حد ساقط کرے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں سب سے زیادہ زنا کرتا تھا؟ کیا چار افراد کی گواہی کے باوجود بھی خلیفہ کو مغیرہ کے گناہ کا یقین نہیں تھا؟ پھر انہوں نے اس کے گناہ پر مغیرہ کو سزا کیوں نہیں دی؟ یا پھر یہ کہ اس کا گناہ ہی سزا کے لائق نہیں تھا۔

کیا یہ خلیفہ کا اجتہاد نہیں تھا کہ اگر کوئی شخص بستر پر ایک لحاف میں کسی عورت کے ساتھ پایا گیا تو اسے پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے گی؟!

یا عبد اللہ بن مسعود نے یہی حکم نافذ نہیں کیا تھا؟ چنانچہ جب مرد و عورت ایک لحاف میں پائے گئے تو عبد اللہ نے دونوں کو چالیس چالیس کوڑوں کی سزا دی اور انہیں لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ دیکھ کر مرد و عورت کے خاندان والوں نے عمر کے پاس آ کر شکایت کی۔ عمر نے ابن مسعود سے کہا: یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

ابن مسعود نے کہا: ہاں! میں نے ان دونوں کو سزا دی ہے۔ عمر نے کہا: کیا تم نے اس حالت میں دیکھا تھا؟ کہا: ہاں! میں نے دیکھا تھا۔

تو عمر نے کہا: تم نے جو کچھ دیکھا اور مقرر کیا وہ بہت اچھا ہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس فریادی بن کر آئے تھے لیکن ہم نے دیکھا کہ وہ خود ہی ابن مسعود کے سامنے سوالی بنے بیٹھے ہیں۔ (۱)

جی ہاں! قارئین کو چاہئے کہ وہ متذکرہ واقعات میں غور و فکر کریں کہ ان میں حکم کا دار و مدار صرف لحاف پر ہے لیکن مغیرہ اور ام جمیل کے گناہوں میں لحاف ہے ہی نہیں، اسی لئے آشکارا گناہ کرنے کے بعد بھی حد سے محفوظ رہے۔

یہ ہے مغیرہ اور یہ ہیں ام جمیل کے ساتھ اس کی شرارتیں اور گناہ۔ اسی مذموم اور قبیح عمل کے ذریعہ اسلام میں اور اس سے پہلے بھی پہچانا گیا ہے۔

یہی مغیرہ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں ان کے پاس آکر اپنی خام خیالی میں ان کو نصیحت کرنا چاہتا ہے کہ معاویہ کو کچھ دنوں کے لئے شام کا گورنر مقرر کر دیں، بعد میں جو چاہیں کرتے رہیں۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ ان افراد میں سے نہیں تھے جو سستی کا مظاہرہ کریں، دشمنان خدا سے دین کے امور میں مشورہ لیں اور سیاست کو حکم شریعت پر ترجیح دیں، پھر یہ کہ معاویہ جیسے افراد کے لئے ایسا سوچنا بھی لغو ہے جس کا ایک دن، تباہی اور فسادات کے اعتبار سے ایک سال کے برابر ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت نے مغیرہ کی رائے مسترد کر دی۔ آپ گمراہ اور ذلیل لوگوں کو اپنا بازو کیسے بنا سکتے تھے۔

لہذا مغیرہ تملکا کر اٹھا اور آپ کی طرف پشت کر کے گنگنانے لگا:

نصحت علیا فی ابن ہند نصیحه فردت فلم اسمع لها الدھر ثانیہ

”میں نے علی بن ابی طالب کو معاویہ کے سلسلے میں بہترین وصیت کی لیکن انہوں نے صلاح دیکھ کر میری تردید کر دی اور دوسری دنیا نے ان کے بارے میں کچھ بھی نہ سنا، میں نے ان سے کہا کہ اس کے منصب اور حکومت کا فرمان صادر کیجئے کہ وہ ایک سیاست داں ہے، اس کی سیاستوں کی وجہ سے اس کا خیال رکھئے۔ انہوں نے میری نصیحتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کے لئے نصیحت و مصلحت



اندیشی کافی تھی۔ (۱)

علامہ اردو باری نے چند اشعار میں اس کا جواب دیا:

آتیت امام المسلمین بغدره فلم تلف نفسامنه الغدر صاغیه

”امام المسلمین کی خدمت میں تو منصوبہ بندی کے ساتھ آیا، لیکن انہوں نے اس فریبی جال کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ رکھا اور جب انہوں نے اس میں خیانت کی بو محسوس کی تو مکرو و فریب سے بھرپور باتیں ان پر اثر انداز نہ ہوئیں۔“

مغیرہ ان افراد میں سب سے آگے تھا جو امیر المومنین کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے۔

ابن خدری کا بیان ہے: کچھ خطیب کوفہ میں مغیرہ کے پاس آئے، حصصہ بن صوحان نے کھڑے ہو کر چند باتیں بیان کی۔ تو مغیرہ نے کہا: اسے لے جا کر ایک پتھر پر اس وقت تک باندھے رکھو جب تک یہ حضرت علیؑ پر سب دشتم اور لعنت و ملامت نہ کرے۔ یہ سن کر حصصہ چیخ پڑے: لعن الله من لعن الله ولعن ابن ابی طالب ”خدا اس شخص پر لعنت کرے جو خدا اور ابن ابی طالب پر لعنت کرتا ہے“۔ جب مغیرہ کو اس کی خبر ہوئی تو کہا: خدا کی قسم! میں اسے زندان میں ضرور ڈالوں گا۔ وہ باہر آ کر بولا: مغیرہ علیؑ کو نہیں مانتا لہذا ان پر لعنت کر۔ انہوں نے کہا: خدا اس پر لعنت کرے جو علیؑ پر لعنت کرتا ہے۔ یہ سن کر مغیرہ نے کہا: اسے باہر نکالو تاکہ خدا اسے موت کے گھاٹ لگائے۔ (۲)

احمد بن حنبل نے قطبہ بن مالک سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (لعنہ اللہ) نے حضرت علیؑ پر دشنام طرازی کی۔ یہ سن کر زید بن ارقم نے کہا: تم تو جانتے ہو کہ رسول خداؐ مردہ لوگوں پر گالی گلوچ کی ممانعت فرماتے تھے۔ لہذا علیؑ کو گالی کیوں دیتے ہو حالانکہ وہ مر چکے ہیں۔ (۳)

۱۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۱۶، (ج ۲، ص ۳۷۱)؛ تاریخ طبری ج ۵، ص ۱۶۰، (ج ۳، ص ۳۳۰، حوادث ۳۵ھ)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۲۸، (ج ۸، ص ۳۷۷، حوادث ۶۰ھ)؛ استیعاب، ج ۱، ص ۲۵۱، (القسم الرابع، ج ۱، ص ۱۳۳۷، نمبر ۲۳۸۳)؛ تاریخ یوفلنداء، ج ۱، ص ۱۷۲

۲۔ رسائل حافظ، ج ۹۲، (ص ۴۳۵، رسالہ سیاسیہ)؛ الاذکیاء، ج ۹۸، (ص ۱۶۸)

۳۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶۹، (ج ۵، ص ۴۹۶، حدیث ۱۸۸۰۲)

احمد بن حنبل نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مغیرہ نے اپنے خطبہ میں حضرت پردشام طرازی کی توسعید بن زید نے اعتراض کیا۔ (۱)

۴۲۔ کل افقہ من عمر حتی العجایز

عمر شام سے مدینہ کی جانب اکیلے روانہ ہوئے تاکہ لوگوں کے حالات سے بھی باخبر ہو سکیں۔ ایک ضعیف کے خیمہ سے عبور کر رہے تھے کہ احوال پرسی کے خیال سے ٹھہر گئے۔ اس ضعیف نے پوچھا: اے شخص! عمر کی کیا خبر ہے؟ کہا: وہ شام سے آتا ہی چاہتے ہیں۔

کہا: خدا انہیں غارت کرے۔ عمر نے کہا: تم پر افسوس! ایسا کیوں کہتی ہو؟ ضعیف نے کہا: کیوں کہ خدا کی قسم! وہ جب سے خلیفہ ہوئے ہیں، ایک درہم کی بھی بخشش نہیں ہوئی ہے۔ عمر نے کہا: اے عورت! تم پروای! ممکن ہے ان کو تمہاری حالت کی خبر نہ ہو، تو خیمہ میں پڑی رہتی ہے۔ اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! میں گمان بھی نہیں کر سکتی کہ لوگوں پر ولایت رکھنے والا انسان مشرق و مغرب کے حالات سے بے خبر ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر روتے ہوئے وہاں سے واپس آئے اور کہا: واعمراہ، و اخصوماہ کل واحد الفقہ منک یا عمر "اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عقلمند اور دانا ہے۔"

ایک دوسری تعبیر ہے: اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عالم ہے حتیٰ بوڑھی عورتیں بھی۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: اس واقعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ امام کا علم تمام چیزوں یا اکثر امور خاص طور سے دینی احکام و شرائع پر محیط ہوتا ہے، جو مسائل عمومی ہوتے ہیں ان کا جاننا خلیفہ کے لئے از بس ضروری ہے، لیکن ہم ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ خلیفہ ان سے ناواقف تھے، ان کو خود اس بات کا اعتراف تھا کہ ہر مسلمان ان سے زیادہ جانتا اور عالم ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۸۸، (ج ۱، ص ۳۰۷، حدیث ۱۶۳۳، ص ۳۰۸، حدیث ۱۶۳۱/۱۶۳۰)

۲۔ ریاض البصرۃ، ج ۲، ص ۵۷، (ج ۲، ص ۳۳۲): الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۳۰۸، (ج ۲، ص ۲۶۱): نور الابصار، ص ۶۵، (ص ۱۳۳)

۴۳۔ گالی گلوچ کرنے والے دو افراد کے متعلق خلیفہ کا مشورہ

بیہقی نے ”سنن“ میں نقل کیا ہے: عمر کی خلافت کے زمانے میں دو افراد نے آپس میں بدگلائی کی، ایک نے دوسرے سے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے ماں باپ کو زنا کا مرتکب نہیں سمجھتا۔
عمر نے اس سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کیا، ایک نے کہا: اس نے دوسرے شخص کے والدین کی مدح و ستائش کی ہے۔ دوسرے نے کہا: اس کے علاوہ اور بھی طریقے تھے جس کے ذریعہ وہ اس کے والدین کی تعریف کر سکتا تھا۔ میری نظر میں اسے کوڑے مارنا چاہئے۔ یہ سن کر عمر نے اسی کوڑے مارے۔ (۱)

نیشاپوری نے اپنی تفسیر (۲) میں سورہ نور کی آیہ مبارکہ ﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ﴾ ”اگر کوئی عقیف اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائے اور چار شاہد پیش نہ کرے تو اسے اسی کوڑے مارنا چاہئے“ کے ذیل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔
علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا ان دونوں مصیبتوں میں سے کس پر گریہ کروں، حکم مسئلہ سے خلیفہ محترم کی نادانی پر یا حقیقت حال سے مومنین کی غفلت و جہالت پر، جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تردید میں باتیں بنا رہا ہے۔

جہاں تک حد کا سوال ہے تو جب تک تہمت واضح و آشکار نہ ہو جائے اس وقت تک حد جاری نہیں کی جاسکتی، خداوند عالم کے قول ﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ سے یہی استفادہ ہے۔ خود صحابہ اور تابعین کا عمل اس کی نشاندہی کر رہا ہے۔

چنانچہ قاسم بن محمد کا بیان ہے: جب تک تہمت واضح اور فرزند کی صریحی نفی نہ ہو جاتی تھی اس وقت تک حد جاری نہیں کیا جاتا تھا۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۵۲

۲۔ تفسیر نیشاپوری، (ج ۵، ص ۱۵۳)

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۵۲



جہاں تک اس کے قول ”میرا باپ زنا کار نہیں ہے“ کا سوال ہے تو ممکن ہے اس نے کنایہ کے طور پر استعمال کیا ہو اور شاید اس کے ذریعہ اپنی پاک دامنی اور طہارت کا ارادہ کیا ہو جو اسے چستوں، گفتگو کے دوران آلودگیوں اور طبیعت کی ضلالتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ممکن ہے اس نے صرف اسی بات کا ارادہ کیا ہو چنانچہ صحابہ نے بھی اس کی بات سے یہی سمجھا اور یک زبان ہو کر کہا: اس نے اس کے والد کی مدح و ستائش کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

اگر کنایہ اور اشارہ بھی مان لیا جائے پھر بھی یہ اس وقت حد کا موجب ہوتا ہے جب قطعی الدلالت ہو یا پھر کنایہ میں گفتگو کرنے والا اس بات کا اعتراف کرے کہ میں نے اس سے زنا کا ارادہ کیا ہے، ورنہ شبہات کی بنا پر حد ساقط ہو جاتا ہے، کیا آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں کہ عدم تصریح کی بنیاد پر رسول خداؐ کو بخش دینے والے انسان سے بھی حد ساقط ہو گیا تھا، صحاح میں یہ بات موجود ہے۔

کنایہ کی صورت میں حد کی ممانعت کرنے والوں میں ابو حنیفہ، شافعی، ابو یوسف، زفر، محمد بن شبرمہ، ثوری اور حسن بن صالح وغیرہ سرفہرست ہیں، حالانکہ متذکرہ حدیث ان کے پیش نظر تھی اور وہ حدیث بھی ان کے سامنے تھی جسے اوزعی نے زہری سے روایت کی ہے کہ عمر تعریض و کنایہ کی صورت میں بھی حد جاری کرتے تھے۔ (۱)

ابوبکر جصاص ”احکام القرآن“ میں لکھتے ہیں: جب ثابت ہو گیا کہ قول خدا ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ کا مقصود، زنا کی نسبت دینا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور چیز پر حد قائم کرنا عمر کے لئے صحیح نہیں، اس لئے کہ قیاس کے ذریعہ حدود کو ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں پائی جاتی۔ (۲)

ہاں! اس کے اثبات کا واحد ذریعہ اتفاق و توقیف ہے جو کنایہ و اشارہ میں قطعی مفقود ہے اور عمر کا صحابہ سے کنایہ کے حکم کے متعلق مشورت کرنا عدم توقیف پر دلالت کرتا ہے اور انہوں نے صرف اپنا عقیدہ و نظریہ پیش کیا ہے، اسکے علاوہ کنایہ کی طرح تعریض کے بھی کئی معانی ہیں اور دو دلیل و معانی

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۵۲

۲۔ احکام القرآن، ج ۸، ص ۳۶۸ (ج ۳، ص ۲۶۸)

احتمال کی وجہ سے وجوب حد کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

۴۴۔ شجرہ رضوان کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

نافع سے منقول ہے: جس درخت کے سایہ میں رسول خداؐ نے بیعت رضوان منعقد کی تھی وہاں لوگ آ کر نماز ادا کرتے تھے، جب عمر کو معلوم ہوا تو انھوں نے ڈرا دھمکا کر اس سے بے تعلق رہنے کا حکم دے دیا۔ (۱)

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: لوگ وفات رسولؐ کے بعد درخت رضوان کے سایہ میں آ کر نماز ادا کرتے تھے۔ عمرؓ نے کہا: اے لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بت پرستی کے طرف مائل ہو رہے ہو، جان لو کہ آج کے بعد کسی کو اس درخت کے پاس آنے کا حق نہیں، اگر کوئی آیا تو اسے مرتد کی سزا دوں گا، پھر حکم دے کر اسے کٹوا دیا۔ (۲)

۴۵ آثار انبیاء کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

معمرؓ سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطابؓ کے ساتھ حج سے خارج ہوئے، انھوں نے نماز صبح میں سورہ فیل اور سورہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی تلاوت کی، نماز ختم ہونے کے بعد لوگوں نے ایک مسجد دیکھ کر اس کی طرف دوڑ لگائی۔ عمرؓ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ وہ مسجد ہے جس میں رسول خداؐ نے نماز ادا کی ہے۔ یہ سن کر عمرؓ نے کہا: تم سے قبل اہل کتاب بھی انسی طرح ہلاکت کے شکار ہوئے ہیں،

۱۔ طبقات ابن سعد، ص ۶۰۷، (ج ۲، ص ۱۰۰)؛ سیرہ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۷، (ص ۱۱۵)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ سیرہ حلبیہ، ج ۳، ص ۲۹، (ج ۳، ص ۲۵)؛ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۶۱، (ج ۷، ص ۳۲۸)؛ ارشاد الباری، ج ۶، ص ۳۳۷، (ج ۹، ص ۲۳۱)؛ شرح المواہب زرقانی، ج ۲، ص ۲۰۷؛ درۃ منثور، ج ۶، ص ۷۳، (ج ۷، ص ۵۲۲)؛ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۲۸۴، (ج ۱۷، ص ۲۲۰، حدیث ۱۹۲)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۰، (ج ۱، ص ۱۷۸، خطبہ ۳)



انہوں نے انبیاء کے آثار کو عبادت گاہ کی حیثیت دے رکھی تھی، جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ جا کر پڑھے اور جس کے اوپر نہیں ہے وہ چھوڑ دے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ انبیاء کرامؑ بالخصوص حضرت محمدؐ کے آثار اور نشانیوں کو اہمیت و عظمت دینے میں کون سی ممانعت درپیش ہے، اگر وہ دائرہ توحید کے باہر نہ ہو مثلاً ان کی تصویروں کے سامنے سجدہ کرنا، ان کو قبلہ قرار دینا؛ اس سلسلے میں خدا کا ارشاد ہے ﴿مَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

رسول خداؐ کے آثار کو اہمیت دینے کی وجہ سے امتیں کب اور کہاں ہلاک ہوئیں؟ جس مسجد میں رسول خداؐ نے نماز ادا کی ہے، تقرب خدا کے لئے اس سے بہتر کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟ اس مکان سے زیادہ مشرف اور بہتر کون سا مکان ہو سکتا ہے جس میں آنحضرتؐ کے قدمائے مبارک پڑے ہوں، اس میں بیعت رضوان منعقد ہوئی ہو اور وہاں مؤمنین نے خدا کی رضایت حاصل کی ہو؟!

اس بے چارے درخت سے کون سا گناہ سرزد ہوا تھا جس کی جڑیں زمین سے اکھاڑ پھینکی گئیں۔ کیا کوئی نہیں جو اس کے متعلق سوال کرے اور اس کا دفاع کرے؟!

کیا یہ باتیں رسول خداؐ کی شخصیت کی توہین نہیں، جنہوں نے وہاں بیٹھ کر اس جگہ کو مشرف کیا ہے؟! کیا اب دین و شریعت کے اصول و آئین خلیفہ تجویز کریں گے، جن کا یہ کہنا ہے کہ اے لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بت پرستی کی طرف مائل ہو رہے ہو۔ حالانکہ جو لوگ ان آثار کو اہمیت دیتے ہوئے وہاں نماز و عبادت بجالا رہے تھے، وہ سب علم دین کے حامل، بزرگ صحابہ اور احکام و شرائع میں خلیفہ کے مرجع و مآخذ تھے، خلیفہ حضور مشکل مسائل میں انھیں پر اعتماد کرتے تھے اور برجستہ کہتے تھے: کل الناس افقہ منک یا عمر۔

جو صحابہ اس جگہ کو متبرک سمجھتے ہوئے وہاں نماز ادا کرتے تھے ان میں عبداللہ بن عمرؓ پیش پیش تھے،

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۷، (ص ۱۱۶)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ فتح الباری، ج ۱، ص ۴۵۰، (ج ۱، ص ۵۶۹)۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: سالم بن عبد اللہ راہ چلتے مکانات تلاش کرتے اور ان میں نماز ادا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے والد بھی یہاں پڑھتے تھے اور انہوں نے رسول خدا کو ایسی جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (۱)

کتب صحاح و مسانید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف خلیفہ کا مخصوص نظریہ تھا جس کی پیروی نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔

۴۶۔ بعض علمائے یہود اور خلیفہ

عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں بعض علمائے یہود آ کر کہنے لگے: اے عمر! حضرت محمدؐ کے بعد آپ ہی ولی امر ہیں، ہم آپ سے چند امور و خصال کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے جواب دے دیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اسلام حق اور حضرت محمدؐ حقیقی رسول ہیں، لیکن اگر آپ نے جواب نہ دیا ہم یقین کر لیں گے کہ اسلام باطل اور رسول اسلام بھی پیغمبر نہیں۔

عمر نے کہا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔

انہوں نے کہا:

۱۔ آسمان کے تالے کیا ہیں؟

۲۔ آسمان کی کھیاں کیا ہیں؟

۳۔ ایسی قبر بتائیے جس میں صاحب قبر گردش کرتا رہا؟

۴۔ وہ کون تھا جس نے اپنی قوم کو خوف زدہ کر دیا اور وہ جن و انس سے بھی نہیں؟

۵۔ ان پانچ چیزوں کے نام بتائیے جو زمین پر چلتی ہیں لیکن رحم و شکم سے پیدا نہیں ہوئیں؟

۶۔ دراج (تیر) اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟



۷۔ مرغ اپنی فریاد میں کیا کہتا ہے؟

۸۔ گھوڑے کی ہنہناہٹ کا کیا مطلب ہے؟

۹۔ تور باغہ (مینڈ حک) اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

۱۰۔ گدھے کیا کہتے ہیں؟

۱۱۔ سر میں کنگھی کرتے وقت اس کی آواز کا کیا مطلب ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ یہ سوالات سن کر عمر نے (شرمندگی سے) اپنا سر جھکا لیا اور کہا: عمر کے لئے باعث ننگ ہے اس سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے جن سے وہ واقف نہیں۔

یہ دیکھ کر علمائے یہود کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول نہیں اور اسلام باطل ہے۔

اس صورت حال سے گھبرا کر جناب سلیمان نے یہودیوں سے کہا: کچھ دیر اور صبر کرو۔ پھر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچ کر بولے: اے ابوالحسن! اسلام کی نصرت فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا: مگر کیا ہوا؟ جناب سلیمان نے پورا واقعہ ہدیہ سماعت کیا۔

حضرت علیؑ، رسول خداؐ کا لباس زیب تن کر کے مسجد میں داخل ہوئے، جب عمر کی نگاہ پڑی تو اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور آپؐ کی گردن میں باہیں حائل کر کے کہا: اے ابوالحسن! آپؐ ہی مشکلات کو حل کیجئے۔

پھر حضرت نے یہودیوں کی جانب رخ کر کے فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو، رسول خداؐ نے مجھے علم کے ہزار ابواب کی تعلیم دی ہے اور ہر باب سے ہزار باب واہوتے ہیں۔

انہوں نے اپنے سوالات کی تکرار کی، آپؐ نے بغور سننے کے بعد فرمایا: میری ایک شرط ہے اگر میں توریت کے مطابق جواب دوں تو تمہیں اپنا دین چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔ انہوں نے کہا: منظور ہے۔

علمائے یہود کے سوالات اور حضرت علیؑ کا جواب :

۱۔ آسمان کے تالے کیا ہیں؟

جواب: خدا سے شرک: اس لئے کہ جب بندے مشرک ہو جاتے ہیں تو ان کے اعمال مقبول نہیں ہوتے۔

۲۔ ان تالوں کی کنجیاں کیا ہیں؟

جواب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا: ہاں! صحیح فرماتے ہیں)۔

۳۔ ایسی قبر بتائیے جس میں صاحب قبر گردش کرتا رہا؟

جواب: وہ محل جس نے جناب یونس کو نکل کر مات سمندروں میں گھمایا۔

۴۔ وہ کون تھا جس نے قوم کو خوف زدہ کیا اور جن دانس میں سے نہیں تھا؟

جواب: جناب سلیمان کی چیونٹی؛ اس نے ان سے کہا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ

لَا يَخْطِمْكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ”چیونٹیوں سب اپنے اپنے سوراخوں میں

داخل ہو جا کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں پامال نہ کر ڈالے اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔“ (۱)

۵۔ ان پانچ چیزوں کی نشاندہی کیجئے جو زمین پر چلتی ہیں لیکن شکم سے پیدا نہیں ہوئیں؟

جواب: آدم، نوح، صالح، قوچ ابراہیم، عصائے موسیٰ۔

سوال ۶۔ تیر کیا کہتا ہے؟

جواب: وہ کہتا ہے ”الرحمن علی العرش استوی“ (خدا آسمان پر مسلط ہے)۔

۷۔ مرغ اپنی بانگ میں کیا کہتا ہے؟

جواب: ”اذکروا اللہ یا غافلین“ اے بے خبرو! خدا کو یاد کرو۔

۸۔ گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے؟

جواب: جب مومنین کفار سے جنگ کرتے ہیں تو کہتا ہے: خدایا! کافروں کے مقابلے میں مومنین

کی نصرت فرما۔

۹۔ گدھا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

جواب: خدایا! ٹیکس لینے والوں پر لعنت کرے۔

۱۰۔ مینڈک کیا کہتا ہے؟

جواب: سبحان ربی المعبود المسبح فی لجج البحار

۱۱۔ کاگلی کیا کہتا ہے؟

جواب: اللھم العن مبغضی محمد و آل محمد ”خدایا! محمدؐ و آل محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت

کر۔“ (۱)

۴۷۔ زکوٰۃ کے بارے میں خلیفہ کی رائے

حارث سے منقول ہے: عمر بن خطاب کے پاس شام سے کچھ لوگ آئے اور کہا: ہمیں کچھ اموال، گھوڑے اور غلام و کنیز ملے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ اور قابل استعمال ہو جائیں (یعنی ہم ان کی زکوٰۃ نکالنا چاہتے ہیں)۔ عمر نے کہا: ہمارے دوستیوں (مراد رسولؐ و ابوبکرؓ) نے اس سلسلے میں جو اقدامات کئے ہیں میں وہی کروں گا، اس کے بعد اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ بھی موجود تھے فرمایا: اگر دائمی ٹیکس کی صورت اختیار نہ کرے تو بہتر ہے۔

سلمان بن یسار کا بیان ہے:

شام کے کچھ لوگوں نے ابوعبیدہ جراح سے کہا: ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکات قبول کیجئے۔ اس نے صدقہ لینے سے انکار کر دیا اور واقعہ کی تفصیل عمر بن خطاب کے پاس لکھ بھیجی، انھوں نے بھی اس

۱۔ اس پورے واقعہ کو ابو اسحاق شیبی نے العرائس، ص ۲۳۲/۲۳۹، (۴۱۳/۴۱۹) پر اور راوندی نے قصص الانبیاء (۲۵۵، فصل ۸) میں نقل کیا ہے۔ اس میں اصحاب کہف کے متعلق ایک سوال ہے جس کا حضرت نے ان کے اسماء کے ساتھ پورا واقعہ بیان فرمایا، اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

کی ممانعت کی، جب دوسری مرتبہ اپنی بات پیش کی تو عمر بن خطاب نے لکھا: اگر انھیں پسند ہو تو ان سے لے کر انھیں کو واپس کر دو اور ان کے غلاموں کی رزق و روزی مقرر کرو۔ مالک کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے فقیروں میں تقسیم کر دو۔ (۱)

عسکری ”الاولیاء“ اور سیوطی ”تاریخ الخلفاء“ میں لکھتے ہیں: حضرت عمر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے گھوڑوں کی زکات لی۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: پہلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ محترم اس سے ناواقف تھے کہ گھوڑے اور غلام و کنیز پر زکات نہیں، اسی لئے انھوں نے حکم کو اپنے دو احباب پر مطلق کر دیا۔ نیز وہ اس بات سے بھی ناواقف تھے کہ ان کے دونوں ساتھیوں نے اس سلسلے میں کیا کیا، اسی لئے صحابہ سے مشورہ کیا، تبھی حضرت علیؑ نے اشارہ فرمایا کہ ان پر زکات واجب نہیں، ہاں! اگر نیکی اور احسان کے بطور لیا جائے تو بہتر ہے، لیکن شرط یہ ہے بعد میں دائی ٹیکس کی صورت اختیار نہ کر لے۔ لیکن افسوس! خلیفہ نے نہ اس حکمت بالذکر کو ملحوظ خاطر رکھا اور نہ ہی اپنے گذشتہ احباب کی پیروی کی، اسی لئے حکم دے دیا کہ زکات لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کر دو۔

دوسری روایت میں وہ نہیں جانتے تھے کہ صاحب مال کی محبت سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے ہیں، امام نے بھی سختی سے تنبیہ فرمائی کہ ان کے اموال کو ٹیکس کے طور پر حاصل نہ کیا جائے، لیکن خلیفہ محترم نے ایسا کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا، چنانچہ ان کی قوم نے ان کو پہلا شخص قرار دے دیا جس نے گھوڑوں پر زکات حاصل کی اور اس قوم نے آنکھ بند کر کے اعتماد بھی کر لیا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ ان کے اور سنت رسولؐ کی پیروی کرنے والوں کے درمیان گھوڑے کی زکات کے سلسلے میں شدید اختلاف ظاہر ہو گیا۔

۱۔ موطا، ج ۱، ص ۲۰۶ (ج ۱، ص ۷۷، حدیث ۲۸) مسند احمد، ج ۱، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۲۶، حدیث ۸۳) سنن بیہقی، ج ۳، ص ۱۱۸؛

المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۳۰۱ (ج ۱، ص ۵۵۷، حدیث ۱۳۵۶) مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۶۹

۲۔ الاولیاء عسکری، (ص ۱۲۲)؛ تاریخ الخلفاء، ج ۹۳ (۱۲۸)

۲۸۔ شب قدر کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

عکرمہ سے منقول ہے کہ ابن عباس نے کہا: عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو بلا کر شب قدر کے بارے میں سوال کیا، سب نے متفقہ طور پر ماہ صیام کی آخری دس راتوں کی نشاندہی کی۔ میں نے عمر سے کہا: میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کون سی رات ”شب قدر“ ہے۔ عمر نے پوچھا: کون سی رات ہے؟ میں نے کہا: وہ اول کی ساتویں رات یا آخری دس راتوں کی ساتویں رات [۲۷] ہے۔ عمر نے کہا: تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا: خداوند عالم نے سات آسمان، سات زمین اور دونوں میں سات دن خلق فرمایا ہے، اسی نے سات مرحلوں میں انسان کی تخلیق کی اور یہ انسان سات اعضاء سے مجددہ بجالاتا ہے، طواف بھی سات مرتبہ انجام دیا جاتا ہے اور پہاڑ بھی سات عدد ہیں۔

اس تفصیل کو سننے کے بعد کہا: بے شک تم نے ایسے امر کو درک کیا ہے جسے سمجھنے سے ہم عاجز ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے: میں عمر کے پاس تھا، کچھ دوسرے اصحاب بھی موجود تھے، عمر نے ان سے سوال کیا: تم میں سے کوئی شب قدر کے متعلق ارشاد رسولؐ سے واقف ہے؟ انھوں نے فرمایا: شب قدر کو آخری دس راتوں کے جفت میں تلاش کرو، تمہاری نظر میں وہ کون سی رات ہونی چاہیے؟

بعض نے کہا: شب اکیس۔ بعض بولے: شب تیس اور بعض نے پچیس اور ستائیس کا نظریہ پیش کیا، میں اس دوران بالکل خاموش تھا، عمر نے کہا: تم کیوں خاموش ہو؟ میں نے کہا: آپ نے حکم دیا ہے کہ ان کی گفتگو کے دوران بالکل خاموش رہوں۔

جب عمر نے اصرار کیا تو میں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ خداوند عالم نے کثرت سے سات کا ذکر کیا ہے، سات آسمان و زمین کا ذکر فرمایا، سات مرحلوں میں انسان کی تخلیق فرمائی، زمین سے سات چیزیں اگائیں۔ عمر نے کہا: تم نے ایسی بات بیان کی ہے کہ اس سے قبل میں نے اسے نہیں سنا تھا (زمین سے سات چیزیں اگاتا)۔ انہوں نے کہا: خدا کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعَبْأًا وَقَضَبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غَلْبًا وَقَافِيَةً وَآبَآءُكُمْ﴾ ”پھر ہم نے زمین کو شکافتہ کیا ہے، پھر ہم نے اس میں سے دانے پیدا کئے ہیں اور انگور اور تر کا دیاں اور زیتون اور



کھجور اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارہ، یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لئے سرمایہ حیات ہے۔“ (۱)

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے اصحاب سے کہا: تم لوگ اس جوان کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے جس کے سر کے بال بھی پوری طرح نہیں اگے ہیں۔ اس کے بعد کہا: خدا کی قسم! جو تم نے کہا ہے میری نظر میں وہ صحیح ہے۔ (۲)

جی ہاں! خلیفہ محترم اس جوان کی بات کو سمجھنے سے عاجز ہیں جس کے سر کے بال بھی نہیں اگے تھے اور آیت میں مذکور ”اب“ وہی ہے جس کی جانکاری اور حصول علم نے خلیفہ کو بہت زیادہ پریشان کر رکھا تھا، میں نہیں جانتا کہ اس جوان نے کیا کہا اور کیوں خلیفہ نے اس کی بات پسند کی۔

۴۹۔ سبب کے بغیر خلیفہ نے کوڑا مارا

ابن عساکر نے عکرمہ بن خالد سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب کا لڑکا گھر میں داخل ہوا، اس نے بہترین لباس پہن کر زینت و آرائش کر رکھا تھا، عمر نے اسے اتنے زور سے کوڑا مارا کہ وہ تھلا کر گر پڑنے لگا۔ یہ دیکھ کر حفصہ نے پوچھا: آپ نے اسے کیوں مارا؟ عمر نے کہا: میری نظر میں وہ مغرور ہو رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے اس کی نظروں سے گرا دوں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اپنے فرزند کی خود بینی کی شناخت کے متعلق میں خلیفہ سے کوئی باز پرس نہیں کروں گا، یہ ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کی ذاتی شخصیت سے مربوط ہے۔ تربیت فرزند کے متعلق خلیفہ کے اجتہاد پر بھی کوئی بحث کرنا بیکار ہے، غرور و تکبر اور خود بینی کی ممانعت کے امکان پر بھی کوئی بحث نہیں کروں گا حالانکہ لاطھی ڈنڈا اور کوڑوں کے علاوہ تنبیہ و تربیت کے اور بھی بہت سے عقلی راستے پائے

۱۔ سورہ بقرہ ۲۶، ۲۷

۲۔ مسند عمر ص ۸۷: المند رک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۴۳۸، (ج ۱، ص ۶۰۴، حدیث ۱۵۹۷)، سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۱۳، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۵۳۳، روز مشور، ج ۶، ص ۳۷۴ (ج ۸، ص ۵۷۶)، فتح الباری، ج ۴، ص ۴۱۱، (ج ۴، ص ۲۶۲)

جاتے ہیں۔ بلکہ میں تو حدیث کے دو حافظ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس واقعہ کو خلیفہ کے مناقب اور ان کی بہترین روش کے شواہد کے طور پر کیسے پیش کر دیا؟ (۱)

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ”جارود بزرگ ربیعہ“ کا واقعہ ہے، ابن جوزی نقل کرتے ہیں کہ عمر بیٹھے ہوئے تھے، کوڑا بھی ان کے ساتھ تھا اور لوگ اس کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے، تبھی جارود عامری آیا۔

ایک شخص نے کہا: یہ قبیلہ ربیعہ کا معزز انسان ہے۔ جسے عمر اور اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ ساتھ جارود نے بھی سنا، جب وہ عمر کے پاس پہنچا تو انہوں نے ایک کوڑا مارا۔ اس نے پوچھا: اے امیر المومنین! میری خطا کیا ہے؟ عمر نے کہا: میں نے اس شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ تو قبیلہ ربیعہ کا معزز ہے۔ اس نے کہا: اے تو میں نے بھی سنا ہے، اس سے کیا ہوتا؟ عمر نے کہا: میں اس بات سے خوف زدہ ہو گیا کہ کہیں تم لوگوں کے ساتھ مل کر اپنے کو امیر کہلو بیٹھو۔

دوسری عبارت میں ہے کہ میں خوف زدہ ہوا کہ کہیں تیرے دل میں یہ بات بیٹھ نہ جائے اسی لئے میں نے تیرے نفس کا سر کچل دیا۔ (۲)

ابن سعد نے سعید سے نقل کیا ہے کہ معاویہ عمر کے پاس پہنچا، اس کے دوش پر زیورات سے آراستہ سفید قبا تھی جسے صحابہ ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے، جب عمر کی نظر پڑی تو اٹھ کر معاویہ کو کوڑے مارنا شروع کر دیا۔ معاویہ نے کہا: اللہ اللہ اے امیر المومنین! یہ کس لئے، یہ کس لئے؟ لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ کہا۔ جب مارنے کے بعد اپنی جگہ بیٹھ گئے تو لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے اس جوان کو کیوں مارا؟ حالانکہ آپ کے خاندان میں اس کا مثل کوئی نہیں۔ عمر نے جواب میں کہا: میں نے اس سے صرف اچھائیوں کا مشاہدہ کیا اور خیر و نیکی کے علاوہ دوسری چیز نہیں دیکھی لیکن اس وقت میں نے ملاحظہ کیا کہ وہ

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۹۶، (ص ۱۳۳)۔

۲۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۷۸، (ص ۱۸۳)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۱۲، (ج ۱۲، ص ۷۳، خطبہ ۲۲۳)؛ کنز العمال، ج ۲، ص ۱۶، (ج ۳، ص ۸۰۹، حدیث ۸۸۳۰)

اپنی سفید قبا کی طرف اشارہ کر رہا ہے اسی لئے میں نے اسے حقیر دیکھنا چاہا۔ (۱)
میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں، کیا کہہ سکتا ہوں۔

۵۰۔ مشہور سنت سے خلیفہ کی جہالت

مسلم نے اپنی صحیح میں عبید بن عمیر سے نقل کیا ہے کہ ابو موسیٰ نے حضرت عمر سے تین مرتبہ اجازت مانگی، جب دیکھا کہ شاید وہ مصروف ہیں تو واپس چلے گئے۔ عمر نے کہا: کیا تم لوگوں نے عبد اللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی، اسے اجازت دو اور اسے میرے پاس بلاؤ۔
جب وہ آئے تو عمر نے کہا: کیوں چلے گئے تھے؟ اس نے کہا: حکم ہے کہ تین مرتبہ اجازت مانگی جائے اگر نہ ملے تو واپس ہو جائیں۔

عمر نے کہا: جو کہا ہے اس کی دلیل پیش کرو ورنہ بری طرح پیش آؤں گا۔ یہ سن کر باہر گئے اور انصار کی ایک مجلس میں اپنی بات رکھی تو انہوں نے کہا: ہم کیا، اس بات کی تو ہم سے چھوٹے بھی گواہی دے دیں گے۔ چنانچہ ابوسعید کھڑے ہو کر بولے: ہاں! حکم یہی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: مجھ سے بات پوشیدہ رہ گئی کہ یہ رسول کا خصوصی حکم ہے، مجھے بازار کی مصروفیت نے اس حکم سے غافل کر دیا۔ (۲)
دوسری صحیح میں ہے: ابی بن کعب نے کہا: اے ابن خطاب! رسول خدا کے اصحاب کو اذیت نہ دیں۔ عمر نے کہا: سبحان اللہ! میں نے ایک بات سنی اور اس کے متعلق تحقیق کا ارادہ کر لیا۔ (۳)
دوسرے الفاظ ہیں: ابوسعید کا بیان ہے کہ میں نے کہا: میں لوگوں میں سب سے حقیر انسان ہوں۔ (۴)

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۲۵، (ج ۸، ص ۱۳۷، حوادث ۶۰)؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۳، (نمبر ۸۰۶۸)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۳۳، (ج ۳، ص ۳۶۱، حدیث ۳۶)؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۳۷، (ج ۲، ص ۷۲۷، حدیث ۱۹۵۶)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۹، (ج ۳، ص ۳۹۶، حدیث ۱۰۷۶۱)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۲۷۲؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۴۰، (ج ۳، ص ۳۳۶، حدیث ۵۱۸۲)؛ مشکل فاخر، ج ۱، ص ۳۹۹

۳۔ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۳۶۲، حدیث ۳۷)

۴۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۳۶۰، حدیث ۳۳)



نودی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ متذکرہ حدیث ہمارے چھوٹے بڑے سب کے درمیان معروف و مشہور ہے حتیٰ ہمارے بچوں نے بھی رسول خداؐ سے یہ حدیث سنی ہے اور اسے یاد کیا ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھے ایسے شخص کے متعلق بتائے جسے بازار کی مصروفیت نے دینی فیصلوں اور اس مشہور حدیث سے غافل کر رکھا تھا جسے رسول خداؐ نے بائگ دہل بیان فرمایا، جس سے تمام چھوٹے بڑے صحابہ واقف تھے اور قرآن نے بھی اس کی تائید و توثیق کی ہے۔
ایسا شخص صاحب ”الوہیدۃ“ کے خیال خام میں کس طرح اپنے زمانے میں بطور مطلق تمام صحابہ سے افضل و اعلم ہو سکتا ہے۔

۵۱۔ میت پر گریہ کے متعلق خلیفہ کا اجتہاد

ابن عباس کا بیان ہے: جب رسول خداؐ کی دختر جناب زینب کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے فرمایا: ان کو سابق نیک انسان عثمان بن مظعون سے ملحق کرو (یعنی انہیں کی طرح ان پر گریہ و زاری کرو) یہ سن کر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر عمر ان عورتوں کو کوڑا مارنے لگے تو رسول خداؐ نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عمر! صبر کرو اور ان عورتوں کو رونے دو، ان عورتوں کی فریاد و فغاں سے شیطان دور رہتا ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر آنحضرت ان کی قبر پر بیٹھ گئے، جناب فاطمہؑ آپ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی گریہ و زاری کرنے لگیں تو آنحضرت ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگے اس لئے کہ آپ ان پر بے پناہ محبت اور مہربانی کا مظاہر فرماتے تھے۔ (۲)

۱۔ شرح صحیح مسلم نودی، (ج ۱۳، ص ۱۳۱)

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۷، ۲۳۸، (ج ۱، ص ۳۹۳، ۵۵۱، حدیث ۳۱۲۸، ۳۹۳)؛ المسند علیٰ الصحیحین، ج ۳، ص ۱۹۰، (ج ۳، ص ۲۱۰، حدیث ۳۸۶۹)؛ مسند ابی داؤد طیالسی، ص ۳۵۱؛ استیعاب، ج ۲، ص ۳۸۲، (القسم الثانی، ص ۱۰۵۶، نمبر ۱۷۷۹)؛ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۷

بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ عورتیں رقیہ بنت رسولؐ پر گریہ کر رہی تھیں، عمر نے ان کو منع کرنا شروع کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: صبر کرو اے عمر۔ اس کے بعد بعد فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ شیطانی داد و فریاد سے اجتناب کرو، بے شک دل اور آنکھ کی چیزیں ترحم و مہربانی اور جذبات کی عکاس ہوتی ہیں اور زبان اور ہاتھ کی چیزیں شیطانی ہوتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب فاطمہؑ نے رقیہ کی قبر کے پاس گریہ و زاری شروع کر دیا تو رسول خداؐ نے اپنے ہاتھوں سے رخسار کے آنسوؤں کو صاف کیا۔ (۱)

نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے: خاندان رسولؐ کے ایک شخص کا انتقال ہوا تو عورتوں نے جمع ہو کر ان پر گریہ و زاری شروع کر دیا، یہ دیکھ کر عمر کھڑے ہوئے تاکہ ان کو گریہ و زاری سے روکیں، آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ آنکھیں گریہ کنایں اور دل مصیبت زدہ ہے اور عید بھی نزدیک ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ عمر بن خطابؓ نے گریہ کنایں عورتوں کو مارنے میں عجلت کا مظاہرہ کیوں کیا حالانکہ خود صاحب شریعت گریہ کرتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے، اگر گریہ و زاری ممنوع ہوتا تو آنحضرتؐ ان کو منع کرنے کے سلسلے میں زیادہ اولیٰ اور بہتر تھے۔ اور انہوں نے گریہ و زاری کی ممانعت کو کہاں سے اخذ کر لیا جب کہ خود رسول خداؐ اس کے مخالف تھے اور انہوں نے عورتوں کو بعنوان تادیب مارنے کے بارے میں آنحضرتؐ کی طرف رجوع کیوں نہ کیا؟ کیسے انھوں نے اپنے ہاتھ کو عورتوں پر دراز کیا حالانکہ جو عورتیں وہاں موجود تھیں ان میں رسول خداؐ کی رشتہ دار بھی شامل تھیں، میں صدیقہ طاہرہؑ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، کیا ان عورتوں میں جناب فاطمہؑ نے بھی کوڑے کا ظلم برداشت کیا؟!

۱۔ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۷۰

۲۔ سنن نسائی، (ج ۱، ص ۶۱۰، حدیث ۱۹۸۶)؛ سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۵۰۵، حدیث ۱۵۷۸)؛ عمدة القاری، (ج ۴، ص ۸۷)، (ج ۸، ص ۷۸)



رسول خداؐ کے عہد میں خود ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں خلیفہ کے لئے بہت سے ایسے مواقع آئے جب انہوں نے ہرگز گریہ نہ کیا اور مصاب نہ ہوئے۔ ان میں سے ایک وہی ہے جسے مسلم بن ارقم نے بیان کیا ہے کہ میں بازار میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ لایا گیا جس پر عورتیں زار و قطار رو رہی تھیں، ابن عمرؓ نے اسے معیوب سمجھتے ہوئے ان عورتوں کو ڈرایا دھمکایا، راوی کا بیان ہے کہ مسلم نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! ایسا نہ کہو، میں ابو ہریرہؓ کی بات کی گواہی دیتا ہوں، اس کا بیان ہے کہ ایک جنازہ کو آنحضرتؐ کے سامنے سے گزرا گیا میں اور عمر بن خطابؓ، آنحضرتؐ کے پاس موجود تھے، جنازہ پر بعض عورتیں گریہ کر رہی تھیں، یہ دیکھ کر عمرؓ نے انھیں مارا اور ڈرایا دھمکایا کہ ان کو منع کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کی آنکھیں اشک آلود اور دل مصیبت زدہ ہیں۔

لوگوں نے پوچھا: تم نے سنا ہے کہ رسول خداؐ ایسی فرمایا تھا، اس نے کہا: ہاں۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے دو مرتبہ کہا: واللہ ورسولہ اعلم ”اللہ اور اس کے رسول وانا واعلم ہیں“۔ (۱)

حاکم نے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ ایک جنازہ پر پہنچے، عمر بن خطابؓ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، انھوں نے عورتوں کے گریہ و زاری کی آواز سنی تو عمرؓ نے ڈرایا دھمکایا اور مارا بھی۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کی آنکھیں گریہ کنناں اور دل مصیبت زدہ ہیں اور مصیبت ابھی تازہ ہے۔ (۲)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے تشیع جنازہ میں شرکت کی، عمرؓ نے زار و قطار رو رہی ہوئی عورت کو دیکھا تو اس کے سر پر جا کر چیخنے چلانے لگے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو کیوں کہ آنکھ اشک آلود، دل مصیبت زدہ اور مصیبت ابھی تازہ ہے۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۷۰؛ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۸۸، (ج ۳، ص ۱۲۸، حدیث ۹۰۳۸)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۳۸۱، (ج ۱، ص ۵۳۷، حدیث ۱۳۰۶)

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۸۱، (ج ۱، ص ۵۰۵، حدیث ۱۵۸۷)

عمر بن اَرْزَق سے منقول ہے کہ مروان کی ایک بیوی کا انتقال ہو گیا، لوگ جنازہ میں شرکت کی غرض سے گئے، ابو ہریرہ نے بھی شرکت کی، اس جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں زار و قطار رو رہی تھیں تو مروان نے حکم دیا کہ خاموش رہیں۔ یہ دیکھ کر ابو ہریرہ نے کہا: ان کو چھوڑ دو کیوں کہ رسول خدا ایک ایسے جنازے سے گزرے جس پر بہت سے افراد گریہ کر رہے تھے، عمر موجود تھے انھوں نے شدت سے اس گریہ کی ممانعت کی تو آنحضرت نے فرمایا: اے ابن خطاب! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کا دل مصیبت زدہ اور آنکھ اشک آلود ہے اور مصیب ابھی تازہ ہے۔ (۱)

ابو ہریرہ کا بیان ہے: عمر کی نگاہ ایک ایسی عورت پر پڑی جو ایک قبر پر زار و قطار رو رہی تھی، انھوں نے سختی سے اسے منع کیا تو رسول خدا نے فرمایا: اے حفصہ کے باپ! اسے چھوڑ دو کہ اس کا دل مصیبت زدہ اور آنکھ اشک آلود ہے۔ (۲)

تاریخ کے جھروکوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان صریح بیانات اور واضح ترین نصوص نے بھی خلیفہ کو قانع نہیں کیا اور وہ اپنے ذاتی اجتہاد پر باقی رہے اور پھر رسول خدا پر ایسی تہمت اور جھوٹ کی نسبت دی جو عقل و عدل اور طبیعت انسان کے قطعی مخالف ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: ”زندہ افراد کے گریہ و زاری سے میت پر عذاب نازل ہوتا ہے۔“

سعید بن مسیب کا بیان ہے: ابو بکر کے انتقال پر لوگ گریہ و زاری کر رہے تھے، عمر نے کہا کہ رسول خدا کا ارشاد ہے: زندہ افراد کے رونے سے مردے پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ لوگ ان کی بات کو نظر انداز کر کے گریہ و زاری میں مصروف رہے تو عمر نے ہشام بن ولید سے کہا: اٹھو اور ان عورتوں کو باہر کر دو، یہ سن کر عائشہ نے کہا: میں تمہیں باہر کر دوں گی۔ عمر نے ہشام سے کہا داخل کیوں نہیں ہوتے میں نے تمہیں اجازت دی ہے، جب ہشام بن ولید

۱۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۶۳۷، حدیث ۸۱۹۶)

۲۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۱۱۷، (ج ۱۵، ص ۷۷۸)

داخل ہوا تو عائشہ نے کہا: اے میرے فرزند! تو مجھے باہر کرے گا؟

ہشام ہچکچایا تو عمر نے کہا: لیکن میں نے تمہیں اجازت دی ہے، یہ سن کر ایک ایک عورت کو مارنا شروع کر دیا، اچانک اُمّ فروہ باہر آئیں اور سب کو منتشر کر دیا۔ (۱)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: عمر کے کوڑے کا شکار ہونے والی پہلی عورت ”امّ فروہ بنت ابوقحافہ“ (ابوبکر کی بہن) تھیں، یہ واقعہ ابوبکر کے انتقال کے وقت پیش آیا تھا۔ (۲)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ حدیث صحیح تھی تو عائشہ، رسول خدا کے ارشاد سے کیسے معاف کر دی گئیں اور انہوں نے خلیفہ محترم سے اس حدیث کو قبول کیوں نہ کیا (ان السمت ليعذب ببكاء الحی) اور خلیفہ نے عائشہ کو باپ پر گریہ و زاری کی اجازت دے کر ان سے چشم پوشی کیوں کر لی اور کیوں قطعی حکم کے نفاذ سے دست بردار ہوئے؟

صحابہ کرام ممانعت کی مخالفت پر کمر بستہ کیوں رہے اور عمر کی مخالفت کے بعد ابوبکر پر گریہ و زاری کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ وہ لوگ کیسے راضی و مطمئن ہو گئے کہ رونے کی وجہ سے میت پر عذاب نازل ہوتا ہے اور انھوں نے ایک ایک عورت اور مرد کو کوڑے مارنے کا حکم کیوں دے دیا؟!

ان تمام باتوں سے چشم پوشی نہیں کیا جاسکتی، ایک محقق اور دانشور سے یہ باتیں پوشیدہ نہیں۔

عزادار، بے حال اور گریہ کن عورتوں پر کوڑے مارنے کے ایک واقعہ کو عبدالرزاق (۳) نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے کہ جب خالد بن ولید کی موت ہوئی تو عورتیں میمونہ کے گھر پر جمع ہو کر گریہ و زاری کرنے لگیں۔

عمر نے عورتوں کو کوڑا مارا جس سے ایک عورت کا ڈوپٹہ گر گیا۔

لوگوں نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! اس کا ڈوپٹہ گر گیا ہے تو عمر نے کہا: چھوڑ دو بھی وہ قابل

۱۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۱۱۹، (ج ۱۵، ص ۳۲، حدیث ۳۲۹۱۱)۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۰، خطبہ ۳۔

۳۔ المستصفیٰ، ج ۳، ص ۵۵۷، حدیث ۶۶۸۱۔

احترام نہیں۔ بے چاری عورت عمر کے قول ”لا حومة لها“ پر بری طرح حیرت زدہ تھی۔ (۱)
ہمیں بھی خلیفہ کے اس بات پر سخت حیرت ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں، گفتار و کردار کے اعتبار
سے خلیفہ کی اکثر عادتیں حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔

جہاں تک حدیث عمر ”ان السمیت لیعذب بیکاء الحی“ کا سوال ہے تو خود عائشہ نے اس
کی تکذیب و تردید کی ہے۔

چنانچہ حاکم (۲) کا بیان ہے کہ مسلم و بخاری نے عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے مروی حدیث ایوب کی
صحت پر اتفاق کیا کہ جب میت پر گریہ کے متعلق عمر اور عبد اللہ بن عباس سے مناظرہ ہوا تو انھوں نے اسی
موضوع کے سلسلے میں ام المومنین عائشہ کی بات کی طرف رجوع کیا۔

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! رسول خداؐ نے ایسی کوئی بات بیان نہیں فرمائی کہ کسی کے رونے سے مردہ
پر عذاب نازل ہوتا ہے، ہاں آپؐ نے فرمایا کہ جب کافر کے اہل خاندان گریہ کرتے ہیں تو خدا سخت
ترین عذاب نازل فرماتا ہے ﴿وَانِ اللّٰهُ هُوَ اضْحَکُ وَاَبْکٰی﴾ بے شک خدا ہنساتا ہے اور رلاتا
بھی ہے ﴿وَلَا تَسْزُرُوا وَاَزْرَةَ وَاَزْرَةَ وَاَزْرَةَ﴾ خداوند عالم ایک شخص کے گناہ پر دوسرے کو عذاب نہیں
کرتا۔

شافعی ”اختلاف الحدیث“ میں لکھتے ہیں:

”قرآن و سنت کی دلالت کے مطابق، رسول خداؐ سے عائشہ کی روایت، دوسری روایتوں سے بہتر اور صحیح
تر ہے: اس لئے کہ خدا فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَسْزُرُوا وَاَزْرَةَ وَاَزْرَةَ﴾ کوئی بھی دوسرے کا گناہ اپنے
کاندھے پر نہیں اٹھائے گا۔“ (۳) ﴿وَأَنْ لِّیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰی﴾ ”انسان کے لئے وہی ہے جو
وہ سعی و کوشش کرتا ہے۔“ (۴) ﴿فَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهُ، وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا

۱۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۱۱۸، (ج ۱۵، ص ۷۳۰، حدیث ۴۲۹۰۵)

۲۔ المعتمد رک علی التحسین، ج ۱، ص ۳۸۱، (ج ۱، ص ۵۳۷، حدیث ۱۳۰۷)۔

۳۔ سورہ اسراء، ۱۵

۴۔ سورہ نجم، ۳۹



یَسْرَهُ ﴿۱﴾ پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔ (۱) ﴿لَتَجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾ تاکہ ہر شخص کو اس کی سعی و کوشش کے مطابق جزا دی جاسکے۔ (۲)

اگر سوال کیا جائے کہ کون سی روایت اس بات پر دلالت کر رہی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ رسول خداؐ نے ایک شخص سے پوچھا: یہ تیرا لڑکا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اما انہ لا یجنی علیک و لا تجنی علیہ ”اس کا ظلم تیرے کھاتے میں اور تیرا ظلم اس کے کھاتے میں نہیں رکھا جائے گا۔“ رسول خداؐ نے خداوند عالم کے ارشاد کی طرح اپنی حدیث میں بتایا کہ ہر شخص کا ظلم اور گناہ اسی کے کھاتے میں لکھا جائے گا، دوسرے کے کھاتے میں نہیں، چنانچہ ہر شخص کا ثواب بھی اسی کے کھاتے میں لکھا جائے گا دوسرے کے کھاتے میں نہیں۔ (۳)

ان تمام باتوں کو چھوڑیے، خود رسول خداؐ، ان کے صحابہ اور نیک تابعین کا اپنے مردوں پر گریہ کرنا، گریہ کے جواز کی بہترین دلیل ہے۔

رسول خداؐ نے اپنے عزیز فرزند ابراہیم کی موت پر گریہ کیا اور فرمایا: العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بک یا ابراہیم لمحزونون ”آنکھیں اشک بار اور دل محزون ہیں لیکن رضائے خدا کے علاوہ کوئی بات نہیں کہوں گا، اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمگین ہیں۔“ (۴)

اپنے فرزند طاہر کی موت پر گریہ کرتے ہوئے فرمایا: ان العین تلذرف وان الدمع یغلب وان القلب یحزن ولا نعسی اللہ عزوجل ”آنکھیں اشک بار ہیں، آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے اور دل محزون ہیں لیکن خدا کی نافرمانی پر مشتمل کوئی بات نہیں کہیں گے۔“ (۵)

۱۔ سورہ زلزلہ، ۸، ۷

۲۔ سورہ طہ، ۱۵

۳۔ یہ کتاب حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۶۷ (ص ۵۳۷) پر شائع ہوئی ہے۔

۴۔ سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۵۸ (ج ۳ ص ۱۹۳ ح ۳۱۲۶): سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۸۲ (ج ۱ ص ۵۰۶ ح ۱۵۸۹)

۵۔ مجمع الخرواند ج ۳ ص ۱۸



جناب حمزہ کے غم میں بھی جب صفیہ بنت عبدالمطلب (جناب حمزہ کی بہن اور رسول خدا کی پھوپھی) جناب حمزہ کی تلاش میں تھیں اور انصار ان کے اور جناب حمزہ کے پیکر اقدس کے درمیان حائل تھے تاکہ وہ جنازہ نہ دیکھ سکیں تو رسول خدا نے انصار سے فرمایا: صفیہ کو چھوڑ دو (تاکہ وہ حمزہ کے جنازے پر جا سکیں)، وہ جنازے پر پہنچیں اور بیٹھ کر گریہ کرنے لگیں، آنحضرت نے بھی گریہ فرمایا، جناب صفیہ جب اپنی آواز بلند کرتیں تو رسول خدا بھی آواز گریہ بلند فرماتے تھے، دوسری طرف جناب فاطمہ بھی گریہ کر رہی تھیں اور ان کے گریہ کی وجہ سے رسول خدا بھی رو رہے تھے اور فرماتے تھے: لن اصاب بمثلک ابدا ”مجھ پر اس مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی“۔ (۱)

جنگ احد کی واپسی پر انصار کی عورتیں اپنے شہیدوں پر گریہ و زاری کر رہی تھیں، جب یہ خبر رسول خدا کو معلوم ہوئی تو فرمایا: لکن حمزة لا ہوا کھی لہ ”لیکن حمزہ کا کوئی نہیں جو ان پر گریہ کرے“۔ جب انصار نے سنا تو اپنی عورتوں کے پاس جا کر کہا: لا تبکین احدا حتی تبدان بحمزة ”اس کے بعد تمہیں گریہ کا کوئی حق نہیں مگر یہ کہ پہلے حمزہ پر گریہ کرو اس کے بعد اپنے عزیزوں پر“۔

راوی کا بیان ہے: یہ عمل انصار کے درمیان رسم کی طرح رائج ہو گیا جواب تک جاری و ساری ہے، وہ جب کسی میت پر گریہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے جناب حمزہ پر گریہ کرتے ہیں پھر اپنے عزیز پر روتے ہیں۔ (۲) اس کے علاوہ جب آنحضرت نے اپنے ماں کی قبر کی زیارت کی تو گریہ فرمایا اور ان کے ساتھ ساتھ وہاں موجود تمام لوگوں نے گریہ کیا۔ (۳) اسی طرح جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو ان کے چہرے کا بوسہ لے کر شدت سے گریہ فرمایا۔ (۴)

اسی طرح جناب فاطمہ زہرا (س) رسول خدا پر گریہ کرتی ہوئی فرماتی تھیں: یا ابتاہ من ربہ ما ادناہ

(۱) امتاع مقریٰ ص ۱۵۴

(۲) مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۰

(۳) سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۰؛ تاریخ خطیب بغدادی ج ۷ ص ۲۸۹ (نمبر ۳۷۹۱)

(۴) سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳ (ج ۳ ص ۲۰۱ ح ۳۱۶۳)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۴۵ (ج ۱ ص ۶۲۸ ح ۱۴۵۶)

یا ابتاہ اجاب ربا دعاه یا ابتاہ الی جبریل نعاہ یا ابتاہ جنة الفردوس ماواه ”اے والد گرامی! جو خدا سے نزدیک ہو گئے، اے والد گرامی! جس نے اپنے رب کی آواز پر لبیک کہا، اے والد گرامی! ہم اپنی شکایت جبریل سے کرتے ہیں، اے والد گرامی! جو جنت فردوس میں موجود ہیں۔“ (۱)

مَاذَا عَلِيٌّ مِنْ شَمِّ تَرْبَةِ أَحْمَدَ اِنْ لَا يَشْمُ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَهَا صَبَّتْ عَلَيَّ الْإِيَّامُ حُصْرُنَ لِيَالِيَا

نیز جناب فاطمہؑ نے ان کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں پر مل کر گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

”جو رسول خدا کی مٹی کو سونگھے اس کی کیا کیفیت ہوگی، ہاں! اس کے بعد وہ کبھی اچھی خوشبو کو نہیں سونگھ پائے گا، مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر دن پر پڑتیں تو تاریک رات میں تبدیل ہو جاتا۔“ (۲)

یہ ہے رسول خدا کی سنت۔ جس کی صحابہ نے بھی پیروی کی ہے لیکن خلیفہ نے اپنی حدیث ”ان السمیت يعدب ببكاء الحی“ کے ذریعہ ان تمام لوگوں کی مخالفت کی ہے: اسی لئے یہ صرف ان کا اور ان کے فرزند ”عبداللہ“ کا ذاتی نظریہ کہا جائے گا جس کی پیروی قطعی مناسب نہیں۔

۵۲۔ قربانی کے متعلق اجتہاد خلیفہ

حذیفہ بن اسید سے منقول ہے: میں نے ابو بکر و عمر کو دیکھا کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربانی اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ ان کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

یہ دیکھ کر میرے اہل نے اس کی سختی حیثیت سے آگاہی کے بعد مجھے اس کی انجام دہی پر مجبور کیا حتیٰ اس بات کے بھی خواہشمند ہوئے کہ میں ہر فرد کی طرف سے قربانی پیش کروں۔ (۳)

۱۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۶۱۹ ح ۴۱۹۳) باب رض النبی و وقایہ

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۴۳۴-۴۳۵

۳۔ سنن بیہقی، ج ۹ ص ۲۶۵: المعجم الکبیر، (ج ۳ ص ۱۸۲، حدیث ۳۰۵۸)۔

پیشی طبرانی کے طریق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کے راوی صحیح اور موثق ہیں: سیوطی نے ابن ابی الدینار سے بحث قربانی کے ذیل میں نقل کیا ہے (۱) حاکم نے کئی والا لاقاب اور ابو بکر عبد اللہ بن محمد نیشاپوری نے زیارات میں نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن کثیر کے مطابق اس کے اسناد صحیح ہیں۔

شافعی کا بیان ہے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابو بکر و عمر اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ ان کی پیروی نہ کرنے لگیں اور لوگوں کے درمیان یہ واجب کی حیثیت سے رائج نہ ہو جائے۔ (۲)

اسی کتاب کے حاشیہ پر شائع کتاب میں شافعی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابو بکر و عمر اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کے وجوب کا گمان نہ کرنے لگیں۔ (۳)

شععی سے منقول ہے کہ ابو بکر و عمر نے حج کے ایام میں حاضر ہو کر قربانی نہیں کی۔ (۴)
علامہ امینی فرماتے ہیں: کیا یہ دونوں کسی ایسی بات کی حکمت سے باخبر ہو گئے تھے جو رسول خدا کو بھی معلوم نہیں تھا: چنانچہ آنحضرت نے قربانی کی، اس کا حکم دیا اور بے پناہ تائید و تحریص فرمائی۔

کیا رسول خدا سے ایسی بات مخفی رہ گئی جس سے یہ دونوں آگاہ ہو گئے کہ کہیں امت اسے واجب، آئین و دستور کی حیثیت سے اخذ نہ کر لے یا یہ کہ یہ دونوں امت مسلمہ پر رسول خدا سے زیادہ مہربان و ہمدرد تھے، اسی لئے انہوں نے اپنی رائے کے مطابق بار بار قربانی کے بوجھ کو امت کے کاندھے سے ہلکا کر دیا۔

یہ کہ اس بات سے خوف زدہ ہو گئے کہ دین اسلام میں ایک واجب کے عنوان سے یہ چیز بدعت نہ بن جائے لیکن ان کی دلیل قطعی لچر اور باطل ہے، خود آنحضرت نے جس وقت قربانی کی اور دوسروں کو اس کا حکم دیا تو یہ حکم عدم وجوب کی حیثیت سے رائج تھا، صحابہ کرام نے بھی آنحضرت سے یہی سمجھا چنانچہ

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۱۸۔

۲۔ کتاب الام، ج ۲، ص ۱۸۹، (ج ۲، ص ۲۲۳)۔

۳۔ مختصر المونی مطبوعہ حاشیہ کتاب الام، ج ۵، ص ۲۱۰، (ص ۲۸۳)۔

۴۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۴۵، (ج ۵، ص ۲۱۹، حدیث ۱۲۶۶۳)۔



ان کا عمل گواہ ہے، تابعین اور تبع تابعین نے بھی صحابہ کی پیروی کی اور فقہ رفتہ یہ عمل عہد حاضر میں اسی طرح رائج ہے۔ نیز ان دونوں منفرد مجتہدین کے خیال کی صورت میں تمام مستحبات کو ترک کرنا لازم و واجب ہو جاتا ہے۔

و جب کے گمان کا احتمال اسی وقت زیادہ بہتر تھا جب خود رسول خدا کے قول و فعل سے صادر ہوا ہو کیوں کہ سنت اور دین وہی ہے جسے رسول خدا بیان فرمائیں۔ لیکن ایسا کوئی احتمال آنحضرت کے قول و فعل سے ظاہر نہیں ہوتا تو پھر آنحضرت کے مانند انھوں نے عمل کیوں نہ کیا؛ حالانکہ یہ دونوں آنحضرت کے خلیفہ تھے۔

عجیب و غریب بات تو یہ ہے کہ خلیفہ دوم نے شارع مقدس کی سنت کی اس خوف سے مخالفت کی کہ کہیں امت وجوب کا احتمال نہ دینے لگے اور یہی خلیفہ ایسی چیزوں کو سنت قرار دیتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل و اساس نہیں ہے جیسے گھوڑے کی زکات، نماز تراویح اور دوسری بہت ساری بدعتیں۔ وہ ان تمام بدعتوں سے خوف زدہ نہیں ہوتے اور اس پر غور و فکر بھی نہیں کرتے۔

۵۳۔ دیت میں زوجہ کی میراث کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: دیت عاقلہ سے مربوط ہے اور عورت اپنے شوہر کی دیت میں میراث کی حصہ دار نہیں بن سکتی، وہیں ضحاک بن سفیان موجود تھے انہوں نے باخبر کیا کہ رسول خدا نے انہیں لکھا کہ ”اشیم ضحابی کو اس کے شوہر کی دیت سے میراث دے دو۔ یہ سن کر عمر نے ضحاک کا قول مان لیا۔

دوسرے الفاظ:

عمر بن خطاب نے کہا: میری نظر میں دیت کے حقدار پدری رشتہ دار کے علاوہ کوئی اور نہیں؛ اس لئے کہ وہ اس کی جانب سے ادا کرتے ہیں، لہذا کیا تم میں سے کسی نے رسول خدا سے اس سلسلے میں کچھ سنا ہے؟ یہ سن کر رسول کے ایک سپاہی نے کہا: آنحضرت نے مجھے تحریر فرمایا کہ اشیم عورت کو اس کے شوہر



کی دیت سے میراث ادا کروں۔ عمر بن خطاب نے اس کی بات قبول کر لی۔ (۱)
 علامہ امینی فرماتے ہیں: خلیفہ ان تینوں میں سے کسی ایک سے یا سب سے غافل تھے:
 ا۔ قرآن مجید:

خدا کا ارشاد ہے: ﴿فَدِيَّةٌ مِّنْ مَّا كَسَبَتْ إِيَّاهُ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ ”اور زوجہ اہل میں سے ہے۔“ (۲)
 اسی کی وضاحت میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿لَنَنْجِيَنَّهٗ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ ”بے شک ہم تمہیں
 اور تمہارے اہل کو نجات دیں گے سوائے تمہاری زوجہ کے۔“ (۳)
 دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: ﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ ”بے شک ہم تمہیں اور تمہارے
 اہل کو نجات دیں گے سوائے تمہاری زوجہ کے۔“ (۴)

ان مقامات میں استثناء اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مستثنیٰ (زوجہ) مستثنیٰ منہ (اہل) میں داخل
 ہے جس سے اس کو خارج کیا گیا اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں استثنائے متصل ہے چنانچہ ابن حجر نے
 فتح الباری میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔

دوسری جگہ خداوند عالم عزیز مصر کی زوجہ کے حوالے سے فرماتا ہے: ﴿مَّا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ
 بِأَهْلِكَ سُوءًا﴾ ”جو تمہاری عورت کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہے؟“ (۵)

۱۔ کتاب الام، شافعی، ج ۶، ص ۷۷، (ج ۶، ص ۸۸): کتاب الرسالہ، شافعی، ص ۱۱۳، (ص ۴۲۶، حدیث ۱۷۲): اختلاف الحدیث،
 شافعی، مطبوع بر حاشیہ کتاب الام، ج ۷، ص ۲۰، (ص ۴۷۹): سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۱۴۹، حدیث ۴۹۲۷): مسند احمد،
 ج ۳، ص ۳۵۴، (ج ۳، ص ۴۸۵، حدیث ۵۱۳۱۸، ۱۵۳۱۹): سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۶۵، (ج ۳، ص ۱۹، حدیث ۱۳۱۵): سنن ابن
 ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۲، (ج ۲، ص ۸۸۳، حدیث ۲۶۳۲): سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۳۳: تیسیر الوصول، ج ۴، ص ۴، (ج ۴، ص ۹،
 حدیث ۱): تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۳۳، (ج ۱، ص ۳۳۵)۔

۲۔ سورہ نساء، ۹۲

۳۔ سورہ بکورت، ۳۲-۳۳

۴۔ سورہ نمل، ۷۷

۵۔ سورہ یوسف، ۲۵



خدا کا قول: ﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا﴾ ”جس وقت موسیٰ نے اپنے اہل سے کہا کہ میں نے آگ تلاش کر لیا ہے“۔ (۱)

ایک دوسرا ارشاد:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا﴾ ”جب موسیٰ مدت کو پورا کر چکے اور اپنے اہل کو لے کر چلے تو طور کی طرف ایک آگ نظر آئی انھوں نے اپنے اہل سے کہا: تم لوگ ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے“۔ (۲)

اس وقت جناب موسیٰ کے ہمراہ ان کی زوجہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور وہ حاملہ تھیں یا تھوڑی ہی دیر قبل بچے کو جنم دیا تھا۔

۲۔ سنت رسول:

رسول خداؐ نے اعراب کے حاکم ”ضحاك بن سفيان“ کو تحریر فرمایا کہ اشیم ضبابی کو اس کے شوہر کی دیت کا وارث قرار دے۔

۳۔ لغت عرب:

عربی زبان و ادب سے یہ اہم بات مستفاد ہوتی ہے کہ استقراء کے مطابق زوجہ پر اہل کا اطلاق ہوتا ہے، قرآنی آیات میں یہ بات مذکور ہے اور اپنے حاکموں کو رسول خداؐ کا نوشتہ بھی اس پر دلالت کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ سے مروی روایت میں آپؐ نے شادی شدہ کو دو حصہ اور غیر شادی شدہ کو ایک حصہ دیا، صفوان بن عمرو کا بیان ہے: رسول خداؐ نے مجھے دو حصہ دیا اس لئے کہ میرے اہل و عیال تھے اور عمار کو ایک حصہ دیا۔ (۳)

۱۔ سورہ نمل ۷۷

۲۔ سورہ قصص ۲۹؛ سورہ طہ ۱۰

۳۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۵، (ج ۳، ص ۱۳۷-۱۳۶، حدیث ۲۹۵۳)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۳۳۶؛ تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۲۵۳،

(ج ۱، ص ۲۹۸، حدیث ۲۹)؛ نہایۃ ابن اثیر، ج ۱، ص ۸۳



محمد بن حسن نے اپنے اہل سے وصیت کرنے والے شخص کے متعلق فتویٰ دیا کہ اصولی طور پر اس کی وصیت صرف عورتوں سے مخصوص رہے گی لیکن انہوں نے ترک قاعدہ کرتے ہوئے اس کی وصیت کو تحت تکفل تمام افراد کے لئے عمومیت دے دی۔ (۱)

ابوبکر کہتا ہے: اہل کا اطلاق زوجہ پر ہوتا ہے اور گھر میں موجود تمام افراد اور تحت تکفل لوگوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اَنَا مَنجُوكَ وَاهْلَكَ اِلَّا اَكْرَتَكَ﴾ ”بے شک میں تمہیں اور تمہارے اہل کو نجات دینے والا ہوں سوائے تمہاری زوجہ کے“۔ (۲)

لغات میں ہے کہ اہل اسے کہتے ہیں جس کی زوجہ اور عیال ہوں: وسار بساہلی ”یعنی وہ اپنی زوجہ اور عیال کے ہمراہ چلا گیا“۔ واهل الرجل وتاهل ”اس نے شادی اور زناشوئی کی“۔ وتاهل ”زناشوئی اور تزویج کی ہے“۔ دعائیں مروی ہے: ”اهل الله في الجنة ايها لا“ خدا ایک کو جنت ماویٰ میں زوجہ و عیال عطا فرمائے۔ (۳)

اس کے علاوہ لغت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اطمینان و اعتماد میں مزید اضافہ ہوگا۔

۵۴۔ تحقیق بلوغ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

ابن ملیک سے منقول ہے: ایک عراقی نو جوان چور کے بارے میں عمر نے تحریر کیا کہ اس کی پیمائش کرو اگر اس کا قد چھ بالشت ہو تو ہاتھ کاٹ دو، لوگوں نے اس کی پیمائش کی تو چھ بالشت میں ایک انگشت کم نکلا چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا۔

سلمان بن یسار سے منقول ہے کہ ایک جوان کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے چوڑی کی تھی، عمر نے

۱۔ احکام القرآن حصاص، ج ۲، ص ۲۷۷، (ج ۲، ص ۲۲۸)

۲۔ احکام القرآن حصاص، ج ۲، ص ۲۷۷، (ج ۲، ص ۲۲۸)

۳۔ نہایہ ابن اثیر، ج ۱، ص ۶۲، (ج ۱، ص ۸۲)؛ قاموس المللیہ، ج ۳، ص ۳۳۱؛ لسان العرب، ج ۱۳، ص ۳۱، (ج ۱، ص ۲۵۴)؛ ج العروس، ج ۷، ص ۲۱۷۔

کی پینائش کا حکم دیا، جب لوگوں نے پینائش کی چھ بالشت میں ایک انگشت کم نکلا، لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: تحقیق بلوغ کے سلسلے میں شریعت میں جو بات ثابت ہے، وہ ”احکام“ ہے، چنانچہ آنحضرتؐ سے مروی صحیح روایت سے بھی یہی ثابت ہے۔ جن سے قانون ساقط ہے آپ نے ان کے متعلق فرمایا: **والغلام حتی یحتلم** ”اور لڑکا اس وقت تک جب وہ قتلیم نہ ہو یا اس کے زیر ناف کے بال نہ اگ جائیں“۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ کی صحیح (۲) میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چوتھی علامت نہیں جو مشہور و معروف ہو۔ ہاں! بالشت کی پینائش خلیفہ کی نقابست اور ان کی بدعتوں کا نمونہ ہے اور بس۔

۵۵۔ خلیفہ نے حد میں کمی کی

عمر بن خطاب کے پاس ایک شراب خور کو لایا گیا، عمر نے اس سے کہا: میں تجھے ایسے شخص کے پاس بھیجوں گا جو ترحم و ملائمت کے جذبہ سے قطعی عاری ہے، چنانچہ انہوں نے مطیع بن اسود عددی کے پاس بھیج دیا، اس نے کہا: میں تم پر کل حد جاری کروں گا۔ جب عمر آئے تو اس نے سخت ضربات لگائے عمر نے کہا: تم نے اسے بے موت مار دیا کتنے ضربات لگائے؟ کہا: ساٹھ ضربات، عمر نے کہا: میں اس سے بیس ضربوں کا قصاص مانگوں گا۔

ابو عبیدہ اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: عمر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ان ضربوں کی سختی کا قصاص ان بیس کوڑوں کو قرار دوں گا جو معینہ حد میں باقی رہ گئے ہیں لہذا اسے نہ مارو۔ (۳)

۱۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۹، ص ۳۸۷-۳۸۶، حدیث ۸۲۰۶، ۸۲۱۱) المصنف عبدالرزاق، (ج ۱، ص ۱۷۸، حدیث ۸۷۳۷)؛

کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۶، (ج ۵، ص ۵۴۳، حدیث ۱۳۸۸۷)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۵۹-۵۳۔

۳۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۷؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۳۳۔

علامہ ائمیؒ فرماتے ہیں: اس شخص کو غور سے دیکھئے جو حکم خدا کے سلسلے میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے، ایک دن شراب خور کی حد میں دو گنا اضافہ کر دیتا ہے جو اہل سنت کی نظر میں چالیس کوڑے ہیں چنانچہ اسی کوڑے مارنے کا حکم صادر کر دیتا ہے۔ (۱) اسی کے بعد دوسرے دن مجرم کی حالت پر دلسوزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیس کوڑے کم کر دیتا ہے اور پھر تعداد میں کمی کر کے ضربات کی سختی کی تلافی کرتا ہے، یہ تمام باتیں اس خدائی قانون سے انحراف اور تجاوز پر دلالت کرتی ہیں جسے رسول خدا ﷺ لائے تھے۔

حدیث میں ہے: روز قیامت خداوند عالم زیادہ ضرب لگانے والے انسان سے فرمائے گا: میرے معین کردہ قانون سے زیادہ کیوں مارا؟ وہ کہے گا: خدایا! میں نے تیرے لئے غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور زیادہ مارا۔ خدا فرمائے گا: کیا تیرا غضب میرے غضب سے زیادہ شدید ہے۔ اس کے برعکس جس نے حد میں کمی کی ہے اسے لایا جائے گا، خدا اس سے فرمائے گا: میرے بندے! تم نے حد میں کمی کیوں کی؟ وہ کہے گا: معبود! میں نے اس پر رحم کیا، وہ فرمائے گا: کیا تیرا رحم میری رحمت سے زیادہ ہے۔ (۲) ایسی بہت سے حدیثیں مروی ہیں جنہیں حفاظ حدیث نے نقل کیا ہے (۳)

۵۶۔ اباحسن ابقانی اللہ لشدة لست لها

ابن عباس سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب کے سامنے ایک قضیہ پیش کیا گیا جسے سن کر کافی پریشان حال ہوئے، چہرہ سیاہی مائل ہو گیا، انہوں نے تمام اصحاب رسول کو جمع کیا اور ان کے سامنے قضیہ پیش کر کے کہا: اس سلسلے میں کیا کروں؟ سب نے بیک زبان کہا: اے امیر المومنین! آپ ہی پناہ گاہ اور

۱۔ صحیح مسلم، باب الحد، ج ۲، ص ۳۸، (ج ۳، ص ۵۴۸، حدیث ۳۶، کتاب الحدود)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۷۵؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۹۹)؛ مسند ابی داؤد طیالسی، ص ۲۶۵، (حدیث ۱۹۷۰)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۹، ۳۲۰؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۱۷۷؛ (ج ۳، ص ۲۰)۔

۲۔ البیان والیقین، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۳، ص ۱۹)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۹۲، (ج ۵، ص ۸۵۳، حدیث ۱۳۵۵۶-۱۳۵۵۱) پر رجوع کریں۔

مشکلات برطرف کرنے والے ہیں۔ یہ سن کر عمر غضبناک ہوئے، کہنے لگے: ﴿اتقوا اللہ و قولوا قولا
سدیدا یصلح لکم اعمالکم﴾ ”اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تاکہ وہ ہمارے اعمال کی اصلاح
کردے۔“ (۱)

اصحاب نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے سوال کے جواب سے ہم ناواقف ہیں۔
عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جو اس قضیہ کے اصل و اساس اور ہر چشمہ سے
پوری طرح آگاہ ہے۔ لوگوں نے کہا: شاید آپ کا مقصود علی بن ابی طالب ہیں۔ عمر نے کہا: ہاں خدا کی
قسم! وہی ہماری پناہ اور ہمارے داورس ہیں، کھڑے ہو جاؤ اور ان کے پاس چلو۔

اصحاب نے کہا: اے امیر! آپ ان کے پاس جائیں گے کسی کو بھیج دیجئے تاکہ وہ خود ہی آجائیں۔
عمر نے کہا: بیہات (وہ کہاں اور ہم کہاں) وہ بنی ہاشم اور رسول خدا کی نمایاں شاخ اور ان کے علم
ودانش کے وارث ہیں، ہمیں ان کی خدمت میں حاضری دینی چاہئے۔

سب حضرت کے گھر آئے دیکھا کہ آپ گھر میں قرآن کی یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں
﴿ایحسب الناس ان یتروک سدی﴾ ”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بے حساب وعیث چھوڑ دیا
جائے گا۔“ آپ اس کی تکرار کرتے اور گریہ کرتے جاتے تھے۔

عمر نے شرت سے کہا: جو مسئلہ مجھ سے پوچھا تھا، ابوالحسن سے پوچھو۔

شرت نے کہا: میں ایک مجلس قضاوت میں بیٹھا تھا، اچانک یہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک شخص نے
دو عورتوں کو اس کے حوالے کیا، ایک کا مہر ادا ہو چکا تھا اور دوسری ام ولد کنیر تھی۔ اس نے کہا: میری آمد
تک ان کے اخراجات پورے کرو جب رات گزر چکی تو دونوں نے ایک ساتھ بچہ جنم دیا، ایک کو لڑکی
ہوئی اور دوسری کو لڑکا۔ لیکن دونوں اس بات کی مدعی تھیں کہ لڑکا میرا ہے، لڑکی کا دونوں ہی انکار کر رہی
ہیں۔

پوری بات سن کر حضرت نے فرمایا: ان کے درمیان کیا فیصلہ کیا؟ شرت نے کہا: اگر کچھ جانتا ہوتا تو

آپ کے پاس نہ آتا۔

یہ بن کر حضرت نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور فرمایا: ان کے درمیان فیصلہ کرنا، خاک اٹھانے سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اس کے بعد ایک ظرف طلب فرمایا، ایک سے کہا: اس میں اپنا دودھ ڈالو۔ اس نے ایسا ہی کیا، آنحضرت نے اسے غور سے دیکھا پھر دوسری سے بھی ایسا ہی کرنے کو کہا، سب نے دیکھا کہ اس کا دودھ پہلے والی عورت کے دودھ کا نصف ہے، حضرت نے فرمایا: تو صاحب دختر ہے، لڑکی تیری ہے اور دوسری عورت کی طرف رخ کر کے فرمایا: لڑکا تیرا ہے تو اسے حاصل کر لے۔

اس کے بعد شروع سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ دختر کا دودھ فرزند کے دودھ کا نصف ہوتا ہے، اسی طرح میراث، عقل و خرد، شہادت و دیت اور دوسری بہت سی چیزوں میں لڑکی نصف کی حقدار ہوتی ہے۔ یہ بن کر عمر سخت متعجب ہوئے کہا: اے ابوالحسن! خدا مجھے ایسی مصیبت میں تنہا نہ رکھے جس کے لئے آپ نہ ہوں، خدا مجھے ایسے شہر میں نہ چھوڑے جس میں آپ نہ ہوں۔ (۱)

۵۷۔ عجیب و غریب مولود اور خلیفہ

سعید بن جبیر سے منقول ہے: عمر بن خطاب کی خدمت میں ایک عورت کو لایا گیا جس نے ایک بچہ کو جنم دیا تھا جس کے اوپر کا آدھا حصہ دو بدن، دو شکم، دوسرے چار ہاتھ اور دو شر مگاہ والا تھا اور دوسرا حصہ مردوں کی طرح دوران، دو اینڈلی اور دو پیرا والا تھا، اس عورت نے اپنے شوہر سے اس مولود کی میراث کا مطالبہ کیا، عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو جمع کیا اور اس سلسلے میں مشورہ کیا، لوگوں نے جواب کے متعلق معذرت کر لی۔

عمر نے علی بن ابی طالب کو بلوایا، حضرت نے فرمایا: بے شک یہ امر ایک آزمائش سے کم نہیں، اس عورت اور اس کے فرزند کو قید کر دو، ان دونوں کے لئے کسی ایسے کو چھوڑو جو ان کی خدمت کرے، ان

(۱) کنز العمال، ج ۳، ص ۱۷۹، (ج ۵، ص ۸۳۰، حدیث ۱۳۵۰۸)؛ مصباح الفلاح، ج ۲، ص ۵۶، (ج ۲، ص ۱۳۶،



کے اخراجات بھی بحد کافی ادا کرو۔ عمر نے حضرت کے احکامات پر عمل کیا جب وہ عورت فوت ہوئی اور اس کا بچہ بزرگ ہوا تو اس نے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت نے حکم دیا کہ ایک نوکر اس کی خدمت کے لئے معین کیا جائے جو اس کی شرمگاہوں کی بھی خدمت کرے اور ماؤں کی طرح اس کی ضرورتیں پوری کرے۔

کچھ دنوں بعد ایک بدن نے شادی کی خواہش ظاہر کی، عمر نے حضرت کی خدمت میں آدمی بھیجا، کہا: اے ابوالحسن! ان دونوں بدن کے مسئلے میں کیا فرماتے ہیں اگر ان میں سے ایک نے دوسرے کی ضد اور مخالفت کی حتیٰ ایک ہی وقت میں ایک نے جماع کی خواہش ظاہر تو اس کا کیا حل ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! خداوند عالم اس سے کہیں زیادہ صابر و کریم ہے کہ ایک بندہ کو اپنے بھائی اور اہل سے جماع کی خواہش کا مشاہدہ کرے لیکن اس مسئلے کو تین روز تک ٹالتے رہو کہ خداوند عالم جلدی کوئی حکم جاری فرمائے گا کہ وقت مرگ کسی بات کا مشاہدہ کرے۔ تین روز بعد وہ فوت ہو گیا، عمر نے اصحاب رسولؐ کو اکٹھا کرنے کے بعد اس سلسلے میں مشورہ کیا بعض نے کہا: اسے کاٹ ڈالو تا کہ مردہ زندہ سے جدا ہو جائے پھر اسے غسل و کفن دے کر دفن کروں۔

یہ سن کر عمر نے کہا: تمہاری بات عجیب و غریب ہے کہ ہم زندہ شخص کو مردے کے لئے مار ڈالیں، یہ سن کر زندہ بدن نے فریاد و فغاں بلند کی، میرے لئے خدا کافی ہے تم لوگ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو حالانکہ میں ”لا الہ الا اللہ وان محمد آرسول اللہ“ کی گواہی دیتا ہوں اور قرآن پڑھتا ہوں۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آدمی بھیجا اور کہا: اے ابوالحسن! ان دونوں کے سلسلے میں حکم جاری فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا:

یہ مسئلہ بہت زیادہ آسان ہے حکم یہ ہے کہ اسے غسل و کفن کر دو اور بھائی کے ساتھ چھوڑ دو کہ اس کی خدمت کرے اور راستے چلتے میں بھائی اس کی مدد کرے جب تین روز گزر جائے گا تو مردہ کا بدن خشک ہو جائے گا، اس وقت اس کی خشکی کی جگہ سے اسے جدا کر دو، ایسی صورت میں وہ دردناک نہیں



ہوگا، بے شک میں جانتا ہوں کہ خداوند عالم زندہ بدن کو اس کے بعد تین روز سے زیادہ باقی نہیں رکھے گا کیوں کہ مردہ کی غنونت سے اسے کافی اذیت ہوگی۔

لوگوں نے مولا کے فرمان پر عمل کیا، آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: اے فرزند ابوطالب! آپ ہمیشہ شبہات کو برطرف کرنے والے اور حکم کو آشکار کرنے والے ہیں۔ (۱)

۵۸۔ کنیز کی حد کے بارے میں اجتہاد خلیفہ

مخنی بن حاطب سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ حاطب کی وفات کی بعد اس نے نماز گزار اور روزہ دار غلاموں کو آزاد کیا، حاطب کی ایک کنیز بھی تھی جو صوم و صلاۃ کی پابند تھی اس نے اس کی رعایت نہ کی اور اس کی بیوی کے باوجود اسے حاملہ کر دیا، بعد میں غلطی کا احساس ہوا تو عمر کے پاس پہنچ کر اس سلسلے میں گفتگو کی، عمر نے کہا: بے شک تم نے اچھا کام نہیں کیا ہے۔ وہ اس جملہ سے کافی خوف زدہ ہوا تو عمر نے اس کنیز کے پاس آدی بھیجا پوچھا: کیا تو حاملہ ہے؟ جواب دیا: ہاں۔

راوی کا بیان ہے: راستہ میں حضرت علی، عثمان اور عبدالرحمن بن عوف سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: آپ حضرات کیسے میں کیا کروں؟ عثمان وہیں بیٹھے تھے فوراً پینتر ابدل لیا، حضرت علی اور عبدالرحمن بن عوف نے کہا: حد بہر حال جاری ہوگی۔

اس نے عثمان کی طرف رخ کر کے کہا: اے عثمان! آپ بھی کچھ کہیں، عثمان نے کہا: تمہارے بھائیوں نے تم سے بیان کر دیا ہے۔ اس نے کہا: آپ کہیں۔ میری نظر میں اس سے نادانی میں یہ حرکت سرزد ہوئی ہے اور جو ناواقف ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ عمر نے کہا: سچ کہا، سچ کہا، قسم اس کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے جو اس مسئلے سے ناواقف ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ پھر عمر نے سو



کوڑے مارے اور ایک سال قید میں ڈال دیا۔ (۱)

بیہقی لکھتے ہیں: اس جرم کی سزا سنگساری تھی، شاید عمر نے جہالت و نادانی کی وجہ سے حد ساقط کر دیا اور بعنوان تادیب سو کوڑے مار کر قید کر دیا۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں یہ نہیں کہتا کہ اس مسئلہ میں دو احتمال پائے جاتے ہیں: ثبوت حد جو سنگساری ہے: یا شک کی بنیاد پر رفع حد۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ شرعی منطق و بیان سے بہت دور ہے، میری نظر میں بیہقی کی بات کہ ”بعنوان تادیب کوڑے اور تجعید کی سزا دی“ صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے اشکال و اعتراض اور بھی شدید ہو جاتا ہے کیوں کہ رسول خدا کی روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ حدود خدا کے علاوہ دس کوڑوں سے زیادہ کسی کو نہیں مارا گیا۔ (۳)

ایک دوسری صحیح میں آنحضرت کا ارشاد ہے: حدود خدا کے سب سے کم حد میں دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے۔ (۴)

آپ کا ارشاد ہے: کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دس کوڑوں سے زیادہ مارے مگر حدود خدا کے کسی حد میں۔ (۵)

آنحضرت کا قول ہے: تعزیر و تادیب کے لئے دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارو۔ (۶)

آنحضرت فرماتے ہیں:

۱۔ کتاب الام، شافعی، ج ۱، ص ۱۳۵، (ج ۱، ص ۱۵۲)؛ اختلاف الحدیث، مطبوعہ حاشیہ الام، ج ۷، ص ۱۳۴، (ج ۷، ص ۵۰۷)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۸، جامع البیان العلم، ص ۱۳۸، (س ۳۰۸، حدیث ۱۵۳۸)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۸

۳۔ صحیح بخاری، باب کم اتعویروا الادب، (ج ۶، ص ۲۵۱۲ حدیث ۶۵۳۸)؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۳۲، (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۳۳۹۱)

۴۔ صحیح مسلم، باب الحدود، ج ۱، ص ۵۲، (ج ۳، ص ۵۳۰، حدیث ۳۰)

۵۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۳۸۲، (ج ۴، ص ۲۲۳، حدیث ۸۱۵۲)

۵۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۷۶

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۲۹، (ج ۲، ص ۸۶۷، حدیث ۲۶۰۲)



اگر کوئی حد خدا کے علاوہ جاری کرے تو وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے۔ (۱)
 کیا یہ تمام احادیث خلیفہ محترم سے مخفی تھی یا انھوں نے ان سے صرف نظر کرنے کا پکا عہد کر لیا تھا اور
 انھیں پس پشت ڈال دیا۔

۵۹۔ حکم رسولؐ سے خلیفہ کی مخالفت

ابو ہریرہ کا بیان ہے: ہم رسول خداؐ کے آس پاس بیٹھے تھے، ابو بکر و عمر بھی دوسرے افراد کے ہمراہ
 ہمارے ساتھ بیٹھے تھے۔ تبھی آنحضرتؐ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک ان کی واپسی
 نہیں ہوئی، ہم خوف زدہ ہوئے کہ شاید آنحضرتؐ نے ہماری مصاحبت قطع کر دی، یہ خوف سب سے پہلے
 میرے اندر پیدا ہوا اسی لئے میں باہر آیا اور تلاش کرتا ہوا بنی نجار کے ایک انصاری کے باغ میں آیا، اندر
 جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا، میں ایک نیلا دروازہ تلاش کر کے اس میں داخل ہوا، اچانک رسول خداؐ پر نظر
 پڑی۔ آنحضرتؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابو ہریرہ۔ میں نے عرض کی: جی فرمائیے۔ فرمایا: کوئی کام
 ہے؟ میں نے عرض کی: آپ گفتگو کرتے ہوئے اچانک اٹھ کر چلے آئے تو ہمیں خوف محسوس ہوا کہ شاید
 آپ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، سب سے پہلے مجھے احساس ہوا اور آپ کی تلاش میں نکل پڑا، دوسرے
 لوگ بھی میرے پیچھے ہیں۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میری یہ دو جوئیاں لے جاؤ اور جس پہلے شخص کو اس
 دیوار کی پشت پر دیکھو اور وہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہو، اسے میری طرف سے جنت کی
 بشارت دے دو۔ چنانچہ میں باہر آیا، سب سے پہلے عمر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: یہ دو نعلین
 کس کے ہیں؟ میں نے کہا: رسول خداؐ کے ہیں، انہوں نے مجھے ان کے ہمراہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ
 جس سے سب سے پہلے ملاقات ہو اور وہ وحدانیت خدا کی گواہی دے رہا ہو اسے جنت کی بشارت

دے دو۔ یہ سنتے ہی عمر نے زور سے میرے سینے پر مارا جس کی وجہ سے میں زمین پر گر گیا، انہوں نے کہا: رسول خداؐ کے پاس واپس جاؤ۔ میں گریہ کنال آخضر کے پاس آیا۔ آخضر نے پوچھا: کیا ہوا، کیوں رورہے ہو؟ میں نے عرض کی: سب سے پہلے عمر سے ملاقات ہوئی، میں نے انہیں جنت کی بشارت دی تو انہوں نے اتنے زور سے میرے سینے پر مارا کہ میں زمین بوس ہو گیا اور یہ کہا کہ رسولؐ کے پاس پلٹ جاؤ۔

یہ سن کر رسول خداؐ ہر آئے اور عمر سے ملاقات ہوئی تو پوچھا: اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عمر نے پوچھا: آپ نے ابو ہریرہؓ کو اس پیغام کے ساتھ روانہ کیا تھا؟ فرمایا: ہاں۔ عمر نے کہا: ایسا نہ کریں، اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ وحدانیت کی گواہی دیں اور اعمال کو ترک کر دیں، انہیں اعمال بجالانے کی مہلت دیں۔ آخضر نے فرمایا: اچھی بات ہے، انہیں اعمال کی مہلت دو۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

کتاب وسنت کی روشنی میں رسول کا تو کام ہی ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت دیں اور ڈرائیں، خداوند عالم نے رسول کو بشیر و نذیر کے عنوان سے بھیجا ہے، اگر بشارت، عمل میں رکاوٹ بنتی تو رسول خداؐ پر واجب تھا کہ وہ بشارت دینے سے اجتناب کریں۔ خود قرآن مجید میں بشارت دی گئی ہے، یہ آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنْ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ ”اور مومنین کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل و کرم ہے۔“ (۲)

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”اور صاحبان ایمان کو بشارت دے دو کہ ان کے لئے پروردگار کی بارگاہ میں بلند ترین درجہ ہے۔“ (۳)

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۳۸؛ شرح ابن ابی اللہ یزید ج ۳ ص ۱۰۸، ۱۱۶؛ فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۴

۲۔ سورہ احزاب ۷۷

۳۔ سورہ یونس ۲۴



اس سلسلے میں بہت سی روایات بھی مروی ہیں جن میں وحدانیت خدا کی شہادت کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ (۱)

رسول خدا نے عبد اللہ بن عمر کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کر دو کہ جو بھی ”لا الہ الا اللہ“ کی گواہی دے اسے جنت کی بشارت ہو۔ ایسی صورت میں لوگوں کو جنت کی بشارت دینے میں کون سی ممانعت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ صحیح تو حید کا تقاضا ہے کہ امت ہر اس چیز پر عمل کرے جس کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جناب والا ”عمر“ نے اپنے کس علییٰ بوتے پر رسول خدا کی مخالفت کی ہے، آپ ان کی جرأت ملاحظہ فرمائیں کہ رسول خدا کی حیات ہی میں ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں، وفات کے بعد تو اللہ مالک۔ جیسا کہ تاریخ کے صفحات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۶۰۔ کعبہ کے زیورات کے متعلق اجتہاد خلیفہ

۱۔ عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں کعبہ کے زرو جواہرات کا تذکرہ نکلا، بعض لوگوں نے کہا: اگر اسے مسلمانوں کے امور میں صرف کریں تو اس کا زیادہ ثواب ہوگا اور پھر کعبہ کو زرو زیورات سے کیا کام۔ یہ سن کر عمر نے ایسا ہی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا، اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: بے شک رسول خدا پر قرآن مجید نازل ہوا ہے، اس میں اموال کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ اموال مسلمین: اسے وارثین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۲۔ فنی: اسے مستحقین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۳۔ فسخ: اسے اس کی واقعی جگہ پر رکھا گیا ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو: الترغیب والترہیب، حافظ منذری ج ۲ ص ۱۶۵-۱۶۰



۳۔ صدقات: خداوند عالم نے اس کی جگہ بھی معین فرمادی ہے۔

کعبہ کے زیورات اس دن کعبہ کے اندر موجود تھے، خداوند عالم نے انہیں وہیں پر باقی رکھا، انہیں اس نے کسی نسیان کی بنا پر نہیں چھوڑا اور نہ ہی اس مکان سے خوف زدہ ہو کر ایسا کیا ہے، لہذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ انہیں وہیں پر چھوڑ دو جہاں خدا اور رسولؐ نے رکھا ہے۔

یہ سن کر عمرؓ نے کہا: لولاک لا فتننا ”اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ضرور ذلیل و رسوا ہو جاتے۔“ اور کعبہ کے زیورات کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ (۱)

۲۔ شفیق نے شبیہ بن عثمان سے روایت کی ہے: عمر بن خطاب اسی جگہ بیٹھے تھے جہاں اس وقت تو بیٹھا ہوا ہے، عمرؓ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس میں کوئی چیز نہ چھوڑوں یعنی کعبہ محترم میں نہ سونا اور نہ ہی چاندی، مگر یہ کہ اسے دوسروں میں تقسیم کر دوں۔ یہ سن کر میں نے کہا: آپ سے قبل رسول خداؐ اور ابوبکرؓ نے تو ایسا نہیں کیا۔ میری بات سن کر عمرؓ نے برجستہ کہا: یہ دونوں ایسے افراد تھے جن کی تائیدی میرے لئے ضروری ہے۔

۳۔ حسن سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: میں نے معمم ارادہ کیا ہے کہ کعبہ میں موجود سونا اور چاندی کو فقراء و مساکین میں تقسیم کر دوں۔ یہ سن کر ابی بن کعبؓ نے کہا: خدا کی قسم! آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ عمرؓ نے پوچھا: کیوں؟ کہا: بے شک خداوند عالم نے ہر مال و متاع کو اس کی مخصوص جگہ پر قرار دیا ہے اور رسول خداؐ نے اسے لوگوں کے سامنے بیان فرمادیا ہے۔

یہ سن کر عمرؓ نے کہا: تم نے سچ کہا۔

مسئلہ کا حکم تو اپنی جگہ پر لیکن متذکرہ روایتوں سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مذکورہ تمام لوگ اس

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۱، (ج ۲، ص ۵۷۸، حدیث ۱۵۱۷)؛ کتاب الحج، ج ۶، ص ۲۶۵، حدیث ۶۸۴، کتاب الاعتصام، اخبار
کے ارزقی، (ج ۱، ص ۲۳۶)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۷، (ج ۲، ص ۲۱۵، حدیث ۲۰۳۱)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۶۹، (ج ۲،
ص ۱۰۳۰، حدیث ۳۱۱۶)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۵۹؛ فتوح البلدان بلاذری، ص ۵۵؛ فتح البلاغ، ج ۲، ص ۲۰۱، (ج ۲، ص ۵۲۳، نمبر ۷۷۷)؛
ریاض البصر، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۲، ص ۲۸۸)؛ ربیع الاربعین، باب ۷، (ج ۲، ص ۲۶)؛ تیسیر الوصول، (ج ۳، ص ۳۶۷،
حدیث ۷)؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۵۸، (ج ۳، ص ۳۵۶)؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۱۴۵، (ج ۱۳، ص ۱۰۰، حدیث ۳۸۰۵۲)



مسئلہ سے میں خلیفہ سے زیادہ عالم و باخبر تھے، ایسی صورت میں صاحب ”الوشیعہ“ کا وہ جھوٹا دعویٰ کہاں ہے کہ عمر بن خطاب اپنے عہد میں تمام صحابہ سے زیادہ عالم و فقیہ تھے!؟

۶۱۔ تین طلاق کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں اور عمر بن خطاب کے عہد میں تین سال تک تین طلاقیں، ایک ہی طلاق محسوب ہوتے تھے (یعنی انت طالق ثلاثۃ یہ جملہ ایک طلاق محسوب ہوتا تھا)۔ عمر نے کہا: بے شک لوگ کسی کام میں کبھی کبھی کافی عجلت کا مظاہرہ کر جاتے ہیں حالانکہ اس میں مہلت کی گنجائش ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس پر دستخط کر دیا۔ (۱)

۲۔ طاؤس سے منقول ہے: ابوصہبہ نے ابن عباس سے کہا: کیا تم واقف ہو کہ رسول خداؐ، ابوبکر اور تین سال تک عمر بن خطاب کے عہد میں تین طلاق ایک ہی طلاق محسوب ہوتا تھا؟ ابن عباس نے کہا: ہاں۔ (۲)

ابوصہبہ نے ابن عباس سے کہا: اپنی یادداشت کے سہارے بتائیے، کیا رسولؐ اور ابوبکر کے عہد میں تین طلاق ایک طلاق نہیں تھا؟ کہا: کیوں نہیں ایسا ہی تھا، پھر عمر کے عہد میں لوگوں نے کافی زور دیا تو عمر نے اس پر دستخط کر دیا یا لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔ (۳)

دوسری صورت: ابوصہبہ ابن عباس سے بہت زیادہ سوال کرتے تھے، کہا: آپ جانتے ہیں کہ جب

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۱۴، (ج ۱، ص ۲۱۶، حدیث ۲۸۷۰)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۷۴، (ج ۱، ص ۱۴۵، حدیث ۱۵ کتاب الطلاق)؛
المسند رک علیٰ الصالحین، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۲، ص ۲۱۴، حدیث ۲۷۹۳)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۶، تفسیر قرطبی، ج ۳، ص ۱۳۰،
(ج ۳، ص ۸۶)؛ ارشاد الساری، ج ۸، ص ۱۲۷، (ج ۱۴، ص ۱۷)؛ درمنثور، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۱، ص ۶۶۸)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۷۴، (ج ۳، ص ۲۷۷، حدیث ۱۶ کتاب الطلاق)؛ سنن نسائی، ج ۶، ص ۱۴۵، (ج ۳، ص ۳۵۱،
حدیث ۵۵۹۹)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۶؛ درمنثور، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۱، ص ۶۶۸)

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۷۴، (ج ۳، ص ۲۷۷، حدیث ۱۷ کتاب الطلاق)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۶

مرد اپنی زوجہ کو دخول سے قبل تین طلاق دے دے تو رسول خدا، ابوبکر کے زمانے میں اور عمر بن خطاب کے اوائل حکومت میں بھی ایک طلاق محسوب ہوتا تھا؟ ابن عباس نے کہا: ہاں یہ سچ ہے کہ رسول خدا اور ابوبکر کے زمانے میں نیز عمر بن خطاب کے اوائل حکومت میں اسے ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا، جب عمر نے دیکھا کہ لوگ پے در پے طلاق دے رہے ہیں تو انھوں نے اس کی اجازت دے دی۔ (۱)

۳۔ طحاوی نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب عمر بن خطاب کی خلافت کا زمانہ آیا تو کہا: اے لوگو! طلاق کے سلسلے میں تمہارے لئے گنجائش رکھی گئی ہے، بے شک جس نے خدا کی اس گنجائش میں غلت کا مظاہرہ کیا اسے ملزم قرار دوں گا۔ یعنی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (۲)

۴۔ طاووس سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے کہا: طلاق کے سلسلے میں تمہارے لئے گنجائش رکھی گئی تھی لیکن تم نے اس میں غلت کا مظاہرہ کیا، جس میں غلت کا مظاہرہ کیا گیا ہے ہم اس میں تمہیں اجازت دیتے ہیں۔

۵۔ حسن سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوموسیٰ اشعری کو تحریر کیا کہ میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک نشست میں تین طلاق دے تو میں اسے ایک طلاق قرار دوں گا لیکن بعض لوگوں نے خود ہی اپنے اوپر لازم کر لیا لہذا جس نے لازم کر لیا، ہے اس مسئلے کو اس پر لازم کر دو اور جس نے اپنی عورت سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی اور جس نے اپنی زوجہ سے کہا: تو مجھ سے جدا ہوگئی تو وہ جدا ہو جائے گی اور جس نے تین طلاق دے دیا وہ تین طلاق محسوب ہوگا۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ لوگوں کی غلت کو جواز بنا کر ایک انسان

۱۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۲۶۱، حدیث ۲۱۹۹)؛ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۳۳۹؛ تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۱۶۲، در منثور، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۱، ص ۶۶۸)۔

۲۔ عمدة القاری، ج ۹، ص ۵۳۷، (ج ۲، ص ۲۳۳)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۱۶۲، (ج ۹، ص ۲۷۶، حدیث ۲۷۹۳۳)۔



کتاب خدا کو بالائے طاق رکھ کر اپنی ذاتی رائے کے مطابق عمل کرے؛ حالانکہ یہ قرآن مجید ہے جو واضح طور سے فرماتا ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرِوْفٍ اَوْ تَسْرِیْخِ بِاِحْسَانٍ﴾ ”طلاق دو مرتبہ دی جائے گی، اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا۔“ (۱) ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ ”طلاق دو مرتبہ دی جائے گی، اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا۔“ (۲) پھر اسی کے بعد ارشاد ہوا: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ ”پھر اگر تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرا شوہر کرے۔“ (۳)

اس آیت میں خداوند عالم نے دو طلاق کی جستجو کو ضروری سمجھتے ہوئے حرمت کو تیسرا طلاق ہونے کے بعد قرار دیا ہے، اور اسے ایک کلمہ ”مٹاٹا“ کے ذریعہ تمام طلاقیں کو جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی صیغہ طلاق کی تکرار کے ذریعہ طلاق ہو سکتا ہے جب تک ان کے صیغوں کے درمیان آمیزش کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

اول:- یہ ایک ہی طلاق ہے اور مٹاٹا کہنے سے اس کی تکرار نہیں ہو سکتی اس کی دلیل یہ ہے کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نماز کی رکعتوں میں ضروری سورہ فاتحہ کی تکرار نہیں ہو سکتی اور اگر نمازی اسے آپ کے بقول خمساً و عشر اے کے ذریعہ ادا کرے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے سورہ کی تکرار کی ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ تلاوت کی ہے۔

اسی طرح ہر وہ حکم جس میں اعداد کی قید ہے جیسے منیٰ میں سات پتھر پھینکنا اگر کوئی ایک ہی مرتبہ سنگ ریزوں کو ڈالے تو یہ کفایت نہیں کرے گا، اسی طرح لعان میں چار شہادتیں اور فرزند کی نفی کرنا اگر اس

۱۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۱۶۳، (ج ۹، ص ۶۷)، حدیث ۲۷۹۳۳۔

۲۔ سورہ بقرہ ۲۲۹

۳۔ سورہ بقرہ ۲۳۰

میں اربعا کہہ کر ایک ہی شہادت دی جائے تو یہ کافی نہیں ہے، نماز عید فطر و قربان (۱) میں بھی خمساً و سبعاً کے ذریعہ ایک اللہ اکبر کہنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی، وغیرہ۔ یہ تمام مسائل ایسے ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

دوم:- بے شک طلاق لفظ اول کے ذریعہ حاصل ہوگی اور اسی کے ذریعہ جدائی واقع ہوگی اور منکوحہ عورت اسی کے ذریعہ آزاد ہو جائے گی اور یہ بھی سچ ہے کہ طلاق شدہ عورت کو پھر طلاق نہیں دی جاسکتی اسی طرح آزاد شدہ عورت دوبارہ آزاد نہیں ہو سکتی۔

حدیث رسولؐ سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے: ”لَا طَّلَاقَ إِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ“ طلاق نکاح کے بعد ہی واقع ہو سکتی ہے۔“

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”لَا طَّلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ“ نکاح سے پہلے طلاق کا امکان نہیں۔ آپ کا ہی ارشاد ہے: ”لَا طَّلَاقَ لِمَنْ لَا بَيْتَ لَكَ“ جس نے زنا شوئی نہیں کی ہے اس کے لئے طلاق نہیں۔ (۲)

ساک بن فضل کہتے ہیں:

زنا شوئی ایک بند راستہ ہے جسے طلاق وا کرتی ہے اور کوئی راستہ بند ہونے سے قبل کیسے کھل سکتا ہے۔ (۳)

قاضی ابویوسف نے ابوحنیفہ، انہوں نے حماد، انہوں نے ابراہیم اور انہوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے: سختی طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی عورت سے ایک طلاق اس وقت کہے جب وہ حیض سے پاک

۱۔ سنن نسائی، ج ۳، ص ۲۹۱، ۲۸۵، (ص ۵۵۴، حدیث ۱۸۰۳)۔

۲۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۶۱؛ سنن دارمی، ج ۱، ص ۳۳۲، (ج ۲، ص ۲۲۸، حدیث ۲۱۹۰)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۳۱، (ج ۱، ص ۶۶۰، حدیث ۲۰۴۷)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۱۸، ۳۲۱؛ المسند رک علیٰ التحسین، ج ۲، ص ۲۰۳، (ج ۲، ص ۲۲۳، حدیث ۲۸۲۰)؛ مشکل الآثار طحاوی، ج ۱، ص ۲۸۰۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۲۱۔

ہو اور اس کے ساتھ آمیزش بھی نہ کی ہو۔

ایسی صورت میں وہ عدت تمام ہونے کے بعد رجوع کرنے کا پورا حق رکھتا ہے اور عدت کے ختم ہونے کے بعد بہت سے خواستگاروں کے ساتھ اسے بھی خواستگاری کا حق حاصل ہے، اس کے بعد وہ طلاق سوم دینا چاہے تو حیض دوم سے پاکی کے وقت طلاق کہے، پھر تیسرے حیض سے پاک ہونے کے بعد تیسرا طلاق دے۔ (۱)

قرآن مجید نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے، کوئی نظریہ و عقیدہ کتاب خدا کی برابری نہیں کر سکتا مگر وہی شخص جو کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرے چنانچہ رسول خداؐ نے دوسری صحیح میں اس بات کی تصریح کی ہے، جسے نسائی نے اپنی سنن میں محمود بن لبید سے نقل کیا ہے: اس کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کو ایسے شخص کے متعلق اطلاع دی گئی جس نے اپنی زوجہ کو ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دی تھی۔

یہ سن آنحضرتؐ بہت غضبناک ہوئے پھر کھڑے ہو کر فرمایا: کیا کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اتنا سنتے ہی ایک شخص نے کھڑا ہوا عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ایسے شخص کو قتل نہ کر دیا جائے؟ (۲)

ابن اسحاق نے عکرمہ اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ دکانہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی، رسول خداؐ نے فرمایا: تم نے اسے کس طرح طلاق دیا؟ اس نے کہا: میں نے ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے صرف ایک طلاق کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس کی طرف رجوع کرو۔ (۳)

۱۔ کتاب آثار، ص ۱۲۹۔

۲۔ سنن نسائی، ج ۶، ص ۱۳۲، (ج ۳، ص ۳۳۹، حدیث ۵۵۹۳)؛ تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۱۶۰، (ج ۳، ص ۱۸۵، حدیث ۴)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۷۷؛ ارشاد الساری، ج ۸، ص ۱۲۸، (ج ۱۲، ص ۱۸)؛ درمختور، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۱، ص ۶۷۶)۔

۳۔ بدیع المجہد، ج ۲، ص ۶۱۔

اس مسئلے میں علماء اہل سنت نے بہت کچھ کہا ہے لیکن سب سے زیادہ عجیب و غریب عینی کی بات ہے چنانچہ وہ عمدۃ القاری (۱) میں لکھتے ہیں:

”خدا کی کتاب میں مذکور طلاق منسوخ و باطل ہے۔ اگر تم کہو گے کہ اس نسخ کی دلیل کیا ہے حالانکہ خود عمر نے اسے نسخ نہیں کیا ہے اور رسول خدا کے بعد نسخ کیسے ممکن ہے؟

تو میں کہوں گا کہ جس وقت عمر نے صحابہ کو خطاب کر کے یہ بات بیان کی تو صحابہ نے ان کی تردید نہیں کی، اس سے صحابہ کا اجماع ثابت ہوتا ہے اور اجماع کے ذریعہ نسخ کو ہمارے بعض علماء نے تسلیم کیا ہے اس طرح کہ اجماع بھی روایت کی طرح یقینی علم کا موجب ہوتا ہے لہذا اس کے ذریعہ نسخ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور اجماع کی حجت خبر مشہور سے زیادہ قوی ہے۔

اگر کہو گے کہ نسخ پر اجماع خود ان کے نزدیک ہے، ایسی صورت میں خود ان کے لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے؟

میں کہوں گا: اس بات احتمال ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی واضح روایت ہوگی جس سے یہ بات ہوئی ہوگی اور ممکن وہ روایت ہم تک نہ پہنچی ہو۔“

اس نسخ کی خبر گزشتہ لوگوں میں سے کسی نے بھی نہیں سنی، پھر زمانے نے عینی کے عالم وجود میں آنے کے لئے بستر تیار کیا، وہ آیا اور ایسی بکواس کی جسے اب تک کسی نے اپنی زبان پر جاری نہیں کیا اور بے مقصد اپنی بکواس کے ذریعہ کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگا اس کی نظر میں کتاب و سنت کی کوئی حیثیت نہیں۔

اگر اجماع نے آیت کو منسوخ کیا ہے تو پھر ابو حنیفہ، مالک، اوزاعی اور لیث کا یہ عقیدہ کیوں ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بدعت ہے؟ شافعی، احمد اور ابو ثور یہ کیوں کہتے ہیں کہ حرام نہیں ہے لیکن بہتر ہے کہ ایک ساتھ نہ دیا جائے، تفریق بہتر ہے؟! سند یہ کیوں کہتا ہے کہ حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے



کہ ایک ساتھ دینا حرام ہے؟ (۱)

صرف یہ احتمال کہ شاید اجماع ایسی قطعی روایات سے مستند ہو جو ہم تک نہیں پہنچی ہے، بالکل بکواس اور گزاف گوئی ہے جس کی خود خلیفہ اور دوسرے اصحاب کی صریح روایات تکذیب کر رہی ہیں، علاوہ ازیں خلیفہ کا عقیدہ و نظریہ ان کی مخصوص رائے اور خشک سیاست کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

شیخ صالح بن محمد عمری فلالی (متوفی ۱۲۹۸) کا کلام کتنا بہتر ہے: ”ہم ”اولی الابصار“ میں لکھتے ہیں: ”صحابہ، تابعین، نیک افراد اور علمائے اسلام کے درمیان مشہور و معروف یہ ہے کہ جب مجتہد حاکم کا حکم، خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ سنت کے صریحی نص کے مخالف ہو، تو اس حکم کے نفاذ کی ممانعت کرنا واجب ہے۔ عقلی احتمالات، نفسانی خواہشات اور شیطانی تعصبات کے ذریعہ قرآن و سنت کے نص کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شاید اس مجتہد کو یہی روایت دستیاب ہوئی ہو لیکن وہ دلیل جو اس پر واضح تھی اسے چھوڑ دیا ہو یا اس کے علاوہ ایک دوسری دلیل سے باخبر ہو... ایسی باتیں متعصب فقہاء نے اپنی زبان پر جاری کی ہیں اور جاہل مقلدین نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔“ (۲)

۶۲۔ بعد از عصر نماز میں اجتہاد خلیفہ

۱۔ حمیم داری سے منقول ہے کہ اس نے عمر بن خطاب کی ممانعت کے باوجود نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، عمر اس کے پاس آئے اور اپنے کوڑے سے مارنے لگے، حمیم نے نماز کے دوران اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں۔ عمر بیٹھ گئے، جب حمیم نماز سے فارغ ہوا تو عمر سے پوچھا: آپ نے مجھے کیوں مارا؟

عمر نے کہا: اس لئے کہ میری ممانعت کے بعد بھی تم نے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔

اس نے کہا: بے شک میں نے وہ دو رکعت ایسے انسان کے ہمراہ پڑھی ہے جو آپ سے بہتر تھا اور

۱۔ حاشیہ امام سندى بر سنن نسائى ج ۶ ص ۱۳۳

۲۔ احاطہ غم اولی الابصار ۹

وہ رسول خدا تھے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: اے لوگو! میں تم سے خوف زدہ نہیں لیکن تمہارے بعد آنے والے افراد سے مجھے ڈر لگتا ہے کہیں وہ مغرب و عصر کے درمیان نماز ادا کریں یہاں تک کہ ایسا وقت داخل ہو جائے جس میں رسول خدا نے نماز کی ممانعت کی ہے، اس لئے انھوں نے عصر و مغرب کو باہم متصل کر دیا۔

وہ سے منقول ہے کہ عمر نے تمیم داری کو دیکھا کہ نماز عصر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے، دیکھتے ہی اس پر کوڑے برسانے لگے۔

تمیم نے پوچھا: آپ نے مجھے کیوں مارا؟ اے عمر! آپ مجھے ایسی نماز کے لئے مار رہے ہیں جس میں نے رسول خدا کے ہمراہ پڑھی ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اے تمیم! تمام لوگ تمہاری طرح نہیں جو ہر چیز سے واقف ہوں۔

۲۔ عروہ بن زبیر سے منقول ہے: عمر لوگوں کے ہمراہ باہر گئے اور انھیں ان دو رکعتوں کی وجہ سے زد و کوب کیا جسے انھوں نے نماز عصر کے بعد ادا کیا تھا؛ اور ہر سے تمیم داری کا گزر ہوا، اس نے کہا: میں ان دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں کروں گا جسے میں نے آپ سے بہتر انسان کے ہمراہ ادا کیا ہے اور وہ رسول اسلام ہیں۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر لوگ تمہاری طرح ہوتے تو مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔

یثیٰ نے مجمع میں اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طبرانی کے رجال و احادیث معتبر و موثق ہیں۔

۳۔ سائب بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ منکدر کو بعد از نماز عصر مار رہے ہیں۔

اسود سے منقول ہے کہ عمر لوگوں کو نماز عصر کے بعد والی دو رکعت نماز پر زد و کوب کرتے تھے۔

۴۔ خالد بن جحفی سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانے میں اسے دیکھا کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا ہے، وہ اس کے قریب آئے اور نماز کی حالت میں اسے کوڑے



مارنے لگے۔

جب نماز سے فارغ ہوا تو زید نے کہا: اے رہبر مسلمین! ماریے، خدا کی قسم! رسول خدا کو پڑھتا ہوا دیکھنے کے بعد ان دور کعتوں کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

یہ سن کر عمر اس کے پاس ہی بیٹھ کر کہنے لگے: اے زید بن خالد! اگر لوگوں سے خوف زدہ نہ ہوتا کہ وہ آئندہ نمازوں کے لئے زینہ نہ قرار دے دیں تو میں ان دور کعتوں پر ہرگز نہ مارتا۔

یثیٰ نے مجمع میں اس کی سند کو معتبر کہا ہے۔

۵۔ طاؤس سے منقول ہے: ابوالیوب انصاری خلافت عمر سے قبل نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ترک کر دیا اور عمر کی وفات کے بعد پھر سے شروع کر دیا۔

لوگوں نے ان سے پوچھا: آپ نے اتنے دنوں بعد کیوں شروع کیا؟ کہا: عمر لوگوں کو اس دو رکعت نماز پر مارتے تھے۔

۶۔ مسلم بن مختار بن قفل سے منقول ہے: میں نے انس بن مالک سے بعد نماز عصر نافلہ کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا: عمر لوگوں کو نماز عصر کے بعد والی نماز پر زد و کوب کرتے تھے اور رسول خدا کے عہد میں غروب آفتاب کے بعد قبل از مغرب ان دور کعتوں کو انجام دیا جاتا تھا۔

میں نے پوچھا: کیا آنحضرت بھی یہ نماز پڑھتے تھے؟ کہا: آنحضرت ہمیں پڑھتا ہوا دیکھ کر نہ اس کا حکم دیتے اور نہ ہی اس کی ممانعت کرتے تھے۔

۷۔ ابوالعباس سراج اپنی سند میں مقدم بن شریح سے نقل کر کے کہتے ہیں: میں نے عائشہ سے رسول خدا کی نماز کے متعلق سوال کیا کہ وہ نماز ظہر کیسے پڑھتے تھے؟

کہا: آنحضرت دن کا آدھا حصہ گزار کر نماز پڑھتے تھے اس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے پھر عصر کی نماز ادا کرتے تھے اور پھر عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

میں نے کہا: عمر لوگوں کو اس دو رکعت پر مارتے اور اس کی سختی سے ممانعت کرتے تھے۔

یہ سن کر عائشہ نے کہا: رسول اسلام ﷺ اسے پڑھتے تھے اور میں اچھی طرح واقف ہوں کہ

رسول خداؐ اسے بجالاتے تھے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

خليفة کی فقاہت بھی عجیب و غریب ہے، وہ لوگوں کو اسی نماز سے منع کرتے تھے جو سنت کے ذریعہ ثابت ہے کہ رسول خداؐ اسے پڑھتے تھے اور نماز عصر کے بعد ہرگز اسے ترک نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ صحاح میں یہ بات موجود ہے کہ خود عائشہ نے (۲) اس کی خبر دیتے ہوئے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو جو ارحمت میں جگہ دی، انھوں نے اس وقت تک اسے ترک نہیں کیا جب تک خداوند عالم سے ملاقات نہ کر لی، اکثر اوقات آپ ان دور کعتوں کو بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

یہ بھی کہا: میرے نزدیک رسول خداؐ نے نماز عصر کے بعد دو سجدوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔

اور کہا: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول خداؐ میرے پاس تشریف لائیں ہوں اور ان دور کعتوں کو ادا نہ کیا

ہو۔

نبیؐ کی عبارت ہے: ایمن کا بیان ہے کہ عمر بن خطابؓ لوگوں کو بعد عصر نافلہ کی ممانعت کرتے اور انھیں مارتے تھے، یہ سن کر عائشہ نے کہا: سچ کہا لیکن رسول خداؐ ان دور کعتوں کو بجالاتے تھے۔

ابی سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ عمر بن خطابؓ لوگوں کو دو رکعت پر مارتے تھے یعنی سفیدی صبح اور

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۱۰، (ج ۲، ص ۲۳۷، حدیث ۳۰۲، کتاب صلاۃ المسافرين)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۰۲، ۱۱۵، (ج ۱، ص ۷۱، حدیث ۱۶۳۹۶، ج ۱، ص ۹۱، حدیث ۱۶۵۸۸)؛ سوطی مالک، ج ۱، ص ۹۰، (ج ۱، ص ۲۲۱، حدیث ۵۰، کتاب القرآن)؛ الاچلیہ زکشی، ج ۱، ص ۹۲، ۹۱، (ص ۸۳، ۸۲)؛ مجمع الخرواند، ج ۲، ص ۲۲۲، تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۲۹۵، (ج ۲، ص ۲۵۳، حدیث ۷)؛ فتح الباری، ج ۲، ص ۵۱، ج ۳، ص ۸۲، (ج ۲، ص ۶۳، ج ۳، ص ۱۰۵)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۲۲۵، ۲۲۶، (ج ۸، ص ۱۸۳، حدیث ۲۲۳۶۷، ۲۲۳۷۰، ۲۲۳۷۲، ۲۲۳۷۳، ۲۲۳۷۴، ۲۲۳۷۵، ۲۲۳۷۶)؛ شرح المواہب، ج ۸، ص ۲۳، شرح المصطلح زرقانی، ج ۱، ص ۳۹۸، (ج ۲، ص ۳۹، حدیث ۱۹)۔

۲۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۲۱۳، حدیث ۵۶۵/۵۶۸)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۹، ۳۱۰، (ج ۲، ص ۲۳۷، ۲۳۶، حدیث ۲۹۸/۳۰۱)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۰۱، (ج ۲، ص ۲۵، حدیث ۱۶۷۹)؛ سنن اری، ج ۱، ص ۳۳۳، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۵۸، تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۲۹۵، (ج ۲، ص ۳۵۳/۳۵۴، حدیث ۶۱)؛ فتح الباری، ج ۲، ص ۵۱، (ج ۲، ص ۶۳)۔



طلوع آفتاب کے درمیان کی نماز پر۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابن زبیر کو اسے پڑھتے ہوئے دیکھا، میں نے اسے منع کیا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا ہم دونوں عائشہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ام المومنین! یہ مجھے منع کرتا ہے، یہ سن کر عائشہ نے کہا: میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ وہ اسے بجالاتے تھے۔ (۱)

آنحضرتؐ کے اس عمل کی تمام صحابہ و تابعین نے ان کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی پیروی کی ہے، چنانچہ جن لوگوں سے اس نافلہ کی اجازت مروی ہے ان میں حضرت علیؓ، زبیر، ابن زبیر، تمیم داری، نعمان بن بشیر، ابویوب انصاری، ام المومنین عائشہ، اسود بن یزید، عمرو بن میمون، عبداللہ بن مسعود، بلال، ابوداؤد، ابن عباس، مسروق، شریح، عبداللہ بن ہزریل، ابوہریرہ، عبدالرحمن بن اسود، عبدالرحمن بن بیانی اور اخف بن قیس شامل ہیں۔ (۲)

کیا کوئی نہیں جو سوال کرے کہ اس اتصال کے کراہت کی علت کیا ہے حالانکہ شریعت کی طرف سے انھیں ایسا کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اس اتصال کی مخالفت کریں۔ بالفرض انھوں نے اگر اس اتصال کی کراہت کو لکھا ہے پھر بھی ان دور رکعتوں کی ممانعت کیوں جب کہ یہ دو رکعت عصر و مغرب کے درمیان کی فاصلہ کو پر کرنے والی ہیں۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ دو رکعت عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو پر کرنے والی ہیں تو واجب تو یہ تھا وہ اس نماز کی مخالفت کریں جو مغرب کے اول وقت میں ہے اس نماز کے علاوہ جس کی کراہت کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، لیکن ان کے اجتہاد کی کیا اہمیت جب کہ خود لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ آنحضرتؐ اسے بجالاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔ (۳)

جہاں تک عمر کے خوف کا سوال ہے کہ کہیں لوگ اس سے عصر و مغرب کے وقت کو متصل نہ کر دیں، کیا

۱۔ تعلیقہ برالاجلیۃ زرکشی، ص ۹۱۔

۲۔ طرح المقریب فی شرح المقریب عراقی، ج ۲، ص ۱۸۶۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۱۰، ج ۲، ص ۲۳۷، حدیث ۳۰۲، کتاب صلاۃ المسافرین؛ مسند ابی داؤد، ص ۲۷۰، (حدیث ۲۰۲۱)

یہ رسول خداؐ کے علم سے پوشیدہ رہ گیا تھا کہ انھوں نے ان دو رکعتوں کو قانونی حیثیت دے دی یا یہ کہ وہ اس سے واقف تھے لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں دی؟!

کیا دینی امور میں خلیفہ کے نظریات رسول خداؐ کے نظریات سے زیادہ قوی تھے؟؟
خدا کی قسم! ایسا کچھ بھی نہیں تھا، ہاں! رسول خداؐ ان تمام باتوں سے واقف تھے اور ایسا کوئی نقصان نہیں دیکھا جس سے عمر خوف زدہ ہو گئے تھے۔

۶۳۔ عجم (غیر عرب) کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

امام مالک نے قابل اعتماد شخص سے روایت کی ہے کہ اس نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطابؓ عجمیوں کو میراث دینے سے منع کرتے تھے، ہاں! اگر عرب میں پیدا ہوا تو اسے محروم نہیں رکھتے تھے۔

مالک کا بیان ہے کہ اگر حاملہ عورت دشمن کی سرزمین سے آئے اور عرب میں بچہ پیدا کرے تو عمر ماں کی موت کے بعد فرزند کو میراث دیتے تھے اور بچہ کی موت کی صورت میں ماں کو میراث دیتے تھے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس حکم کو عربی تعصب و عناد پر محمول کرنا چاہئے، بے شک مسلمانوں کے درمیان میراث کی تقسیم مساوی ہے، چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، چاہے جہاں پیدا ہوں اور کسی بھی خطہ ارض پر زندگی بسر کریں، اسی اساس پر قرآن مجید کی آیات موجود ہیں اور رسول خداؐ کی سنت سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

قرآن مجید میں عموم کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، وراثت کے لئے سرزمین عرب پر پیدا ہونے کی شرط اسلامی شرائط میں سے نہیں ہے، یہ جاہلانہ تعصب و عناد بہت سے موقعوں پر اجتماعی رشتوں کو پارہ پارہ کر

۱۔ مطاع مالک، ج ۲، ص ۱۲، (ج ۲، ص ۵۲۰، حدیث ۱۴، کتاب الفرائض)۔



دیتا ہے اور مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کا موجب بنتا ہے۔
مسلمان تو آپس میں کنگھی کے دانوں کی طرح ہیں، ان کے درمیان کوئی برتری و فوقیت نہیں مگر تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے، خدا کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ ”بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ (۱)
دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ ”بے شک خدا کے نزدیک متقی و پرہیزگار صاحب عظمت و بزرگی ہے۔“ (۲)
﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَعْجَمِيًّا وَعَرَبِيًّا﴾ ”اگر میں قرآن کو عجمی قرار دیتا تو یہ لوگ کہتے کہ کیا یہ قرآن عجمی ہے جب کہ اس کے مخاطب عربی۔“ (۳)
خاتم الرسلین رسول خدا کا بھی یہی فرمان ہے: چنانچہ حج کے موقع پر دیئے گئے خطبہ سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

مکہ میں رسول کا خطبہ

ایہا الناس! انما المؤمنون اخوة ولا یحل لامرء مال اخیه الا عن طیب نفسہ منہ
الاہل بلغت، اللہم اشہد فلا ترجعن بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض فانی
قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لم تضلوا بعدہ کتاب اللہ الاہل بلغت اللہم الخ۔
”اے لوگو! بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال
و متاع حلال نہیں مگر صرف نیک خواہشات کے ساتھ۔ کیا میں نے یہ بات پہنچا دی؟“ (۴)

۱۔ سورہ حجرات ۱۰۶۔

۲۔ سورہ حجرات ۱۲۶۔

۳۔ سورہ فصلت ۳۳۔

۴۔ البیان والتبيين، ج ۲ ص ۲۵، (ج ۲ ص ۲۳)؛ المعجم المفرد، ج ۲ ص ۸۵، (ج ۳ ص ۲۲۸)؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۹۱، (ج ۲ ص ۱۱۱)۔

خدایا! گواہ رہنا، لہذا تم لوگ میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا۔ اور مرتد نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں اڑانے لگے، بے شک میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب خدا ہے، آگاہ رہو کہ میں نے یہو نچادیا، خدایا! تو گواہ رہنا۔

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے درحقیقت تمہارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب حضرت آدم سے ہو اور حضرت آدم مٹی سے خلق کئے گئے ہیں۔

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور پرہیزگار ہو، عربوں کو عجموں پر کوئی برتری و فضیلت حاصل نہیں مگر صرف اور صرف پرہیزگاری کے ذریعہ۔

جان لو کہ میں نے یہو نچادیا۔ خدایا! گواہ رہنا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ آپ نے یہو نچا دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: تو پھر حاضرین، غائبین کو باخبر کر دیں۔ (۱)
احمد کے الفاظ ہیں:

جان لو کہ عربوں کو عجموں پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں اور نہ عجموں کو عربوں پر اور نہ ہی سرخ و سیاہ کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے مگر تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعہ۔ (۲)
یہی کا بیان ہے کہ اس کے روادۃ ثقہ و صحیح ہیں۔ (۳)
کبیر طبرانی (۴) کی عبارت ہے:

ایہا الناس: اے لوگو! تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا گیا ہے اور تمہیں شعبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ تمہاری شناسائی ہو سکے، بے شک تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر، پرہیزگار ہے لہذا نہ عربوں کو عجمیوں پر اور نہ ہی عجمیوں کو عربوں پر برتری حاصل ہے مگر پرہیزگاری

۱۔ البیان والہدٰی ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۲۳)؛ المعجم الفریح ج ۲، ص ۸۵ (ج ۳، ص ۲۳۸)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۹۱ (ج ۲، ص ۱۸۱)

۲۔ مسند احمد، (ج ۶، ص ۵۷۰، حدیث ۲۲۹۷۸)۔

۳۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۸، ص ۱۳، حدیث ۱۶)۔

۴۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۶۶۔



کی وجہ سے۔ (۱)

ابن قیم کے الفاظ ہیں: عربوں کو عجمیوں پر، نہ ہی عجمیوں کو عربوں پر، نہ گورے کو کالے پر اور نہ ہی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے، تمام لوگ حضرت آدم سے ہیں اور حضرت آدم خاک سے بنائے گئے ہیں۔ (۲)

نبیہتی کی نقل کردہ ایک صحیح حدیث میں رسول خدا کا ارشاد ہے: دین و دینداری اور عمل کے علاوہ کسی انسان کو دوسرے پر فضیلت و برتری حاصل نہیں۔ (۳)

اگر ہم فضیلت و برتری جسمانیات میں فرض کریں تو شاید مشہور اور متداول احکام و قوانین کے برخلاف ہوگا اور مسلمان پہلے ہی دن سے برادری و برابری اور اتحاد کے بے پناہ محتاج ہیں، اس لئے کہ زندیق و کفار مسلسل اسلام و مسلمین کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

افسوس کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان کی گمراہ کن تبلیغات کے لپیٹ میں آچکا ہے، شیطانی ہوا و ہوس لوگوں کو تفرقہ و اختلاف کی طرف بڑھائے لئے جارہی ہے اور ان کے ذہنوں میں فاسد و باطل نظریات ایجاد ہو رہے ہیں

یہی وجہ ہے کہ شعبہ گرائی کے اختلافات، قوم پرستی کی بے بنیاد فریاد و فغاں، داخلی عوامل اور فوجی جذبات و احساسات نے ہمیں اپنی سرحدوں کی حفاظت سے بالکل غافل کر دیا ہے۔

لہذا مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان نادرو کیاب نظریات پر خط بطلان کھینچتے ہوئے انہیں اپنی روش زندگی قرار نہ دے اور رسول امین کے مقدس ارشاد سے غفلت نہ کرے۔

آپ کا ارشاد ہے: جو عصبیت اور دشمنی کی طرف لوگوں کو دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا جو شخص قوم گرائی اور عصبیت و دشمنی کی وجہ سے جنگ و جدال کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا جو شخص

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۷۲۔

۲۔ زاد المعاد، ج ۲، ص ۲۲۶، (ج ۳، ص ۲۲)۔

۳۔ شعب الایمان، (ج ۵، ص ۲۸۶، حدیث ۶۶۷۷)؛ جامع البیہر، (ج ۲، ص ۲۶۳، حدیث ۷۶۶۲)۔

تعصب و عناد پر مبنی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (۱)
 رسول خدا کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص گمراہی و ضلالت کے پرچم تلے عصیت کے لئے جنگ
 و جدال کرے یا تعصب و عناد کی طرف دعوت دے یا تعصب کی نصرت کرے اور مادا جائے وہ جاہلیت کی
 موت مرا ہے۔ (۲)

۶۴۔ تہمت کے سلسلے میں خلیفہ کا تجسس

سعید بن منصور اور ابن منذر نے حسن سے نقل کیا ہے: ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آ کر بولا:
 فلاں شخص گمراہ ہوا جاتا ہے۔ عمر اس کے پاس گئے اور کہا: اے فلاں! تجھ سے شراب کی بو آتی ہے کیا تو
 شراب پیتا ہے؟ اس شخص نے کہا: اے ابن خطاب! آپ لوگوں کی جاسوسی کرتے ہیں حالانکہ خداوند عالم
 نے تجسس کی ممانعت کی ہے، یہ سنتے ہی عمر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اسے اس کی حالت پر چھوڑ کر آگے
 بڑھ گئے۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کسی گواہ کے بغیر اور تہمت لگانے والے کو ڈانٹنے اور منع کرنے کے بجائے
 خلیفہ نے ایک مسلمان بھائی پر کس طرح تہمت لگا دیا حالانکہ یہ عمل قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

۶۵۔ خلیفہ نے عائشہ سے دفن کی اجازت لی

عمر بن میمون سے منقول ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب نے اپنے فرزند ”عبداللہ“ سے کہا: ام

۱۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳۲، (ج ۲، ص ۳۳۲، حدیث ۵۱۲۱)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۶۔

۳۔ درمستور، ج ۶، ص ۹۳، (ج ۷، ص ۵۶۷)۔



المومنین عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر نے آپ کو سلام کہا ہے، تم امیر المومنین نہ کہنا اس لئے کہ آج سے میں مومنوں کا امیر نہیں اور کہو کہ عمر بن خطاب اپنے دورِ فتنہ کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر نے جا کر سلام کیا اور اجازت کے بعد گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ عائشہ بیٹھی ہوئی گریہ کنایاں ہیں۔ انہوں نے کہا: عمر نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دورِ فتنہ کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ عائشہ نے کہا: میں خود وہاں دفن ہونے کی خواہش نہ تھی لیکن میں نے آج عمر کو اپنے اوپر مقدم کر دیا۔

جب عبداللہ واپس ہوئے تو لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر واپس آ رہے ہیں، یہ سن کر عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ، ایک شخص نے اپنے سینے کا سہارا دے کر انہیں بٹھایا، عمر نے کہا: تیرے پاس کیا ہے؟ کہا: ایسی چیز جسے امیر المومنین پسند فرمائیں گے، عائشہ نے اجازت دے دی ہے۔

عمر نے کہا: خدا کا شکر! میرے نزدیک اس سے اچھی اور اہم آرام گاہ کوئی نہیں تھی لہذا جب میں مر جاؤں تو مجھے روضہ رسول کی طرف سے لے جانا اور اگر عائشہ اس کی ممانعت کریں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

اے کاش! خلیفہ ہمیں بتاتے کہ انہوں نے عائشہ سے اجازت کیوں لی: یا نبی میراث کے ذریعہ حجرہ رسول کی مالک ہو گئی تھیں؟! اگر ایسا ہے تو پھر رسول خدا سے منسوب اس جعلی اور خیالی حدیث کا کیا ہوگا: نحن معاشر الانبياء لا وارث تركناه صدقة ”ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

اسی جھوٹی حدیث کا سہارا لے کر صدیقہ طاہرہ سے فدک کو زبردستی چھین لیا گیا۔



اسی جعلی حدیث کے سہارے ابو بکر نے عائشہ اور تمام بیویوں کو ۱۸ میراث سے محروم کیا جب انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ (۱)

اگر خلیفہ اس وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور انہوں نے پہلے والے نظریہ سے صرف نظر کر لیا تھا تو ایسی صورت میں رسول خدا کی دختر نیک اختر حصول اذن کے لئے زیادہ مناسب اور بہتر تھیں اس لئے کہ وہی حقیقی مالک تھیں۔

جہاں تک عائشہ کا سوال ہے، وہ ۹۱ کی مالک تھی اس لئے کہ وفات رسول کے وقت آپ کی ۹ بیویاں تھیں گو یا رسول خدا کے حجرہ شریفہ سے عائشہ کے حصہ میں صرف نو اہل حصہ آتا ہے۔

اس اعتبار سے وہ ایک بالشت یا دو بالشت سے کم کی حقدار تھیں اور اتنی کم جگہ پر خلیفہ کا جسم دفن نہیں ہو سکتا۔ بالفرض ان کی بیٹی ”حفصہ“ کا حصہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے پھر بھی ان کا جنازہ دفن نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں اس حجرہ شریفہ میں اس کے حقیقی مالک ”خاندان رسالت“ کی اجازت کے بغیر دست درازی کرنا شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے قارئین نے ابن بطال کی بات پڑھی ہو، چنانچہ اس نے بکواس کی ہے کہ:

”حضرت عمر نے عائشہ سے اس لئے اجازت لی کیوں کہ وہاں ان کا گھر تھا اور ان کو اس میں حق تصرف حاصل تھا۔“ (۲)

اور ممکن ہے قارئین اس قول سے یہ گمان کریں کہ اس حجرے میں عائشہ کا حق تھا اسی لئے ان سے اجازت لینا ضروری تھا؛ لیکن یہ جاننا چاہئے کہ اس گھر میں عائشہ کو صرف حق سکونت حاصل تھا اور وہ گھر صرف انہیں سے منسوب نہیں تھا، جو بہر حال مالکیت کا موجب نہیں بن سکتا۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

”اثبات کے لئے یہ استدلال کرنا کہ عائشہ گھر کی مالک تھیں، اسی لئے عمر نے دفن کی اجازت حاصل

۱۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ص ۳۹۰، (ج ۳، ص ۳۶۱)۔

۲۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۴۰۰، (ج ۷، ص ۶۶)



کی تھی؛ یہ استدلال مردود اور باطل ہے، اس لئے کہ سکونت کے ذریعہ صرف منفعت کا حق ثابت ہوتا ہے اور حق منفعت میراث کا باعث نہیں ہوتا (جس کی وجہ سے وہ اسے ابو بکر کے حوالے کر دیں) رسول خداؐ کی دوسری بیویوں کا حکم، صاحب عدت عورتوں کی طرح ہے؛ اس لئے کہ وہ رسول خداؐ کے بعد شادی کے حق سے محروم ہیں (اس اعتبار سے عام عورتوں کی طرح وہ عدت کی حالت میں صرف اپنے شوہر کے گھر میں سکونت کا حق رکھتی تھیں) لہذا ام المومنین بھی صاحب عدت عورتوں کی طرح رسول خداؐ کے گھر میں صرف حق سکونت رکھتی ہیں، مالکوں کی طرح حق تصرف نہیں رکھتی۔ (۱)

دوسری جگہ وہ ان کے عدم ملکیت کی تائید کرتے ہیں کہ ان کے وارثین، رسول خداؐ کے گھروں کے وارث نہیں ہوئے اگر گھر ان کی ملکیت ہوتا تو وہ ان کے وارثین تک منتقل ہوتا حالانکہ ان کی موت کے بعد ان کا گھر مسجد النبیؐ میں اضافہ ہو گیا اور مسلمانوں کے عمومی فائدے کے لئے اسے مسجد کا جز قرار دے دیا گیا۔ (۲)

یعنی نے حضرت عائشہ کی حدیث (جس وقت رسول خداؐ پر کسالت وضع کا غلبہ ہوا تو آپ کی ازواج نے میرے گھر میں تیمارداری کی اجازت حاصل کی) کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انھوں نے گھر کی نسبت اپنی طرف دی ہے اس کی علت یہ تھی کہ رسول خداؐ کی بیویوں کی آنحضرتؐ کے گھر میں سکونت آپ کی خصوصیات میں سے تھی چونکہ یہ حضرات گھر میں سکونت کی وجہ سے فقہ کی مستحق تھیں اس لئے جب تک زندہ رہیں اس میں سکونت کی مستحق قرار پائیں، اسی لئے بخاری نے اس موضوع سے متعلق احادیث سے آگاہ کیا جن کی تعداد سات ہے۔ (۳)

قسطانی کا بیان ہے: عائشہ نے گھر کی اپنی طرف نسبت دی، اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے ازواج کی ان کے گھر میں سکونت انہیں سے مخصوص ہے چنانچہ جس طرح وہ اس گھر میں مقید ہونے کی وجہ

۱۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۵۳، (ج ۷، ص ۶۶)

۲۔ فتح الباری، ج ۶، ص ۱۶۰، (ج ۶، ص ۱۱)

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۱۳۲، (ج ۱۵، ص ۲۹)

سے نفقہ کی مستحق ہیں اسی طرح اس میں اپنی پوری زندگی سکونت اختیار کرنے کی بھی مستحق ہیں اس طرح جب تک وہ زندہ ہیں گھروں میں رہنے کے لئے ان کا دائمی استحقاق بھی ثابت ہو گیا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر قارئین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ کے لئے حجرہ رسولؐ میں کوئی حصہ نہیں تھا، وہ ایک عدت والی عورت کی طرح اس میں رہنے کی حقدار تھیں، ان کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز میں تصرف کریں جس سے ان کی ملکیت ثابت نہ ہو۔

اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ حفاظ اہل سنت اس اجازت اور واقعہ دفن کو خلیفہ کے فضائل و مناقب میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ اسلام کے عمومی قانون سے قطعی غافل ہیں کہ لوگوں کے اموال پر تصرف جائز نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ سبط رسولؐ امام حسنؑ نے کس حق کے تحت وصیت فرمائی کہ وہ اس حجرہ شریفہ میں مدفون ہوں اور کیا عائشہ نے وہاں دفن ہونے کی اجازت دی یا اس کی ممانعت کی اگر اجازت دی ہوتی تو اس کی پیروی کی جاتی۔

یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ مسلح ہو کر کہنے لگے: ہم رسولؐ کے پاس دفن نہیں ہونے دیں گے، قریب تھا کہ عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جاتا۔ یہ تمام باتیں کیوں؟ میں نہیں جانتا۔

۶۶۔ مقام جابیہ میں خلیفہ کا خطبہ

علی بن رباح نخعی سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا: ”اگر کوئی قرآن مجید سے سوال کرنا چاہتا ہے تو ابی ابن کعب کی طرف رجوع کرے، اگر کوئی حلال و حرام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے، واجبات و فرائض کے سلسلے میں زید بن ثابت سے رجوع کرے اور جو شخص مال و متاع کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے اس لئے کہ میں اس کا خزائنی اور حافظ ہوں۔“

ایک دوسری عبارت ہے: بے شک خداوند عالم نے مجھے خزانے کا خزائنی اور اس کا تقسیم کرنے والا



قرار دیا ہے۔ (۱)

ابی عبید کے طریق سے خطبہ کے اسناد:

۱۔ حافظ عبد اللہ صالح بن مسلم علی ابو صالح کوئی (متوفی ۲۲۱ھ)؛

ابن معین، ابن خراش، ابن بکر اندلسی اور ابن حبان (۲) نے اس کی توثیق کی ہے اور صحیح بخاری میں

مشائخ اور بزرگوں سے روایتیں موجود ہیں۔ (۳)

۲۔ موسیٰ بن علی بن رباح نخعی ابو عبد الرحمن مصری (متوفی ۶۳ھ)؛

ان کی احمد (۴)، ابن سعد، ابن معین، نسائی، حام اور ابن شاپین نے توثیق کی ہے اور چار ائمہ

صحاح نے احتجاج کیا ہے۔ (۵)

۳۔ علی بن رباح نخعی تابعی ابو عبد اللہ ابو موسیٰ (ولادت ۱۰۰ اوقات ۱۱۴ھ)؛

ابن سعد، (۶) غلی، یعقوب بن سفیان، نسائی، ابن حبان نے توثیق کی ہے اور چار ائمہ صحاح نے

احتجاج کیا ہے۔ (۷)

یہ ثابت و مسلم خطبہ جو صحیح طرق سے خلیفہ سے منسوب ہے، اس کے تمام راوی موثق اور قابل اعتماد

ہیں اور اسے حاکم و ذہبی نے صحیح تسلیم کیا ہے، اس میں اس بات کا اعتراف ہے کہ تین علوم: قرآن،

۱۔ کتاب الاموال، ص ۲۲۳، (ص ۲۸۵، حدیث ۵۲۸)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰، المسند رک علی الصالحین، ج ۳، ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵

حلال و حرام اور فرائض صرف انہیں چند افراد سے مخصوص ہیں جنہیں حدیث شریف میں یاد کیا گیا ہے، ان علوم کا ایک حصہ بھی خلیفہ سے مربوط نہیں، وہ صرف مال خدا کے خزانچی اور خازن ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، کیا رسول خداؐ کے جانشین اور خلیفہ کو دین و شریعت، کتاب و سنت اور واجبات و فرائض جیسے علوم سے بے بہرہ اور جاہل ہونا چاہئے اور ان علوم میں ان کے مآخذ، لوگوں کا ایک گروہ بلکہ چند افراد ہونا چاہئے، چنانچہ ان کی سیرت اور روش زندگی اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے، اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ خلافت کس لئے؟ کیا خلافت صرف امانت داری کے لئے ہے حالانکہ امت میں امانت داروں کی کوئی کمی نہیں یہ امانت داری انہیں سے کیوں مخصوص تھی؟

اس کے کہنے والے اور اس کے درمیان کتنا فرق ہے جو ہمیشہ خود کو مشکل مسائل اور دشوار ترین علوم میں ڈال دیتا ہے اور فوراً ہی ان مشکلات کو حل کرتا ہے۔ جو بائگ دہل بالائے منبر فرماتا ہے: ”سلوئی قبل ان لا تسالونی ولن تسالو بعدی مثلی“۔ (۱)

حضرت فرماتے ہیں: تم لوگ کتاب خدا کی آیت اور سنت رسولؐ کے بارے میں سوال کیوں نہیں کرتے تاکہ میں ان سے باخبر کروں۔ (۲)

آپؐ کا ارشاد ہے: مجھ سے سوال کرو، خدا کی قسم! قیامت تک واقع ہونے والی چیزوں کے متعلق سوال کرو میں اس کی نشاندہی کروں گا۔

مجھ سے خدا کی کتاب سے سوال کرو، خدا کی قسم! کتاب خدا میں کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں، سطح زمین پر یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہے۔ (۳)

۱۔ المسند رک علی النخسین، ج ۲، ص ۳۶۶، (ج ۲، ص ۵۰۶، حدیث ۳۷۳۶)۔

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۳۱۔

۳۔ جامع البیان، ج ۱، ص ۱۱۳، (ص ۱۳۷، حدیث ۶۷۳)؛ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۹۸، (ج ۳، ص ۱۳۷)؛ تاریخ الخلفاء، ص ۱۲۳، (۱۷۳)؛ الاقلاق، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۳، ص ۲۰۲)؛ تہذیب المعجم، ج ۷، ص ۳۳۸، (ج ۷، ص ۲۹۷)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۳۸۵، (ج ۸، ص ۵۹۹)؛ صمدۃ القاری، ج ۹، ص ۱۶۷، (ج ۱۹، ص ۱۹۰)؛ مفتاح السعادة، ج ۱، ص ۳۰۰، (ج ۲، ص ۵۵)۔

حضرت فرماتے ہیں: کیا کوئی سوال کرنے والا نہیں، مجھ سے منفعت حاصل کرو اور اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ (۱)

حضرت کا ارشاد: خدا کی قسم! کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کسی چیز کے متعلق اور کہاں نازل ہوئی ہے، بے شک خداوند عالم نے مجھے ہوشمند دل اور سوال کرنے والی زبان دی ہے۔ (۲)

آپ کا ارشاد ہے: قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں مجھ سے سوال کرو، مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی، سطح زمین پر یا پہاڑ پر، مجھ سے فتنہ و فساد اور جنگوں کے بارے میں پوچھو میں جانتا ہوں کہ کس نے اسے ہوا دی اور کتنے لوگ مارے گئے۔

احمد بن حنبل اسے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اپنے بہت سے ارشادات مردی ہیں۔ (۳)
آپ نے کوفہ کے منبر پر اس حالت میں بیان فرمایا کہ آپ کے دوش پر رسول خدا کی زرہ تھی، ان کی شمشیر آپ کی کمر میں حائل تھی اور علامہ رسول آپ کے زیب سر تھا، آپ منبر پر بیٹھے اور شکم و سینہ چاک کر کے فرمایا: قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤں مجھ سے سوال کرو، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ میرے قلب و سینہ میں علوم و معارف کا بحرِ خارِ موجزن ہے، یہ علم و دانش ہے، یہ رسول خدا کا لعبِ دہن ہے اور یہ ہے جسے آنحضرت نے مجھے کھلایا اور پلایا ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لئے ایک مسند بچھائی جائے اور اس پر بیٹھ جاؤں تو بے شک میں اہلِ توریت کو توریت سے اور اہلِ انجیل کو انجیل سے بالکل اسی طرح فتویٰ دوں گا جس طرح خداوند عالم نے توریت و انجیل میں بیان فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ کہیں گے کہ علی نے سچ کہا، انھوں نے اسی طرح فتویٰ

۱۔ جامع بیان العلم، ج ۱، ص ۱۱۴، (ص ۱۳۷، حدیث ۶۷۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۷۵، (ص ۱۰۴، نمبر ۸۲)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۸، مفتاح السعادة ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ تاریخ المودۃ، ص ۲۷۷، (ج ۱، ص ۷۲، باب ۱۴)۔

دیا جس طرح ہمارے یہاں رائج ہے، تم لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہو اور غور و فکر نہیں کرتے۔ (۱)
سعید بن مسیب کا بیان ہے: حضرت علیؓ کے علاوہ کسی صحابی نے سلونی کا دعویٰ نہیں کیا۔ (۲) یہ
حضرت ہی تھے کہ آپ سے جب بھی سوال کیا جاتا تو گرم سکہ کی مانند سرخ ہو کر فرماتے ہیں:

إذا المشكلات لصدين لي كسفت حقائقها بالنظر

”جب میرے لئے مشکلات پیش آتی ہیں تو میں ان کے حقائق کو اپنی فکر کے ذریعہ داکر دیتا
ہوں۔“ (۳)

توجہ طلب:

امیر المومنین سے قبل تاریخ اسلام میں کوئی اور نہیں جس نے اپنے آپ کو مشکل مسائل میں ڈال دیا
ہو اور بیاگ دہل عقلمندوں اور دانشمندوں کے درمیان سلونی کی آواز بلند کی ہو، ہاں! آپ کے امین عم
رسول خدا نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

وہ فرماتے تھے: ”سلونی عما شئت“ جس چیز کے بارے میں چاہو مجھ سے سوال کرو۔
آپ فرماتے: مجھ سے سوال کرو میں تمہیں ہر چیز کی نشاندہی کروں گا۔ (۴) جس طرح حضرت آپ

۱۔ فرائد السمیع، (ج ۱، ص ۳۳۱، حدیث ۲۶۳، باب ۶۳)۔

۲۔ مناقب احمد، (ص ۱۵۳، حدیث ۲۴۰)؛ جامع بین العلم، (ج ۱، ص ۱۱۳، (ص ۱۳۷، حدیث ۶۷۲)؛ مختصر جامع بین العلم، ص ۵۸،
(ص ۱۰۴، حدیث ۸۲)؛ ریاض الصغیر، (ج ۲، ص ۱۹۸، (ج ۳، ص ۱۳۶)؛ الصواعق المحرقة، (ج ۱، ص ۷۶، (ص ۱۲۷)۔

۳۔ جامع بین العلم، (ج ۲، ص ۱۱۳، (ص ۳۳۰، حدیث ۱۶۷۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۱۷۰، (ص ۲۹۷، حدیث ۲۲۲)؛ ابالی قالی،
(ج ۲، ص ۱۰۱)؛ زہر لا داب، (ج ۱، ص ۳۸، (ج ۱، ص ۷۷)؛ کنز العمال، (ج ۵، ص ۲۳۲، (ج ۱۰، ص ۳۰۳، حدیث ۲۹۵۳۱)؛ تاج
الحدوس، (ج ۵، ص ۲۶۸)؛ مجمع الامثال، (ج ۲، ص ۳۵۸، (ج ۳، ص ۲۸۳، نمبر ۳۵۳۵)۔

۴۔ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۳۶، (ج ۱، ص ۱۰، (ج ۱، ص ۲۳۱، (ج ۱، ص ۲۰۰، حدیث ۵۱۵۱۵، (ج ۶، ص ۲۶۶، حدیث ۶۸۶۳)؛ مسند احمد، (ج ۱،
ص ۲۷۸، (ج ۱، ص ۳۵۸، حدیث ۲۵۱۰)؛ مسند ابی داؤد، (ج ۳، ص ۳۵۶، (ج ۲، ص ۲۷۳)۔

کے علم و دانش کے وارث تھے اسی طرح مرتبہ و مقام کے بھی وارث حقیقی تھے، یہ دونوں ہر منزل پر ہم رتبہ و مقام تھے۔

امیر المومنینؑ کے بعد کسی اور نے یہ دعویٰ نہیں کیا، ہاں! جس نے بھی یہ دعویٰ کیا وہ ذلت و رسوائی کی گہری کھائی میں جاگرا، ساتھ ہی اپنے ہی ہاتھوں اپنی نادانی و جہالت کا پردہ فاش کر گیا۔

نمونے:

۱۔ ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن ولید بن مغیرہ مخزومی قرشی اور ہشام بن عبد الملک نے صحابہؓ میں لوگوں کے حج کیا اور مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا: ”سلونی فاننا بن الوحید لاتسألوا احداً اعلم منی“ مجھ سے سوال کرو میں علم و دانش کا بے مثال فرزند ہوں مجھ سے زیادہ کوئی بھی عالم و دانش نہیں ہے۔ یہ سن کر ایک عراقی کھڑا ہوا اور اس سے قربانی کے متعلق سوال کیا کہ کیا وہ واجب ہے؟ کچھ کہنے سے قاصر رہا تو منبر سے نیچے اتر آیا۔ (۱)

۲۔ مقاتل بن سلیمان: ابراہیم حربی کا بیان ہے: مقاتل بن سلیمان نے بیٹھ کر کہا: ”سلونی عما دون العرش“ مجھ سے آسمان کے نیچے جو کچھ ہے اس کے بارے میں سوال کرو۔ ایک شخص نے پوچھا: حضرت آدمؑ نے حج کے وقت اپنا سر کب ترشویا؟

یہ سن کر مقاتل نے اس سے کہا: تمہاری ذہنیت نے یہ سوال نہیں کیا ہے بلکہ خداوند عالم نے مجھے اس غرور و تکبر کی وجہ سے رسوا کرنا چاہا ہے۔ (۲)

۳۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے: ایک دن مقاتل بن سلیمان نے کہا: آسمان کے نیچے جو کچھ ہے اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرو۔

ایک شخص نے پوچھا: بتائیے چیونٹی کا جگر اس کے آگے ہوتا ہے یا پیچھے؟ راوی کا بیان ہے کہ بے

۱۔ تاریخ ابن مساکر، ج ۲، ص ۳۰۵، (ج ۷، ص ۲۵۹، نمبر ۵۳۵)؛ مختصر تاریخ ابن مساکر، (ج ۴، ص ۱۷۵)۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۶۳۔

چارہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔ (۱)

۴۔ موسیٰ بن ہارون حمال کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ قتادہ کو فہ میں داخل ہوا ہے اور اس نے ایک آراستہ مجلس میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کیا کہ مجھ سے سنت رسولؐ کے بارے میں سوال کرو تا کہ میں اس کا جواب دوں۔ یہ سن کر ایک جماعت نے ابو حنیفہ سے کہا: اٹھ کر اس سے سوال کیجیے۔

ابو حنیفہ نے کہا:

اے ابو الخطاب! ایسے شخص کے متعلق کیا کہتے ہو جو اپنے عیال کو چھوڑ کر غایب ہو گیا، اس کی زوجہ نے دوسری شادی کر لی، پھر اس کا پہلا شوہر آ کر کہنے لگا: اے زنا کار! میری زندگی میں دوسری شادی کر لی، اس کے بعد دوسرا شوہر آیا کہنے لگا: اے بدکار تم نے مجھ سے شادی کر لی جب کہ پہلے ہی سے شوہر والی تھی، اس کا لعان کس طرح سے ہے؟ یہ سن کر قتادہ نے سوال کیا: کیا ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا: اگر چہ ظاہر نہیں ہوا لیکن ہمیں ایسے مسائل کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

قتادہ نے کہا: میں اس مسئلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مجھ سے قرآن سے سوال کرو، ابو حنیفہ نے پوچھا: آیہ مبارکہ: ﴿قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ﴾ کے بارے میں کیا کہتے ہو، وہ شخص کون ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے؟

قتادہ نے کہا: وہ سلیمان بن داؤد کے چچا کے فرزندوں میں سے ایک ہے جو اسم اعظم کا عالم تھا، ابو حنیفہ نے پوچھا: کیا سلیمان اس اسم سے واقف تھے؟ کہا: نہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا: سبحان اللہ! پیغمبر کے زمانے میں ایسا شخص بھی تھا جو ان سے زیادہ عالم تھا۔

قتادہ نے کہا: میں تمہیں تفسیر سے جواب نہیں دے سکتا، جن مسائل میں لوگ اختلاف رکھتے ہیں اس کے متعلق سوال کرو۔

ابو حنیفہ نے پوچھا: کیا تو مومن ہے؟ کہا: شاید۔ ابو حنیفہ نے کہا: تم نے ابراہیمؑ کی طرح جواب کیوں نہ دیا، جب خدا نے ان سے سوال کیا: کیا تم اس پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا: ہاں۔



قنادہ نے زچ ہو کر کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس شہر میں نہیں آؤں گا۔ (۱)

۵۔ قنادہ سے حکایت ہے کہ وہ کوفہ میں داخل ہوا، لوگ اس کے ارد گرد جمع ہوئے تو اس نے کہا: جو چاہتے ہو پوچھ لو۔ ابوحنیفہ لوگوں کے درمیان موجود تھے اور اس وقت نوجوان تھے۔

انہوں نے لوگوں سے کہا: سلیمان کے نسل کے متعلق سوال کرو، وہ نہ تھا یا مادہ؟ لوگوں نے سوال کیا تو وہ جواب سے قاصر رہا تو ابوحنیفہ نے کہا: وہ مادہ تھی، لوگوں نے کہا: آپ نے کیسے پہچانا، کہا: خداوند عالم نے فرمایا: ”قَالَ“ اگر نر ہوتا تو کہتا ”قَالَ“۔ (۲)

۶۔ عبد اللہ بن محمد بن ہارون کا بیان ہے: میں نے سنا کہ شافعی مکہ میں کہہ رہا تھا: جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ سے جواب دوں گا۔

لوگوں نے پوچھا: اے عبد اللہ! اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے شہد کی مکھی کو مار ڈالا ہو؟ کہا: ”ما آتی کم الرسول فخذوه“۔ (۳)

۶۷۔ خلیفہ اور سورۃ بقرہ کی تعلیم

خطیب بغدادی نے رواۃ مالک میں، بیہقی نے شعب الایمان (۴) میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن عمرؓ سے صحیح سند کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ: عمر نے سورۃ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا اور جب تمام کر لیا تو ایک اونٹ کی قربانی پیش کی۔ (۵)

۱۔ الاستقامۃ ابن عمر صاحب استیعاب، ص ۱۵۶۔

۲۔ حیاۃ الخو ان، ج ۲، ص ۳۶۸، (ج ۲، ص ۳۷۷)۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۸، (ج ۲، ص ۷۵۵، نمبر ۷۵۶)۔

۴۔ شعب الایمان، (ج ۲، ص ۳۳۱، حدیث ۱۹۵۷)۔

۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۳۲، (ج ۱، ص ۳۰، ۳۱)؛ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۶۵ (ص ۱۷۱)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۱۱، (ج ۱۲، ص ۶۶، خطبہ ۲۲۳)؛ درمنثور، ج ۱، ص ۲۱، (ج ۱، ص ۵۳)۔

قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: عمر نے سورۃ بقرہ کی فقہ اور دوسرے مطالب کے ساتھ بارہ سال میں تعلیم حاصل کی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس قرآن مجید سے انس نہیں تھا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے تھے جو اسلام کی اہم ترین اصل اور انسانوں کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اسی لئے اس کے ایک سورے کی تعلیم میں اتنا طویل عرصہ لگا دیا۔ خود ان کی اور بعض اصحاب کی توجیہ کے مطابق ممکن ہے تجارت اور بازاری مصروفیت نے انہیں قرآن کی تعلیم سے دور رکھا ہو۔

یا پھر حافظہ اور عقل کی کمی کی وجہ سے وہ مطالب کو بہتر طریقے سے یاد کرنے سے قاصر رہے، اسی لئے انہیں تمرین اور تکرار کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ آیات پوری طرح ان کے ذہن میں نقش ہو جائیں۔ اس سے قبل بیان کیا گیا کہ رسول خداؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ تم اس کی تعلیم سے پہلے ہی دنیا سے چلے جاؤ گے۔ اور ان کے بارے میں آنحضرتؐ کا ارشاد، جب انہوں نے حصہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے باپ میں اس کی تعلیم کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ وہ اسے نافذ نہیں کر سکتا۔ یہ تمام ارشادات دوسرے احتمال کی تائید کر رہے ہیں۔ اس بات کی تائید کتابوں میں ایک دوسرے قول سے بھی ہوتی ہے: عمر عثمان سے زیادہ عالم اور فقیہ تھے لیکن قرآن مجید کی تعلیم ان کے لئے مشکل تھی۔ (۲)

محمد بن سیرین سے منقول ہے: عمر اپنی زندگی کے آخری ایام میں فراموشی میں مبتلا ہو گئے تھے چنانچہ وہ نماز کی رکعتوں کو بھی بھول جاتے تھے؛ اسی لئے وہ ایک شخص کو اپنے سامنے رکھتے تھے تاکہ ان کو یاد دہانی کر سکے لہذا جب بھی وہ شخص عمر کو اشارہ کرتا تھا کہ اٹھئے تو وہ اٹھ جاتے اور جب رکوع کرنے کا اشارہ کرتا تھا تو رکوع کرتے تھے۔ (۳)

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۱۳۲، (ج ۱، ص ۱۰۷)۔

۲۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۳۲ (ج ۵ ص ۲۰۳) منقول از نہایہ

۳۔ سیرۃ عمر بن خطاب، ابن جوزی ص ۱۳۵ (ص ۱۶۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۰ (ج ۲ ص ۶۵ خطبہ ۲۲۳)



یہ سچ ہے کہ انسان کو انگشت بدنداں ہونا چاہئے کہ وہ ان تمام حالات اور بے پناہ غلطیوں کے باوجود بھی احکامات صادر کرنے اور فتویٰ دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

”وبابہ اقتدی عدی فی الکرم“

”جناب عدی نے جو دو کرم میں اپنے والد کی پیروی کی ہے۔“

مالک نے ”موطا“ میں نقل کیا ہے: عبد اللہ بن عمر آٹھ سال تک سورہ بقرہ کی تعلیم میں مشغول تھے۔ (۱)

یعنی ”عمدة القاری“ میں لکھتے ہیں: عبد اللہ بن عمر کو سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل کرنے میں بارہ سال کا عرصہ لگا۔ (۲)

۶۸۔ حج تمتع اور متعہ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ:

۱۔ ابو رجاء سے منقول ہے کہ عمران بن حصین نے کہا: کتاب خدا میں آیہ متعہ نازل ہوئی، رسول خداؐ نے اس کا حکم فرمایا، اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جو متعہ کی آیت کو منسوخ کرے اور رسول خداؐ نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی لیکن ایک شخص نے بعد میں اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۳)

مسلم کی دوسری صورت: ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا اور قرآن مجید میں بھی اس کی ممانعت میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی لیکن ایک شخص کو جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۴)

مسلم کے دوسرے الفاظ: رسول خداؐ حج تمتع بجالائے اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج تمتع انجام دیا۔

۱۔ موطا مالک ج ۱ ص ۱۶۲ (ج ۱ ص ۲۰۵ ح ۱۱)؛ الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۳۰ ح ۱۰۷)

۲۔ عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲ (ج ۵ ص ۲۰۳)

۳۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲، (ج ۳ ص ۷۱، حدیث ۱۷۲، کتاب الحج)؛ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۶۵، (ج ۲ ص ۲۵۸)

۴۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲، حدیث ۱۷۱/۱۶۹، کتاب الحج

مسلم کی چوتھی عبارت: جان لو کہ رسول خدا حج و عمرہ با ہم بجالائے، اس کی ممانعت پر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور رسول خدا نے بھی منع نہیں فرمایا، ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

بخاری کے الفاظ

ہم نے رسول خدا کے عہد میں حج تمتع انجام دیا، قرآن نے بھی اس کی تائید کی لیکن ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا وہ کہہ دیا۔ (۱)

دوسرے الفاظ: قرآن مجید میں آیہ متعہ نازل ہوئی چنانچہ ہم نے رسول خدا کے ہمراہ اسے انجام دیا پھر قرآن میں کوئی آیت متعہ کی تحریم کے سلسلہ میں نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی رسول خدا نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت فرمائی لیکن ایک شخص نے جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۲)

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے کہ محمد یعنی بخاری نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ شخص ”عمر“ تھے قسطلانی ”ارشاد“ میں لکھتے ہیں: اس لئے کہ عمر ہی نے اس کی ممانعت کی ہے۔ (۳)

ابن کثیر نے اسے بخاری کے حوالہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بخاری نے تصریح کی ہے یعنی وہ عمر تھے جو لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے۔ (۴)

ابن حجر کا بیان ہے اور اسامی نے بھی اسے بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حمیدی اور بخاری نے مطرف کے حوالے سے حریری کی روایت کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر اس کے آخر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا، یعنی وہ عمر تھے جنہوں نے ایسا کیا۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۵۱، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۳۹۶)

۲۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ بقرہ، ج ۷، ص ۲۲، (ج ۴، ص ۱۶۳۲، حدیث ۴۲۳۶)

۳۔ ارشاد اسامی، (ج ۱، ص ۶۱، حدیث ۳۵۱۸)

۴۔ فتح الباری، ج ۴، ص ۳۳۹، (ج ۳، ص ۳۳۳)

۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۳۳



در اصل اسے مسلم نے نقل کیا ہے اور وہی لکھتے ہیں کہ اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ انھوں نے عمر یا عثمان کا ارادہ کیا ہو، لیکن کرمانی کی نظر میں یہ بعید از عقل ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ عثمان تھے، لیکن بہتر یہ ہے کہ عمر کا نام لیا جائے اس لئے کہ عمر وہ پہلے انسان تھے جنھوں نے اس کی ممانعت کی اور بعد والوں نے ان کی پیروی کی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ابن زبیر اس نظریہ کے مخالف تھے حالانکہ ابن عباس اس کی تائید کرتے تھے چنانچہ جب جابر سے پوچھا گیا تو انھوں نے اس بات کی تصریح کی کہ اس کی ممانعت کرنے والے پہلے شخص ”عمر“ تھے۔

قسطلانی کا بیان ہے: ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا اور وہ کہنے والے ”عمر“ تھے، عثمان بن عفان نہیں، اس لئے کہ جس پہلے انسان نے اس کی ممانعت کی وہ عمر تھا بعد والوں نے تو ان کی پیروی کی ہے۔ (۱)

نودی شرح مسلم میں کہتے ہیں: وہ عمر بن خطاب تھے کیوں کہ متعہ کی ممانعت کرنے والے پہلے شخص وہی تھے اور عثمان یا دوسرے افراد نے اس سلسلے میں ان کی تائید کی ہے۔ (۲)

دو شیخ کے الفاظ

ہم رسول خدا کے زمانے میں حج تمتع انجام دیتے تھے، اس سلسلے میں قرآن مجید میں آیت بھی نازل ہوئی، ہاں! ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۳)

نسائی کے الفاظ: بے شک رسول خدا نے حج تمتع انجام دیا اور ہم نے بھی ان کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی، ہاں! ایک قائل نے اپنی رائے کے مطابق جو کہا، کہا (یعنی اس کی تحریم کی)۔ (۴)

۱۔ رشد الساری، ج ۳، ص ۱۶۹، (ج ۳، ص ۸۸)

۲۔ شرح صحیح مسلم، (ج ۸، ص ۲۰۵)

۳۔ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۰

۴۔ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۵۵، (ج ۲، ص ۳۵۰، حدیث ۱۹۷۳)؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶، (ج ۵، ص ۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶)۔

اسماعیلی کے الفاظ ہیں: ہم نے رسول خدا کے عہد میں صحیح انجام دیا، قرآن میں بھی آیت متحدہ نازل ہوئی اور رسول خدا نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ (۱)

۲۔ ابو موسیٰ: منقول ہے کہ وہ متحدہ جگہ کا فتویٰ دیتا تھا، ایک شخص نے اس سے کہا: اپنے بعض فتوؤں میں احتیاط سے کام لیا کریں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے مناسک حج میں کیا کچھ ایجاد کیا ہے، چنانچہ میں نے خود عمر کو دیکھ کر اس سلسلے میں سوال کیا، عمر نے کہا: میں جانتا ہوں کہ رسولؐ اور اصحاب رسولؐ صحیح انجام دیا کرتے تھے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ لوگ درخت اراک کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش کریں پھر اس حال میں حج کے لئے روانہ ہوں کہ ان کے سروں سے غسل کا پانی ٹپک رہا ہو۔ (۲)

۳۔ مطرف نے عمران بن حصیٰ سے نقل کیا ہے: بے شک آج میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آج کے بعد تمہارے لئے ہمیشہ مفید ثابت ہوگی، جان لو کہ رسول خداؐ اور ان کے اہل خاندان کے بھی بعض افراد دس سال تک عمرہ کے لئے تشریف لے گئے (اور صحیح انجام دیا) اس کے بعد اسے منسوخ کرنے والی آیت بھی نازل نہیں ہوئی، خود آنحضرتؐ نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی پھر ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق حکم صادر کر دیا۔

مسلم کے دوسرے الفاظ: ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق اظہار عقیدہ کر دیا یعنی عمر نے۔

ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: رسول خداؐ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی اور اسے منسوخ کرنے والی

آیت بھی نازل نہیں ہوئی پھر ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۳)

۱۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۳۸، (ج ۳، ص ۳۳۲)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۷۲، (ج ۳، ص ۶۷، حدیث ۱۵۷، کتاب الحج)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۹، (ج ۲، ص ۹۹۲، حدیث ۲۹۷۹)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۰، (ج ۱، ص ۸۱، حدیث ۳۵۳)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۰؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۵۳، (ج ۲، ص ۳۳۸، حدیث ۳۷۱۵)؛ تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۲۸۸، (ج ۱، ص ۳۳۰، حدیث ۳۰)؛ شرح معطار زرقانی، ج ۲، ص ۱۷۹، (ج ۲، ص ۲۶۵)

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۷۲، (ج ۳، ص ۷۷، حدیث ۱۶۶/۱۶۵، کتاب الحج)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۹، (ج ۲، ص ۹۹۱، حدیث ۲۹۷۸)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۴۳۲، (ج ۵، ص ۶۰۰، حدیث ۱۹۳۹۳)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۳۳؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۳۸، (ج ۳، ص ۳۳۲)



دوسری صورت:

مطرف کا بیان ہے کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا: میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ ممکن ہے خداوند عالم اس کے ذریعہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچائے، بے شک رسول خداؐ نے حج و عمرہ کو باہم انجام دیا پھر اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی اور قرآن میں بھی اس کی تحریم کے عنوان سے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

یہ بات میرے لئے مسلم اور قطعی تھی یہاں تک کہ کسی کی بات سے دسوزی کا شکار ہوا اور میں نے اسے چھوڑ دیا پھر اسی داغ دل کو برداشت کرتے ہوئے دوبارہ اپنے موقف کی طرف پلٹ آیا۔
 دارمی کی عبارت ہے کہ متعہ کتاب خدا میں حلال ہے، رسول خداؐ نے اس سے منع نہیں کیا اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت میں کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی، ہاں ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۱)

تیسری صورت:

مطرف کا بیان ہے: عمران بن حصین نے وقت وفات مجھے بلایا اور کہا: میں تم سے ایسی بات بیان کروں گا جو تمہارے لئے مفید رہے گی، اگر میں زندہ رہا تو اسے پوشیدہ رکھنا اور اگر اجل نے مہلت نہیں دی تو تمہیں بیان کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

جان لو کہ رسول خداؐ نے حج و عمرہ کو باہم انجام دیا چنانچہ اس کی تحریم میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور رسول خداؐ نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی لیکن ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو چاہا کہہ دیا۔ (۲)
 ۴۔ محمد بن عبد اللہ بن نوفل کا بیان ہے: میں نے سنا کہ ایک سال معاویہ نے حج کے دوران سعد بن مالک سے سوال کیا: حج تمتع کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا: بہت بہتر ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۷۴، (ج ۳، ص ۷۰، حدیث ۱۶۷ کتاب الحج)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۳۵

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۷۴، (ج ۳، ص ۷۰، حدیث ۱۶۸)؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۲۸، (ج ۵، ص ۵۹۰، حدیث ۱۹۳۳۰)؛ سنن نسائی،

ج ۵، ص ۱۴۹، (ج ۲، ص ۳۳۶، حدیث ۳۷۰۷)

معاویہ نے کہا: عمر اس کی ممانعت کرتے تھے کیا تو عمر سے بہتر ہے؟ جواب دیا: عمر مجھ سے بہتر ہیں لیکن رسول خداؐ اسے انجام دیا کرتے تھے وہ عمر سے بہتر تھے۔ (۱)

۵۔ محمد بن عبد اللہ سے مروی ہے: جس سال معاویہ نے حج کیا اس سال سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس آپس میں گفتگو کر رہے تھے جس کا موضوع ”حج تمتع“ تھا۔

ضحاک نے کہا: جو شخص حکم خدا سے غافل و نادان ہے وہی اسے انجام دیتا ہے۔

سعد نے کہا: اے میرے برادر زادے! کتنی بری بات کہی ہے؟

ضحاک نے کہا: بے شک عمر بن خطاب نے اس کی ممانعت کی ہے۔

سعد نے کہا: لیکن رسول خداؐ اسے بجالاتے تھے اور ہم نے بھی آنحضرت کے ہمراہ حج تمتع انجام

دیا۔ (۲)

۶۔ سالم سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میں ابن عمر کے ہمراہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ شام کا ایک شخص آیا

اور اس نے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا۔ ابن عمر نے کہا: بہت بہتر ہے۔

اس نے کہا: آپ کے والد اس کی ممانعت کرتے تھے؟

یہ سنتے ہی ابن عمر بھڑک اٹھے: وائے ہوتجھ پر! میرے والد اس کی ممانعت کرتے تھے لیکن رسول

خداؐ اسے انجام دیتے تھے اور اس کا حکم فرماتے تھے، اپنے والد کی بات پر عمل کروں یا رسول خداؐ کے حکم

پر، اٹھو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔ (۳)

دوسری صورت:

۱۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۳۵

۲۔ الموطا، ج ۱، ص ۱۴۹، (ج ۱، ص ۳۳۳، حدیث ۶۰)؛ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۱۹۹، (ج ۷، ص ۲۱۴)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۵۲،

(ج ۲، ص ۳۳۸، حدیث ۳۷۱۴)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۱۸۵، حدیث ۸۲۳)؛ احکام القرآن جصاص، ج ۱،

ص ۳۳۵، (ج ۱، ص ۲۸۳)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۷۱؛ تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۶۹، (ج ۲، ص ۲۵۸)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۸۳،

(ج ۱، ص ۱۷۹)؛ المواہب الدینیہ، (ج ۳، ص ۴۱۲)؛ شرح المواہب الدینیہ، (ج ۳، ص ۴۱۲)۔

۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۶۵، (ج ۲، ص ۲۵۸)



عبداللہ ابن عمر سے جمعہ حج کے متعلق سوال کیا گیا، کہا: وہ حلال ہے۔
یہ سن کر سوال کرنے والے نے کہا: لیکن حج تو یہ ہے کہ آپ کے والد اس کی ممانعت کرتے تھے۔
ابن عمر نے کہا: بتاؤ میرے والد اس سے منع کرتے تھے لیکن رسول خداؐ اسے انجام دیتے تھے، میرے والد
کے حکم کی پیروی کی جائے یا فرمان رسولؐ کی؟
اس شخص نے کہا: فرمان رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہئے۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا: رسول خداؐ اسے
انجام دیتے تھے۔ (۱)

تیسری صورت:

سالم کا بیان ہے: ابن عمر سے جمعہ حج کے بارے میں سوال کیا گیا انہوں نے اس کا حکم دے دیا،
کہا گیا کہ آپ اپنے والد کی مخالفت کر رہے ہیں۔
انہوں نے کہا: ”جیسا تم کہہ رہے ہو دیکھا کچھ نہیں ہے، وہ تو کہتے تھے: عمرہ کو حج سے جدا کر دینی
عمرہ حج کے مہینوں میں انجام نہ دو مگر قربانی کے ذریعہ، انہوں نے اس کے ذریعہ اس بات کا ارادہ کیا کہ
حج کے مہینوں کے علاوہ خانہ خدا کی زیارت کی جائے اور تم لوگوں نے اسے حرام قرار دے دیا اور اس کی
وجہ سے لوگ آزار و اذیت میں مبتلا ہو گئے، حالانکہ خداوند عالم نے اسے حلال قرار دیا ہے اور رسول
خداؐ نے اسے انجام دیا ہے۔“

لوگوں کے بہت زیادہ اصرار پر جھنجھلا کر کہا: کتاب خدا کی پیروی زیادہ مناسب ہے یا عمر کی؟ (۲)
۷۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس نے کہا: رسول خداؐ نے جمعہ حج انجام دیا، یہ سن کر
عروہ نے کہا: ابو بکر و عمر نے اس کی ممانعت کی ہے۔
ابن عباس نے کہا: اے عروہ! کیا کہتے ہو؟

۱۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۱۸۵، حدیث ۸۲۳)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۱۶۳، (ج ۱، ص ۱۸۹)؛ حاشیہ شرح المواہب

زرقانی، ج ۲، ص ۲۵۲

۲۔ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۱

کہا کہ ابو بکر و عمر اس کی ممانعت کرتے تھے۔

یہ سن کر ابن عباس بولے: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جلدی ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے کہا ہے۔ (۱)

۸۔ احمد نے ابو موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: وہ رسول خداؐ کی سنت تھی یعنی متعہ، لیکن میں خوف زدہ ہوا کہ لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ درخت اراک کے سایہ میں آمیزش کریں پھر ان کے ہمراہ حج کے لئے جائیں۔ (۲)

۹۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص سے جو ان کے ساتھ یہ بحث کر رہا تھا کہ ابو بکر و عمر نے متعہ سے منع کیا ہے، کہا: عنقریب تیرے اوپر آسمان سے پتھر نازل ہوگا، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور تو کہتا ہے کہ ابو بکر و عمر نے کہا۔ (۳)

۱۰۔ حسن سے مروی ہے کہ عمر نے متعہ حج کی ممانعت کرنا چاہی تو ابی بن کعب نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا ہے اور انہوں نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے، یہ سن کر عمر اس سے باز آئے اور چاہا کہ رنگین لباسوں کی ممانعت کریں کیوں کہ وہ پیشاب کے ذریعہ رنگین ہو جاتا تھا، یہ دیکھ کر ابی نے کہا: آپ کو اس کا بھی حق حاصل نہیں، اس لئے کہ رسول خداؐ اسے پہنتے تھے اور ہم نے بھی آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں پہنا ہے۔ (۴)

احمد کے الفاظ ہیں: عمر نے لوگوں کو متعہ حج سے منع کرنا چاہا، تو ابی بن کعب نے کھڑے ہو کر کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے، اس لئے کہ کتاب خدا میں یہ بات مذکور ہے اور ہم نے بھی رسول خداؐ کے ہمراہ عمرہ

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۷، (ج ۱، ص ۵۵۳، حدیث ۳۱۱۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۲۲۶، (ص ۳۹۱، حدیث ۲۵۵)؛ تذکرۃ الحفاظ،

ج ۳، ص ۵۳، (ج ۳، ص ۸۳۷، نمبر ۸۱۷)؛ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۱۹، (ج ۱، ص ۲۱۲)

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۹، (ج ۱، ص ۷۹، حدیث ۳۳۳)

۳۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۲۱۵، (ج ۱، ص ۲۰۹)؛ حاشیہ شرح المواہب، ج ۲، ص ۳۲۸

۴۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۱۳۳، (ج ۶، ص ۱۷۳، حدیث ۶۷۷۷)؛ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۳۶؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۳۳، (ج ۵،

ص ۱۶۷، حدیث ۱۲۳۸۷)؛ درمنثور، ج ۱، ص ۲۱۶، (ج ۱، ص ۵۲۱)



انجام دیا، یہ سن کر عمر منبر کے نیچے اتر آئے۔ (۱)

۱۱۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ابو حمزہ، نصر بن عمران سے نقل کیا کہ میں نے ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے اسے انجام دینے کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد میں نے کعبہ میں ہدیہ پیش کرنے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا: حج تمتع میں ایک گائے، اونٹ یا بکری کی کھال مردی ہے۔

اس کا بیان ہے: ایسا لگتا ہے کہ بعض لوگ اسے ناپسند کرتے تھے چنانچہ میں سویا اور خواب میں دیکھا کہ ایک انسان چلا رہا ہے حج اور متعہ۔

میں نے ابن عباس کی خدمت میں آ کر اپنے خواب کو بیان کیا، پورا خواب سن کر فرمایا: اللہ اکبر! ابوالقاسم کی سنت اور ان کا طریقہ یہی ہے۔ (۲)

قسطانی کا بیان ہے: (مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے بعض لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں) یعنی عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور وہ تمام افراد جنھوں نے اس مسئلہ میں ان کی تائیدی کی ہے۔ (۳)

۱۲۔ ابن سیرین سے منقول ہے کہ اس سے حج کے متعلق سوال کیا گیا، کہا: اسے عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان ناپسند کرتے تھے۔

اگر میدان علم میں دیکھا جائے تو وہ ہم سے زیادہ عالم و دانا تھے اور اعتقادی اور نظریاتی اعتبار سے بھی ان کا نظریہ ہم سے بہتر ہے۔ (۴)

۱۳۔ اسود بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں عصر عرفہ میں عمر بن خطاب کے ساتھ کھڑا تھا،

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۲۲۰، (ج ۱، ص ۲۱۳)

۲۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۱۴، (ج ۲، ص ۶۰۵، حدیث ۱۶۰۳)؛ در منثور، ج ۱، ص ۲۱۷، (ج ۱، ص ۵۲۱)؛ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۸۳، حدیث ۲۰۴، کتاب الحج)

۳۔ ارشاد الساری، ج ۳، ص ۲۰۴، (ج ۲، ص ۲۳۶، حدیث ۱۶۸۸)

۴۔ جامع بیان العلم، ج ۳، ص ۳۱، (ص ۲۳۶، حدیث ۱۴۸۵)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۱۱۱، (۱۹۹، حدیث ۱۸۰)



اچانک ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال زیبا تھے اور اس سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔
 عمر نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا: کیا تو حالت احرام میں ہے؟ کہا: ہاں۔ عمر نے کہا: لیکن تیری
 حالت محرم کی طرح نہیں ہے اور اگر تو محرم ہوتا تو تیرے بال خاک آلود ہوتے اور تجھ سے بدبو آتی۔

اس نے کہا: میں متمتع ہوں، میری زوجہ میرے ہمراہ ہے میں آج ہی محرم ہوا ہوں۔
 یہ سنتے ہی عمر نے کہا: ان ایام میں متمتع نہ ہو، اس لئے کہ اگر میں متعہ کی اجازت دے دوں تو لوگ
 اپنی عورتوں کے ساتھ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں گے اور پھر حج کے لئے حرکت کریں گے۔
 ابو حنیفہ نے اسے نقل کیا ہے (۱) پھر ابن قیم، ابن حزم کا بیان نقل کیا ہے کہ کیا قباحت ہے، یہ کام
 کتنا اچھا ہے، خود رسول خداؐ نے طواف کیا اور اپنی عورتوں کے ہمراہ آمیزش کی پھر محرم کی حالت میں صبح
 کی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ احرام سے قبل جماع اور آمیزش جائز ہے۔

قاضی ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے: وہ عمر بن خطاب کے ساتھ عرفات میں کھڑا تھا
 اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر سے تازگی عیاں ہے اور اس سے خوشبو آ رہی ہے۔
 یہ دیکھ کر عمر نے اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر کیا تو حالت احرام میں نہیں ہے؟
 اس نے کہا: کیوں نہیں اے امیر المؤمنین! میں محرم ہوں۔
 عمر نے کہا: لیکن میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تجھ سے عطر کی بو آ رہی ہے حالانکہ محرم کے بال خاک آلود
 ہوتے ہیں۔

اس نے کہا: میں نے عمرہ مفردہ کے لئے تلبیہ (حج میں لبیک کہنا) کیا اور مکہ میں داخل ہوا، میرے
 ساتھ میرے اہل و عیال بھی ہیں۔

عمر نے متعہ کی ممانعت کرتے ہوئے اس سے کہا: تم لوگ سوچتے ہو کہ میں تمہیں متعہ کے لئے آزاد
 چھوڑ دوں گا تا کہ درخت بید کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش و جماع کر دو پھر حج کے ارادہ سے
 جاؤ۔ (۲)



۱۴۔ ابن عباس سے منقول ہے: میں نے عمر کو کہتے ہوئے سنا: خدا کی قسم! میں تمہیں متعہ سے منع کروں گا۔ حالانکہ کتاب خدا میں موجود ہے اور رسول خدا بھی اسے بجالاتے تھے یعنی متعہ حج کو۔ (۱)

۱۵۔ عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے کہا کہ تم لوگ اپنے حج و عمرہ میں فاصلہ رکھو اس لئے کہ یہ ایام حج سے مخصوص ہیں۔ حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ انجام دینا چاہئے۔ (۲)

درمنثور کے الفاظ ہیں: اپنے حج و عمرہ کے درمیان فاصلہ رکھو، حج کو ایام حج میں انجام دو اور عمرہ کو بقیہ دنوں میں رکھو۔

۱۶۔ سعید بن مسیب سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے حج کے مہینوں میں متعہ کی ممانعت کرتے ہوئے کہا: میں نے اسے رسول خدا کے ہمراہ انجام دیا لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں اس لئے کہ تم لوگ مختلف شہروں سے حج کے مہینوں میں خاک آلود اور خستہ حال آتے ہو پھر مکہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو، اس کے بعد اپنے خیموں میں جا کر لباس پہنتے ہو، خوشبو لگاتے ہو اور اپنی زوجہ کے پاس جاتے ہو یعنی آمیزش کرتے ہو۔ دوسرے دن تم لوگ حج کی شروعات کرتے ہوئے، منیٰ جاتے ہو، حج کے لئے تلبیہ کہتے ہو حالانکہ نہ تم تھکن کا احساس کرتے ہو اور نہ ہی پریشاں حالی کا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حج، عمرہ سے افضل ہے؟

اگر میں انہیں متعہ کے لئے آزاد چھوڑ دوں تو وہ درخت بیدواراک کے نیچے ان کی گردنوں میں باہیں حائل کر کے پڑے رہیں گے۔ (۳)

۱۷۔ قاضی ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے متعہ مفردہ کی ممانعت کی ہے لیکن قرآن نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۵۳، (ج ۲، ص ۳۳۹، حدیث ۳۷۱۶)

۲۔ المسطا، ج ۱، ص ۲۵۲، (ج ۱، ص ۳۳۷، حدیث ۶۷۷)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۵؛ تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۱، ص ۳۳۰، حدیث ۲)؛ درمنثور، ج ۱، ص ۲۸۱، (ج ۱، ص ۵۲۵)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۳۲، (ج ۵، ص ۱۶۴، حدیث ۱۲۳۷۷)؛ حلیۃ الاولیاء، (ج ۵، ص ۲۰۵)

۴۔ کتاب الآثار، ص ۹۹

۶۹۔ متعہ (ازدواج موقت)

۱۔ جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے: ہم ایک مشیت خرم اور آٹے پر رسول خدا، ابو بکر اور چند دنوں تک عمر کے زمانے میں کچھ دنوں کے لئے عورت سے متعہ کرتے تھے لیکن عمر بن خطاب نے عمرو بن حریث کو اس کام سے منع کر دیا۔ (۱)

۲۔ عروہ بن زبیر سے منقول ہے: خولہ بنت حکیم نے عمر بن خطاب کے پاس آ کر کہا: ریح بن امیہ نے متعہ کیا ہے اور اس کی وجہ سے عورت حاملہ ہو چکی ہے۔

یہ سنتے ہی عمر اس حالت میں باہر آئے کہ ان کی عبا غم و غصہ سے کھینچی جا رہی تھی، انھوں نے کہا: یہ متعہ ہے؟ اگر میں اس واقعہ سے پہلے اپنی رائے بیان کر دیتا تو اسے سنگسار کر دیتا۔ (۲)

۳۔ حکم سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر عمر بن خطاب نے متعہ کی ممانعت نہ کی ہوتی تو صرف شقی اور بد بخت ہی زنا کا مرتکب ہوتا۔
دوسری صورت

لوگوں نے حکم سے متعہ نساء کی آیت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ منسوخ ہو چکی ہے؟ جواب دیا: نہیں اور حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: اگر عمر متعہ کی ممانعت نہیں کرتے تو شقی اور جنايتکار کے علاوہ کوئی اور زنا کا مرتکب نہیں ہوتا۔ (۳)

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، (ج ۳، ص ۱۹۴، حدیث ۱۶ کتاب النکاح)؛ جامع الاصول، (ج ۱۲، ص ۱۳۵، حدیث ۸۹۵۳)؛ تیسیر الوصول، ج ۴، ص ۲۶۲، (ج ۴، ص ۳۱۵، حدیث ۵)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۴۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۴)؛ فتح الباری، ج ۹، ص ۱۴۱، (ج ۹، ص ۱۷۲)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۴، (ج ۱۶، ص ۵۲۳، حدیث ۳۷۳۷)۔

۲۔ موطا مالک، ج ۲، ص ۳۰، (ج ۲، ص ۵۴۲، حدیث ۴۲)؛ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۲۱۹، (ج ۷، ص ۲۳۵)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶۔

۳۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، (جلد ۴، ج ۵، ص ۱۳)؛ الکشف البیان، (تفسیر ظہبی)؛ سورہ نساء آیت ۲۳؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۵۰)؛ تفسیر ابی حنبلہ، ج ۳، ص ۲۱۸؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۲، ص ۳۹۲)؛ درر مشور، ج ۲، ص ۱۴۰، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔



۴۔ ابو جریج نے عطار سے نقل کیا ہے: میں نے ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا: خدا عمر پر رحم کرے، متعہ ایسی رحمت تھی جس کے ذریعہ سے خداوند عالم نے امت محمد پر باب رحمت وارکھا تھا، اگر عمر اس کی ممانعت نہ کرتے تو کوئی زنا کی طرف مائل نہ ہوتا مگر لوگوں کی مختصر تعداد (انتہائی پست افراد)۔ (۱)

۵۔ حافظ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ مجھے ابو الزبیر نے جابر کے حوالے سے خبر دی ہے کہ جابر نے کہا: عمرو بن حریث نے کوفہ میں داخل ہو کر ایک کنیز کے ساتھ متعہ کیا اور وہ حلالہ ہو گئی، اس نے اسی حالت میں عمر سے ملاقات کی، ان کے اصرار پر اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ راوی کا بیان ہے: یہ اس وقت کی بات ہے جب عمر نے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ (۲)

۶۔ حافظ ابوشیبہ نے نافع سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا۔

کہا: حرام ہے۔

لوگوں نے کہا: ابن عباس اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

یہ سن کر ابن عمر نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو انھوں نے عہد عمر میں لب کشائی کیوں نہ کی اور کیوں اپنی زبان کو بند رکھا؟ (۳)

۷۔ طبری نے جابر سے نقل کیا ہے: لوگ متعہ انجام دیتے تھے لیکن عمر بن خطاب نے لوگوں کو اس فعل سے منع کر دیا۔ (۴)

۸۔ سلیمان بن یسار نے ام عبداللہ بنت ابی خثیمہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شامی اس کے پاس آ کر کہنے لگا:

۱۔ احکام القرآن ج ۱، ص ۱۷۹، (ج ۲، ص ۱۴۷)؛ بدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۵۸؛ نہایۃ ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۳۹، (ج ۲، ص ۳۸۸)؛ الفائق دخی، ج ۱، ص ۳۳۱، (ج ۲، ص ۲۵۵)؛ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، (ج ۵، ص ۸۶)؛ دُرّ منثور، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۲، ص ۳۸۷)؛ لسان العرب، ج ۱۹، ص ۱۶۶، (ج ۱۳، ص ۱۵)؛ تاج العروس، ج ۱۰، ص ۲۰۰۔

۲۔ المصنف عبدالرزاق، (ج ۷، ص ۵۰۰، حدیث ۱۳۰۲۹)؛ فتح الباری، ج ۹، ص ۱۴۱، (ج ۲، ص ۱۷۲)۔

۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۴، ص ۲۹۳)؛ دُرّ منثور، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۲، ص ۳۸۷)؛ کنز العمال، (ج ۱۶، ص ۵۲۱، حدیث ۳۵۷۲۳)۔

۴۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۲۰، حدیث ۳۵۷۱۹)۔

میں اپنی خواہشات سے سخت پریشان ہوں، کسی ایسی عورت کی نشاندہی کرو جس کے ساتھ متعہ کر سکوں۔
 بنت ابی خثیمہ کا بیان ہے: میں نے ایک عورت کی نشاندہی کر دی، اس نے اس کے ساتھ نکاح
 موقت کیا، چند عادل افراد کو اس پر گواہ بنایا۔ چنانچہ عینہ مدت تک رہا پھر واپس چلا گیا۔
 اس واقعہ سے عمر بن خطاب باخبر ہو گئے، میرے پاس آدمی بھیج کر بلوایا اور پوچھا: کیا یہ واقعہ صحیح
 ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انھوں نے کہا: اب جب بھی وہ آئے مجھے باخبر کرو۔

جب وہ شخص آیا تو میں نے عمر کو باخبر کر دیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: یہ کام کیوں کیا؟
 اس نے کہا: میں نے رسول خدا کے عہد میں کیا لیکن انھوں نے اس کی ممانعت نہیں کی یہاں تک
 کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد ابوبکر کے عہد میں بھی یہ فعل انجام دیا اور انھوں نے اس سے منع نہیں
 کیا پھر وہ بھی دنیا سے چلے گئے، اب آپ کے عہد میں ہوں لیکن ابھی تک آپ سے کسی ممانعت کی
 اطلاع نہیں پہونچی۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر میری ممانعت کے
 بعد تم نے یہ فعل انجام دیا ہوتا تو تمہیں سنگسار کر دیتا۔ (۱)

۹۔ ابن جریر طبری نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر عمر کی ممانعت سبقت حاصل
 نہ کرتی تو میں متعہ کا خصوصی حکم دیتا جس کے بعد صرف بد بخت اور جٹا بیکار ہی زنا کا مرتکب ہوتا۔ (۲)

۱۰۔ عطا کا بیان ہے: جابر بن عبد اللہ عمرہ سے واپس آئے، ہم ان کے گھر ملاقات کی غرض سے
 پہونچے، لوگوں نے مختلف سوالات کئے پھر متعہ کا ذکر آیا۔ جابر نے کہا: ہم رسول خدا، ابوبکر کے عہد
 میں اور عمر کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ایسا کرتے تھے۔

احمد کی عبارت ہے: پھر عمر کی خلافت کا آخری زمانہ آ گیا۔ (۳)

۱۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۴، (ج ۱۶، ص ۵۲۲، حدیث ۳۵۷۲۶)

۲۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۴، (ج ۱۶، ص ۵۲۲، حدیث ۳۵۷۲۸)

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، (ج ۳، ص ۱۹۳، حدیث ۱۵، کتاب النکاح)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۰، (ج ۴، ص ۳۶۵، حدیث ۱۳۶۵۵)



تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق کے الفاظ ہیں: ہم رسول اسلام، ابو بکر کے عہد میں اور خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کرتے تھے پھر انہوں نے اس کی ممانعت کر دی۔

۱۱۔ عمران بن حصین کا بیان ہے: کتاب خدا میں آیہ متعہ نازل ہوئی اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے منسوخ و باطل کرے، پھر رسول خداؐ نے ہمیں متعہ کا حکم دیا، ہم آنحضرت کے عہد میں متعہ کیا کرتے تھے پھر آنحضرت اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور متعہ سے منع نہیں فرمایا، اس کے بعد ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو چاہا کہہ دیا۔ (۱)

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ: ﴿فَمَا هُنَّ امْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ حَورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ ”جو بھی ان عورتوں سے تمتع کرے ان کی اجرت انھیں بطور فریضہ عطا کرے۔“

جن لوگوں نے عقد موقت کو جائز سمجھا ہے انھوں نے اسی آیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور ان میں سے بعض افراد نے جواز متعہ کو عمران بن حصین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۲۔ نافع نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے: لوگوں نے ان سے متعہ کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: حرام ہے، اگر عمر بن خطاب کسی کو متعہ کرتے ہوئے پکڑ لیتے تو اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیتے تھے۔ (۳)

۱۳۔ عمر کہتے تھے: اگر متعہ کو حلال سمجھنے والے شخص کو میرے پاس لایا گیا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا۔ سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۱۴۔ ابوسعید خدری اور جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کیا کرتے تھے پھر عمر نے عمرو بن حریش کو اس کام سے منع کر دیا۔ (۴)

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۴۷، (ج ۳، ص ۵۱، حدیث ۱۷۲، کتاب الحج)؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۵۱، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۳۹۶)؛ تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۶۵، (ج ۲، ص ۱۵۸)۔

۲۔ الکلیف البیان، (تفسیر قطبی)، سورۃ نساء آیت ۲۴: تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۵۳۳۹)؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۲، ص ۲۹۲)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶۔

۴۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۳۱۰، (ج ۱۷، ص ۲۳۶)۔

ابن رشد نے اسے بدلیہ الجحد میں جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے: ہم رسول خدا، ابوبکر کے عہد میں اور خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کرتے تھے پھر عمر نے لوگوں کو اس کام سے منع کر دیا۔ (۱)

۱۵۔ ابویوب سے مروی ہے کہ عروہ نے ابن عباس سے کہا: کیا خدا سے ڈر نہیں لگتا کہ متعہ کی اجازت دیتے ہو اور اسے حلال سمجھتے ہو؟

ابن عباس نے کہا: اے عروہ! جاؤ اپنی ماں سے سوال کرو۔

عروہ نے کہا: لیکن ابوبکر و عمر نے متعہ نہیں کیا تھا۔

یہ سنتے ہی ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم لوگ متعہ کی ممانعت سے دست بردار نہیں ہوئے تو خدا تم پر عذاب نازل فرمائے گا۔ میں تم سے رسول کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم ابوبکر و عمر کی بات کر رہے ہو۔ (۲)

واقعہ میں فیصلے کے لئے ابن عباس نے عروہ بن زبیر کی ماں ”اسماء بنت ابوبکر“ کا حوالہ اس لئے دیا تھا کیوں کہ زبیر نے اس کے ساتھ متعہ کیا تھا اور عبداللہ بن زبیر اسی متعہ کا نتیجہ تھے۔

راغب کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباس کو حلیت متعہ پر سرزنش کی تو ابن عباس نے ان سے کہا: جاؤ اپنی ماں سے سوال کرو کہ اس کے اور تمہارے باپ کے درمیان کس طرح کے تعلقات تھے؟

جب اس نے سوال کیا تو جواب میں کہا: میں نے تمہارے باپ سے متعہ کر کے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (۳)

ابن عباس کے بقول: متعہ کے ذریعہ روشن ہونے والا پہلا آتش دان ”آل زبیر“ ہے۔ (۴)

۱۔ بدلیہ الجحد، ج ۲، ص ۵۸

۲۔ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۹۶، (ص ۳۳۲، حدیث ۲۰۹۵)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۲۳۶، (ص ۳۹۱، حدیث ۲۵۵)

۳۔ محاضرات الادباء، (جلد ۲، ج ۳، ص ۲۱۳)

۴۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۱۳۹، (ج ۳، ص ۲۰۵)



مسلم نے مسلم اشعری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابن عباس سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے اس کی اجازت دے دی لیکن ابن زبیر اس سے منع کرتے تھے۔

یہ سن کر ابن عباس نے کہا: یہ ابن زبیر کی ماں ہے جو رسول خداؐ سے ایسی حدیث بیان کرتی ہے جس میں آنحضرتؐ نے متعہ کی اجازت دے رکھی ہے لہذا جاؤ اس سے سوال کرو۔

راوی کا بیان ہے: وہاں پہنچ کر ایک موٹی اندھی عورت سے سابقہ ہوا اس نے کہا: رسول خداؐ نے

متعہ کی اجازت دی ہے۔ (۱)

مسلم نے اس عبارت کو دو طرق سے نقل کر کے لکھا ہے: عبدالرحمن کی حدیث میں متعہ ہے اور اس نے (حج تمتع) نہیں کہا ہے لیکن ابن جعفر کہتے ہیں کہ شعبہ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان کی مراد حج تمتع ہے یا متعہ (ازدواج موقت)۔

اگرچہ عبدالرحمن کے الفاظ میں مطلق متعہ استعمال ہوا ہے اور مسلم نہیں جانتے کہ ان دونوں میں سے کون سا متعہ مراد ہے؟

لیکن ابو داؤد و طیالسی سے منقول ہے کہ مسلم اشعری نے کہا: ہم اسماء بنت ابوبکر کے پاس پہنچے اور متعہ نساء کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے جواب میں کہا: ہم رسول خداؐ کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔ (۲) جی ہاں! احمد نے (۳) شعبہ کے طریق سے جس بات کی روایت کی ہے، وہ متعہ حج ہے اور اس نے مسلم سے اس امر میں اس کے مردد ہونے کی حکایت بھی سن رکھی تھی۔

شاید انہی لئے اس نے اس جملے ”نہیں معلوم حج تمتع مقصود تھا یا متعہ (ازدواج موقت)“ کے ذریعہ متعہ کر دیا کہ ابن زبیر کی عظمت و بلندی کا تحفظ کر سکے اور قاری پر مخفی رہ جائے کہ یہ مدعی خلافت متعہ کا فرزند اور اس کا نتیجہ ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۳، (ج ۳، ص ۸۱، حدیث ۱۹۴/۱۹۵، کتاب الحج)

۲۔ مسند ابو داؤد و طیالسی، ص ۲۲۷

۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۸، (ج ۷، ص ۳۸۷، حدیث ۲۶۳۰۶)

۱۶۔ ابن کلبی کا بیان ہے کہ سلمہ بن امیہ بن خلف جمی نے حکیم بن ربیعہ بن اوقص اسلمی کی کینز مسلمی کے ساتھ متعہ کیا اور ایک بچہ پیدا ہوا لیکن سلمہ نے اس سے صاف انکار کر دیا جب عمر کے کانوں میں یہ بات پہنچی تو انھوں نے متعہ کی ممانعت کر دی۔

مردی ہے کہ سلمہ نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا جب عمر کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی ممانعت کی۔ (۱)

دومتعہ: متعہ حج اور متعہ نساء

۱۔ ابی نصرہ سے مروی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس تھا۔ ایک شخص ان کے پاس آ کر بولا: ابن عباس اور ابن زبیر متعہ کے سلسلے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔

یہ سن کر جابر نے کہا: ہم نے دونوں متعہ کو رسول خدا کے عہد میں انجام دیا ہے اس کے بعد عمر نے اس کی ممانعت کر دی پھر ہم نے اس کی تکرار نہیں کی۔ (۲)

دوسری صورت

ابی نصرہ کا بیان ہے کہ میں نے جابر سے کہا: ابن زبیر متعہ کی ممانعت کرتے ہیں اور ابن عباس اس کا حکم دیتے ہیں؟

انہوں نے کہا: میں حدیث سے پوری طرح واقف ہوں، ہم رسول خدا اور ابو بکر کے عہد میں متعہ کی سعادت حاصل کرتے تھے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں کو خطاب کر کے کہا: بے شک رسول خدا وہی رسول اور قرآن مجید بھی وہی قرآن ہے، ہاں! یہ دونوں متعہ رسول خدا کے عہد میں رائج تھے لیکن میں ان کی ممانعت کر رہا ہوں، اگر کوئی شخص اسے انجام دے تو میں اسے سزا دوں گا: ایک متعہ نساء ہے، اگر میں

۱۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۶۳

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، (ج ۳، ص ۱۹۳، حدیث ۱، کتاب النکاح)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶



نے کسی کو دیکھ لیا کہ معینہ مدت تک کے لئے کسی عورت سے نکاح کر رہا ہے تو میں اسے پتھروں کے نیچے چھپا دوں گا: دوسرا حج تمتع ہے۔ (۱)

تیسری صورت

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم عہد رسولؐ میں متعہ حج اور متعہ نساء دونوں انجام دیتے تھے لیکن عمر نے ہمیں اس سے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے اسے ترک کر دیا۔ (۲)

چوتھی صورت

ابی نصرہ کا بیان ہے: ابن عباس متعہ کا حکم دیتے اور ابن زبیر اس کی مخالفت کرتے تھے، میں نے اس کا تذکرہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے کیا۔

جابر نے کہا: میں اس سلسلے کی حدیث سے پوری طرح آگاہ ہوں، ہم رسولؐ کے عہد میں متعہ کیا کرتے تھے جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا: بے شک خداوند عالم نے ان تمام چیزوں کو حلال کر دیا جن کے متعلق رسول خداؐ نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ لہذا تم لوگ حج و عمرہ کو امر خدا کے مطابق انجام دو اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے دور رہو اگر متعہ کرنے والے شخص کو میرے پاس لایا گیا تو میں اسے سنگسار کروں گا۔ (۳)

پانچویں صورت

قنادہ کا بیان ہے: میں نے سنا کہ ابی نصرہ کہہ رہا تھا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہا: ابن زبیر متعہ کی ممانعت کرتے ہیں اور ابن عباس اس کا حکم دیتے ہیں۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶، صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۵۶، حدیث ۱۴۵، کتاب الحج)

۲۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۶۳، ۳۵۶، (ج ۴، ص ۳۲۵، حدیث ۱۴۳۲۰، ص ۳۳۷، حدیث ۱۴۵۰۰)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۲۰، حدیث ۴۵۷۲۰)

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۶۷، (ج ۳، ص ۵۶، حدیث ۱۴۵، کتاب الحج)؛ احکام القرآن ج ۵، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۱۴۷)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۱؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۶، (ج ۱۰، ص ۵)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۲۱، حدیث ۴۵۷۲۵)؛ دوز منثور، ج ۱، ص ۲۱۶، (ج ۱، ص ۵۲۰)۔

جابر نے کہا: میں حدیث سے پوری طرح آگاہ ہوں، ہم رسول خدا کے عہد میں متعہ کرتے تھے جب عمر مسند خلافت پر براجمان ہوئے تو کہا: بے شک خداوند عالم نے اپنے رسول کی خواہش کے مطابق اسے حلال کر دیا تھا اور قرآن مجید میں آیہ حلیت موجود ہے۔ لہذا تم لوگ اپنے حج کو عمرہ سے جدا کرو اور ان عورتوں کے نکاح کی پیروی کرو اگر کسی ایسے شخص کو میرے پاس لایا گیا جس نے ایک مدت معین تک عورت کے ساتھ نکاح کیا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: چونکہ متعہ کرنے والے شخص کو سنگسار کرنے کا حکم دینا قانونی نہیں تھا اور کسی سنی فقیہ نے عقد کی شبہات کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا ہے، اسی لئے بھاص (۲) نے حدیث نقل کر کے لکھا: عمر کا متعہ کے سلسلے میں سنگساری کا حکم صادر کرنا اس جہت سے جایز ہے کہ ممکن ہے یہ حکم خوف و ہراس اور دھمکانے کے لئے صادر کیا ہو، تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔

۲۔ عمر نے ایک خطبہ میں کہا: ”معتان کانتا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانا انہی عنہما و اعاقب علیہما: متعۃ الحج و متعۃ النساء“ رسول خدا کے عہد میں دو متعہ رائج تھے لیکن میں ان دونوں کی ممانعت کر رہا ہوں اور ان کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا: متعہ حج اور متعہ نساء۔ بھاص کی عبارت ہے: اگر اس سے پہلے ممانعت کرتا تو ضرور سنگسار کرتا یا اگر کسی شخص نے متعہ نساء انجام دیا ہے تو اسے ضرور سنگسار کروں گا۔ (۳)

مامون عباسی نے جواز متعہ پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسی بنا پر اس نے حکم متعہ نافذ

۱۔ مسند ابوداؤد طیالسی، ص ۲۴۷

۲۔ احکام القرآن، (ج ۲، ص ۱۲۷)

۳۔ البیان والبعین، ج ۲، ص ۲۲۳، (ج ۲، ص ۱۹۳)؛ احکام القرآن بھاص، ج ۱، ص ۳۳۲/۳۳۵، ج ۲، ص ۱۸۲، (ج ۱، ص ۲۹۰/۲۹۳، ج ۲، ص ۱۵۲)؛ تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۷۰، (ج ۲، ص ۲۶۱)؛ الموطا سرفی، (ج ۳، ص ۲۷)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۳)؛ تفسیر کبیر رازی، ج ۲، ص ۱۶۷، ج ۳، ص ۲۰۱/۲۰۲، (ج ۵، ص ۱۵۳)؛ ج ۱۰، ص ۵۲-۵۳؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۱۹، حدیث ۳۵۷۱۵)؛ شرح معانی الآثار، (ج ۲، ص ۱۲۶، حدیث ۳۶۸۶)؛ ضوء القس، ج ۲، ص ۹۳۔

کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے (۱): یہ دونوں متعہ رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں رائج تھے لیکن میں ان دونوں کی ممانعت کر رہا ہوں۔

متعہ کے سلسلے میں عمر کا یہ خطبہ اہل سنت کے نزدیک مسلم و قطعی ہے، احمد بن حنبل نے جابر کے حوالے سے حدیث نقل کر کے بعض عبارتوں کو خلیفہ نوازی اور چچہ گیری میں حذف کر دیا ہے۔ (۲)
ان کی عبارت ہے: جب عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں کو خطاب کر کے کہا: بے شک قرآن وہی قرآن اور رسول بھی وہی رسول ہیں۔ یہ دونوں متعہ رسول کے عہد میں رائج تھے: ایک متعہ حج اور دوسرا متعہ نساء۔

۳۔ حافظ بن شبیبہ نے سعید بن مسیب سے نقل کر کے لکھا ہے کہ عمر نے ان دونوں متعہ ”متعہ حج اور متعہ نساء“ سے منع کیا۔ (۳)

طبری نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ عروہ نے ابن عباس سے کہا: تم نے لوگوں کو ہلاکت و گمراہی کے دہانے پر لاکھڑا کر دیا ہے۔ ابن عباس نے پوچھا: کیسے؟ کہا: تم لوگوں کو متعہ کا فتویٰ دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ ابوبکر و عمر اس کے مخالف تھے۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہا: یہ حیرت انگیز نہیں کہ میں اس سے حدیث رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور وہ مجھ سے ابوبکر و عمر کی باتیں کر رہا ہے۔ ابن زبیر نے کہا: یہ دونوں تم سے زیادہ سنت رسولؐ سے واقف تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے۔ (۴)

۵۔ راغب کا بیان ہے کہ یحییٰ ابن ائثم نے بصرہ کے ایک شیخ سے پوچھا: جواز متعہ کے سلسلے میں کس کی اقتدا کرتے ہیں؟

اس نے کہا: عمر کی۔ اس نے تعجب سے پوچھا: کیسے؟ عمر تو متعہ کے سب سے زیادہ مخالف تھے۔ شیخ

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۳۵۹، (ج ۲، ص ۱۵۰، نمبر ۷۹۳)

۲۔ مسند احمد، (ج ۱، ص ۸۲، حدیث ۳۷۱)

۳۔ در منثور، ج ۲، ص ۱۴۰، (ج ۳، ص ۴۸۷)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۲۰، حدیث ۳۵۷۱۸)

۴۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۱۹، حدیث ۳۵۷۱۳)؛ المرأة اثران سبط ابن جوزی، ص ۹۹۔



نے کہا: اس لئے کہ صحیح حدیث یہ ہے کہ عمر نے منبر پر جا کر کہا: بے شک خدا اور اس کے رسول نے تمہارے لئے متعہ کو حلال قرار دیا ہے لیکن میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں اور اس کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا۔ چنانچہ ہم نے ان کی گواہی مان لی اور ان کی تحریم کو چھوڑ دیا۔ (۱)

۶۔ طبری نے عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: عہد رسولؐ میں تین چیزیں جائز تھیں لیکن میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا: متعہ حج، متعہ نساء اور اذان میں ”حی علی خیر العمل“۔ (۲)

قوشچی نے شرح تجرید (۳) میں اسے بیان کیا ہے، عنقریب ان کا بیان نقل کیا جائے گا، شیخ علی بیاض نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں اس کی حکایت کی ہے۔

یہ دونوں متعہ سے متعلق احادیث و روایات کے کچھ نمونے تھے جن میں حسن اور موثق روایات کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔

یہ روایتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ دونوں متعہ، اس سلسلے میں نازل شدہ آیات اور سنت رسولؐ کے مطابق، رسول خداؐ کے زمانے میں رائج تھے اور عمر ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (۴)

قرمانی کا بیان ہے: متعہ کو حرام قرار دینے والے پہلے شخص ”عمر“ تھے۔ (۵)

دونوں متعہ پر ایک نظر

یہ تھا متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں احادیث و روایات کا مختصر خاکہ۔ چنانچہ آپ خود ملاحظہ کر

۱۔ محاضرات الادباء، ج ۲، ص ۹۳، (جلد ۲، ج ۳، ص ۲۱۴)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵، ص ۳۲، (ج ۳، ص ۲۲۵، حوادث ۲۳ھ)

۳۔ شرح تجرید، (۲۸۳)؛ صراط مستقیم بیاض، (ج ۳، ص ۲۷۷)

۴۔ تاریخ الخلفاء بیہقی، ص ۹۳، (ص ۱۲۸)؛ اوائل عسکری، (ص ۱۱۲)

۵۔ تاریخ قرمانی ص ۲۰۳، مطبوعہ حاشیہ کامل، (ج ۱، ص ۲۸۹)



سکتے ہیں کہ رسول خداؐ کے زمانے میں قرآن و سنت کے اعتبار سے ان دونوں کی قانونی حیثیت ثابت کرنے کے لئے یہ روایات کافی ہیں لیکن اس کے علاوہ بہت سی روایات ایسی ہیں جو دونوں متعہ کے مباح اور حلال ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم نے انہیں اس لئے بیان نہیں کیا کہ ان میں خلیفہ کی ممانعت مذکور نہیں تھی۔ خلیفہ کی ممانعت اور دو متعہ کی سخت ترین مخالفت قرآن و سنت کے نص صریح کے مقابل صرف ان کا مخصوص اجتہاد تھا اور بس۔

حج تمتع:

خلیفہ نے اس وقت اس کی ممانعت کی جب انہوں نے اسے فعل قبیح خیال کیا یعنی حج کے دوران عورتوں سے آمیزش کرنے کے بعد لوگوں کے سروں سے آب غسل ٹپکے تو یہ ان کی نظر میں مذموم ہے۔ لیکن خداوند عالم بندوں کے حالات سے زیادہ باخبر ہے اور رسول خداؐ بھی اس سے پوری طرح آگاہ تھے اسی لئے آپؐ نے تاروز قیامت قطعی حکم کی حیثیت سے متعہ حج کے مباح ہونے کا قانون نافذ کر دیا۔ عمر کی یہ بات صرف ان کا مخصوص استحسان ہے، قرآن و سنت کے مقابلے میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

اس مقام پر بہت سی بے تنگی اور لہجہ باتیں بیان کی گئیں ہیں تاکہ خلیفہ کے اس مخصوص نظریہ کی تائید ہو سکے اور لوگوں کے سامنے اسے بہتر سے بہتر بنا کر پیش کیا جاسکے لیکن یہ صرف مصنوعی بہانہ تراشی ہے جو لوگوں کو حق و حقیقت سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ باتیں خود خلیفہ کی تصریح کردہ باتوں کی مخالف ہیں۔

انہیں میں سے یہ اقوال ہیں:

۱۔ جس متعہ سے عمر نے منع کیا وہ اس عمرہ کے ذریعہ حج کو فسخ کیا گیا ہے جو حج کے بعد انجام دیا جاتا ہے، چنانچہ ابن عباس، عمران بن حصین، سعد بن ابی وقاص، محمد بن عبد اللہ بن نوفل، ابو موسیٰ

اشعری جن سے مروی صحیح روایات سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ خلیفہ نے صحیح سے منع کیا ہے اور حج و عمرہ کو باہم جمع کر دیا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس پر خود عمر کی تصریح مروی ہے اور انہوں نے اس ممانعت کی علت بھی بیان کر دی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں اور اسی حالت میں حج کے لئے جائیں۔ یا ان کے بقول: اگر میں انہیں منع کی اجازت دے دیتا تو وہ ضرور درخت بید کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش کرتے۔

یا ان کے بقول: مجھے پسند نہیں کہ لوگ عورتوں کے ساتھ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں اور پھر اسی حالت میں حج کے لئے جائیں کہ ان کے سروں سے غسل جنابت کا پانی ٹپک رہا ہو۔

شیخ بدرالدین خنی ”عمدة القاری فی شرح صحیح بخاری“ میں لکھتے ہیں: عیاض اور ان کے علاوہ دوسرے افراد نے کہا ہے کہ عمر و عثمان نے جس منع کی ممانعت کی ہے وہ عمرہ حج کو عمرہ میں تبدیل کرنے والا تھا نہ وہ عمرہ جو حج کے بعد انجام دیا جاتا ہے۔ میں ان کے جواب میں کہوں گا کہ ان کا یہ جملہ قابل اعتراض ہے کیوں کہ بعض طرق سے مسلم کی روایت میں جس کی تصریح کی گئی ہے وہ صحیح حج ہے۔

اسی مسلم سے مروی ہے کہ رسول خداؐ اپنی بعض ازواج کے ہمراہ حج میں موجود تھے۔ مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حج و عمرہ کو ایک ساتھ انجام دیا، اس کا مقصود اصلی ذکر شدہ وہی ”حج تمتع“ ہے۔ (۱)

۲۔ جواز منع کی بات دو صحابی ”عثمان بن عفان اور ابوذر غفاری“ سے منسوب ہے، وہ بھی قابل اعتراض ہے، چنانچہ زاد المعاد میں ہے کہ صحابہ کے ذریعہ جواز منع کو شخص کرنے کے متعلق اخبار و روایات مردود ہیں یا ایسی خبر ہے جو باطل ہے اور جس شخص کی جانب سے اس کی نسبت دی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے یا ایسے غیر مبصوم سے خبر صحیح وارد ہوئی ہے جو قانون نافذ کرنے والے مبصوم کے نصوص سے معارضہ نہیں کرتا۔ (۲)

۱۔ عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج ۳، ص ۵۸۹، (ج ۹، ص ۲۰۵)۔

۲۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۲۱۳، (ج ۱، ص ۲۰۷)۔



اسی لئے صحیح مسلم و بخاری میں ان روایات کے علاوہ سریقہ بن مالک سے مروی ہے کہ اس نے کہا:
اے رسول خدا! حج کے دوران متعہ کرنا صرف اسی سال سے مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ فرمایا:
ہمیشہ کے لئے، ہمیشہ کے لئے۔ (۱)

ایک دوسری صحیح روایت میں سریقہ سے مروی ہے: رسول خدا نے خطبہ میں فرمایا: جان لو کہ عمرہ، حج
میں روز قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا۔ (۲)

ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے: تا روز قیامت عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ (۳)
ترمذی اس کے بعد لکھتے ہیں: اسی باب میں سریقہ بن مالک اور جابر بن عبد اللہ ہیں اور اس حدیث
شریف کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ بجالانے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (۴)
اسی بات کی شافعی، احمد اور اسحاق نے تائید کی ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ عہد
جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ نہیں کرتے تھے جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو رسول خدا نے اس کی اجازت
دیتے ہوئے فرمایا: دخلت العمره في الحج الى يوم القيامة اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج
میں عمرہ بجالانے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۲۸، (ج ۲، ص ۶۳۶، حدیث ۱۶۹۳، کتاب الحج، باب عمرۃ التیمم)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۳۶، (ج ۳، ص ۵۴،
حدیث ۱۴۱، کتاب الحج)؛ کتاب لا تارکاضی ابو یوسف، ص ۱۲۶؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۲، ص ۹۹۲، حدیث ۲۹۸۰)؛ مسند
احمد، ج ۳، ص ۳۸۸، (ج ۳، ص ۱۷۵، (ج ۳، ص ۳۷۸، حدیث ۱۴۷۳، ج ۵، ص ۱۸۷، حدیث ۱۷۱۴۰)؛ سنن ابوداؤد، ج ۲،
ص ۲۸۲، (ج ۲، ص ۱۵۵، حدیث ۱۷۸۷)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۳۶۶، حدیث ۳۷۸۷/۳۷۸۹)؛ سنن بیہقی،
ج ۵، ص ۱۹۔

۲۔ مسند احمد ج ۳، ص ۱۷۵، (ج ۵، ص ۱۸۶، حدیث ۱۷۱۳۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۹، (ج ۲، ص ۹۹۱، حدیث ۲۹۷۷)؛ سنن
بیہقی، ج ۳، ص ۳۵۲۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۵، (ج ۳، ص ۸۳، حدیث ۲۰۳، کتاب الحج)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۵۱؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۳،
ص ۲۷۱، حدیث ۹۳۲)؛ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۲، ص ۱۵۶، حدیث ۱۷۹۰)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۸۱، (ج ۲، ص ۳۶۸،
حدیث ۳۷۸۷)؛ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۳۳۳؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۳۰۔
۴۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۳، ص ۲۷۱، حدیث ۹۳۲)۔

ایک صحیح میں خود عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ نے فرمایا: جبریل امین وادی عقیق میں مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: اس مقدس وادی میں دو رکعت نماز ادا کیجئے اور یہ بھی کہا کہ حج میں عمرہ داخل ہے۔ درحقیقت وہیں سے قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ (۱)

نہیں معلوم کس بات نے خلیفہ کو اتنا جسور اور جرأتمند بنا دیا کہ وہ اس سنت پر دست درازی کے مرتکب ہوئے جس کی خود انہوں نے روایت کی ہے، جبریل نے وحی کی ہے اور خود آنحضرتؐ نے اسے بیان فرمایا ہے۔

سندی کا بیان ہے: بلال کی حدیث کا ظاہری مطلب عمر کے ممانعتِ متعہ کے موافق ہے لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں اور چونکہ متعہ صحابہ سے مختص نہیں ہے اسی لئے انہوں نے متعہ کو تنجیح پر محمول کیا ہے؛ واللہ اعلم۔ (۲)

بلال کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ متعہ صحابہ سے مختص ہے، احمد کا بیان ہے: یہ شخص مجہول ہے، حدیث بھی ایسی ہے کہ اس کے اسناد معروف نہیں، حدیث بلال میرے نزدیک ثابت نہیں۔ ابن قیم، احمد کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: احمد کے قول کی صحت اور اس حدیث کی عدم صحت پر جو بات دلالت کرتی ہے وہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ متعہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس بات کے پیش نظر میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کی قسم! رسول خداؐ سے مروی بلال کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس نے جھوٹ بکا ہے پھر یہ کہ کس طرح بلال کی روایت کو موثق افراد کی روایات پر مقدم رکھا جائے۔ (۳)

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: مجوزین تنجیح کہتے ہیں: یہ قول فاسد و باطل ہے، یہ ایسی رائے ہے جس کے بطلان پر کوئی شک و شبہ نہیں اور بے شک اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ یہ اس کا نظریہ ہے جو عثمان، ابوذر، اور عمران بن حصین سے بہتر ہے چنانچہ دو صحیح (۴) میں مذکور ہے:

۱۔ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۳؛ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۵۵۶، حدیث ۱۳۶۱)

۲۔ عاکف سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۳۱

۳۔ زاد المعاد ابن قیم، (ج ۱، ص ۲۰۸، ۲۰۷)

۴۔ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۳۹۶)؛ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۷۱، حدیث ۱۷۷۱، کتاب الحج)



بخاری کے الفاظ ہیں: ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا، قرآن مجید میں اس سلسلے میں آیت نازل ہوئی۔ ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو کچھ میں آیا کہہ دیا۔

مسلم کے الفاظ ہیں: کتاب خدا میں آیہ متعہ نازل ہوئی یعنی متعہ حج اور رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا، اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو آیہ متعہ کو منسوخ کرے اور آنحضرتؐ نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ لیکن ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو کچھ میں آیا کہہ دیا۔ (۱)

ایک روایت میں ہے: روایت میں شخص سے مراد عمر ہیں، عبد اللہ ابن عمر ایک شخص کے جواب میں جس نے متعہ کے متعلق سوال کیا اور کہا تھا کہ آپ کے والد نے اس کی ممانعت کی ہے؟، کہا: رسول خداؐ کے حکم کی اطاعت زیادہ مناسب ہے یا میرے والد کی۔

ایک شخص ابن عباس کے پاس اس بات پر مصر تھا کہ ابو بکر و عمر نے اس کا حکم دیا ہے، تو آپ نے کہا: تیرے اوپر جلد ہی آسمان سے پتھر نازل ہوگا، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے حکم دیا ہے اور تو ابو بکر و عمر کی بات کر رہا ہے۔

یہ ہے علماء کا جواب۔ اس کا نہیں جو کہتا ہے کہ عثمان اور ابوذر رسول خداؐ کے بارے میں تم زیادہ جانکار تھے، کیا ابن عباس اور عبد اللہ بن عمر نے نہیں کہا کہ ابو بکر و عمر ہم سے زیادہ رسول خداؐ کے سلسلے میں جانکار ہیں۔

اور صحابہ و تابعین میں کوئی ایسا نہیں جو رسول خداؐ سے مروی نص کی ممانعت میں اس جواب سے مطمئن ہو، وہ خدا و رسولؐ سے واقف تھے، وہ غیر معصوم کی رائے کو معصوم کے قول پر مقدم رکھنے کو عار سمجھتے تھے۔

چنانچہ معصوم کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ متعہ حج روز قیامت تک باقی ہے، حضرت علیؓ، سعد



بن ابی وقاص، ابن عمر، ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری، سعید بن مسیب اور بہت سے تابعین و تبع تابعین کا یہی نظریہ تھا۔

یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ صرف خلیفہ کی ذاتی رائے اور اجتہاد تھا جسے رسول اسلام سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب عمر نے اس کی ممانعت کی تو ابو موسیٰ اشعری نے کہا: اے امیر المؤمنین! مناسک حج میں کتنی تبدیلی کر دی؟

عمر نے کہا: اگر ہم کتاب خدا پر عمل کریں تو اس میں خدا فرماتا ہے: اتموا الحج والعمرة للہ ”حج و عمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو“۔

اگر رسول خدا سنت کو پیش نظر رکھیں تو انہوں نے اس وقت تک حلال نہیں کیا جب تک قربانی نہ پیش کی۔ یہ ابو موسیٰ اشعری اور عمر سے صادر ہونے والا اتفاق تھا جس نے حج کو متعہ و احرام سے محفوظ کر دیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خلیفہ کا مخصوص نظریہ تھا جس نے مناسک حج میں ان چیزوں کا بھی اضافہ کر دیا جو رسول خدا سے مربوط نہیں۔

اگرچہ انہوں نے اسی بات سے استدلال کیا ہے اور ابو موسیٰ بھی خلافت ابو بکر اور اہل خلافت عمر میں فتح حج کا فتویٰ دیتے تھے۔ پھر عمر نے اس کی ممانعت میں بحث و مناظرہ کیا۔ (۱)

یعنی عمدۃ القاری (۲) میں لکھتے ہیں: اگر تم کہو گے کہ یہ ابوذر سے مروی ہے جنہوں نے کہا کہ متعہ اصحاب محمدؐ سے مخصوص ہے“ (۳) تو میں کہوں گا کہ صحابی کا یہ قول قرآن و سنت اور اجماع کے برخلاف ہے۔ جہاں تک کتاب کا سوال ہے تو خدا فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ الِى الْحَجِّ﴾۔

اس آیت میں ایسی عمومیت پائی جاتی ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں نے تمام عہد میں متعہ کے جواز

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۲۱۵ (ج ۱، ص ۲۰۹-۲۰۷)

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۵۶۲، (ج ۹، ص ۱۸۹)

۳۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۶۸، حدیث ۱۶۰، کتاب الحج)

پراجماع کیا ہے، ہاں! اس کی فضیلت کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

جہاں تک سنت کا سوال ہے تو اس سلسلے میں سراقہ کی حدیث ہی کافی ہے: **المتعة لنا خاصة او هي الى الابد** ”کیا تحفہ صرف ہمارے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ فرمایا: سب کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔“ (۱)

اور صحیح مسلم میں ایک حدیث موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے، ان کی نظر میں عمرہ عیاشی کے مترادف تھا لیکن رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کو قنونی حیثیت دی ہے اور تحفہ کو روز قیامت تک جائز قرار دیا ہے۔

سعید بن مسیب نے طاؤس کے حوالے سے متذکرہ روایت نقل کی ہے، اس میں مزید اضافہ ہے کہ جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو اس نے لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ بجالانے کا حکم دیا۔ اس دن سے روز قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا اور ابوذر غفاری کی مخالفت حضرت علیؓ، اسود، ابن عباس، ابن عمر، عمران بن حصین اور تمام صحابہ و مسلمین نے کی ہے۔

عمران کا بیان ہے: ہم رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیتے تھے، قرآن مجید میں آیت بھی نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی نیز کوئی ایسی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جو اس کو منسوخ کرے، ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے: ہم نے رسول خداؐ کے عہد میں تحفہ انجام دیا جس نے اس کی ممانعت کی وہ خانہ خدا کا منکر تھا، مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔ (۲)

اس منکر سے مراد ”معاویہ بن ابی سفیان“ ہے، صحیح مسلم میں موجود ہے۔

لہذا خلیفہ کی رائے اور حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کا حکم دینا اس کا سرا عہد جاہلیت سے ملتا ہے، چاہے انہوں نے اس کا ارادہ کیا ہو یا نہیں۔ حالانکہ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ عہد جاہلیت میں ایسے افراد تھے جو

۱۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۶۱، حدیث ۱۴۷، کتاب الحج)

۲۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۷۱، حدیث ۱۷۰، ص ۶۹، حدیث ۱۶۴، کتاب الحج)

حج کے مہینوں میں عمرہ کی انجام دہی کو بہتر نہیں سمجھتے تھے۔

ابن عباس کا بیان ہے: خدا کی قسم! رسول خداؐ ذی الحجہ میں حضرت عائشہؓ کو اس لئے لے گئے تاکہ اہل شرک کے عقائد کو منقطع کر سکیں۔ ان کا بیان ہے: جاہلی عہد کے لوگ ہی ایسے تھے جو حج کے مہینوں میں عمرہ کو بدترین عیاشی اور روئے زمین پر بدترین شہوت رانی خیال کرتے تھے۔ (۱)

۳۔ سعید بن مسیب سے مروی ایک حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ ایک صحابی رسولؐ نے عمر بن خطاب کے پاس آ کر گواہی دی کہ جب رسول خداؐ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے حج میں عمرہ کی ممانعت فرمائی۔ (۲)

بدردالدین یمنی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا: اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ حدیث بھی حدیث ابو ذر کی طرح کتاب وسنت اور اجماع کی قطعی مخالف ہے بلکہ اس کی حالت اس سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس کے اسناد قابل اعتراض ہیں۔۔۔۔۔ (۳)

زرقاتی نے جواب دیا ہے کہ اس کے اسناد ضعیف ومنقطع ہیں چنانچہ حافظ نے نقل کیا ہے۔ (۴)
اس مجہول انسان کی حدیث میں اس حدیث کا بھی اضافہ کر لیں جسے ابو داؤد نے معاویہ بن ابوسفیان سے نقل کیا ہے کہ اس نے اصحاب رسولؐ سے کہا: جانتے ہو رسول خداؐ نے فلاں فلاں چیز اور چیتے کی کھال پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ اصحاب نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: اس لئے جان لو کہ حج وعمرہ کو باہم جمع کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔
اصحاب نے کہا: لیکن اسے تم نے نہیں سنا۔ اس نے کہا: آنحضرتؐ نے اس کی ممانعت کی ہے لیکن تم

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۶۹، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۱۳۸۹)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۵، (ج ۳، ص ۸۱، حدیث ۱۹۸، کتاب الحج)؛

سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۳۵؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۸۰، (ج ۲، ص ۳۶۸، حدیث ۳۷۹۵)

۲۔ سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۲، ص ۱۵۷، حدیث ۱۷۹۳)

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۵۶۲، (ج ۹، ص ۱۹۹)

۴۔ شرح الموطا زرقانی، ج ۲، ص ۱۸۰، (ج ۲، ص ۲۶۶، حدیث ۷۷۷)۔

اسے فراموش کر گئے ہو۔ (۱)

خدا یا! تو پاک و پاکیزہ اور ہر عیب سے منزہ ہے، اس ذلیل انسان کو کس چیز نے احکام دین پر دست درازی کی جرأت عطا کی، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس حج تمتع کا حکم ہزاروں سالوں پر محیط ہے، ہزاروں لاکھوں انسان نے اسے انجام دیا، قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی اور رسول خداؐ اسے انجام دیتے اور اس کا خصوصی حکم فرماتے تھے، پھر اس کی ممانعت کر دی؟ اور تمام اصحاب اسے فراموش کر گئے، ان اصحاب میں ایسے بھی تھے جن کی صحبت اور ہم نشینی کی مدت آنحضرتؐ کے ساتھ کافی طولانی تھی لیکن کسی نے لب کشائی نہیں کی سوائے ”معاویہ بن ابی سفیان“ کے۔

اس نے عمر کی زندگی کا کافی عرصہ گزارنے کے بعد رسول خداؐ کی کوئی حدیث بیان نہیں کی، ہاں! جب مسند خلافت پر براجمان ہوا تو اپنے قد سے ان افراد کے نقش قدم کو روندنا ہوا کہ اس کرنے لگا جو اس سے کہیں افضل اور بلند و بالا تھے۔

ایسے میں احکام دین کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان احکام و قوانین پر کتنا اطمینان و اعتماد حاصل ہو سکتا ہے؟ خدا کی قسم! یہ تمام باتیں صرف اور صرف اسلام کی مقدس شریعت کے ساتھ کھلوڑے ہیں، اس کے ذریعہ اپنی خواہشات نفس کی تسکین کی جا رہی ہے۔ ایسے افراد کی نظر میں شریعت مقدس اسلام سیاسی بازی گری کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جس کو سہارا بنا کر لوگوں پر حکومت کی جا رہی ہے۔

ان دونوں حدیث کے ساتھ اس روایت کو بھی شامل کر لیں جسے احمد (۲) نے نقل کیا ہے کہ حج تمتع کی ممانعت کرنے والا پہلا انسان ”معاویہ بن ابی سفیان“ تھا، ابو بکر، عمر اور عثمان تو متعہ انجام دیتے تھے، ایک دوسری روایت ہے: ابو بکر نے اس کی ممانعت کی ہے۔ (۳)

۱۔ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۲، ص ۱۵۷، حدیث ۱۷۹۳)

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۹۲۱-۳۱۳، (ج ۱، ص ۲۸۱، حدیث ۲۶۵۹، ص ۵۱۵، حدیث ۲۸۶۰)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۱۸۳، حدیث ۸۲۲)

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۷/۳۵۳، (ج ۱، ص ۵۵۲، حدیث ۳۱۱۱)

معاویہ کی روایت صحاح کی گذشتہ روایتوں کے مخالف ہے اور ابو بکر کی روایت ان میں سے اکثر کے مخالف ہے، میری نظر میں جس نے پہلی روایت کی ہانک لگائی ہے، اس نے ممانعت کو معاویہ کی گردن پر ڈال کر عمر کے گناہ کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے اور جس نے دوسری روایت کا شوشہ چھوڑا ہے اس نے اس رائے کو شیعین (ابو بکر و عمر) کی سنت و روش قرار دینے کی کوشش کی ہے تاکہ ان کی رائے کی تقویت کر سکے لیکن وہ اس بات سے غافل ہے کہ قرآن و سنت میں ایسا کوئی فتویٰ یا حکم نہیں جو ان کی طرف داری کرے، چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو اور جس کا بھی فتویٰ ہو۔

یعنی کا بیان ہے: اگر تم کہو گے کہ عمر، عثمان اور معاویہ نے اس کی ممانعت کی ہے تو میں کہوں گا کہ علماء و اصحاب نے اس کا انکار کرتے ہوئے ان کے افعال کی مخالفت کی ہے اور منکرین ہی حق پر ہیں نہ ان کے غیر۔ (۱)

احمد و ترمذی کی حدیث میں عثمان کی طرف تنبیہ کی نسبت دینا درحقیقت ان بہت سی احادیث سے غفلت کا نتیجہ ہے جو تنبیہ سے عثمان کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں جنہیں ائمہ و حفاظ حدیث نے اپنی صحاح و مسانید میں نقل کیا ہے۔ (۲)

انہیں میں حضرت علیؓ جیسے لوگوں کا حج تمتع کو انجام دینے کے سلسلے میں اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں لوگوں کو ایسے عمل سے منع کر دوں جسے تم انجام دے رہے ہو۔

چنانچہ حضرت نے فرمایا: میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی کے کہنے پر رسولؐ کی سنت کو ترک کر دوں۔ (۳)

۱۔ محمد القاری، ج ۳، ص ۵۶۲، (ج ۹، ص ۱۹۹)۔

۲۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۶۱/۶۹، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۱۳۸۸، ص ۵۶۹، حدیث ۱۳۹۳)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۳۹، (ج ۳، ص ۶۸، حدیث ۱۵۸، کتاب الحج)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۵۲، (ج ۲، ص ۳۳۸، حدیث ۳۷۱۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۴۷۲، (ج ۱، ص ۶۳۵، حدیث ۱۷۳۵)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۲؛ تیسیر الوصول ج ۱، ص ۲۸۲، (ج ۱، ص ۳۳۳، حدیث ۱)۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۶۹، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۱۳۸۸)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۳۸، (ج ۲، ص ۳۳۵، حدیث ۳۷۰۳)؛ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۳۵۲، (ج ۵، ص ۲۲)۔

بخاری (۱) نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: تم ایسے عمل کی ممانعت کا ارادہ رکھتے ہو جسے رسول خداؐ ابجالاتے تھے۔ (۲)

ہاں! یہ بات مشہور ہے کہ عثمان اس شخص کی شدت سے مخالفت کرتے تھے جو حج تمتع انجام دیتا تھا چنانچہ یہ مخالفت اتنی شدید تھی کہ قریب تھا کہ حضرت امیر المومنینؓ قتل کر دیئے جائیں۔

ابو عمر نے ”العلم“ (۳) عبد اللہ بن زبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے ہمراہ ایامِ حجہ میں موجود تھا۔ ان کے ساتھ شام کے کچھ لوگ بھی تھے، ان میں حبیب بن مسلمہ بھی تھا۔

انہوں نے عثمان سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، جواب دیا: حج کو مکمل کرو اور تمتع کو حج کے مہینوں میں انجام دو، اگر تم نے اس عمرہ کو موخر کر کے خانہ خدا کی دوسرے زیارت کی تو یہ زیادہ بہتر ہے، خداوند عالم نے خیر میں وسعت رکھی ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تم اس سنت رسولؐ پر دست درازی کا ارادہ رکھتے ہو جسے خداوند عالم نے اپنے بندوں کے لئے معین فرمایا ہے، تم ان کے لئے میدانِ عمل تنگ کرنا چاہتے ہو اور اس کی ممانعت کرنا چاہتے ہو حالانکہ وہ بے چارے دور دراز علاقوں سے آ کر جہلیل و عمرہ اور حج کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے اس کی ممانعت کی ہے؟ میں اس کی مخالفت نہیں کر رہا ہوں میں نے تو صرف ایک رائے کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا دل چاہے عمل کرے اور جو عمل نہیں کرنا چاہتا نہ کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اہل شام کی ایک فرد کا بیان فراموش نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا: اسے دیکھو، کس طرح امیر المومنینؓ کی مخالفت کر رہا ہے، خدا کی قسم! اگر امیر المومنینؓ اجازت دیں تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر حبیب نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کے سینے پر زور سے مار کر کہا: خاموش رہو، خدا

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۳۹۴)

۲۔ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۳۳۹، (ج ۳، ص ۶۸، حدیث ۱۵۹، کتاب الحج)

۳۔ جامع بیان العلم، (ج ۲، ص ۳۰، (ص ۲۳۵، حدیث ۱۲۸۲)؛ مختصر جامع بیان العلم، (ص ۱۱۱، (ص ۱۹۸)۔

تیرے منہ کو خاک سے بھر دے، اصحاب رسولؐ ان چیزوں سے زیادہ باخبر اور واقف ہیں جن میں وہ اختلاف نظر رکھتے ہیں۔ (۱)

متعہ نساء (ازدواج موقت)

جہاں تک متعہ کا سوال ہے تو عمر کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متعہ کو زنا محسوب کرتے تھے۔ (۲) اسی لئے انہوں نے ایک حدیث میں کہا: ”روشن کرو، وضاحت کرو تا کہ زنا نکاح سے جدا ہو سکے۔“ اس وقت اور زمانہ رسولؐ میں نسخ کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی صحابی یعنی گواہ تھا، اس سلسلے میں ان کے درمیان جب بھی کوئی بات نکلتی تو حلیت کے قائل افراد قرآن مجید اور رسول خداؐ کی سنت سے استدلال کرتے تھے اور حرمت کے قائل افراد صرف عمر کے قول سے تمسک کرتے تھے۔

خود عمر کا قول ”انما انھی عنھما“ واضح طور پر نسخ کی نفی کر رہا ہے، امیر المومنینؑ اور ابن عباس نے بھی واضح طور پر اس کی حرمت کی تردید کرتے ہوئے اس کی حرمت کو صرف عمر سے منسوب کیا ہے (۳)، تمام صحابہ و تابعین اسے طلال سمجھتے تھے اور اسی سے استناد بھی کرتے تھے۔

وہ صحابہ و تابعین مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عمران بن حصین؛ (۴)

۲۔ جابر بن عبد اللہ؛ (۵)

۳۔ عبد اللہ بن مسعود؛ ان کی حدیث قرأت جلد ہی آئے گی: ﴿فلما استعتم بہ منھن الی رجل﴾

۱۔ تفصیل کے لئے رجوع کیجئے زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۲۲۵، ۱۷۷، (ج ۱، ص ۲۱۹، ۱۷۱)

۲۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۲۲، حدیث ۳۵۷۲۶)

۳۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، (جلد ۴، ج ۵، ص ۱۳)؛ تفسیر ظہبی، سورۃ نساء، آیت ۲۳؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۴۰، (ج ۱۰، ص ۵۰)؛ تفسیر ابی

حسان، ج ۳، ص ۲۱۸؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۲، ص ۳۹۲)؛ روز مشور، ج ۲، ص ۱۴۰، (ج ۲، ص ۳۸۶)۔

۴۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۷۴، (ج ۳، ص ۷۱، حدیث ۱۷۲، کتاب الحج)؛ تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۳۶۵، (ج ۲، ص ۲۵۸)۔

۵۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۳۱۰، (ج ۱۷، ص ۲۳۶)؛ بدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۵۸؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵،

(ج ۳، ص ۱۹۳، حدیث ۱۷۷، کتاب النکاح)؛ مسند ابوداؤد طیالسی، ص ۳۷



ابن حزم نے ”المحلی“ اور زرقانی نے ”شرح موطا“ میں عبد اللہ بن مسعود کو ان افراد میں شمار کیا

ہے جو جواز متعہ پر ثابت و استوار تھے۔ (۱)

حفاظ حدیث نے ان سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول خدا کے ہمراہ جہاد کر رہے تھے، ہماری عورتیں نہیں تھیں، ہم نے کہا: اے رسول خدا! کیا خداوند عالم رختہ و خواجہ کی اجازت دیتا ہے؟ رسول خدا نے اس کی ممانعت کرتے ہوئے ہمیں اجازت دی کہ مدت معین تک لباس از دواج زیب تن کریں، اس کے بعد فرمایا: ﴿لَا تَحْجَرُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ ”خداوند عالم کی پاک و لذیذ اشیاء کو جنہیں اس نے تم پر حلال کر رکھا ہے حرام نہ کرو“۔ (۲)

بصا ص نے حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ رسول خدا نے جس آیہ مبارکہ کی تلاوت کی اس سے جواز متعہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، وہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿.....لَا تَحْجَرُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ...﴾۔ (۳)

ابن کثیر نے اسے بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ پھر عبد اللہ بن مسعود نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (۴)

۴۔ عبد اللہ بن عمر؛

احمد بن حنبل نے عبد الرحمن سے نقل کیا ہے: اعرابی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا، میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ ابن عمر نے کہا: خدا کی قسم! ہم رسول خدا کے عہد میں

۱۔ المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴): شرح الموطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۸۷۸، کتاب النکاح)۔

۲۔ صحیح بخاری، (ج ۸، ص ۷۰، حدیث ۴۷۸۷، کتاب النکاح): صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۳۵۴، حدیث ۱۱۰۱، کتاب النکاح): الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۹، ص ۴۳۹، حدیث ۴۱۳۱): احکام القرآن بصا ص، (ج ۲، ص ۱۸۴، حدیث ۴، ص ۱۵۱): سنن بیہقی، (ج ۷، ص ۲۰۰، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، حدیث ۸۶): تفسیر ابن کثیر، (ج ۲، ص ۸۷): دُرّ منثور، (ج ۲، ص ۳۰۷، حدیث ۱۳۰)

۳۔ تاجدہ، ۸۷

۴۔ تفسیر ابن کثیر، (ج ۲، ص ۸۷)

زنا کار اور بے عفت نہیں تھے۔ (۱)

۵۔ معاویہ بن ابی سفیان؛

ابن حزم نے اہلی اور زرقانی سے شرح موطا میں اسے ان افراد میں شمار کیا ہے جو جواز متعہ پر ثابت واستوار تھے۔ (۲) اس کے برخلاف بات گزر چکی ہے، اس کی تفصیلی بحث جلد ہی آئے گی۔

۶۔ ابوسعید خدری؛ (۳)

۷۔ سلمہ بن امیہ بن خلف؛ (۴)

۸۔ معبد بن امیہ بن خلف؛ (۵)

۹۔ زبیر بن عوام؛

۱۰۔ خالد بن مہاجر بن خالد مخزومی؛ وہ کہتے ہیں: میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے متعہ کے سلسلے میں سوال کیا، میں نے اس کو اجازت دے دی، یہ دیکھ کر ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا: ذرا آہستہ۔ کہا: کیا ہے، خدا کی قسم! میں نے امام المتکین کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ (۶)

۱۱۔ عمرو بن حرث؛ (۷)

۱۲۔ ابی بن کعب؛ ان کی قرأت آئے گی۔

۱۳۔ ربیعہ بن امیہ؛ (۸)

۱۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۹۵، (ج ۲، ص ۲۲۵، حدیث ۵۶۶۱)

۲۔ اہلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)؛ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸)

۳۔ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸) (اہلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)

۴۔ اہلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)؛ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸)

۵۔ اہلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)

۶۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۶، (ج ۳، ص ۱۹۷، حدیث ۲۷، کتاب النکاح)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۰۵

۷۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۱۸، حدیث ۳۵۷۱۲)

۸۔ الموطا مالک، ج ۲، ص ۳۶، (ج ۲، ص ۵۴۲، حدیث ۴۲)؛ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۲۱۹، (ج ۷، ص ۲۳۵)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۰۶



۱۳۔ سیر: اصحابہ میں ہے کہ شاید وہ سرہ بن جندب ہیں جن کا بیان ہے کہ ہم رسول خدا کے عہد میں

متعہ کرتے تھے۔ (۱)

۱۵۔ سعید بن جبیر: (۲)

۱۶۔ طاؤس یحیائی: (۳)

۱۷۔ عطاء ابو محمد مدنی: (۴)

۱۸۔ سدی آمر:

۱۹۔ مجاہد:

۲۰۔ زفر بن اوس مدنی: (۵)

ابن حزم نے جواز متعہ کے سلسلے میں ثابت قدم ان بعض افراد کو شمار کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جابر نے رسول خدا، ابوبکر و عمر اور اواخر خلافت عمر میں تمام صحابہ سے اس کی روایت کی ہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں: اور تابعین میں طاؤس، سعید بن جبیر، عطاء اور تمام فقہائے مکہ جواز متعہ پر ثابت تھے۔ (۶)

ابو عمر صاحب استیعاب کا بیان ہے: مکہ و یمن میں موجود اصحاب، ابن عباس کے نظریہ کے مطابق متعہ کو حلال سمجھتے تھے اور دوسرے تمام لوگ حرام.... (۷)

قرطبی کا بیان ہے: اہل مکہ سب سے زیادہ متعہ انجام دیا کرتے تھے۔ (۸) فخر الدین رازی کہتے

۱۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۸۱

۲۔ المحلی، (ج ۹، ص ۵۲۰، مسئلہ ۱۸۵۳)

۳۔ المحلی، (ج ۹، ص ۵۲۰، مسئلہ ۱۸۵۳)

۴۔ المحلی، (ج ۹، ص ۵۲۰، مسئلہ ۱۸۵۳)

۵۔ البحر الرائق، ج ۳، ص ۱۱۵

۶۔ المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۳)

۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۳، (ج ۵، ص ۸۸): فتح الباری، ج ۹، ص ۱۳۲، (ج ۹، ص ۱۷۳)

۸۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲، (ج ۵، ص ۸۷)

ہیں: آیہ متعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ منسوخ ہوئی ہے کہ نہیں؟

اکثر امت کا نظریہ ہے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہے، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جواز متعہ اپنی سابقہ حالت پر باقی ہے۔ (۱)

ابو حیان اپنی تفسیر میں نقل حدیث کے بعد لکھتے ہیں: اسی لئے اہل بیت اور تابعین کی ایک جماعت اسے حلال سمجھتی ہے۔ (۲)

جواز متعہ کے قائل ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز بھی ہیں۔ شافعی کا بیان ہے: ابن جریج نے ستر عورتوں کے ساتھ متعہ کیا۔ ذہبی لکھتے ہیں: ابن جریج نے تقریباً نوے عورتوں کے ساتھ متعہ کیا۔ (۳) مبسوط (۴) میں لکھتے ہیں: متعہ کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی انسان عورت سے کہے: میں اتنی مدت تک مال معین کے عوض تم سے متعہ کرنا چاہتا ہوں، یہ ہمارے نزدیک باطل ہے، مالک بن انس کے نزدیک جایز اور یہی ابن عباس کے قول کا ظاہری مطلب ہے۔

فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی ”تبیان المحقق فی شرح کنز الدقائق“ میں لکھتا ہے کہ مالک نے کہا: نکاح متعہ جائز ہے اس لئے کہ اسے قانونی اور تشریحی حیثیت حاصل ہے اور یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اسے منسوخ کرنے والی کوئی چیز نہ آجائے، ابن عباس سے مروی اس کی حلیت کافی شایع و مشہور ہے، اکثر علمائے مکہ نے اس سلسلے میں ان کی پیروی کی ہے، ابن عباس اپنے نظریہ میں خدا کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿...فَمَا اسْتَفْتَيْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...﴾ (۵) عطا سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم رسول خدا اور ابوبکر کے عہد میں اور اوائل خلافت عمر میں متعہ کرتے تھے، پھر عمر نے لوگوں کو اس سے منع کر دیا، ابی سعید خدری سے اس کی

۱- تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۴۹)

۲- تفسیر البحر المحیط، (ج ۳، ص ۲۱۸)

۳- محمد بن احمد، ج ۶، ص ۴۰۶، (ج ۶، ص ۳۶۰)؛ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۵۱، (ج ۲، ص ۶۵۹، نمبر ۵۲۲۷)

۴- المسوط طبرانی، (ج ۵، ص ۱۵۲)



روایت ہوئی ہے، تمام شیعہ اس کے جواز و حلیت کے معتقد ہیں۔

قاضی فخر الدین حسن بن منصور فرغانی کی ”فتاویٰ فرغانی“ قاضی حکیم حنفی کی ”خزانۃ الروایات فی فروع حنفیہ“، ”کافی فی فروع حنفیہ“، رکن الدین محمد بن محمود حنفی کی ”عناویہ شرح ہدایہ“ وغیرہ میں جواز حنہ کی نسبت مالک کی طرف دی گئی ہے۔

زرقانی کی ”شرح موطا“ (۱) سے واضح ہوتا ہے کہ جواز حنہ مالک کے دو قول میں سے ایک ہے۔ ہاں! بعض لوگوں نے اپنی خوش فہمی میں یہ چاہا کہ ممانعت عمر کے لئے کوئی قوی و محکم دلیل گڑھ لیں اسی لئے انہوں نے صحیح آیت کا دعویٰ کیا، ایک مرتبہ قرآن سے اور دوسری مرتبہ سنت سے، لیکن ان کے نظریات باہم متناقض اور ایک دوسرے کے قطعی مخالف تھے، ان میں سے ہر ایک قائل دوسرے کے قول کو مردود قرار دے رہا تھا۔

چنانچہ بعض کہتے ہیں: آیہ حنہ خدا کے اس ارشاد کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ...﴾ ﴿اے پیغمبر! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو۔“

بعض (۲) نے بکواس کی: نہیں، آیہ حنہ خدا کے اس ارشاد کے ذریعہ منسوخ ہوئی: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفْوَاجِهِمْ سَاغِبُونَ ☆ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ ”اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں علاوہ اپنی بیویوں اور اپنے ہاتھوں کی ملکیت کینروں کے کہ ان کے معاملہ میں ان پر الزام آنے والا نہیں۔“ (۳)

تیسرے نے شوشہ چھوڑا: آیہ حنہ میراث کی آیت سے منسوخ ہوئی اس لئے کہ حنہ کے لئے میراث نہیں ہے۔

۱۔ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۵، حدیث ۱۱۷۸)۔

۲۔ طلاق ما

۳۔ مسنون، ۶۰۵

یہ تمام بغیر دلیل کے صرف دعوے ہیں، کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ یہ آیات اور ان کا ناخ ہونا صحابہ سے پوشیدہ تھا حالانکہ ان میں جواز متعہ کے ایسے بھی قائلین تھے جن کی معرفت آپ نے اس سے قبل حاصل کی۔

ان با عظمت افراد میں سرفہرست مولائے متقیان حضرت علیؓ بھی تھے جو کتاب خدا کے ایک ایک حرف کے عارف کامل تھے اور حوالی کے بقول: گذشتہ اور آئندہ آنے والے لوگوں میں کتاب خدا کا فہم وادراک حضرت علیؓ کے علم پر منحصر ہے۔

لہذا حضرت اور آپ کے شاگرد رشید مفسر قرآن ”ابن عباس“ کے ذہن سے ان آیات کے ناخ ہونے کی حیثیت کیسے محو ہوگئی، کیسے حلیت متعہ کے قائل ہو کر متعہ کی ممانعت کرنے والے قول پر اپنی توجہ مبذول کر لی؟!

سوال یہ ہے کہ ان آیات سے وابستہ ہونے والے افراد نے ناخ کو کہاں سے حاصل کر لیا؟ یہ انوکھا علم کہاں سے مل گیا جو نادانی و جہالت کے مساوی ہے؟

اگر یہ بے ربط اور غیر مربوط خواب و خیال صحیح ہوں اور ابن عباس نے بعض روایتوں کی بنا پر نسخ کی روایت کی ہے جیسا کہ ان کی طرف نسبت دی گئی ہے، (۱) اس کے باوجود بھی جواز متعہ کے معتقد رہ کر اپنی عمر کے آخری ایام تک اس کو بیان کرتے رہے اور اس سلسلہ میں امت مسلمہ بھی ان کی پیروی کرتی رہی، یہ مصیبت بالائے مصیبت ہے اور خدا نخواستہ اگر ابن عباس کی روش زندگی اور سیرت یہی تھی تو پھر دین و شریعت کی دوسری امانتوں کا کیا ہوگا (کیوں کہ وہ حرام امت اور ترجمان قرآن کہے جاتے ہیں)۔

بنابر این خداوند عالم نے پہلی آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ﴾ سے طلاق کے ذریعہ صرف اور صرف جدائی کا ارادہ کیا ہے نہ مطلق جدائی کا، اگر ایسا نہ ہوتا تو

ملک یمن کو ضرور شامل ہوتا اور اسے بھی منسوخ کرتا، حالانکہ کسی نے بھی ایسا نظریہ پیش نہیں کیا ہے اور کسی نے بھی ملک یمن کو زنا اور عیاشی میں محسوب نہیں کیا ہے۔

جہاں تک دوسری آیت ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حَافِظُونَ﴾ کا سوال ہے تو اس کے ذریعہ سے متعہ میں عدم زوجیت کا قول، قطعی بے بنیاد دعویٰ ہے اس لئے کہ جواز متعہ کے قائل کا کہنا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت بھی زنا شوقیٰ اور زوجیت ہے۔

چنانچہ قرطبی لکھتے ہیں: عنقریب آئے گا کہ گذشتہ اور آئندہ کسی بھی فقیہ و عالم نے اس سلسلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ متعہ نکاح موقت ہے، اس میں میراث نہیں ہے۔ (۱)

قاضی کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ متعہ متعینہ مدت کی شادی ہے، اس میں میراث نہیں ہے لہذا اس آیت کے اطلاق سے متعہ کے جواز کا استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ آیہ متعہ کے نسخ کے سلسلہ میں اس سے تمسک کیا جائے۔

پھر اس آیت کے ذریعہ قول نسخ کی نسبت ابن عباس کی جانب دی گئی ہے لیکن جواز متعہ کے قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسخ کا نظریہ قطعی غیر معتبر ہے۔

ابن بطل کہتے ہیں: اہل مکہ اور یمن نے ابن عباس سے جواز متعہ کی روایت کی ہے اور انہیں سے ضعیف سندوں کے ذریعہ متذکرہ نظریہ کی بھی روایت کی گئی ہے لیکن ان سے جواز متعہ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

جہاں تک آیہ میراث کا سوال ہے تو اس سے استدلال کرنا عقل و خرد سے قطعی بعید ہے اس لئے کہ رسول خدا کی حدیثیں متعہ اور نکاح موقت کی نفی کر رہی ہیں لیکن نکاح اور زوجیت کا عنوان پھر بھی برقرار ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک فرزند اپنے باپ کو مار دے یا کافر ہو جائے تو اس سے میراث کی نفی ہو جاتی ہے، اسے میراث نہیں دیا جاتا لیکن وہ اصل فرزند ہی سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

۱- تفسیر قرطبی، (ج ۵، ص ۸۷)

۲- فتح الباری، ج ۹، ص ۲۳۲، (ج ۹، ص ۱۷۳)

سنت کے ذریعہ نسخ:

جہاں تک سنت کے ذریعہ آیہ حد کے نسخ کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں بے شمار اقوال ہیں اور عقاید و نظریات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، ایسا حیرت انگیز اور خوف ناک اختلاف جو ایک دوسرے سے قطعی مناسبت نہیں رکھتے۔

اختلاف و تناقض کے سنگلاخ وادی میں قارئین کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اس بات پر غور و فکر کریں کہ یہ اختلافات ان بہت سی جعلی اور جھوٹی روایتوں کا ماحصل ہیں جنہیں ان روایتوں کے مد مقابل جعل کیا گیا ہے جنہیں ثابت سنت اور صحیح تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے۔ ان جملہ ساز، جھوٹے اور خائن روایوں نے اپنے دوسرے بھائیوں سے غافل اپنی فکر کے مطابق نسخ کی بات گڑھ رکھی ہے۔

لیجئے یہ چند اقوال ملاحظہ فرمائیے:

- ۱۔ صدر اول اسلام میں حد جائز تھا، رسول خداؐ نے خیر کے دن اس سے منع کر دیا۔
- ۲۔ یہ صرف ضرورت کے پیش نظر مباح و جائز تھا پھر حجۃ الوداع کے سال کے آخر میں حرام ہو گیا (حازی)۔
- ۳۔ نسخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف تین دن تک مباح تھا پھر تین دن ختم ہوتے ہی اس کا جواز بھی ختم ہو گیا۔

۴۔ مباح تھا لیکن غزوہ تبوک میں اس کی ممانعت کر دی گئی۔

۵۔ اوطاس کے سال میں مباح تھا پھر اس سے منع کر دیا گیا۔

۶۔ حجۃ الوداع میں مباح تھا اس کے بعد حرام کر دیا گیا۔

۷۔ فتح مکہ کے سال مباح تھا پھر اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

۸۔ فتح مکہ کے دن جائز ہوا پھر اسی دن اسے حرام کر دیا گیا۔

۹۔ عمرۃ القضاء کے علاوہ کسی موقع پر حلال نہیں ہوا۔

- ۱۰۔ ”متحدہ“ زنا اور عیاشی ہے، یہ اسلام میں کبھی جائز تھا ہی نہیں (مخاصی کہتا ہے)۔
- ۱۱۔ جائز تھا لیکن خیبر میں اس کی ممانعت کر دی گئی پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کی اجازت دی گئی پھر تین دن کے بعد حرام کر دیا گیا۔
- ۱۲۔ صدر اول اسلام میں مباح ہوا پھر خیبر کے دن حرام ہو گیا، اس کے بعد غزوہ اوطاس میں حلال ہوا اس کے بعد حرام۔
- ۱۳۔ صدر اول اسلام، سال اوطاس، روز فتح مکہ اور عمرۃ القضا میں حلال ہوا اور روز خیبر، غزوہ تبوک اور حجۃ الوداع میں حرام قرار دے دیا گیا۔
- ۱۴۔ تین مرتبہ مباح اور تین مرتبہ حرام ہوا۔
- ۱۵۔ سات مرتبہ مباح اور سات مرتبہ منسوخ ہوا:
- ۱۔ خیبر ۲۔ حنین ۳۔ عمرۃ القضاء ۴۔ سال فتح مکہ ۵۔ سال اوطاس ۶۔ غزوہ تبوک ۷۔ حجۃ الوداع (۱)۔
- ان عقل کے ماروں کے نظریات کی صحیح معرفت کا ارادہ ہے تو پہلے قول کو میزان آگاہی پر رکھیں جس کی پانچ ائمہ نے اپنی کتاب صحیح اور دوسرے حفاظ نے مسانید میں روایت کی ہے اور آخر میں اس کی سند کو حضرت علیؑ پر ختم کیا ہے۔ (۲)

- ۱۔ احکام القرآن ج ۵، ج ۲، ص ۱۸۲، (ج ۲، ص ۱۵۰)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۲، (ج ۳، ص ۱۹۹-۱۹۳، حدیث ۳۲-۱۸، کتاب الکاح)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۴۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۳)؛ فتح الباری، ج ۹، ص ۱۳۸، (ج ۹، ص ۱۶۹)؛ ارشاد الباری، ج ۸، ص ۴۱، (ج ۱۱، ص ۳۵۷)؛ شرح صحیح مسلم نووی مطبوعہ حاشیہ ارشاد الباری، ج ۶، ص ۱۳۰-۱۲۳، (ج ۹، ص ۱۸۹-۱۷۹)؛ شرح موطا زرقانی، ج ۲، ص ۲۴، (ج ۳، ص ۱۵۳، حدیث ۱۱۷۸)
- ۲۔ صحیح بخاری، ج ۸، ص ۲۳، (ج ۵، ص ۱۹۶۶، حدیث ۳۸۲۵)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۷، (ج ۳، ص ۱۹۹-۱۹۸، حدیث ۳۲-۲۹، کتاب الکاح)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۰۴، (ج ۱، ص ۶۳۰، حدیث ۱۹۶۳-۱۹۶۱)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۳۰؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۰۹، (ج ۳، ص ۴۲۹، حدیث ۱۱۴۲/۱۱۴۱)؛ سنن نسائی، ج ۶، ص ۱۲۶، (ج ۳، ص ۳۲۸، حدیث ۵۵۴۹-۵۵۴۷)

آپ اس سلسلہ میں لوگوں کی باتیں ملاحظہ فرمائیے:

ایک نے ہانک لگائی: خیر کے دن متعہ کی تحریم صحیح ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ (۱)

دوسرے نے کہا: تاریخ نگاروں اور روایوں میں سے کوئی نہیں جو خیر کے دن حرمت متعہ سے

واقف ہو۔ (۲)

تیسرے نے کہا: یہ قطعی جھوٹ اور بکواس ہے، جنگ خیر میں عورتوں سے متعہ نہیں کیا گیا۔ (۳)

چوتھے صاحب بولے: صحیح حدیث یہ ہے کہ اس دن گدھوں کے گوشت کی ممانعت کی گئی تھی نہ کہ

متعہ اور نکاح موقت کی۔ لیکن بعض راویوں نے متعہ کو حرام کر دیا۔ (۴)

یہ لچر خیال شافعی جیسے اہل سنت کے عظیم علماء سے کیسے غلطی رہ گیا، چنانچہ وہ معتقد ہیں کہ متعہ خیر کے

دن حرام ہوا۔ (۵) اور مسلم سے کیسے پوشیدہ رہ گیا جنہوں نے اپنی صحیح میں مختلف الفاظ کے ذریعہ اسے

نقل کیا ہے۔

ایک جگہ لکھا: خیر کے دن عورتوں سے متعہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ دوسری جگہ کہا: روز خیر میں نکاح

متعہ سے منع کیا گیا۔ تیسری عبارت ہے: خیر کے دن منع کیا گیا۔ ان کی چوتھی تعبیر ہے: رسول خداؐ نے

خیر کے دن عورتوں سے متعہ کی ممانعت فرمائی۔ (۶)

پانچویں صاحب نے آکر تمام اقوال کی تضعیف کرتے ہوئے کہا: صحیح حدیث خیر اور فتح مکہ پر

دلالت کرتی ہے اور خیر کے سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (۷)

۱۔ شرح الموطا زرقانی، ج ۲، ص ۲۳، (ج ۳، ص ۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)

۲۔ الروض الاف، ج ۲، ص ۲۳۸، (ج ۶، ص ۵۵۷)۔

۳۔ شرح المواہب زرقانی، ج ۲، ص ۲۳۹؛ شرح الموطا زرقانی، ج ۳، ص ۲۳، (ج ۳، ص ۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)

۴۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۲۰۱؛ زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۳)

۵۔ زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۳)

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۰۲، (نمبر ۳۱۳۷)، ج ۸، ص ۳۶۱، (۳۵۷۷)

۷۔ شرح الموطا زرقانی، ج ۲، ص ۲۳، (ج ۳، ص ۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)



یہ ہے صحیح ترین روایتوں کی حالت۔ جنہیں ائمہ حدیث نے متحہ کی ممانعت میں نقل کیا ہے، بقیہ مسانید میں اقوال کی حالت تو اس بھی گئی گذری ہے۔

ان تمام باتوں سے زیادہ شرمناک بیسویں صدی کے صاحب الوشیعہ ”موکب جارا اللہ“ کی بکواس ہے اس لئے کہ اس نے ایسی عظیم مصیبت اور بد بختی کا دہانہ کھولا ہے جس کے سامنے گذشتہ صدیوں میں کتاب سنت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے تمام لوگوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں، وہ تو ان کے سامنے بچ نظر آتے ہیں، اس نے گذشتہ افراد کے نظریات کے برخلاف ایسا نظریہ پیش کیا ہے جس کا اسلامی اصول اور قرآن و سنت میں کوئی اتہ پتہ نہیں۔

چنانچہ وہ بکواس کرتا ہے: متحہ کے سلسلہ میں امت مسلمہ کے درمیان بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں، میری نظر میں متحہ عہد جاہلیت کی رسم ہے، اس بات کا امکان ہے کہ صدر اسلام کے بعض افراد نے اسے انجام دیا ہو اور ممکن ہے شارع مقدس نے چند سالوں تک اسے بعض لوگوں کے لئے مقرر کر دیا ہو، لیکن یہ گذری ہوئی بات ہے۔

بے شک یہ شدید ترین حرمت کے طور پر نازل ہوئی ہے اور آیت کے نزول سے پہلے جو کچھ ہوا اسے مستثنیٰ کیا ہے (۱)، متحہ ایک تاریخی مسئلہ تھا، اسے شارع کی طرف سے کوئی شرعی حکم کی حیثیت حاصل

۱۔ سورہ نساء ۲۳، ۲۴ میں ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنْ نِسَاءٍ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۚ خُرِمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعِ وَالْبَنَاتُ مِنَ الرِّضَاعِ وَالْأَخَوَاتُ مِنَ الرِّضَاعِ وَالْبَنَاتُ مِنَ الرِّضَاعِ وَالْأَخَوَاتُ مِنَ الرِّضَاعِ وَالْبَنَاتُ مِنَ الرِّضَاعِ ۚ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَخَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَإِنْ تَحَنَّنْتُمْ عَلَيْهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ﴾

اور خرد راجن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرنا مکروہ جواب تک ہو چکا ہے، یہ مکمل ہوئی برائی اور پروردگار کا غضب اور بدترین راستہ ہے تمہارے اوپر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری پروردہ عورتیں جنہاری آغوش میں ہیں اور ان عورتوں کی اولاد، جن سے تم نے دخول کیا ہے ہاں اگر دخول نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور تمہارے فرزندوں کی بیویاں جو فرزند تمہارے صلب سے ہیں اور دودھ بہنوں کا ایک ساتھ جمع کرنا سب حرام کر دیا گیا ہے علاوہ اس کے جو اس سے پہلے ہو چکا ہے۔



نہیں ہے، اگر کوئی اس بات کا دعویٰ کرے کہ یہ شارع کی طرف سے حلال تھا اور وہ اس کا اقرار کرے تو کرتار ہے، ہمیں اس کا کوئی ڈر نہیں، ہم اس کی تردید میں کوئی بات بھی نہیں کہیں گے۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن کی روشنی میں حد ثابت ہے یا نہیں؟!

شیعہ کتابوں میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ آیہ مبارکہ: ﴿فَمَا اسْتَفْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُمْ فَآتَوْهُمْ أَجْزَءَ دَنِّهِمْ...﴾ حد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

میرے خیال میں اس آیہ مبارکہ کی عربیت اور ادب بیان اس بات کی ممانعت کر رہی ہے کہ متذکرہ آیت حد کے بارے میں نازل ہوئی ہوگی اس لئے کہ ایسی صورت میں جملہ کی ترکیب بے ربط اور اس مفید آیت کی نظم و ترتیب میں خلل واقع ہو جائے گا۔ (۱)

جہاں تک حد یا نکاح موقت کا سوال ہے تو اس کے متعلق قرآن میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ہے اور اسی اہم مفہوم کو روشن کرنے کے لئے اس باب کو ترتیب دیا گیا ہے تاکہ اس بات کا دفاع کیا جاسکے جو شیعوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آیہ مبارکہ: ﴿فَمَا اسْتَفْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُمْ فَآتَوْهُمْ أَجْزَءَ دَنِّهِمْ...﴾ حد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

اسلامی شریعت میں حد کبھی مباح تھا ہی نہیں اور اس کی تنسیخ شرعی تنسیخ نہیں تھی بلکہ ابدی تحریم کے ذریعہ جاہلی حکم کو منسوخ کیا گیا ہے۔ (۳)

حد کی روایت ان عجیب و غریب روایتوں میں سے ہے جسے اصحاب کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے نیز تابعین کی ایک جماعت مثلاً طاووس، عطاء، سعید بن جبیر اور مکہ کے بعض فقہاء نے بیان کیا ہے۔ حاکم نے امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ اہل حجاز کے درمیان پانچ چیزیں رائج تھیں جن کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، انہیں میں حد بھی ہے۔ (۴)

۱۔ سورہ ص ۳۲۔

۲۔ سورہ ص ۱۴۔

۳۔ سورہ ص ۱۴۔

۴۔ سورہ ص ۱۴۔



وہ بکواس کرتا ہے: فقیہ مکہ ”ابن جریج“ نے متعہ کے جواز میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس نے ستر عورتوں کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا: ان سے شادی نہ کرو، اس لئے کہ وہ تمہاری مائیں ہیں۔

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں ابن جریج سے متعہ کے سلسلہ میں اسراف کی روایت کی ہے، چنانچہ اس نے بصرہ میں ابوعوانہ سے کہا: گواہ رہنا میں متعہ سے منحرف ہو گیا ہوں۔

اس نے ستر حدیثوں کی روایت کرنے کے بعد کہا کہ متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوعوانہ کو شاہد بتایا اور جب متعہ سے پیٹ بھر گیا اور اس کام کی انجام دہی سے عاجز رہا تو بولا: میں واپس ہوا۔

یہ بات بعید از عقل ہے کہ ایک بندہ مومن قرآن و سنت سے واقف ہو، اس کی اعجازی شان پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی نظم و ترتیب کو بہتر طور پر سمجھتا ہو، اس کے باوجود بھی کہے کہ آیہ مبارکہ: ﴿فَمَا اسْتَفْتَحْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو وہ قطعی احق اور جاہل ہے، جو صرف دعویٰ کرتا ہے اس میں غور و فکر نہیں کرتا۔ (۱)

شیعہ کتابوں میں باقر و صادق کی حدیث ہے کہ آیہ مبارکہ: ﴿فَمَا اسْتَفْتَحْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ دونوں احتمال میں سے بہتر احتمال یہ ہے کہ اس کی سند جعلی ہے، ورنہ پھر باقر و صادق ہی جاہل ہیں۔ (۲)

کسی غیر شیعہ کتاب میں یہ نہیں کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تحریم متعہ پر امت کا اجماع ہے اور کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ ﴿فَمَا اسْتَفْتَحْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...﴾ منسوخ ہو چکی ہے۔ (۳)

اسلامی حکومت نے دینی شرافت اور دنیاوی صلاح کے لئے امت کے فقہاء سے ہدایت لی ہے،

۱۔ سورہ ص ۱۳۹

۲۔ سورہ ص ۱۶۹

۳۔ سورہ ص ۱۶۹

چنانچہ ایرانی حکومت نے کئی مرتبہ متحہ کو باطل کیا، آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایران کے بادشاہ نے متحہ کو منسوخ کر دیا ہے، بالکل منسوخ۔ (۱)

جواب:

متذکرہ جملوں کو ”الوشیعہ“ کے ان اوراق سے تحریر کیا گیا ہے جسے اس ذلیل، احمق اور بکواسی نے متحہ کے بارے میں سیاہ کر رکھا ہے، یہ اوراق، دین و عفت اور کلام و اجتماع کے ادب سے قطعی دور ہیں، اسلامی قوانین اور ان جملوں میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے لہذا اسلام کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (۲)

متحہ کے سلسلے میں مزید بحث و گفتگو کی قطعی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ہمارے علماء و محققین بالخصوص علماء متاخرین نے اس سلسلے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ (۳) اس کے بعد بھی اس ذلیل اور بکواس نے اپنی شرمناک باتوں کے ذریعہ ان پر حملہ کرنا چاہا ہے لیکن اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے لئے تو اہم یہ ہے کہ اس ذلیل کی جھوٹی باتوں، قرآن اور اہل قرآن کے علوم پر کی گئی عظیم جانیوں اور امت کے لئے ثابت حقائق و معارف کے سلسلے میں اس کی بہتان تراشیوں کے متعلق محقق کے ادراکات و احساسات کو بیدار کریں۔

یہ شخص قرآن و سنت سے بھرپور جہالت و نادانی کے باوجود خود کو اسلام کا ایک فقیہ و دانشور سمجھتا ہے لہذا ایسے اسلام پر سلام (جس میں موسیٰ جارا اللہ جیسا فقیہ موجود ہو)۔

۱۔ ص ۱۸۵

۲۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ فرقان ۶۳

۳۔ مثلاً آقا علی عبدالحسین شرف الدین، آقا سید محسن امین، استاد محترم محمد حسین کاشف الغطاء، اور استاد توفیق لکھنوی نے متحہ کے سلسلے میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں اور حق مطلب کو ادا کیا ہے۔



متحدہ قرآن کی روشنی میں

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورُهُنَّ قَرِيبَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا

تَرَضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

”پس جو بھی ان عورتوں سے متحدہ کرے، ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دیدے اور فریضہ کے بعد

آپس میں رضامندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، بے شک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔“ (۱)

صاحب الوشیعہ ”موسیٰ“ کا خیال خام ہے کہ متذکرہ آیت کے سلسلے میں صرف شیعوں کے اقوال

ہیں، ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں متحدہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے اور اس کا قائل جاہل و احمق

ہے، لہذا یہاں اسی کے مذہب کی کتابوں سے کچھ باتیں نقل کی جا رہی ہیں تاکہ قارئین اس بات سے

آگاہ ہو جائیں کہ اس احمق، ذلیل اور بد زبان کی باتیں قطعی لغو اور بیکار ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے قابل اعتماد رجال کی سند سے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے: قرآن مجید میں

آیت متحدہ نازل ہوئی ہے، ہم رسول خدا کے عہد میں اس پر عمل کرتے تھے، اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل

نہیں ہوئی جو اس کو منسوخ کرے اور رسول خدا نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے۔ (۲)

گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ مفسرین متحدہ کی آیت کے سلسلے میں اسی روایت کا تذکرہ کرتے

ہیں اور عمران بن حصین کو ان افراد میں شمار کیا ہے جو جواز متحدہ پر ثابت و استوار تھے۔ (۳)

۲۔ ابو جعفر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی سند سے ابی نصرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عباس

سے متحدہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا: کیا تم نے سورہ نساء کی تلاوت نہیں کی؟ میں نے کہا:

کیوں نہیں، میں نے تلاوت کی ہے۔

۱۔ نساء ۲۴

۲۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۳۶، (ج ۵، ص ۶۰۳، حدیث ۱۹۳۰۶)۔

۳۔ تفسیر شبلی، ذیل تفسیر سورہ نساء، آیت ۲۴؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰/۲۰۱، (ج ۱۰، ص ۵۳/۵۴)؛ تفسیر ابی حنبلان، ج ۳، ص ۲۱۸؛ تفسیر

نیٹا پوری، (ج ۲، ص ۳۹۲)۔

ابن عباس نے کہا: اس کی آیت ﴿فَمَا اسْتَعْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کی تلاوت نہیں کی؟ میں نے کہا: اگر میں اس طرح تلاوت کرتا تو آپ سے سوال نہ کرتا۔ انہوں نے کہا: بے شک یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے: ابن عباس نے تین مرتبہ قسم کھا کر کہا: خدا نے اسی طرح نازل فرمایا ہے۔
قنادہ سے ابی بن کعب کی قرائت منقول ہے: ﴿فَمَا اسْتَعْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مُّسَمًّى﴾۔

اس نے شعبہ سے حکم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ آیا یہ منسوخ ہوئی ہے؟ جواب دیا: نہیں۔

عمر بن مرہ سے مروی ہے: اس نے سعید بن جبیر کو پڑھتے ہوئے سنا: ﴿فَمَا اسْتَعْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مُّسَمًّى﴾ مجاہد سے منقول ہے کہ بے شک یہ آیت متحدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
ابوثابت سے منقول ہے کہ ابن عباس نے ایک قرآن دیا جس میں موجود تھا: ﴿فَمَا اسْتَعْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مُّسَمًّى﴾۔

۳۔ ابو جعفر بصام حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) نے ابن عباس اور ابی بن کعب کی حدیث نقل کر کے ابن جریج، عطاء خراسانی اور ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ متحدہ کی آیت، آیہ مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ﴾ کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے۔ (۲)
اگر یہ آیت متحدہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تھی تو پھر کیسے منسوخ ہو گئی؟ ہم نے اس سے قبل نسخ کے قول کو باطل قرار دیا ہے۔

۴۔ حافظ ابو بکر بن ابی (متوفی ۳۵۸ھ) نے محمد بن کعب، انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ صدر اسلام میں متعدد رائج تھا اور لوگ تذکرہ آیت کی اس طرح تلاوت کرتے تھے: ﴿فَمَا اسْتَعْتَعْتُمْ بِهِ

۱۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، (جلد ۴، ج ۵، ص ۱۳-۱۲)۔

۲۔ احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۱۳۷)۔



منہن الی اجل مسمیٰ۔ (۱)

۵۔ حافظ ابو محمد شافعی (متوفی ۵۱۰ھ) نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: حسن و مجاہد کہتے ہیں کہ متذکرہ آیت نکاح کے بارے میں صحیح ہے، دوسرے کہتے ہیں کہ وہ نکاح متعہ ہے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل علم اس بات کے معتقد ہیں کہ نکاح متعہ حرام ہے، متذکرہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور ابن عباس معتقد ہیں کہ یہ آیت محکم ہے، انہوں نے متعہ کی اجازت دے رکھی ہے۔ (۲)

۶۔ ابوالقاسم جبار اللہ زحتری معتزلی (متوفی ۵۳۸ھ) کا بیان ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور متعہ کی حلیت باقی ہے، یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے، وہ اس آیت کی تلاوت اس طرح کرتے تھے: ﴿فَمَا اسْتَعْتَم بِهِ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مَّسْمٰی﴾۔ (۳)

۷۔ قاضی ابوبکر اندلسی (متوفی ۵۴۲ھ) کہتے ہیں: آیت کے سلسلے میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ اس کے ذریعہ سے مکمل طور سے متعہ کا ارادہ کیا گیا ہے چنانچہ حسن و مجاہد کا یہی کہنا ہے، ابن عباس کی دو روایتوں میں سے ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد ایک معین مدت تک عورتوں سے نکاح ہے یعنی متعہ نساء، اس کی روایت ابن عباس، حبیب بن ابی ثابت اور ابی بن کعب نے کی ہے۔ (۴)

۸۔ ابوبکر بنی بن سعد بن قرطبی (متوفی ۵۶۷ھ) لکھتے ہیں: جمہور کا بیان ہے کہ اس سے مراد متعہ ہے جو صدر اسلام میں رائج تھا اور ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر نے ﴿فَمَا اسْتَعْتَم بِهِ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مَّسْمٰی﴾ پڑھا ہے۔

۱۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۵

۲۔ تفسیر بغوی مطبوعہ راجیہ تفسیر خان، ج ۱، ص ۳۲۳، (ج ۱، ص ۳۱۳)

۳۔ تفسیر الکشاف، ج ۱، ص ۳۶۰، (ج ۱، ص ۳۹۸)۔

۴۔ احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۶۲

وہ لکھتے ہیں: جس شخص نے عورت کے ساتھ متعہ کیا ہے اس کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے: مالک کی دوسری روایت ہے کہ اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ نکاح متعہ حرام نہیں ہے لیکن ہمارے علماء دوسری بات کہتے ہیں جو انتہائی عجیب و غریب ہے۔ مالک کا قول عجیب و غریب لگتا ہے، انہوں نے دوسروں کو چھوڑا تھا ہی اس کا فتویٰ دیدیا اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کو سنت نے حرام قرار دیا ہے کیا وہ اسی کے مانند ہے جس کی قرآن نے تحریم کی ہے یا نہیں؟ لہذا مالک کی یہ روایت بعض روایتوں سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے، یہ دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ یہ ضعیف ہے۔ (۱)

ابوبکر طرسوی کا بیان ہے: عمران بن حصین، ابن عباس اور اہل بیت کے کچھ اصحاب کے علاوہ کسی نے متعہ کی اجازت نہیں دی ہے۔ ابن عباس کے قول کے متعلق شاعر کہتا ہے:

اقول مرکب زو طال اشعواء بنا یا صالح هل لك من ابن عباس
فی بضبه رخصه الاطراف نا عمه تکون مثواک حتی مرجع الناس

”میں نے مسافر سے اس وقت کہا جب ہمارے لئے منزل سفر طویل ہو گئی۔ اے میرے رفیق و دوست! کیا نرم و نازک اور گداز بدن عورتوں کے ساتھ متعہ کے سلسلے میں ابن عباس کا فتویٰ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تم ان کی قیام گاہوں میں موجود رہو اور پھر لوگ رجوع کریں۔“

تمام صحابہ و تابعین کا نظریہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ (۲)

علامہ ابنیٰ فرماتے ہیں: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ متعہ کے بارے میں آیت کے متعلق صحابہ و تابعین کا نظریہ کیا ہے؟ ہاں! قرطبی نے ان سے تنح کی بات بھی منسوب کی ہے لیکن آپ نے حق و حقیقت کی شناخت حاصل کر لی ہے۔

۹۔ ابو عبد اللہ فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر میں متذکرہ آیت کے متعلق دو اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک قول اکثر علماء کا ہے۔

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، (ج ۵، ص ۸۸)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۳، (ج ۵، ص ۸۹)



دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ کا حکم دیا گیا ہے۔ متعہ یہ ہے کہ ایک شخص عورت کو مال معلوم کے ذریعہ معین مدت تک اجیر بنائے پھر اس کے ساتھ جماع و آمیزش کرے۔
 علماء کا اتفاق ہے کہ یہ صدر اول اسلام میں رائج تھا اور اختلاف اس بات پر ہے کہ وہ منسوخ ہوا ہے یا نہیں؟

اکثر علماء کا نظریہ ہے کہ وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ بقیہ افراد کہتے ہیں کہ وہ جس طرح حلال تھا اسی طرح حلال ہے، یہی ابن عباس اور عمران بن حصین کا قول ہے۔ لیکن ابن عباس سے تین روایتیں مروی ہیں۔ پھر وہ روایتیں نقل کر کے لکھتے ہیں: جہاں تک عمران بن حصین کا سوال ہے تو وہ کہتا ہے کہ قرآن میں متعہ کی آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے منسوخ کرے، رسول خداؐ نے بھی ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور ہم نے متعہ انجام دیا، آنحضرتؐ نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی پھر ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۱)

دوسری جگہ ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت نقل کر کے لکھتے ہیں: بے شک ابی اور ابن عباس کی قرأت کا ثبوت بھی فرض کر لیا جائے پھر بھی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ متعہ کو قانونی حیثیت حاصل ہے، ہمیں اس سلسلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، ہاں! ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ (۲)

۱۰۔ حافظ ابو زکریا نووی شافعی (متوفی ۶۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے ﴿فَمَا

استمتعتم به منهن الى اجل مسمى﴾ قرأت کی ہے۔ (۳)

۱۱۔ قاضی ابوالخیر بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو فتح مکہ کے موقع پر تین روز تک مباح تھا پھر آیت منسوخ ہو گئی

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۵۳/۵۴)

۲۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۵۳/۵۴)

۳۔ شرح صحیح مسلم نووی، ج ۹، ص ۱۸۱، (ج ۹، ص ۱۷۹)

چنانچہ آنحضرت نے اسے مباح کیا پھر دوسری صبح کو فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کا حکم دیا تھا، جان لو کہ خداوند عالم نے روز قیامت تک اسے حرام قرار دے دیا ہے۔ (۱)

۱۲۔ علاء الدین بغدادی متوفی ۸۳۱ھ کہتا ہے: ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت حکم متعہ سے مربوط ہے، متعہ یہ ہے کہ انسان عورت کے ساتھ مدت معلوم تک کے لئے معین چیز کے عوض شادی کرے اور جب وہ مدت پوری ہو جائے تو وہ عورت مرد سے بغیر طلاق کے جدا ہو جاتی ہے، ان کے درمیان کوئی میراث نہیں ہے، یہ صدر اول اسلام میں رائج تھا پھر رسول خدا نے اس سے منع کر دیا۔

اس کے بعد حدیث سبرہ کو بیضاوی کے الفاظ میں نقل کر کے لکھتے ہیں: اسی لئے صحابہ و تابعین معتقد ہیں کہ متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہو چکی ہے، ہاں! انہوں نے ناسخ کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا: وہ سنت اور حدیث کے ذریعہ منسوخ ہوئی ہے اور یہ اس کا نظریہ ہے جو کہتا ہے کہ سنت قرآن کو نسخ کرتی ہے۔ شافعی کا نظریہ ہے کہ سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے ان کا کہنا ہے کہ اس آیت کو قرآن کی یہ آیت: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾ اس کے بعد انہوں نے ابن عباس سے مروی روایات کو نقل کیا ہے، انہیں میں سے ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ (۲)

۱۳۔ ابن جزی محمد بن احمد غرناطی (متوفی ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں: ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی تم اپنی زوجہ کے ساتھ جماع کرو تو اجرت کی ادائیگی واجب ہے اور وہ کامل مہر ہے۔

بعض کہتے ہیں: یہ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ نکاح موقت ہے جس میں میراث نہیں ہے، یہ اوائل اسلام میں جایز تھا اور متذکرہ آیت مہر کے وجوب کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر اکثر علماء کے نزدیک حرام ہو گیا، بنا برین آیت اس حدیث کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے جو نکاح متعہ کی تحریم کو

۱۔ تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۵۹، (ج ۱، ص ۲۰۹)

۲۔ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۷، (ج ۱، ص ۳۳۳)

ثابت کرتی ہے۔

بعض کہتے ہیں: آیت نے متعہ کے فرائض کو منسوخ کیا ہے اس لئے کہ متعہ میں میراث نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں: ”والذین ہم لفرو جہم حافظون“ نے متعہ کی آیت کو منسوخ کیا ہے ہاں! ابن عباس سے متعہ کا جواز مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ اس عقیدہ سے پلٹ گئے تھے۔ (۱)

۱۴۔ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی (متوفی ۳۵۷ھ) نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر کی قرائت ﴿فَمَا اسْتَعْتَم بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مَّسْمُومٍ﴾ کو نقل کر کے لکھا ہے: ابن عباس، مجاہد اور سدی وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن عباس نے ابی نضرہ سے کہا کہ خداوند عالم نے یہ آیت اس طرح نازل فرمائی ہے: الی اجل مسمی۔ (۲)

۱۵۔ حافظ عماد الدین بن کثیر دمشقی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) کا بیان ہے: اس آیت کی عمومیت سے نکاح متعہ کا استدلال کیا گیا ہے، اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ صدر اول اسلام میں متعہ رائج و مباح تھا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔

پھر نسخ کے متعلق بعض اقوال کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عباس سعید بن جبیر، سدی اور ابی بن کعب نے ”فَمَا اسْتَعْتَم بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اجَلٍ مَّسْمُومٍ“ قرائت کی ہے۔

مجاہد کہتا ہے: یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن جبیر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں عمدہ ترین اور قابل قدر بات جو صحیحین (بخاری و مسلم) میں ثابت ہے وہ امیر المومنین سے منقول حدیث ہے۔ (۳)

۱۶۔ حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ متعہ صدر اول اسلام میں رائج تھا۔ اور لوگ آیت کی اس طرح تلاوت کرتے

۱۔ تفسیر التفسیر، ج ۱، ص ۱۲۷۔

۲۔ تفسیر ابو حیان اندلسی، ج ۳، ص ۲۱۸۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۷۲۔

تھے: ”فما استتعم به منهن الی اجل مسمی“۔ (۱)

عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے اور ابن منابر نے مصاحب میں سعید بن جبیر سے ابی بن کعب کی قرائت ”فما استتعم به منهن الی اجل مسمی“، نقل کی ہے۔

عبدالرزاق نے عطاء سے ابن عباس کی قرائت نقل کی ہے اور ابن جبیر نے سدی سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ آیہ متعہ ہے۔ (۲)

عبدالرزاق اور ابوداؤد نے اسے ناخ کے طور پر نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حکم سے نقل کیا ہے کہ اس سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ منسوخ ہو چکی ہے؟ جواب دیا: نہیں۔

۱۔ ابوسعود عمادی حنفی (متوفی ۹۸۲ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو معینہ مدت کا نکاح ہوتا ہے اسی لئے اسے نکاح موقت کہتے ہیں، اس کی غرض وغایت عورت کے ساتھ متعہ اور آمیزش ہے ایسی آمیزش جو مال کے عوض وقوع پذیر ہوتی ہے، یہ فتح مکہ کے موقع پر تین روز تک مباح تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

مردی ہے کہ آنحضرت نے اسے مباح کیا پھر دوسری صبح کو فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جان لو کہ خداوند عالم نے روز قیامت تک کے لئے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دو مرتبہ حلال اور دو مرتبہ حرام ہوا۔ (۳)

۱۸۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں: بے شک اہل علم کے درمیان متعہ کے مفہوم میں اختلاف ہے:

حسن و مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ آیہ نہ بار کہ ﴿فما استتعم....﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کے ذریعہ لذت حاصل کرو تو انہیں اس کی اجرت دو یعنی ان کا مہر ادا کرو۔

۱۔ درمنثور، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۲، ص ۲۸۳)؛ المعجم الکبیر، (ج ۱۰، ص ۳۲۰، حدیث ۱۰۸۴۲)؛ سنن بیہقی، (ج ۷، ص ۲۰۵)

۲۔ المصنف، (ج ۷، ص ۳۹۸، حدیث ۱۳۰۲۲)

۳۔ تفسیر ابی السعد مطبوعہ حاشیہ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۵۱، (ج ۲، ص ۱۶۵)



جمہور کہتے ہیں: اس آیت سے مراد وہ نکاح متعہ ہے جو صدر اول اسلام میں رائج تھا، جس کی ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر کی قرائت ”فما استتعم بہ منہن الی اجل مسمی“ تائید کرتی ہے پھر آنحضرت نے اس کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ یہ بات امیر المؤمنین علیؑ کی روایت کے مطابق صحیح ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول خداؐ نے خیبر کے دن نکاح متعہ اہل گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرمائی ہے۔

پھر وہ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کے موقع پر ممانعت کی حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: لہذا یہ ناخ ہے، اور سعید بن جبیر سے آیہ میراث کے ذریعہ اس کے نسخ کی حکایت کی گئی ہے اس لئے کہ متعہ میں میراث نہیں ہے۔ عائشہ اور قاسم بن محمد سے اس آیت کے ذریعہ منسوخ ہونا منقول ہے: والذین ہم لفرو وجہم حافظون...“ (۱)

۱۹۔ شہاب الدین ابوثنا سید محمد آلوسی بغدادی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود کی قرائت ”فما استتعم بہ منہن الی اجل مسمی“ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حلال تھا پھر حرام ہوا۔ اور میرا نظریہ یہ ہے کہ تحریم اور اباحہ دونوں دودو مرتبہ ہوا۔ روز خیبر سے پہلے حلال تھا، روز خیبر کے بعد حرام ہوا، پھر فتح مکہ کے موقع پر مباح ہوا اور اس کے تین روز بعد ہمیشہ کے لئے قیامت تک حرام ہو گیا۔ (۲)

میرے ساتھ آئیے!!

قارئین کرام! میرے ساتھ آئیے تاکہ ہم اس ذلیل اور احمق ”موسیٰ جار اللہ“ سے ان کتابوں کے متعلق سوال کریں، کیا یہ کتابیں علم قرآن کے سلسلے میں اہل سنت کے یہاں مرجع و ماخذ کی حیثیت نہیں رکھتیں؟ کیا یہ لوگ علم تفسیر کے امام نہیں؟! کیا ایک ذہین محقق کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ان کتابوں کی

۱۔ فتح القدیر، ج ۱، ص ۴۱۴، (ج ۱، ص ۴۳۹)

۲۔ تفسیر آلوسی، ج ۵، ص ۵



طرف رجوع کر کے تحلیل و تجزیہ کرے اور اقوال کا باہم مقایسہ کر کے حقیقت حال معلوم کرے؟ اس شخص کو چھوڑیے کیا کوئی بھی ابن عباس جیسے مترجم قرآن، اہل سنت کے نزدیک ابی بن کعب جیسے موثق قاری، اور عبداللہ بن مسعود جیسے معلم قرآن و سنت کی برابری کر سکتا ہے؟

ان کے علاوہ کیا عمران بن حصین، حکم، حبیب بن ابی نائب، سعید بن جبیر اور قتادہ و مجاہد کی برابری کر سکتا ہے؟ کیا یہ شخص ان سب کو جاہل اور غیر موثق سمجھتا ہے؟ کیا شائستہ کردار صحابہ اور ائمہ پر اس کا اہانت آمیز رویہ، سب و شتم کے مترادف نہیں کہ اس نے اپنے ماننے والوں کے نزدیک ان سب کو شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا؟

یہ شخص اپنی قوم کے بزرگ روایوں کو شیعہ سمجھ کر اپنی تند زبان سے ان کی عزت و آبرو کو پارہ پارہ کر رہا ہے؟ گویا اس کی نظر میں بخاری، مسلم، احمد، طبری، محمد بن کعب، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، بھصاص، ابن انبار، بیہقی، حاکم، بغوی، زحتری، اندلسی، قرطبی، فخر رازی، نووی، بیضاوی، خازن، ابن جزئی، ابن حیان، ابن کثیر، ابوسعود، سیوطی، شوکانی اور آلوسی جیسے لوگ اہمیت کے حامل نہیں، یہ لوگ تو اس کے مذہب کے منارے اور علم کی عظیم شخصیتیں ہیں۔

جی ہاں! یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ، ذلیل انسان کے من گھڑت افسانے اور شیعوں کی جانب نزول آیت کی نسبت دینا وغیرہ، دو معصوم اماموں ”امام محمد باقر اور امام صادق“ کی مقدس شخصیتوں کو نچا دکھانے اور ان پر طعن و طنز کے نشتر چلانے کا مقدمہ ہے۔ حالانکہ ایک صاحب عقل منصف اچھی طرح واقف ہے کہ اس کے مذہب کے چاروں اماموں: (۱۔ ابوحنیفہ ۲۔ محمد بن ادریس شافعی ۳۔ مالک بن انس ۴۔ احمد بن حنبل) کی جھوٹی میں اگر علم کی ذرا بھی دولت ہے تو وہ انہیں معصوم اماموں کا صدقہ ہے۔

ہاں! یہ ائمہ (امام باقر اور امام صادق علیہما السلام) ہمارے امام ہیں، موسیٰ جبار اللہ یہی موسیٰ ہے اور خداوند عالم بھی خدائے عادل ہے لہذا میری تمام شکایتیں اسی خدا کی بارگاہ سے وابستہ ہے۔ (والی اللہ المشتکی)۔



آئیے! اس احمق سے اس ادب بیان کے بارے میں سوال کریں جسے اس نے سمجھ لیا اور گزشتہ صدیوں کے بزرگوں سے پوشیدہ رہ گیا، ان نقصانات کے بارے میں سوال کریں جنہیں اس نے پہچان لیا لیکن اس کی قوم کے امام وقائد نہ سمجھ سکے؟ وہ کیا ہیں اور کہاں؟ اس نے کس سے اخذ کیا اور کس نے کہا؟ اس کے پاس ان کے لئے کون سی دلیل ہے؟ اس سے پہلے والوں نے انہیں کیوں چھپائے رکھا کہ نوبت اس کی آگئی؟!

میرے خیال میں وہ ایک تشنہ کام کو سیراب کرنے والا جواب دینے سے قطعی قاصر و عاجز رہے گا اور ممکن ہے اپنی گلو خلاصی کے لئے اپنی رکیک اور بے تکی باتوں کو دوسروں کے سر تھوپ دے۔

اسلام میں متعہ کے حدود و شرائط

۱۔ مہر یا اور اجرت

۲۔ معین اور معلوم مدت

۳۔ ایجاب و قبول پر مشتمل عقد

۴۔ مدت ختم ہونے پر جدائی

۵۔ عدت

۶۔ عدم میراث

بے شک ان حدود کو فقہاء نے اپنی فقہی کتابوں میں، محدثین نے اپنی صحاح و مسانید میں اور مفسرین نے متذکرہ آیت کے ذیل میں بیان کیا ہے، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اسلامی شریعت کے حدود و قوانین ہیں جن کی رعایت کے بغیر کوئی چارہ نہیں، چاہے دائمی مباح کے قائل ہوں یا وقتی مباح اور منسوخ کے۔ لہذا ان حدود کے پیش نظر احمق کی بکواس کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے کہ ”متعہ جاہلی عہد کا نکاح تھا، شارع کی اجازت سے نہیں تھا“۔ جاہلی عہد میں ان حدود و قوانین کے ساتھ کب نکاح ہوا۔



علماء نے جاہلی عہد کی عادتوں اور نکاح و تقالید کو تحریر کیا ہے جن میں نکاح متعہ شامل ہی نہیں۔
ہاں! یہ شخص افترا پر دازی اور بکواس کرتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اپنی بکواس پر متوجہ بھی نہیں ہے۔
(ہم نے تیسری جلد میں متعہ کے حدود کو موضوع بحث قرار دینے والوں کے اسامہ تحریر کئے ہیں)۔

صاحب الوشیعہ کے خیال خام میں شدید ترین محرمات کے طور پر نازل ہونے والے برے کام کی انجام دہی میں ابن جریج نے اسراف اور زیادہ روی سے کام کیوں لیا؟!

اگر ابن جریج دینی امور میں سستی اور لالابالی پن کا مظاہرہ کرتا تھا تو صاحبان صحاح و مسانید نے اس سے حدیثیں کیوں نقل کی اور اپنی کتابوں کو اس کی روایتوں سے بھر دیا؟! انہوں نے اس سے وہ بارہ ہزار روایتیں نقل کی ہیں جن کی فقہاء کو شدید ضرورت تھی؟! (۱)

لہذا اگر ابن جریج جیسے لوگ یا ان کی روایتیں باطل ہیں تو ایسی صورت میں کتب حدیث کے اکثر اوراق کو دور یا رد کر دینا چاہئے پھر تو ان صحاح و مسانید کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جائے گی۔

اگر صاحب الوشیعہ کا خیال صحیح ہے تو بزرگان علم رجال نے ابن جریج کی مدح و ستائش کیوں کی؟! امام احمد بن حنبل نے اس کی محکم ترین انسان کے طور پر کیوں نشاندہی کی؟! اس کی کتابوں کو کتاب امانت کیوں کہا جاتا ہے؟! (۲) اور پھر یہ کہ اگر اس شخص نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تو اس سے کون سا گناہ سرزد ہو گیا حالانکہ اس نے سترہ حدیثیں اسی سلسلے میں روایت کی ہیں؟!!

جہاں تک اپنی رائے سے منحرف ہونے کا سوال ہے، جیسا کہ اس (موسیٰ) نے ابو عوانہ سے نقل کیا ہے اور ابو عوانہ کی سند صحیح ہوتی تو فقہاء اسے ضرور نقل کرتے، اس کی حدیث صرف ایک ہی راوی پر منحصر نہ رہتی، خاص طور سے اس جریج کی حدیث جو علمی اور عملی طور پر متعہ پر متعہ کئے جا رہا تھا۔

میری نظر میں اس انسان سے انحراف کی بات منسوب کرنا، امت کے دانشور ”ابن عباس“ سے انحراف کی بات منسوب کرنے جیسا ہے۔ (یعنی جس طرح ان سے جھوٹی بات منسوب کی گئی ہے اس سے

۱- مفاتیح السعادة، ج ۲، ص ۱۲۰، (ج ۲، ص ۱۳۱)

۲- تہذیب الخلفاء، ج ۶، ص ۴۰۳، (ج ۶، ص ۳۵۹)

بھی جھوٹ کو منسوب کیا گیا ہے)

پڑھئے اور ہنسئے یا گریہ کیجئے!!

توہنجی (متونی ۹ ص ۸۷) ”شرح تجرید“ کے محدث امامت میں لکھتے ہیں:

عمر نے منبر کے اوپر جا کر کہا: ایہا الناس ثلاث کن علی عہد رسول اللہ وانا انہی عنہن واحرمہن واعاقب علیہن: متعۃ النساء ومتعۃ الحج وحی علی خیر العمل ”اے لوگو! رسول خدا کے عہد میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں، اگر کسی نے ان کو انجام دیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا: متعۃ نساء، متعۃ حج اور حی علی خیر العمل“۔

پھر توہنجی عمر کے اس عمل کی توجیہ کرتے ہیں:

”اس عمل کے ذریعہ عمر کی مذمت نہیں کی جاسکتی؛ اس لئے کہ اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کی مخالفت کرنا، بدعت نہیں ہے۔“ (۱)

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میدان علم کا ایک شہسوار پیغمبر اکرم کو امت کی ایک فرد کے مقابل لا کھڑا کر دے گا اور ان دونوں کو مجتہد قرار دے گا حالانکہ رسول خدا کی ہر بات لوح محفوظ کی عبارت ہے، وہ وہی کہتے ہیں جو وحی کہتی ہے، ان پر ہونے والے الہام غیبی ان کے شدید القوی ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

لہذا یہ اجتہاد اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے جس کی حیثیت اصل کے سامنے فرع کی ہے اور استنباط کے طریق میں جس کی ظن و گمان سے زیادہ اہمیت نہیں۔

ہاں ایہ اجتہادی مخالفت اس وقت جائز ہے جب کوئی مجتہد اپنے ہی جیسے مجتہد کی برابری کرے۔ نہ وہ شخص جو نص اور خبر صحیح کے مقابل اجتہاد کرے اور شارع مقدس سے صادر شدہ شرعی تصریحات کے



مقابلے میں اپنا فتویٰ اور نظریہ پیش کرے۔

پھر یہ کہ مجھے تو نہیں لگتا کہ کوئی انصاف پسند شخص یہ کہے گا کہ خاتم الانبیاءؐ اور یہ حضرت (عمر)ؓ فہم و ادراک کے اعتبار سے ایک ہی صف میں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان دونوں کے نظریات کی برابری کرے؟ پھر یہ کہ تمام انسانوں کے نظریات و عقاید کی کیا حقیقت و اہمیت ہے اگر وہ شارع مقدس رسول خداؐ کے نظریہ کے مخالف ہوں؟

ابن قیم (۱) لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ مسلم نے اپنی صحیح (۲) میں جابر بن عبد اللہ سے جس بات کی روایت کی ہے اس کے متعلق کیا کہو گے کہ: ”ہم رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں ایک مشیت خرا اور آئے پر متعہ کرتے تھے۔ پھر عمرؓ نے عمرو بن حریث کے سلسلے میں اس کی ممانعت کر دی۔“ اور عمر سے جوابات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ کے عہد میں دو متعہ رائج تھے لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں: متعہ نساء اور متعہ حج۔

تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس موضوع کے سلسلے میں لوگ دو گروہ میں تقسیم ہیں:

ایک گروہ کہتا ہے کہ بے شک عمرو ہی عمر ہے جس نے حرام کیا اور اس کی ممانعت کی اور رسول خداؐ نے ان تمام باتوں کی پیروی کا حکم فرمایا جن کے بارے میں خلفاء راشدین نے حکم دیا اور مقرر فرمایا ہے۔

یہ گروہ تحریم متعہ کے سلسلے میں سبرہ بن معبد کی حدیث کو صحیح نہیں سمجھتا اس لئے کہ یہ عبد الملک بن ربیع بن سیرہ کی روایت ہے اور ابن محین اسے صحیح نہیں سمجھتے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے حالانکہ اسلامی اصول میں اس کی حدیثوں کی شدید ضرورت پڑتی ہے پھر ان کی نظر میں اس سے نقل حدیث جائز نہیں۔ اگر بخاری کی نظر میں سبرہ صحیح ہوتا تو اس سے حدیث نقل کرتے اور اس کی حدیثوں سے استدلال کرتے۔

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۴۳۳، (ج ۲، ص ۱۸۴)

۲۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۱۹۴، حدیث ۱۶، کتاب النکاح)



لوگوں نے کہا: اگر حدیث سبرہ صحیح ہوتی تو ابن مسعود پر یہ بات مخفی نہیں رہتی تاکہ ان کے حوالے سے متعہ اور اس آیت سے استدلال کرنے کی روایت کی جاتی، نیز اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عمر یہ نہیں کہتے کہ عہد رسولؐ میں متعہ جایز تھا اور میں اس کی ممانعت کرتا ہوں اور اس کی مخالفت کرنے والے کو سزا دوں گا۔ اس کے بجائے وہ یہ کہتے: رسول خداؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے، میں بھی اس کی ممانعت کرتا ہوں، اور اگر یہ (سبرہ) زمان صدیق (ابوبکر) میں صحیح ہوتا تو کوئی متعہ نہیں کرتا۔

دوسرے گروہ نے حدیث سبرہ کو صحیح کہا ہے، اگر یہ صحیح نہ ہوئی تو پھر حضرت علیؑ کی حدیث صحیح ہے کہ رسول خداؐ نے متعہ نساء کو حرام قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ جابر کی حدیث ”ہم متعہ کرتے تھے“ کی یہ توجیہ و تاویل کی جائے کہ ان کی سماعت تک یہ تحریم نہیں پہنچی اور عہد عمر تک مشہور نہ ہوئی۔ چونکہ اس کے بارے میں بہت زیادہ نزاع و اختلاف واقع ہوا ہے اس لئے اس کی حرمت ظاہر و معروف ہے۔ وباللہ التوفیق۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: مختلف اعتبار سے متناقض احادیث کو اس حدیث کے مقابل لایا جاسکتا ہے جو قطعی صحیح ہے اور امیر المومنین سے یہ جھوٹی بات منسوب کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ دست امت میں ان کی صحیح حدیث موجود ہے کہ آپؐ نے فرمایا: لولا ان عمر نہی عن المتعہ مازنی الا اشقی ”اگر عمر متعہ کی ممانعت نہیں کرتے تو کوئی زنا نہیں کرتا مگر بد بخت و ذلیل“۔ (۱)

اور یہ بات طے ہے کہ حضرت جواز متعہ کے قائل تھے چنانچہ اہل بیتؑ کے چاہنے والے کل بھی جواز متعہ کے قائل تھے اور آج بھی اسی جواز کے قائل ہیں۔ جو احادیث سب کی نظر میں مسلم ہیں ان میں ابن عباسؓ کی یہ حدیث بھی ہے: لولا نہی عمر لما احتاج الی الزنا الا شقی۔ (۲)

۱۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، (مجلد ۵، ج ۵، ص ۱۳)؛ تفسیر ظہبی، سورۃ نساء آیت ۲۳؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰، (ج ۱۰، ص ۵۰)؛ تفسیر ابی

حیان، ج ۳، ص ۲۱۸؛ تفسیر فیضی، لاہوری، (ج ۲، ص ۳۹۲)؛ در منثور، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۲، ص ۳۳۶)

۲۔ احکام القرآن، ج ۳، ص ۱۷۹، (ج ۲، ص ۱۳۷)؛ بدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۵۸؛ التہذیب ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۳۹، الفائق، زحمری، ج ۱، ص ۳۳۱، (ج ۲، ص ۲۵۵)؛ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، (ج ۵، ص ۸۶)؛ در منثور، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۲، ص ۳۸۷)

لسان العرب، ج ۱۹، ص ۱۶۶، (ج ۱۳، ص ۱۵)؛ تاج العروس، ج ۱۰، ص ۲۰۰

حضرت علیؑ کے علاوہ کس نے حد کی ممانعت کی خبر دی کہ وہ عمر کے زمانے میں مشہور ہو گیا اور آنحضرتؐ کی یہ ممانعت کب مشہور ہوئی حالانکہ سب سے پہلے جس نے اس کی ممانعت کی وہ عمر بن خطاب تھے۔

وہ کہتے تھے: متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ انا نہی عنہا و اعاقب۔

اور کہا: متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ و علی عہد ابی بکر و انا نہی عنہا۔

اور کہا: ان اللہ و رسولہ قد احلا لکم متعتین و انی محرما علیکم۔

اور یہ بھی کہا: ثلاث کن علی عہد رسول اللہ انا محرمن متعة الحج، متعة

النساء و حی علی خیر العمل۔

کیا اس دعویٰ کی تردید میں کسی صحابی نے یہ جواب دیا کہ رسول خداؐ اور ابو بکر کے زمانے میں حد حلال تھا یا اس کے حرمت کی نسبت خود عمرؓ کی طرف دی؟ کیا رسول خداؐ اور ابو بکر کے زمانے میں جواز حد پر صحابہ کا اجماع کرنا دین خدا اور سنت رسولؐ کے برخلاف تھا؟

جی ہاں! جب آدمی ڈوبنے لگتا ہے تو تنکے کو اپنا سہارا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

﴿وَلَا تَقْسُوا لِمَا نَصَفَ الْبَيْنُتُكُمْ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ

الْكُذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ اور خبردار جو تمہاری زبانیں غلط بیانی

سے کام لیتی ہیں اس کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، کہ اس طرح خدا پر جھوٹا بہتان باندھنے

والے ہو جاؤ گے اور جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ان کے لئے فلاح و کامیابی نہیں۔“ (۱)

۷۔ خود کو مومن کہنے والے شخص کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن یسار سے مروی ہے: عمر کو معلوم ہوا کہ ایک مرد شامی خود کو مومن سمجھتا ہے، چنانچہ انہوں نے



اپنے نمائندے کو تحریر کیا کہ اسے میرے پاس بھیج دو، جب وہ آیا تو عمر نے پوچھا: کیا تو ہی خود کو مومن کہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اے امیر المومنین۔

عمر نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، تو یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے، کیا رسول خداؐ کے زمانے میں لوگ مشرک، منافق اور مومن نہیں تھے، تو ان میں سے کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اتنا کہہ کر عمر نے اس کی بات کو پرکھنے کے لئے اپنا ہاتھ اس کی جانب دراز کیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

قنادہ کا بیان ہے: عمر نے کہا کہ اگر کوئی شخص خدا کو عالم کہے تو گویا وہ جاہل ہے اور خود کو مومن کہنے والا کافر ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ کون سی مشکل آن پڑی تھی جو اس بندہ مومن کے احضار کا موجب قرار پائی، حالانکہ ان کے آس پاس ہزاروں مومن ان سے بات کر کے کہتے تھے کہ میں مومن ہوں اور وہ خود کو ان کا امیر و آقا سمجھتے تھے لیکن خلیفہ نے مردشامی کی طرح ان لوگوں سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر یہ کہ یہ مشکل اتنے آسان اور سہل جواب کے ذریعہ کیسے حل ہو گئی، کیا خلیفہ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ اگر انہاں مشرک و منافق نہیں تو بے شک وہ مومن ہوگا۔ یا یہ کہ ان کے خیال میں جو بندہ مومن اپنے ایمان پر یقین رکھے، اسے ”امنا مومن“ کہنے کا حق حاصل نہیں اس لئے کہ یہ کفرانہ باتیں ہیں۔ چنانچہ قنادہ کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے عمر کے نزدیک انوکھی عبادت و پرستش۔ لیکن خداوند عالم نے قرآن مجید میں ایسے افراد کی مدح و ستائش کی ہے کہ جو کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے، یہ نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ﴿... قَالِ الْحَوَارِثُ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ...﴾ ”حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ

کے مددگار ہیں۔ اس پر ایمان لائے ہیں۔“ (۲)

۱۔ تہذیبی نے شعب الایمان، (ج ۱، ص ۸۴، حدیث ۷۴)؛ اور ابن ابی شیبہ نے الایمان، (المصنف ج ۱۱، ص ۳۹، حدیث ۱۰۳۶۲)؛ میں

نقل کیا ہے ملاحظہ کریں کنز العمال، (ج ۱، ص ۱۰۳، حدیث ۴۰۳، حدیث ۱۷۲۸)۔



۲۔ ﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ...﴾ ”پروردگار ہم ان تمام باتوں پر ایمان لے آئے جو تو نے نازل کی ہیں اور تیرے رسول کی پیروی کی“۔ (۱)

۳۔ ﴿رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا...﴾ ”پروردگار ہم نے اس منادی کو جو ایمان کی آواز بگاہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے“۔ (۲)

۴۔ ﴿يَقُولُونَ آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ ”وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور کواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں“۔ (۳)

۵۔ ﴿يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا...﴾ ”وہ کہتے ہیں پروردگار ہم ایمان لے آئے“۔ (۴)

۶۔ ﴿قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”انہوں نے کہا: ہم رب دو جہاں پر ایمان لے آئے“۔ (۵)

۷۔ ﴿...وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا...﴾ ”اور علم میں رسوخ رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کے سب ہمارے پروردگار کی جانب سے ہیں“۔ (۶)

۸۔ بعض لوگ خداوند عالم کے ارشاد کے مخاطب قرار پائے: ﴿...أَوَلَمْ تَوَدَّ...﴾ کیا ایمان نہیں رکھتے؟ ﴿...قَالَ بَلَى...﴾ کہتے ہیں: ہاں۔ (۷)

اور بعض کہتے ہیں ﴿...سُبْحَانَكَ ثُبُثُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”تو پاک و پاکیزہ ہے، میں تیری بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا ہوں اور میں اول مومن ہوں“۔ (۸)

۲۔ آل عمران ۱۹۳

۳۔ مائدہ ۸۴

۶۔ آل عمران ۷۷

۸۔ اعراف ۱۳۱

۱۔ آل عمران ۵۳

۳۔ مائدہ ۱۱۱

۵۔ اعراف ۱۳۱

۷۔ بقرہ ۲۶۰

یہ تو واضح ترین بات ہے کہ اگر کوئی کہے: ہم ایمان لے آئے یا کہے: میں مومن ہوں یا اگر کوئی اپنے ایمان پر یقین رکھتے ہوئے کہ میں ایسا دیا مومن ہوں تو ان اقوال میں کوئی فرق نہیں، اگر کوئی ان کے درمیان افتراق کا قائل ہو تو وہ یقیناً بے پروا اور لاابالی آدمی ہے۔

شاید خلیفہ ہی میں ایمان کی کمی تھی بلکہ شاید دل کے نہاں خانوں میں شرک و نفاق بھی موجود تھا تبھی تو مکرر حدیفہ سے سوال کرتے تھے: میں مومن ہوں یا منافق؟ غزالی کا بیان ہے: نفاق اور شرک خفی کے بارے میں تمہیں خطرات سے باخبر کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ حتیٰ عمر بن خطاب بھی حدیفہ سے اپنے بارے میں سوال کرتے تھے: کیا ان کا شمار منافقین میں ہے؟ یا وہ منافق ہیں اور کیا رسول خدا نے انہیں منافقین کے زمرے میں بیان کیا ہے یا نہیں؟ (۱)

حدیفہ بن یمان منافقین کی شناخت کے راز دار تھے اسی لئے عمر بن خطاب اسی جنازے پر نماز پڑھتے جس پر حدیفہ نماز پڑھتے تھے، وہ ڈرتے تھے کہ کہیں یہ بھی منافقین میں سے نہ ہو۔ (۲)

۱۔ اسقف نجران کی خلیفہ سے ملاقات

نجران کی بزرگ شخصیت ”اسقف“ عمر بن خطاب کی خلافت کے اوائل میں ان کے پاس پہنچا

اور کہا:

اے امیر المومنین! ہماری سرزمین دور اور وہاں سے آنے کے اخراجات بہت سنگین و سخت ہیں جسے لشکر والے برداشت نہیں کر سکتے، میں ضمانت لیتا ہوں کہ زمین کا ٹیکس ہر سال بطور کامل آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ عمر نے اس کی ضمانت قبول کر لی۔ چنانچہ وہ ہر سال ٹیکس لا کر انہیں دیتا اور وہ اسے لکھ لیتے تھے۔

ایک مرتبہ اسقف کچھ لوگوں کے ساتھ آیا، چونکہ اسقف ایک با حیثیت اور خوش اخلاق انسان تھا

۱۔ احیاء العلوم غزالی ج ۱، ص ۱۲۹، (ج ۱، ص ۱۱۳)؛ التہذیب باقلائی، ص ۱۹۶؛ بحرہ فیہ الفیوض الی جہرہ، ج ۲، ص ۲۸۔

۲۔ شذرات الذہب ابن عساکر، ج ۱، ص ۳۳۲، (ج ۱، ص ۲۰۹، حوادث ۳۶۷ھ)



اسی لئے عمر نے اسے خدا و رسول اور قرآن کی دعوت دی اور اس سے اسلام کی فضیلت اور مسلمانوں کی نصیب میں آنے والی ابدی نعمت و کرامت کو بیان کیا۔ اسقف نے کہا: اے عمر! کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے: ﴿... وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ...﴾ ”جنت کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے“۔ (۱) اگر ایسا ہے تو پھر جہنم کہاں ہے؟ عمر کو اس کا جواب نہیں سوجھا تو حضرت علیؓ سے عرض کی: آپ ہی اس کا جواب دیجئے، حضرت نے اسقف سے فرمایا: اے اسقف! میں اس کا جواب ضرور دوں گا، کیا تم نے دیکھا ہے کہ جب بھی رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن نمودار ہوتا ہے تو رات کہاں غم ہو جاتی ہے؟

یہ سن کر اسقف نے برجستہ کہا: میں سوچ رہا تھا کہ کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے پائے گا، اے عمر! یہ جوان کون ہے؟ عمر نے کہا: یہ رسول خداؐ کے داماد، ان کے ابن عم اور حسنین کے والد گرامی ”علی بن ابی طالب“ ہیں۔

اسقف نے دوسرا سوال کیا: اے عمر! ایسی سرزمین کی نشاندہی کریں جس پر صرف ایک ہی مرتبہ سورج روشن ہوا؟ عمر نے کہا: اس جوان سے سوال کرو۔ اس نے حضرت علیؓ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: دریائے نیل ہے جو بنی اسرائیل کے لئے شکافہ ہوا اور اس پر ایک ہی مرتبہ آفتاب کی روشنی پڑی۔ اسقف نے سوال کیا: مجھے اس چیز کے بارے میں بتائیں جو لوگوں کے ہاتھ میں جنتی پھل کے مانند ہوتی ہے (کبھی ختم نہیں ہوتی)؟

عمر نے کہا: اس جوان سے دریافت کرو۔ جب آپ سے سوال ہوا تو فرمایا: وہ قرآن مجید ہے جس پر اہل دنیا اجتماع کرتے ہیں، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو اس سے برطرف کرتے ہیں اور بے پناہ حصول کے باوجود اس میں کمی واقع نہیں ہوتی جیسے جنتی پھل.....

اسقف نے کہا: سچ فرمایا، مجھے بتائیں کیا آسمان کے قفل ہیں؟ فرمایا: ہاں اس کا قفل ”شرک“ ہے اسقف نے کہا: اس کی کنجی کیا ہے؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ کی شہادت۔ اس نے کہا: سچ



فرمایا، مجھے بتائیں سب سے پہلے پہننے والا خون کس کا تھا؟ کہا: ہم نہیں کہتے لوگ کہتے ہیں کہ خفاش (ایک پرندہ) کا خون تھا لیکن روئے زمین پر پہننے والا سب سے پہلا خون ”حوا کا خون نفاس“ تھا، جب انہوں نے ہائیل کو جنم دیا تھا۔

اس نے کہا: سچ فرمایا، صرف ایک مسئلہ اور، یہ بتائیے کہ خداوند عالم کہاں ہے؟ یہ سنتے ہی عمر غصہ سے سرخ انگارہ ہو گئے لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تیرا جواب دوں گا اور اس کے علاوہ جو بھی سوال کرنا چاہتے ہو کر سکتے ہو۔ ہم رسول خداؐ کی خدمت میں تھے کہ ایک فرشتہ نے آکر سلام کیا آنحضرتؐ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کہا: ساتویں آسمان سے، خداوند عالم کے پاس سے، پھر دوسرا فرشتہ آیا، اس سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: آٹھویں زمین، خدا کی بارگاہ سے، پھر تیسرا مشرق اور چوتھا مغرب سے آیا۔ رسول خداؐ اسوال کرتے رہے اور وہ جواب دیتے رہے کہ خدا کے پاس سے، لہذا خداوند عالم یہاں بھی ہے اور وہاں بھی فی السماء الہ و فی الارض الہ... (حافظ عاصمی نے ”زین الفتی فی شرح سورہ بلقی“ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے)۔

۷۲۔ شراب خانہ میں موجود روزہ دار پر خلیفہ کے کوڑے

امام احمد بن حنبل نے عمر بن عبداللہ بن طلحہ خزاعی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسے گروہ کو لایا گیا جنہیں شراب پیتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا، ان میں ایک روزہ دار بھی تھا۔ چنانچہ عمر نے ان پر کوڑے برسائے اور اس روزہ دار پر بھی کوڑوں کی بارش کی۔ لوگوں نے کہا: یہ روزہ دار ہے؟ کہا: یہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ (۱)

کیا خلیفہ شراب خوری کی مجلس میں اس روزہ دار کے بیٹھنے کی علت سے واقف تھے جب کہ وہ روزہ دار تھا اور ان کے عمل میں شریک بھی نہیں تھا؟ شاید کسی ضرورت نے اس مجلس میں بیٹھنے پر مجبور کر رکھا ہو یا

(۱) کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۱، (ج ۵، ص ۴۷۷، حدیث ۱۳۶۷۲): منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۲۷، (ج ۲، ص ۴۹۸)

ممکن ہے نبی از منکر کے فریضہ نے اس بے چارے روزہ دار کو ان کی ہم نشینی پر مجبور کیا ہو؟ اور یہ بات سہل ہے کہ ان میں سے کوئی بھی احتمال آجائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان الحدود قد را بالشبهات ”شبهات کی بنا پر حد و ساقط ہو جاتے ہیں“۔

بالفرض یہ احتمالات نہ ہوں تو بھی اس مسئلہ میں امر یہ ہے کہ اسے تادیب کے لئے حد لگایا جائے (حد تادیب سے آپ واقف ہو چکے ہیں) کہ حد تادیب دس ضربوں سے تجاوز نہیں کرتا پھر کیوں خلیفہ نے روزہ دار اور شراب خور کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا؟

۷۳۔ بیت المال کے مشک کے متعلق خلیفہ کی رائے

ایک مرتبہ عمر بن خطاب کے لئے مشک لایا گیا، حکم دیا کہ اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اپنی ناک بند کر لی۔ لوگوں نے کہا: آپ نے اپنی ناک کیوں بند کر لی؟ کہا: تو کیا اس کی خوشبو سے فائدہ اٹھاؤں، ایک دن اپنی زوجہ کے پاس پہنچے، ان سے مشک کی خوشبو آئی، زوجہ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: میں نے مسلمانوں کے بیت المال کے مشک کو فروخت کر دیا، اسے لے کر اپنے ہاتھ پر وزن کیا جب اپنی انگلی گھر کے اس ظرف میں ڈالی تو اس کی خوشبو آگئی۔ زوجہ نے کہا: اسے مجھے دیجئے، اسے لے کر اس پر پانی ڈالا لیکن اس کی خوشبو ختم نہ ہوئی پھر مٹی سے مانجھ کر اس پر پانی ڈالا تو اس کی خوشبو رفع ہو گئی۔ (۱)

ہاں! فقیہ کو اتنا ہی محکم اور جامع ہونا چاہئے، کیا خلیفہ مسلمانوں کے چراغ کے سامنے پردہ لگا لیتے تھے تاکہ اس کے نور کی روشنی سے مستفیض نہ ہوں یا ہواؤں پر بندش لگا لیتے تھے جب مسلمانوں کے کھیتوں سے مختلف خوشبوئیں آتی تھیں؟ یہ ایسے عام منافع ہیں جن میں مالک کی رضایت ذرا بھی دخیل نہیں؟ اس کا جواب میں نہیں جانتا۔



۷۴۔ نماز میت میں خلیفہ کا اجتہاد

ابوداؤد سے منقول ہے کہ رسول اسلام کے عہد میں نماز میت میں سات، پانچ یا چھ تکبیریں کہی جاتی تھیں، عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو جمع کیا، انہوں نے اپنے مشاہدوں کی بنا پر مطلع کیا تو عمر نے چار طویل تکبیروں پر توافق کیا۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ چار اور پانچ تکبیریں تھیں لیکن عمر نے میت پر چار تکبیریں کہنے پر لوگوں کو متحد کر دیا۔ (۱)

ابن حزم اٹھلی میں لکھتے ہیں: چار تکبیروں سے بیشتر کی ممانعت کرنے والے نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی روایت ہم نے کعب، سفیان، ثوری، عاقر بن شقیق اور اس نے ابوداؤد کے طریق سے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو جمع کرنے کے بعد ان سے نماز میت میں تکبیرات کے متعلق مشورہ کیا۔ لوگوں نے کہا: رسول خدا سات، پانچ اور چار تکبیریں کہتے تھے۔ یہ سن کر عمر نے لوگوں کو چار تکبیروں پر متحد کر دیا۔ (۲)

طحاوی نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا کی وفات ہوئی تو نماز میت کے متعلق لوگوں میں شدید اختلاف تھا، کیا تم اسے سننا چاہو گے؟ ایک شخص نے کہا: میں نے رسول خدا کو سات تکبیریں کہتے ہوئے سنا۔ دوسرے نے کہا: میں نے آنحضرت کو پانچ تکبیریں کہتے ہوئے سنا۔ تیسرے نے کہا: میں نے چار تکبیریں سنی ہیں۔۔۔۔ اسی اختلاف میں زندگی رواں دواں تھی کہ ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ جب عمر امور خلافت کے متولی ہوئے اور انہوں نے لوگوں کے اختلاف کا مشاہدہ کیا تو اس کی حل و فصل کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ اصحاب رسول کو بلوا کر کہا: تم رسول کے اصحاب ہو، جب تم لوگ کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہو تو آنے والے افراد بھی اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں، اسی طرح تمہارا اتحاد و اتفاق لوگوں کے اتحاد

۱۔ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۳۷؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۲۰۲)؛ ارشاد الباری، ج ۲، ص ۴۱۷، (ج ۳، ص ۳۶۶)۔

حدیث (۱۳۳۳)

۲۔ اٹھلی، (ج ۵، ص ۱۲۳، مسئلہ ۵۷۳)



و اتفاق کا سبب ہو جاتا ہے لہذا تم لوگ اتحاد پر غور و فکر کرو۔ ایسا لگتا ہے کہ عمر نے انہیں بیدار کرنا چاہا تھا، عمر کی باتیں سننے کے بعد کہا: آپ نے جن باتوں کا مشاہدہ کیا اور اسے بیان فرمایا وہ لائق تعریف ہیں، اے امیر المومنین، لہذا آپ حکم فرمائیں۔ عمر نے کہا: تم لوگ میری راہنمائی کرو میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں اس بات پر اتحاد کیا کہ نماز عید و قربان کی طرح نماز جنازہ میں بھی چار تکبیریں کہیں جائیں اور اسی بات پر اتفاق ہو گیا۔ (۱)

عسکری اپنی کتاب ”اولیات“ (۲) میں لکھتے ہیں: سیوطی نے ”تاریخ الخلفاء“ (۳) اور قرمانی نے اپنی تاریخ (۴) میں لکھا ہے کہ بے شک عمروہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز میت میں چار تکبیریں کہنے پر متحد کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: نماز میت کی تکبیروں کے اعداد کے سلسلے میں سنت اور عمل صحابہ سے جو چیز ثابت ہے اسے خود نماز کے فصل و مراتب پر محمول کیا جاسکتا ہے جس سے ہر عدد کی کفایت آشکار ہوتی ہے لہذا ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا، اس پر متحد ہو جانا اور بدعت کی طرح بقیہ کی ممانعت کرنا ایک ایسا اجتہاد اور نظریہ ہے جسے سنت اور عمل صحابہ کے مد مقابل قرار دیا جاسکتا ہے۔

خلیفہ اور صحابہ کے درمیان ہوئے مطالب کے رد و بدل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا تھا، ہر صحابی نے وہی کہا جو انہوں نے رسول خدا کے زمانے میں دیکھا تھا لہذا نسخ کا دعویٰ کرنا اور ان تمام تکبیروں میں صرف چار تکبیروں کو معین کرنا سراسر باطل اور لغو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی اس سے استدلال نہیں کیا ہے، انہوں نے اپنی دلیل کو تعین عمر اور ان کی ممانعت پر منحصر کر دیا ہے چنانچہ ابن حزم کی عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

صحابہ کے بیانات کے پیش نظریہ ممانعت اور اتحاد قطعی غیر معتبر قرار پاتے ہیں۔ انہیں میں احمد بھی

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۲۹، (ج ۸، ص ۱۱۶)

۲۔ الاوائل عسکری، (ص ۱۱۳) ۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۹۳، (ص ۱۲۸)

۴۔ اخبار الدول، مطبوعہ بر حاشیہ کامل، ج ۱، ص ۲۰۳، (ج ۱۲، ص ۲۸۹)



ہیں، وہ عبدالاعلیٰ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں زید بن ارقم کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں، یہ دیکھ کر ابو عیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کھڑے ہو کر اس کے پاس آئے اور ہاتھ پکڑ کر کہا: کیا تم بھول گئے؟ کہا: نہیں، لیکن میں نے ابو القاسم حضرت حبیبؒ خدا کی افتدا میں نماز پڑھی انہوں نے پانچ تکبیریں کہی تھیں لہذا میں اسے کبھی ترک نہیں کر سکتا۔ (۱)

بنوئی نے ابو ایوب بن نعمان کے طریق سے روایت کی ہے کہ میں نے سعید بن جبہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، زید بن ارقم نے اس پر پانچ تکبیریں کہی۔ (۲)

طحاوی نے یحییٰ بن عبداللہ تمیمی سے نقل کیا ہے کہ میں نے حذیفہ بن یمان کے غلام عیسیٰ کے ہمراہ نماز پڑھی، اس نے پانچ تکبیریں کہی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا:

نہ مجھے شک ہے اور نہ ہی فراموشی کا شکار ہوا ہوں لیکن میں نے اسی طرح تکبیر کہی جس طرح میرے مولا داؤد کا حذیفہ بن یمان نے ایک جنازہ پر کہی تھی اور ہماری طرف رخ کر کے کہا تھا: میں شک اور فراموشی کا شکار نہیں ہوا ہوں لیکن میں نے اسی طرح تکبیر کہی جس طرح رسول خداؐ نے پانچ تکبیریں کہی تھیں۔ (۳)

ابن قیم جوزی (۴) کا بیان ہے: رسول اسلام ہمیں میت کے لئے دعا کا حکم فرماتے اور میت پر چار تکبیریں کہتے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے پانچ تکبیریں کہیں (۵) آنحضرت کے بعد اصحاب چار، پانچ اور چھ تکبیریں کہتے تھے۔

زید بن ارقم پانچ تکبیریں کہہ کے کہتے ہیں کہ رسولؐ نے پانچ تکبیریں کہیں۔ مسلم نے اس کی

۱۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۷۰، ج ۴، ص ۱۷۵، (ج ۵، ص ۳۹۸، حدیث ۱۸۸۱۳)

۲۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۲

۳۔ عمدة القاری، ج ۴، ص ۱۲۹، (ج ۸، ص ۱۱۶)

۴۔ زاد المعاد ابن قیم، ج ۱، ص ۳۵، (ج ۱، ص ۱۴۱)

۵۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۵۸



روایت کی ہے۔ (۱) امام علیؑ نے سہیل بن حنیف کے جنازہ پر چھ تکبیریں کہی۔ (۲) اور آنحضرتؐ نے اصحاب بدر کے جنازوں پر چھ تکبیریں کہی۔ دوسرے اصحاب کے جنازہ پر پانچ تکبیر اور تمام مسلمانوں کے جنازہ پر چار تکبیر کہی۔ (۳) دارقطنی نے اسے نقل کیا ہے اور سعید بن منصور نے حکم سے اور اس نے ابن عینہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے چار تکبیروں سے زیادہ کی ممانعت کی ہے، انہوں نے ابن عباسؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس آخری جنازہ پر رسول خداؐ نے نماز پڑھی اس پر چار تکبیریں کہی تھیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آخر کے دو امر تھے، البتہ آخری امر پر عمل کیا جائے گا لہذا آنحضرتؐ کے آخری عمل کو اختیار کرلو۔ خلال نے علل میں یہ روایت بھی نقل کی ہے: مجھے حارث نے بتایا کہ لوگوں نے امام احمد بن حنبل سے حدیث ابی یلیح کے بارے میں سوال کیا پھر حدیث کو بیان کیا، یہ سنتے ہی احمد نے کہا: یہ جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل و اساس نہیں، صرف محمد بن زیاد طمان نے اس کی روایت کی ہے جو حدیثیں جعل کرتا تھا۔

اور لوگوں نے ابن عباسؓ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی اور کہا: اے فرزند ان آدم! یہی تمہاری سنت درویش ہے۔ اس حدیث کو بھی جس میں اس نے کہا: محمد بن معاویہ نیشاپوری مقیم مکہ کا تذکرہ ہوا تو ابو عبد اللہؒ نے سننے کے بعد کہا کہ میری نظر میں اس کی حدیث جعلی و من گھڑت ہے۔

چنانچہ انہیں میں سے ابن عباسؓ کی وہ روایت بھی ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی نماز جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔

۱۔ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۳۵۱، حدیث ۷۲، کتاب الجنائز)؛ سنن ابوداؤد، (ج ۲، ص ۶۷، (ج ۳، ص ۲۱۰، حدیث ۳۱۹۷)؛ سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۴۵۸، (ج ۱، ص ۴۸۲، حدیث ۱۵۰۵)؛ مسند احمد، (ج ۳، ص ۳۶۸/۳۷۱، (ج ۵، ص ۴۹۴، حدیث ۱۸۷۸۶)؛ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۳۶، فتح الباری، (ج ۳، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۲۰۲)

۲۔ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۳۶)

۳۔ سنن دارقطنی، (ج ۲، ص ۷۳، حدیث ۷)؛ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۳۷، فتح الباری، (ج ۳، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۲۰۲)



لوگوں نے سچی بیعتی کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ اس نے ابی اور اس نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے جب حضرت آدمؑ کے جنازہ پر نماز پڑھی تو چار تکبیریں کہیں اور کہا: اے فرزند ان آدمؑ! یہی تمہاری سنت و روش ہے جب کہ یہ درست نہیں کیوں کہ روایت مرفوع ہے اور اصحاب معاذ پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

علقہ کا بیان ہے: میں نے عبد اللہ سے کہا: اصحاب معاذ میں سے کچھ لوگ شام سے آئے اور ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں۔ عبد اللہ نے کہا: مردے پر کوئی تکبیر نہیں، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ منصرف ہو جائے تو منصرف ہو جاؤ (یہ ابن قیم کا صریحی کلام ہے جس میں فوائد ہیں)

۵۔ خلیفہ اور بادشاہ روم

امام احمد بن حنبل نے ”الفتحائل“ میں نقل کیا ہے: مجھ سے عبد اللہ قواریری، اس نے مولیٰ، اس نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے: سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب ہمیشہ کہتے تھے: اعدو ذب اللہ من معضله لیس لها ابو الحسن ”میں ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس کو حل کرنے کے لئے ابوالحسن ”علی بن ابی طالب“ نہ ہوں۔“

ابن مسیب کا بیان ہے کہ خلیفہ کے اس قول کی ایک اہم علت ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے عمر بن خطاب کے پاس ایک خط ارسال کیا اور ان سے چند مسائل پوچھے، عمر نے ان مسکوں کو اصحاب کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس کا جواب دینے سے قاصر رہے چنانچہ ان مسائل کو علی بن ابی طالب کے سامنے بیان کیا گیا، حضرت نے بہت ہی جلدی بہترین جواب سے بہرہ مند فرمایا۔ (۱)

بادشاہ روم کے مسائل:

۱۔ وہ کون سی چیز ہے جسے خداوند عالم نے خلق نہیں فرمایا؟

۱۔ فضائل علی ابن ابی طالب، (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲)



۲۔ وہ کون سی شئی ہے جسے خداوند عالم نہیں جانتا؟

۳۔ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں؟

۴۔ وہ کیا ہے جس کا پورا حصہ منہ ہے؟

۵۔ وہ کیا ہے جس کا پورا حصہ پیر ہے؟

۶۔ وہ کون سی شئی ہے جو صرف آنکھ ہے؟

۷۔ وہ کون سی چیز ہے جس کا پورا حصہ بال ہے؟

۸۔ ایسے شخص کی نشاندہی کریں جس کے رشتہ دار نہیں؟

۹۔ ایسی چار چیزوں کی نشاندہی کریں جنہیں رحم و شکر نے حمل نہیں کیا؟

۱۰۔ ایسی چیز کے متعلق بتائیں جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں؟

۱۱۔ کلیسا کی گھنٹی کے متعلق بتائیں وہ کیا کہتی ہے؟

۱۲۔ صرف ایک مرتبہ حرکت کرنے والی شئی کے متعلق بتائیں؟

۱۳۔ ایسے درخت کے متعلق بتاؤ جس کے سایہ میں آدمی سو سال تک رہتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتا

دنیا میں اس کی مثل کون سی شئی ہے؟

۱۴۔ ایسی جگہ کے متعلق بتائیں جہاں صرف ایک بار آفتاب روشن ہوا؟

۱۵۔ ایسے درخت کے متعلق بتائیں جو پانی کے بغیر تادور ہوا؟

۱۶۔ اہل بہشت کے متعلق بتائیں، وہ کھاتے ہیں لیکن پیٹاب پانچا نہ نہیں کرتے دنیا میں اس کی

مثال کیا ہے؟

۱۷۔ جنتی دسترخوان کے متعلق جس پر بہت سے جام ہوتے ہیں اور ہر جام اور ظرف میں انواع

واقسام کی غذا ہوتی ہے لیکن وہ آپس میں مخلوط نہیں ہوتے، دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

۱۸۔ ایسی حور کے متعلق بتائیں جو سب سے نکلتی ہے لیکن اس میں کمی واقع نہیں ہوتی؟

۱۹۔ ایسی کنیر کے بارے میں بتائیں کہ دنیا میں اس کے لئے دو مرد ہیں آخرت میں صرف ایک مرد؟



۲۰۔ جنت کی کنجیاں کیا ہیں؟

حضرت علیؑ نے خط پڑھنے کے بعد فوراً اس کی پشت پر تحریر فرمایا:

جوابات

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد! اے بادشاہ! میں نے تمہارا خط پڑھا، اس کا جواب خدا کے لطف و کرم اور اس کے رسول کی

برکت و نصرت سے تحریر کر رہا ہوں:

۱۔ جس چیز کو خداوند عالم نے خلق نہیں فرمایا وہ ”قرآن مجید“ ہے، اس لئے کہ وہ خدا کا کلام اور اس

کی صفت ہے اور اسی طرح تمام نازل شدہ کتابیں ہیں۔

۲۔ جس شئی سے خداوند عالم ناواقف ہے وہ تمہارا قول ہے کہ اس کا کوئی فرزند، ہمسرا اور شریک

کار ہے، خداوند عالم کا کوئی فرزند نہیں: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾۔

۳۔ جو چیز خدا کے پاس نہیں وہ ظلم و ستم و زیادتی ہے، خدا اپنے بندوں پر ظلم و ستم نہیں کرتا۔

۴۔ جس چیز کا تمام حصہ منہ ہے وہ آگ ہے چاہے جس چیز کو اس میں ڈالا جائے وہ ہضم کر جاتی

ہے۔

۵۔ جس شئی کا پورا حصہ پیر ہے وہ پانی ہے۔

۶۔ جس چیز کا تمام حصہ آنکھ ہے وہ ”آفتاب“ ہے۔

۷۔ جس چیز کا پورا حصہ بال ہے وہ ”ہوا“ ہے۔

۸۔ جس کا خانوادہ نہیں وہ حضرت آدمؑ ہیں۔

۹۔ جن چار چیزوں کو کسی شکم نے حمل نہیں کیا وہ: عصائے موسیٰ، گوسفند ابراہیمؑ، آدمؑ اور حوا ہیں۔

۱۰۔ بغیر روح کے سانس لینے والی شئی ”صبح“ ہے، خدا فرماتا ہے: ﴿وَالصُّبْحُ إِذَا تَنَفَّسَ﴾

۱۱۔ کلیسا کی گھنٹی اپنی آواز میں کہتی ہے: طفا طفا حقا حقا مہلا مہلا عدلا عدلا صدقا



صدقاً ان الدنيا قد غرقنا والسقھو تناقض الدنيا قرنا قرنا مالی يوم يمضي عنا الا
اوھی منا رکننا ان الموت قد اخبرنا انا نرحل فاستوطننا ”بے شک دنیا نے مجھے فریب دیا
اور میرے ساتھ کھلوڑ کیا ہے، دنیا صدی صدی ہو کر گذرتی رہی، ہمارا کوئی دن نہیں گذرتا مگر یہ کہ
ہمارے رکن کو خراب کر دیتا ہے یہ سچ ہے کہ اس نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ایک دن ہم رخصت ہو جائیں
گے لہذا ہم نے اس میں اپنا دل باندھ رکھا ہے۔“

۱۲۔ صرف ایک مرتبہ حرکت کرنے والی شئی ”طورینا“ ہے جب بنی اسرائیل نے عصیان و گناہ کیا
اور ان کے سر زمین مقدس کے درمیان چند شبانہ روز کا فاصلہ ہوا تو خداوند عالم نے وہ حصہ جدا کیا، اس
کے لئے نور کے دو پر قرار دیئے جو ان کے سروں پر سایہ فگن رہے چنانچہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ تَنْقُضُ
الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظِلَّةٌ...﴾ ”اور اس وقت کو یاد دلاؤ جب ہم نے پہاڑ کو ایک سانپان کی طرح ان
کے سروں پر معلق کر دیا اور انہوں نے گمان کر لیا کہ یہ اب گرنے والا ہے۔“ (۱) پھر بنی اسرائیل سے
فرمایا: کیا تم لوگ ایمان نہیں لاؤ گے تاکہ میں اسے نیچے کروں، جب انہوں نے توبہ کی تو اسے اس کی جگہ
پر واپس پلٹا دیا۔

۱۳۔ وہ جگہ جہاں صرف ایک بار آفتاب روشن وہ دریائے نیل ہے، خدا نے اسے جناب موسیٰ
کے لئے شگافتہ کیا، پانی پہاڑ کی مانند بلند ہوا اور آفتاب کی تابش سے زمین خشک ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر
پانی اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

۱۴۔ وہ درخت جس کے سایہ میں سو سال آدمی رہتا ہے وہ درخت طوبی اور آسمان ہفتم میں سدرة
الہنتی ہے، اس کی طرف بنی آدم کے اعمال جاتے ہیں، وہ بہشتی درختوں میں سے ایک درخت ہے، کوئی
ایسا گھر نہیں جس میں اس کی شاخ نہ ہو اور اس کی مثال دنیا میں آفتاب کی ہے کہ درحقیقت وہ ایک ہے
لیکن اس کا نور ہر جگہ موجود ہے۔

۱۵۔ پانی کے بغیر تادور ہونے والا درخت ”درخت یونس“ ہے، یہ آپ ہی کا ایک معجزہ تھا، خدا



فرماتا ہے: ﴿وَأَنْتُمْ عَلَيْنِهِ شَجَرَةٌ مِنْ يَفْعَلِينَ﴾ ”ہم نے اس پر کدو کا درخت اگایا۔“ (۱)

۱۶۔ اہل بہشت کی غذا کی مثال دنیا میں رحم مادر میں موجود ”جین“ کی ہے جو بدنار کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے اور کبھی پیشاب و پاخانہ نہیں کرتا۔

۱۷۔ ایک ظرف میں انواع و اقسام کی غذا۔ دنیا میں اس کی نظیر پرندوں کے انڈے ہیں جن میں سفید اور زرد دو رنگ ہوتے ہیں لیکن وہ مخلوط نہیں ہوتے۔

۱۸۔ سیب سے باہر آنے والی کنیز۔ دنیا میں اس کی مثال بچ کی ہے جو سیب سے کھتا ہے لیکن سبب نہیں بدلتا۔

۱۹۔ ایسی کنیز جو دو افراد کے درمیان ہوتی ہے وہ درخت خرما ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور اور تیرے جیسے کافر دونوں کے لئے ہوتا ہے لیکن آخرت میں صرف ہم جیسوں کے لئے ہے تیرے لئے نہیں اس لئے کہ وہ جنت میں ہے اور تو اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔

۲۰۔ جنت کی کنجیاں: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔

ابن مسیب کا بیان ہے: قیصر روم نے جیسے ہی خط پڑھا برجستہ کہنے لگا: یہ جواب صرف خاندان نبوت و رسالت سے صادر ہوا ہے، پھر جواب دینے والے سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ یہ رسول خدا کے ابن عم کا جواب ہے۔ یہ سن کر اس نے حضرت کو تحریر کیا:

سلام علیک اما بعد میں نے آپ کا جواب پڑھا اور سمجھ گیا کہ آپ خاندان نبوت اور معدن رسالت کی ایک فرد ہیں اور شجاعت و علم کی صفت سے آراستہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ کتاب خدا میں موجود روح سے متعلق اپنے عقیدہ کا اظہار کریں: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾۔ (۲)

امیر المومنین نے اسے تحریر فرمایا:

اما بعد ایہ روح خداوند عالم کی صفت کا لطیف کنایہ ہے جسے اس نے اپنے خزانہ ملک سے پیدا کیا



اور اپنے ہی ملک میں سکونت دے رکھا ہے لہذا وہ اس کے نزدیک تیرے لئے وسیلہ ہے اور اس کے لئے تیرے نزدیک امانت..... والسلام۔ (۱)

۷۶۔ احکام کے بارے میں خلیفہ کا علم

ابن اذینہ عہدی سے منقول ہے: میں نے عمر کے پاس آکر پوچھا: عمرہ کہاں بجالاؤں؟ عمر نے کہا: علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو۔ میں نے ان کی خدمت میں آکر سوال کیا، حضرت نے مجھ سے فرمایا: تم نے جہاں سے شروع کیا ہے وہیں سے عمرہ محسوب ہوگا۔ راوی کا بیان ہے: اس کے بعد میں عمر کے پاس آیا اور اس مطلب کو ان سے بیان کیا، تو انہوں نے کہا: جو علی بن ابی طالب نے بیان کیا ہے، میری نظر میں وہی تیرے لئے بہتر ہے۔ (۲)

محب الدین طبری نے معاویہ، عائشہ اور عمرؓ جیسے افراد کا حضرت سے مسائل دریافت کرنے کو امیر المومنین کی خصوصیت میں شمار کیا ہے چنانچہ احمد کے طریق سے ایک حدیث میں ہے: عمر کے اوپر جب بھی کوئی مشکل آن پڑتی تو وہ حضرت سے حل کرتے تھے۔ پھر انہوں نے ایسے بہت سے واقعات کو نقل کیا ہے۔ ایسی صورت میں عمر بن خطاب کی اعلیت جسے صاحب الوشیعہ خیال کرتا ہے کہاں ہے؟؟

۷۷۔ مناسک کے بارے میں خلیفہ کی رائے

امام مالک نے عبد اللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے روز عرفہ لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا اور انہیں مناسک حج کی تعلیم دی، جن مطالب کو بیان کیا ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میدان منیٰ آنے کے بعد اگر تم میں کوئی رمی جمرات کرے (پتھر مارے) تو حاجی پر حرام ہونے والی تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے

۱۔ زین العلیٰ فی شرح سورۃ بقرہ: تذکرۃ الخوفا الامامہ، ص ۸۷، (ص ۱۳۳)

۲۔ لکھنؤ، ج ۷، ص ۷۶، ریاض المعصرة، ج ۲، ص ۱۹۵، (ج ۳، ص ۱۳۲)، ذخائر العقبین، ص ۷۹

عورت اور خوشبو کے۔ لہذا طواف کعبہ سے قبل کوئی عورت کے پاس نہ جائے اور خوشبو استعمال نہ کرے۔

دوسری حدیث میں ہے:

عمر بن خطاب نے کہا: جو شخص رمی جمرات کرے، پھر سر کے بال ترشوائے یا بال کو چھوٹا کرے اور قربانی کرے تو اس پر وہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو حرام تھیں سوائے عورت اور خوشبو کے۔

ابو عمر کے الفاظ ہیں: سالم بن عمر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا: جب بھی رمی جمر کیا (سنگ ریزہ مارا)، قربانی کی اور سر کے بال ترشوائے تو تم پر عورت اور خوشبو کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔ سالم کا بیان ہے: عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اسلام کو خانہ کعبہ کے طواف سے قبل خوشبو

لگاتے ہوئے دیکھا۔ سالم کہتا ہے: لہذا رسول خدا کی پیروی کرنا زیادہ ضروری ہے۔ (۱)

صاحب ازالۃ الخفاء پہلی دو حدیثوں کو نقل کر کے لکھتے ہیں: میں نے کہا کہ فقہاء نے ان کے قول (خوشبو لگانے) کو ترک کر دیا ہے کیوں کہ حدیث عائشہ.. ان کے نزدیک صحیح تھی کہ رسول خدا خانہ کعبہ کے طواف سے قبل خوشبو استعمال کرتے تھے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ایسی امت پر افسوس صد افسوس جو اس انسان سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کرے جو محرم پر حرام شدہ چیزوں کے حلال کے اسباب سے بھی ناواقف ہے اور ایسے خلیفہ پر آفرین جس کے قول و گفتار کو فقہاء سنت نبوی کی مخالفت کی بنا پر ترک کریں۔ چنانچہ یہ مخالفت حدیث عائشہ وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے، ائمہ صحاح و مسانید نے اسے نقل کیا ہے۔ (۳)

۱۔ مولانا مالک، ج ۱، ص ۲۸۵، (ج ۱، ص ۳۱۰، حدیث ۲۲۱)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۲۵۹، حدیث ۹۱۷)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۰۳؛ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۹۷، (ص ۳۳۵، حدیث ۲۱۰۰)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۲۲۶، (ص ۳۹۲)؛ الا جلیۃ زکشی، ص ۸۸، (ص ۸۱)۔

۲۔ ازالۃ الخفاء، (ج ۲، ص ۱۰۵)۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۵۸، (ج ۲، ص ۶۲۳، حدیث ۱۶۶۷)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۳۰، (ج ۳، ص ۱۸، حدیث ۳۱، کتاب الحج)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۲۵۹، حدیث ۹۱۷)؛ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۲، ص ۱۴۳، حدیث ۱۷۳۵)؛ سنن داری، ج ۲، ص ۳۲، (ص ۳۹۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۱۷، (ج ۲، ص ۹۷۶، حدیث ۲۹۲۶)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۳۷، (ج ۲، ص ۳۳۷، حدیث ۳۶۶۵)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۰۵



بیہقی نے حدیث عائشہ کے مضمون پر مشتمل ابن عباس سے بھی ایک روایت منقول ہے۔ (۱)

۷۸۔ شراب کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ زحشری نے ”ریح الاربار باب لہو لعب“ (۲) میں اور شہاب الدین ایشی نے ”مستطرف“ (۳) میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے شراب کے متعلق تین آیتیں نازل فرمائی ہیں: پہلی میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ”اے رسول! لوگ تم سے شراب اور قمار بازی کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم اور لوگوں کے لئے فوائد ہیں“۔ (۴)

آیت نازل ہونے کے بعد مسلمان دگرودہ میں تقسیم ہو گئے، بعض شراب پیتے تھے اور بعض نے ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص شراب پی کر نماز میں کھڑا ہوا اور بکواس شروع کر دی تو آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ”اے وہ لوگ جو ایمان لائے حالت مستی میں نماز کے قریب نہ جاؤ اور اس وقت جب تم ادراک و شعور سے بیگانہ ہو کہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہو“۔ (۵)

اس آیت کے بعد بعض مسلمانوں نے شراب نوشی کو جاری رکھا اور بعض نے ترک کر دیا، چنانچہ عمر نے شراب پی اور اونٹ کی ایک ہڈی سے عبدالرحمن بن عوف کا سر پھوڑ دیا پھر بیٹھ کر اسود کے اشعار کے ذریعہ بدر کے مقتولوں پر نوحہ خوانی کرنے لگے:

۱۔ سنن بیہقی، (ج ۵، ص ۳۰۵-۳۰۴؛ الاچلہ زکشی، ص ۸۹، (ص ۸۱)

۲۔ ریح الاربار، (ج ۳، ص ۵۱)

۳۔ المستطرف، (ج ۲، ص ۲۹۱، (ج ۲، ص ۲۶۰)

۴۔ سورہ بقرہ ۲۱۹

۵۔ سورہ نساء ۴۳



و کائن بالقلب قلب بدر من الفتيان والعرب الكرام
و کائن بالقلب قلب بدر من الشيزى المكلل بالسنام
ايوعدنى ابن كبشة ان سنحى و كيف حيلة اصداء و هام؟
ايعجز ان يرد الموت عنى وينشرنى اذا بليت عظامى؟
الا من مبلغ الرحمن عنى بانى تاريخ شهر الصيام
فقل لله بمنعنى شرابى وقل لله بمنعنى طعامى

”بدر کے کنوئیں کے درمیان عرب کے جوان اور کریم افراد پڑے ہوئے ہیں۔ بدر کے کنوئیں میں نخی اور عظیم افراد سوتے ہوئے ہیں۔ کبشہ کا بیٹا (رسول خدا) مجھے موت کے بعد کی زندگی سے خوف دلاتا ہے۔ ایک بوسیدہ بدن جو کپڑے مکوڑوں کا نوالہ بن چکا ہے، زندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا اس میں اتنی صلاحیت و قدرت ہے کہ مجھ سے موت کو دور کر سکے اور میری ہڈیوں کے گھلنے کے بعد مجھے زندہ کر دے؟ کیا کوئی ایسا پیغامبر ہے جو میرا پیغام خدا تک پہنچا دے کہ میں نے ماہ صیام کا روزہ ترک کر دیا ہے؟ اگر خدا مجھے شراب خوری سے روک سکتا ہے تو خدا سے کہہ دو! اگر خدا مجھے غذا سے محروم کر سکتا ہے تو خدا سے کہہ دو (میرا پیغام پہنچا دو)۔“

یہ واقعہ رسول خدا کو معلوم ہوا، آپ غم و غصہ کی حالت میں باہر آئے اور ہاتھ میں موجود چھڑی سے عمر کو مارا، عمر گھٹکیا: میں خدا اور رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں پھر رسول نے آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ﴾ ”شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے بارے میں تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کرے اور تمہیں یاد خدا اور نماز سے روک دے تو کیا تم واقعا رک جاؤ گے؟“۔ (۱)۔ یہ سن کر عمر نے کہا: انتہی انتہی! ہم نے قبول کیا، ہم نے قبول کیا۔“

طبری نے اپنی تفسیر میں متذکرہ اشعار تھوڑی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں چنانچہ انہوں نے عمر کے نام کی جگہ رجل لکھ دیا ہے۔ (۱)

۲۔ عمر بن خطاب.... سے منقول ہے: جب تحریم شراب کی آیت نازل ہوئی تو عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں اپنا بیان روشن کر جو کافی ودوانی ہو، آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾

چنانچہ رسول خداؐ نے عمر کو بلایا اور آیت کی تلاوت فرمائی۔ عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں شفاف بخش بیان نازل فرما۔ تو سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾۔ نزول آیت کے بعد رسول خداؐ کا منادی آواز لگا رہا تھا: جان لو کہ شراب کے نشے میں دھت ہو کر نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔

چنانچہ عمر کو بلا کر اس کی تلاوت کی گئی تو عمر نے کہا: خدایا: ہمارے لئے واضح و آشکار بیان نازل فرما، آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ﴾ عمر نے کہا: انتہینا انتہینا ”ہم دست بردار ہوئے، ہم دست بردار ہوئے“۔ (۲)

۳۔ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ لوگ جاہلی عہد کی روش پر زندگی گزار رہے تھے کہ انہیں امر و نہی کیا گیا، چنانچہ بعض افراد ایسے تھے جو صدر اول اسلام میں شراب پیتے تھے جن کے لئے آیت نازل

۱۔ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۲۰۳، (جلد ۲، ج ۲، ص ۳۶۲)

۲۔ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۲۸، (ج ۳، ص ۳۲۵، حدیث ۳۶۷۰)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۳، (ج ۱، ص ۸۶، حدیث ۳۸۰)؛ سنن نسائی، ج ۸، ص ۲۸۷، (ج ۳، ص ۲۰۲، حدیث ۵۰۳۹)؛ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۲۲، (جلد ۵، ج ۷، ص ۳۳)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۸۵؛ احکام القرآن، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۲۲۵)؛ المسند رک علیٰ النخسین، ج ۲، ص ۲۷۸، (ج ۲، ص ۳۰۵، حدیث ۳۱۰۱)؛ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۰۰؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۰۰/۲۵۵، ج ۲، ص ۹۲؛ تیسرے الوصول، ج ۱، ص ۱۲۳، (ج ۱، ص ۱۲۸، حدیث ۱۱)؛ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۵۱۳، (ج ۱، ص ۲۹۱)؛ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۵۸، (ج ۱۲، ص ۸۱)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۲۵، (ج ۸، ص ۲۷۹)؛ دُرّ منثور، ج ۱، ص ۲۵۲، (ج ۱، ص ۶۰۵)



ہوئی: ﴿يَسَا لُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اَثَمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾
لوگوں نے کہا: ہم شراب فائدے کے لئے پیتے ہیں گناہ سمجھ کر نہیں۔ انہیں ایام میں ایک شخص شراب پی کر آگے کھڑا ہوا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائے، اس نے آیت پڑھی ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اَعْبُدُوا مَا تَعْبُدُونَ﴾ ”کہہ دو اے کافرو! جس کی تم پرستش کرتے ہو ہم بھی اس کی پرستش کرتے ہیں۔“

اسی وقت آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ آیت سن کر لوگوں نے کہا: ہم نماز میں شراب استعمال نہیں کریں گے بلکہ اس کے بعد استعمال کریں گے۔ عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں ہمارے لئے کافی دوائی بیان نازل فرما۔ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ عمر نے کہا: انتہی انتہی!۔ (۱)

۴۔ حارث بن مضرب سے منقول ہے کہ عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں ہمیں باخبر کر، آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ آیت کے نزول کے بعد رسول خداؐ نے عمر کو بلایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ آیت عمر کی خواہش کے مطابق نہیں تھی اسی لئے کہا: خدایا! ہمیں شراب کے بارے میں باخبر کر، آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ ”ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطان کے اعمال ہیں لہذا ان سے پرہیز کرو۔“ (۲) پھر آیت ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ پر ختم ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے عمر کو بلا کر آیت کی تلاوت فرمائی۔ عمر نے کہا: انتہی، انتہی! ”اے خدا! ہم دست بردار ہوئے۔“۔ (۳)

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۰۰، (ج ۵، ص ۱۳۱)

۲۔ سورہ مائدہ ۹۰

۳۔ المسند رک علی الحسین، ج ۳، ص ۱۴۳، (ج ۴، ص ۱۵۹، حدیث ۷۲۲۳)؛ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۶، (ج ۵، ص ۲۳۶)

حدیث ۳۰۳۹)؛ روح المعانی آلوسی، ج ۷، ص ۱۵، (ج ۷، ص ۱۷)

۵۔ ابن منذر نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے: وہ کہتا ہے کہ جب آیہ مبارکہ: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ...﴾ نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے ﴿مَنَافِعَ لِلنَّاسِ﴾ کو مدعی بنا کر اپنی شراب نوشی جاری رکھی اور بعض لوگوں نے اثم کبیر کے حوالے سے اسے ترک کر دیا، انہیں میں عثمان بن مظعون بھی تھے۔ (۱) پھر سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ نزول آیت کے بعد بعض لوگوں نے ترک کر دیا لیکن بعض افراد دن میں چھوڑ کر رات میں مست رہتے تھے۔

تبھی سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ...﴾ تو عمر نے کہا: تمہیں موت آئے، تم لوگ قمار بازی اور بت پرستی کے فریفتہ ہو گئے ہو اس سے اجتناب کرو۔ یہ سن کر لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔

طبری نے سعید بن جبیر کے طریق سے اسی سے ملتی جلتی روایت نقل کی ہے آخر میں ہے: جب آیہ مبارکہ: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ...﴾ نازل ہوئی تو عمر نے کہا: تم مرجاؤ گے، شراب کے فریفتہ ہو گئے ہو۔ (۲)

ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی تو عمر نے کہا: خدا یا! ہم نے اس سے دوری اختیار کی۔ (۳)

تبصرہ اُمّی:

میں نہیں چاہتا تھا کہ ایام جاہلیت میں خلیفہ کی اس شراب کی لت کو ثابت کرنے والی احادیث و

۱۔ اس جلیل القدر صحابی پر یہ بہت ہے، انہوں نے دور جاہلیت سے ہی شراب چھوڑ رکھی تھی کیوں کہ وہ اس کو محفل کے زائل ہونے اور چھوٹوں کے مذاق اڑانے کا بہانہ سمجھتے تھے ملاحظہ ہواستیاب، ج ۲، ص ۲۸۲، (القسم الثالث، ص ۱۰۵۴، نمبر ۱۷۷۹)؛ دز منشور، ج ۲، ص ۳۱۵، (ج ۳، ص ۱۵۹)

۲۔ تاریخ طبری، (جلد ۲، ج ۲، ص ۳۶۱)۔

۳۔ دز منشور، ج ۲، ص ۳۱۵/۳۱۷/۳۱۸، (ج ۳، ص ۱۵۷/۱۵۹/۱۶۵)



روایات کو بیان کروں اس لئے کہ اسلام گزشتہ باتوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔
خدا کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ان میں کوئی حرج نہیں کہ کھا پی چکے ہیں جب کہ وہ متقی بن گئے اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے اور پرہیز کیا اور ایمان لے آئے اور پرہیز کیا اور نیک عمل کیا، اللہ نیک عمل کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔“ (۱)

بلکہ قارئین کے لئے خلیفہ کی کتاب وسنت اور حدود الہی سے عدم علم و آگاہی کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ خدا کے اس ارشاد کو بھی سمجھنے سے قاصر تھے: ﴿يَسَا لُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ بے شک یہ آیت شراب کی حرمت کے لئے نازل ہوئی ہے اور صحابہ نے بھی اس آیت سے یہی سمجھا۔ عائشہ کا بیان ہے: جب سورہ بقرہ نازل ہوا اور اس میں تحریم شراب کی آیت نازل ہوئی تو رسول خدا نے شراب کی ممانعت فرمائی۔ (۲)

خطرات کی نشاندہی کرنے کے لئے اس سے اچھا اور قطعی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا، خاص طور سے قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے: ﴿قُلْ اِنَّمَّا حَرَّمَ رُبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ﴾ ”ہمارے پروردگار نے صرف بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی اور گناہ اور ناحق ظلم کو۔“ (۳) اثم کے سلسلے میں نازل شدہ آیات میں یہ آیت صریحی انداز میں اسی اثم کی حرمت کو بیان کر رہی ہے جو آیہ اول میں موجود ہے کہ شراب اثم ہے اور وہ حرام ہے، کبھی کبھی خود اثم پر شراب کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۔ سورہ مائدہ ۹۳

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۵۸، (نمبر ۲۳۵۷)، روز مشور، ج ۱، ص ۲۵۲، (ج ۱، ص ۶۰۶)

۳۔ سورہ اعراف ۳۳

بقول شاعر:

نشرب الاثم بالصواع جهارا وتري المسك بيننا مستعارا
 ”ہم آشکارا اور علانیہ طور پر جام کے ذریعہ شراب نوشی کرتے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے
 مشک کو عاریہ حاصل کیا ہوا ہے“
 دوسرا شاعر کہتا ہے:

شربت الاثم حتی ضل عقلی کذاک الاثم تذيب بالعقل
 ”میں نے شراب نوشی کی یہاں تک کہ میری عقل زائل ہو گئی۔ ہاں اسی طرح شراب عقلوں کو زائل
 کر دیتی ہے۔ (۱)

تحريم شراب اور شراب نوشی کے بعد جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ شراب کا کوئی فائدہ
 نہیں، بطری نے اس کی تصریح کی ہے۔ (۲)
 بھاص ”احکام القرآن“ میں لکھتے ہیں:

یہ آیت شراب کی تحريم پر دلالت کرتی ہے، اگر شراب کی حرمت کے سلسلہ میں کوئی دوسری آیت
 نازل نہ بھی ہوتی تو یہی آیت کافی تھی۔ اور وہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿قل فيهما اثم كثير﴾ ”کہہ دیجئے کہ
 ان دونوں میں گناہ عظیم ہے“۔ اور ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ ہر حال میں حرام ہے: ﴿
 قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر وما بطن والاثم﴾ اس نے ہمیں باخبر کیا کہ اثم اور گناہ حرام
 ہے۔ اور صرف باخبر کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کیر کے ذریعہ اس کی صفت بھی لائی تاکہ ممانعت میں تاکید
 آشکار ہو سکے۔ اور خدا کا ارشاد ﴿منافع للناس﴾ میں مباح اور جواز شراب کی کوئی دلیل نہیں اس لئے
 کہ اس سے مراد صرف دنیاوی فائدے ہیں۔ بے شک تمام محرمات میں اس کو انجام دینے والے کے

۱۔ لسان العرب، ج ۱۳، ص ۲۷۲، (ج ۱، ص ۷۵)؛ تاج العروس، ج ۸، ص ۱۷۹

۲۔ تفسیر طبری، ج ۳، ص ۲۰۲، (جلد ۲، ج ۲، ص ۳۵۹)



لئے دنیا میں فوائد ہوتے ہیں۔ لیکن یہ فوائد ان نقصانات اور عذاب کی تلافی نہیں کر سکتے جن کا مستحق اس کا مرتکب اور انجام دینے والا ہوتا ہے؛ لہذا ذکر منافع، شراب کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ خاص طور سے اس ممانعت کی سیاق تائید کرتی ہے: ﴿وَالْمِثْمَا اکْبَرُ مِنْ نَفْعِهِ﴾ ”ان دونوں کا گناہ ان کے منافع سے عظیم ہے“ یعنی ان دونوں کی وجہ سے جس عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے وہ ان کے منافع اور فوائد سے کہیں زیادہ عظیم اور بزرگ ہے۔

اگر کہا جائے کہ ”خداوند عالم کا ارشاد: ﴿فِيهِمَا اثم کبیر﴾ تھوڑی سی شراب نوشی کی تحریم و حرمت پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مقصود آیت ایسی چیز ہے جو شراب خور پر دوسرے گناہ عارض ہوتے ہیں مثلاً مست ہونا، ترک نماز اور دوسرے محرمات کو انجام دینا وغیرہ۔ لہذا جب بھی ان کاموں کی وجہ سے گناہ ہو تو ایسی صورت میں آیت کے ظاہری مطلب سے حرمت آشکار ہوتی ہے لیکن تھوڑی سی شراب نوشی سے حرمت سمجھ میں نہیں آتی“؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ آیت ”فِيهِمَا اثم کبیر“ کا مفہوم اس کے پینے میں موجود ہے، اس لئے کہ شراب خداوند عالم کا فعل ہے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے ہاں عذاب گناہ کا استحقاق ہمارے افعال و اعمال کی وجہ سے ہے۔ لہذا جب صرف شراب نہیں بلکہ شراب نوشی مقصود ہو تو پھر آیت اس طرح ہوگی: ”فِي شَرِبْهَا وَفَعَلَ الْمِيسِرَ اثم کبیر“ شراب پینے اور فعل قمار انجام دینے میں گناہ عظیم ہے۔ اسی لئے شراب نوشی کم ہو یا زیادہ بہر حال گناہ عظیم میں شامل ہے۔ (۱)

گویا یہ تمام باتیں خلیفہ محترم کی نظروں سے دور تھیں اور وہ اپنی تشفی اور تسکین کے لئے اس آیت کے بعد بھی قطعی بیان کے متقاضی تھے، ان کا قول: ”خدا یا! میرے لئے قطعی بیان نازل فرما“ اس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ کافی دنوں بعد جب آیت نازل ہوئی: ﴿وَفَهْلَ اَنتم مُسْتَهْوٰون﴾ تب جا کر اس فعل سے دست بردار ہوئے۔

قرطبی کا بیان ہے: جب عمر کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ سخت دھمکی ”انتھو“ سے بھی زیادہ شدید ہے تو کہا: انتھینا ہم اس سے دست بردار ہوئے۔ (۱)

ابن جزئی لکھتے ہیں: اس آیت سے زجر و توبیخ اور دھمکی کا مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے اسی لئے جب آیت نازل ہوئی تو عمر نے کیا: انتھینا۔ (۲)

زحتری ”کشاف“ میں لکھتے ہیں: خداوند عالم نے بلغ ترین انداز میں ممانعت فرمائی ہے شاید اس انداز میں کہا: بے شک تم پر مختلف النوع موانع و نواہی کی تلاوت کی گئی لہذا کیا تم ان موانع سے دست بردار ہو جاؤ گے یا اپنی گزشتہ روش پر باقی رہو گے۔ (۳)

بیضاوی لکھتے ہیں: خداوند عالم کے اسی قول ”فهل انتم منتهون“ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ تہدید و ممانعت اپنی انتہا کو پہنچتی ہوئی ہے اور کوئی بھی بہانہ تراشی قطعی قابل قبول نہیں۔ (۴) اس انتہائے ممانعت کے بعد بھی خلیفہ کی تاویل و توجیہ اور مزید وضاحت کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو شراب سے بہت زیادہ عشق تھا اور وہ جاہلی عہد میں بہت زیادہ شراب نوشی کرتے تھے، چنانچہ خود ان کا قول اسی بات کی وضاحت کر رہا ہے اور وہ روایت بھی جسے ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت میں نقل کیا ہے:

میں اسلام سے قطعی دور تھا، دور جاہلیت میں شراب خانہ جاتا تھا، شراب کو پسند کرتا تھا اور اسے بری طرح پیتا تھا۔ ہمارے لئے ایک محفل آراستہ ہوتی تھی جس میں قریش کے بزرگ افراد جمع ہوتے تھے ایک رات میں اپنے دوستوں کی تلاش میں باہر نکلا جو اپنی مجلس میں موجود رہتے تھے لیکن ان میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا تو خود سے کہا: اگر میں فلاں شراب فروش جو مکہ میں شراب بیچتا ہے، کے پاس جاؤں تو

۱- تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹۲، (ج ۶، ص ۱۸۹)

۲- تفسیر ابن جزئی، ج ۱، ص ۱۸۷

۳- تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۳۳، (ج ۱، ص ۶۷۵)

۴- تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۳۵۷، (ج ۱، ص ۲۸۲)

شاید شراب دستیاب ہو جائے اور میں اسے پی لوں۔ (۱)

نبیؐ (۲) نے عبد اللہ بن عمر کے حوالے سے ان کے والد کا قول نقل کیا ہے کہ بے شک میں عہد جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ شراب پیتا تھا اور شراب زنا کی طرح نہیں ہے۔ (۳)

یہیں سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو خصوصی دعوت کی ضرورت کیوں پڑی، جب رسول خداؐ نے شراب سے متعلق آیات کی تلاوت فرمائی تو وہ ان کی تاویل کرتے رہے اور شراب سے دست بردار نہیں ہوئے یہاں تک کی سورہ مائدہ کی تہدید کی آیت نازل ہوئی۔ قرآن کا نازل ہونے والا سب سے آخری سورہ یہی ہے۔ (۴) اس کی بعض آیتیں حجۃ الوداع میں نازل ہوئیں۔ (۵)

درمنثور میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ سورہ مائدہ رسول خداؐ پر حجۃ الوداع میں اس وقت نازل ہوا جب آپؐ اونٹ پر سوار تھے۔ (۶)

مروی ہے کہ رسول خداؐ نے سورہ مائدہ کی حجۃ الوداع میں تلاوت فرمائی اور فرمایا: اے لوگو! بے شک سورہ مائدہ آخری سورہ کی حیثیت سے نازل ہوا ہے لہذا اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام کو حرام سمجھو۔ (۷)

ان تمام مطالب کے بعد کیا خلیفہ واقف نہیں تھے کہ شراب نوشی عظیم گناہ ہے حالانکہ سالم بن

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۶۸ (ج ۱، ص ۳۷۱)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۱۰، ص ۲۱۴

۳۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۹۸، (ص ۱۲۲)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۷، (ج ۵، ص ۵۰۵، حدیث ۱۳۷۴۶)؛ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۲۸، (ج ۵۰۰)؛ اظہار الراشدون عبد الوہاب بن جابر، ص ۲۳۸

۴۔ المسند رک علیٰ النجاشی، ج ۲، ص ۳۱۱، (ج ۲، ص ۳۳۰، حدیث ۳۲۱۱)؛ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۸، (ج ۵، ص ۲۳۳، حدیث ۳۰۶۳)؛ درمنثور، ج ۲، ص ۲۵۲، (ج ۳، ص ۳)

۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۳۰، (ج ۲، ص ۲۲)؛ ارشاد الباری، ج ۷، ص ۹۵، (ج ۱۰، ص ۱۹۸)

۶۔ درمنثور، ج ۲، ص ۲۵۲، (ج ۳، ص ۳۳)

۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۲۲)



عبداللہ سے مروی حاکم کی صحیح روایت اس کی نشاندہی کر رہی ہے کہ ابو بکر و عمر اور بعض افراد رسول خدا کی رحلت کے بعد بیٹھ کر گناہان کبیرہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے لیکن ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا، اس لئے انہوں نے مجھے عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا، میں نے سوال کیا تو کہا: سب سے عظیم گناہ ”شراب“ ہے۔ میں نے واپس آ کر ان سے بیان کیا لیکن انہوں نے اس کا صاف انکار کر دیا اور سب کے سب عبداللہ بن عمر کے گھر آئے۔ چنانچہ اس نے انہیں بتایا کہ رسول خدا نے فرمایا: بنی اسرائیل کے بادشاہ نے ایک شخص کو گرفتار کیا اور اختیار دیا کہ ان میں سے کسی ایک کام کو انجام دے: شراب نوشی کرے، ایک بے گناہ کو قتل کرے، زنا کرے، سوڑکا گوشت کھائے یا پھر مارا جائے۔ اس نے شراب پینے کی ہامی بھری چنانچہ شراب کی مستی کے بعد اس سے جو کچھ کہا گیا اس نے بے دریغ انجام دے دیا۔ (۱)

عمر بن خطاب اوائل زندگی سے لے کر حجۃ اوداع میں سورہ مائدہ کی آیت نازل ہونے تک شراب کے شوق میں تہدید آیت اور اپنے قول: ”انتھنہا انتھنہا“ کے بعد بھی شراب نوشی کی لت میں بری طرح گرفتار رہتے تھے، چنانچہ وہ کہتے تھے:

”بے شک ہم اس تیز و تند شراب کو پیتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے ہمارے شکم اور معدہ میں موجود اونٹ کے گوشت قطع قطع ہو جائیں جو ہمیں بہت اذیت پہنچاتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص شراب نوشی کی وجہ سے بے خودی اور مستی کا شکار ہوتا ہے اسے چاہئے کہ شراب کو پانی میں مخلوط کر لے۔ (۲)

وہ کہتے: میں ایسا انسان ہوں جو شکم کے درم اور معدہ کی حرارت میں جھلا رہتا ہوں، میں ایسی تیز و تند شراب کو پیتا ہوں جو میرے شکم کو نرم و ملائم کر دیتی ہے۔ (۳)

۱۔ المسند رک علی الصمیمین، ج ۳، ص ۱۴۷، (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۷۲۳۶)؛ الترفیب والترحیب ج ۳، ص ۱۰۵، (ج ۳، ص ۲۵۸، حدیث ۲۸)؛ روز مشور، ج ۲، ص ۳۲۳، (ج ۳، ص ۱۷۷)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۹۹؛ محاضرات راف، ج ۱، ص ۳۱۹، (مجلد ۱، ج ۲، ص ۶۶۹)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۹، (ج ۵، ص ۵۱۳، حدیث ۱۳۷۷۲)

۳۔ ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۹، (ج ۵، ص ۵۱۳، حدیث ۱۳۷۷۳)



وہ کہتے: شکم میں موجود اونٹ کے گوشت کو شراب کے علاوہ اور کوئی چیز ہضم نہیں کرتی۔ (۱)

یہی وہ انسان تھے جو تیز و تند شراب کو اپنی آخری سانسوں تک پیتے رہے، عمر بن میمون کہتا ہے: میں عمر بن خطاب کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ مجروح ہو گئے تھے، ایک تیز و تند شراب لائی گئی جسے انہوں نے پی لیا۔ (۲)

جناب عالی کی شراب کی تیزی و تندی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی دوسرا اسے پی لیتا تو مستی و بے خودی کا شکار ضرور ہو جاتا تھا اور اس پر حد جاری کیا جاتا، مگر ہاں خلیفہ اپنی عادت کی وجہ سے اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ شعی کا بیان ہے: ایک اعرابی نے عمر کے جام سے تھوڑی سی شراب پی لی تو فوراً بیہوش ہو گیا، عمر نے اس پر حد جاری کی، پھر شعی کہتے ہیں: البتہ خلیفہ نے اس پر مستی کی وجہ سے حد جاری کی تھی پینے کی وجہ سے نہیں۔ (۳)

جصاص "احکام القرآن" میں لکھتے ہیں: ایک اعرابی نے عمر کی شراب سے تھوڑی سی پی لی اس کو اس کی کوڑے مارے گئے۔ اعرابی نے کہا: میں نے آپ کی شراب سے پی ہے، عمر نے اپنی شراب منگوائی اور اس میں پانی ملانے کے بعد پی لیا اور کہا: اگر کسی کو شراب مست کر دے تو اسے چاہئے کہ پانی ملا کر اس کی تیزی ختم کرے۔

اس کے بعد جصاص لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی نے اسی سے ملتی جلتی روایت عمر سے نقل کی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں: عمر نے اعرابی کو مارنے کے بعد اس شراب میں پانی ملا کر پی لیا۔ (۴)

جامع مسانید میں ابو حنیفہ لکھتے ہیں: جب بھی تم پر شیطان غالب ہو تو اسی طرح اس کی تیزی اور تندی کو ختم کرو، وہ تیز و تند شراب پسند کرتے تھے۔ (۵)

۱۔ جامع مسانید ابو حنیفہ ج ۲، ص ۲۱۵/۱۹۰

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۵۶

۳۔ المعجم الفری، ج ۳، ص ۳۱۶، (ج ۶، ص ۲۷۸)

۴۔ احکام القرآن جصاص، ج ۲، ص ۵۶۵، (ج ۲، ص ۳۶۳)

۵۔ جامع مسانید ابو حنیفہ ج ۲، ص ۱۹۲



ابن جریج سے منقول ہے: ایک شخص نے مدینہ کے راستے میں عمر کے لئے تیار کی گئی شراب کو پی لیا اور مست ہو گیا، عمر نے اسے چھوڑ دیا جب مستی سے افادہ ہوا تو اس پر شراب کی حد جاری کی۔ پھر اس میں پانی ملا کر خود پی گئے۔ (۱)

ابو رافع سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے کہا کہ جب بھی شراب کی تندی سے خوف محسوس ہو تو اسے پانی سے ختم کر دو۔ نسائی نے اپنی سنن میں اسے نقل کیا ہے اور اسے ان افراد کے دلائل میں شمار کیا ہے جو شراب نوشی کو جائز جانتے ہیں۔ (۲)

قاضی ابویوسف نے ”کتاب الآثار“ میں ابوحنیفہ کے طریق سے اور انہوں نے ابراہیم ابو عمران کو فی تابعی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک مست انسان کو گرفتار کیا اور چاہا کہ اس کے لئے فرار کی راہ ہموار کریں لیکن چونکہ مستی بری طرح غالب تھی اس لئے یہ ممکن نہ ہوا۔ لہذا کہا: اسے قید کر دو۔ جب مستی سے افادہ ہوا تو اسے کوڑا مارا پھر بقیہ شراب کو چھکنے کے بعد کہا: اوہ! یہ شراب تو آدمی کو مست کر دے گی۔ انہوں نے اس میں پانی ملا کر اسے ملائم کیا اور خود بھی پیا اور اپنے اصحاب کو بھی پلایا اور کہا: اگر شیطان غالب ہو جائے تو اسی طرح شراب کی تیزی ختم کرو۔ (۳)

جو شخص عمر کے جام سے شراب پی کر مستی کا شکار ہوا اس پر کوڑوں کی بارش کرنا کتنا عجیب و غریب اور حیرت انگیز ہے اس لئے کہ وہ واقف نہیں تھا کہ اس ظرف میں شراب ہے اور اس نے پی لیا تو ایسی صورت میں کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ خود ابو عمر نے خلیفہ کی بات نقل کی ہے کہ جانتے ہوئے کہ یہ شراب ہے، اسے پی لینے پر حد ہے عدم علم کی بنیاد پر نہیں۔ (۴) اور اگر واقف بھی تھا کہ خلیفہ کے اس ظرف میں شراب ہے تو

۱۔ حاشیہ پر سنن بیہقی ابن زکمان، ج ۸، ص ۲۰۶؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۰، (ج ۵، ص ۵۱۷، حدیث ۱۳۷۷۹)

۲۔ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۲۶، (ج ۳، ص ۲۳۷، حدیث ۵۷۱۳)

۳۔ کتاب الآثار قاضی ابویوسف، ص ۲۲۶

۴۔ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۸۶، (ص ۳۰۸، حدیث ۱۵۳۸)؛ کتاب الام شافعی، ج ۱، ص ۱۳۵، (ج ۱، ص ۱۵۲)؛ اختلاف الحدیث

شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۱۳۳، (ج ۷، ص ۵۰۷)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۸



گویا اس نے مستی اور شراب نوشی میں خلیفہ کی تائیدی کی ہے اور ان دونوں میں اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں کہ وہ شخص عادی نہ ہونے کی وجہ سے مست ہو گیا اور خلیفہ اپنی عادت کی وجہ سے مستی کا شکار نہیں ہوئے۔

گویا خلیفہ کی نظر میں مشروبات کے حلال ہونے کا معیار مستی و عدم مستی ہے چنانچہ انہیں کے قول سے اس کی نشاندہی ہوتی ہے، مشروب وہی ہے جو عقل کو زائل کر دے۔ (۱)

حالانکہ ہر مست آورشی بطور مطلق حرام ہے اور اس پر حد جاری کی جائے گی۔ خود آنحضرت فرماتے ہیں: جس چیز کی زیادہ مقدار مست آور ہو اس کی کم مقدار سے بھی منع کرتا ہوں۔ (۲)

جابر، ابو عمر اور ابن عمر کے حوالے سے آنحضرت کا قول مروی ہے: جس چیز کی زیادہ مقدار مستی کا باعث ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے (ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام)۔ (۳)

آنحضرت کا ارشاد ہے: کل مسکر حرام وما اسکر منه الفرق فعلی الکف منه حرام ”ہر مست آورشی حرام ہے اور ہر وہ ظرف جس میں سولہ ۱۶ ارطل کی گنجائش ہو اور وہ باعث مستی ہو تو اس میں سے ہاتھ کی پھیلی کی مانند بھی حرام ہے۔“

دوسرے الفاظ ہیں: بڑے ظرف کی شے باعث مستی ہو تو اس کا قطرہ بھی حرام ہے۔ (۴)
سعد سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے اس کی کم مقدار سے بھی منع فرمایا ہے جس کی زیادہ مقدار باعث مستی ہو۔ (۵)

۱۔ تیسرے الوصول ج ۲، ص ۱۷۳، (ج ۲، ص ۲۱۳، حدیث ۲)

۲۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۱۳؛ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۰۱، (ج ۳، ص ۲۱۶، حدیث ۵۱۱۸)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۹۶

۳۔ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۲۹، (ج ۳، ص ۳۲۷، حدیث ۳۶۸۱)؛ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۶۷، ج ۳، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۳۵۳، حدیث ۱۵۴۲، ج ۳، ص ۳۰۳، حدیث ۱۳۲۹۳)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۳۳۲، (ج ۳، ص ۲۵۸، حدیث ۱۸۶۵)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۳۳۲، (ج ۲، ص ۱۱۳۲، حدیث ۳۳۹۲، ج ۳، ص ۳۰۳)؛ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۰۰، (ج ۳، ص ۲۱۶، حدیث ۵۱۱۷)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۹۶

۴۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۶۷، (ج ۲، ص ۱۶۷، حدیث ۲۷۷۷)؛ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۲۷

۵۔ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۳۰، (ج ۳، ص ۳۲۹، حدیث ۳۶۸۷)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۳۳۲، (ج ۳، ص ۲۵۸، حدیث ۱۸۶۶)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۹۶، (ج ۲، ص ۱۱۳۲، حدیث ۳۳۹۲، ج ۳، ص ۳۰۳)؛ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۲۹، جامع الاصول،

(ج ۶، ص ۲۶۳، حدیث ۳۱۱۱)؛ تیسرے الوصول ج ۲، ص ۱۷۳، (ج ۲، ص ۲۱۲، حدیث ۳)

۵۔ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۰۱، (ج ۳، ص ۲۱۶، حدیث ۵۱۱۸)

سندی سنن نسائی کی شرح میں لکھتے ہیں: ”جس چیز کی بلا نوشی مست آور ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے اور جس چیز کی کم مقدار باعث مستی نہ ہو اس کی زیادہ نوشی حرام ہے۔“ (۱)

جمہور اور علمائے عامہ نے اسے اختیار کیا ہے اور علمائے حنفی نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس قول پر اعتماد کرنا کہ مست آورشی حرام ہے اور مستی سے قبل کی مقدار حلال ہے، محققین نے اس کی تردید کی ہے اور مصنف (نسائی) کے نزدیک بھی مردود ہے۔

تفسیر طبری میں قتادہ سے مروی ہے: سورۃ مائدہ میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے چاہے کم ہو یا زیادہ، خواہ مست آور ہو یا نہیں۔ (۲) عبد بن حمید نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (۳)

ابو حنیفہ نے آنحضرت کا قول نقل کیا ہے کہ شراب بذات خود حرام ہے چاہے قلیل ہو یا کثیر، خواہ مست آور ہو یا نہ ہو۔ (۴)

خطیب بغدادی نے بھی ابن عباس سے اس کی روایت کی ہے، ان کے الفاظ ہیں: حرمت الخمر بعینہا قلیلہا و کثیرہا۔ (۵)

ہاں! عمر نے اس صورت میں شراب حلال کر دی جب اسے جلا کر اس کا دوحہ ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ شام پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیماری کی شکایت کی، انہوں نے کہا: کیا آپ کے لئے مناسب ہے کہ اس شراب میں اس چیز کو مقرر کروں جو مست آور نہ ہو۔ عمر نے کہا: ہاں اسے پکاؤ، اور جوش دو تا کہ اس کا دوحہ ختم ہو جائے اور ایک حصہ باقی رہ جائے۔ اس عمل کے بعد عمر نے انہیں حکم دیا کہ اسے پی جاؤ۔

۱۔ حاشیہ سندى بر شرح سنن نسائى، (ج ۸، ص ۳۰۰)

۲۔ تفسیر طبرى، ج ۲، ص ۱۰۲، (جلد ۲، ج ۲، ص ۳۶۳)

۳۔ دزمنثور، ج ۲، ص ۳۱۶، (ج ۳، ص ۱۶۰)

۴۔ جامع مسانید ابو حنیفہ، ج ۲، ص ۱۸۳

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۹۰



اور اپنے گورنروں کو تحریر کیا کہ لوگوں کو ایسی شراب دو جس کا دوحہ ختم ہو چکا ہو اور ایک حصہ باقی رہ

گیا ہو۔ (۱)

محمود بن لبید انصاری کا بیان ہے: جب عمر بن خطاب شام پہنچے تو اہل شام نے ان سے زمین کی سنگینی اور سختی کی شکایت کی اور کہا: ہمارے لئے صرف یہی شراب موثر ہوتی ہے۔ عمر نے کہا: اس شہد کو نوش کرو۔ لوگوں نے کہا: شہد ہمارے لئے موثر نہیں۔ شام کے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کے اختیار میں ہے کہ مست نہ کرنے والی شراب کا قانون نافذ کریں؟ عمر نے کہا: ہاں۔ چنانچہ لوگوں نے اسے جوش دے کر اس کا دوحہ ختم کر دیا اور عمر کی خدمت میں پیش کیا، عمر نے اپنی انگلی اس میں داخل کی اور باہر نکال کر کہا: یہ شراب ہے، یہ اونٹ کی شراب کی طرح ہے چنانچہ عمر نے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پیئیں۔ یہ دیکھ کر عبادہ بن ثابت نے کہا: خدا کی قسم! آپ نے اسے حلال کر دیا۔ عمر نے کہا: خدا کی قسم! نہیں۔ خدا یا! ان پر ایسی وحی حلال نہیں کروں گا جسے تو نے حرام قرار دیا ہے اور اس وحی کو حرام نہیں کروں گا جسے تو نے حلال قرار دیا ہے۔ (۲)

ابو مسلم خولانی نے حج کیا اور زہرہ رسول حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضری دی تو عائشہ نے اس سے شام اور وہاں کی سردی کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا۔ ابو مسلم نے سب کا جواب دیا۔ عائشہ نے پوچھا: لوگ وہاں کی سردی کیسے برداشت کر جاتے ہیں؟

اس نے کہا: اے ام المومنین! وہ ایک مخصوص شراب استعمال کرتے ہیں جس کا نام ”طلاء“ رکھ رکھا ہے۔ عائشہ نے کہا: خدائے سچ کہا اور میرے حبیب نے تبلیغ کی، میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے: بے شک میری امت کے لوگ شراب پیئیں گے اور اس کا دوسرا نام رکھ دیں گے۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۰۱، ۳۰۰؛ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۲۹، (ج ۳، ص ۲۳۰، حدیث ۵۲۲۳)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۹/۱۱۰، (ج ۵، ص ۵۱۳، حدیث ۵۴۷۷/۱۳، حدیث ۵۱۵، حدیث ۱۳۷۷)؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۲۱۸، حدیث ۱۲)؛ جامع

مسند ابی حنیفہ، ج ۲، ص ۱۹۱

۲۔ الموطا مالک، ج ۲، ص ۱۸۰، (ج ۲، ص ۸۳۷، حدیث ۱۴)

۳۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۵۳۶، (نمبر ۸۶۶۳)



آنحضرت نے فرمایا: میرے بعد لوگوں کا ان کے اموال کے ذریعہ امتحان لیا جائے گا، وہ اپنے دین کے ذریعہ خداوند عالم پر احسان جنائیں گے اور رحمت خدا کے آرزو مند رہیں گے، وہ لوگ بے بنیاد شکوک و شبہات، نفسانی خواہشات اور نادانیوں کی وجہ سے حرام خدا کو حلال کر دیں گے، وہ لوگ شراب کو نبیذ (انگور اور کشمش کا پانی) کا نام دے کر حلال کر دیں گے، حرام مال اور رشوت کو ہدیہ و تحفہ اور سود کو معاملہ کا نام دے کر حلال کر دیں گے۔ (۱)

ابن عباس سے طلاء اور شراب کے بارے میں سوال کیا گیا، ابن عباس نے کہا: یہ طلاء کیا ہے جس کے متعلق مجھ سے سوال کرتے ہو؟ جو پوچھنا چاہتے ہو اسے واضح طور پر بیان کرو۔

لوگوں نے کہا: وہ انگور ہے جسے فشار دیتے ہیں پھر پکاتے ہیں اور اسے دنان میں ڈال کر پیٹے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا: کیا وہ مست آور ہے؟ کہا: زیادہ نوشی مستی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہا: ہر مست آور مٹی حرام ہے۔

ان تمام باتوں کو چھوڑیے خود آنحضرت فرماتے ہیں: اجتنب کل مسکر قلبلہ و کثیرہ" ہر مست آور شراب سے پرہیز کرو چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ (۲)

مشروبات کے باب میں پراگندہ طور پر خلیفہ کا یہ مخصوص اجتہاد اور ذاتی نظریہ مذکور ہے جو قرآن و سنت کی شرعی دلیلوں سے قطعی میل نہیں رکھتے بلکہ یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش ہے لیکن ان کی اکثریت اس سے ناواقف ہے۔

۹۔ غسل جنابت سے خلیفہ کی جہالت

رفاعہ بن رافع سے منقول ہے کہ میں عمر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر کہا: اے امیر المومنین! یہ زید بن ثابت مسجد میں بیٹھے اپنی رائے کے مطابق اس شخص کے لئے غسل جنابت کا فتویٰ

۱۔ بیج البلاغ، ج ۲، ص ۶۵، (ص ۲۲۰)

۲۔ سنن نسائی، ج ۸، ص ۳۲۳، (ج ۳، ص ۲۳۶، حدیث ۵۲۰۶)؛ تیسرے الوصول، ج ۲، ص ۱۷۲، (ج ۲، ص ۲۱۲، حدیث ۵)۔



دے رہے ہیں جو آمیزش کرے لیکن اس سے منی خارج نہ ہو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اسے میرے پاس حاضر کیا جائے، جب زید آئے تو عمر نے انہیں دیکھ کر کہا: اے اپنی ذات کے دشمن! میں نے سنا ہے کہ تو اپنی رائے کے مطابق لوگوں کو فتوے دے رہا ہے؟ زید نے کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم! میں نے اپنے چچا سے سنی ہوئی حدیث پر عمل کیا ہے، جس کی روایت ابو ایوب، ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع نے کی ہے۔ یہ سن کر عمر نے رفاعہ بن رافع سے کہا: کیا یہ صحیح ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی عورت کے ساتھ آمیزش کرے اور منی خارج نہ ہو تو غسل کیا جائے گا؟ ابن رافع نے کہا: ہم رسول خداؐ کے عہد میں ایسا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کوئی حرمت نہیں آئی اور آنحضرتؐ نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے۔

عمر نے پوچھا: کیا رسول خداؐ اس سے واقف تھے؟ جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔

عمر نے تمام مہاجرین و انصار کو حاضر ہونے کا حکم دیا جب سب آگئے تو مشورہ کیا، انہوں نے کہا: ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن معاذ اور علی بن ابی طالبؓ نے کہا: جب مرد کا ختنہ گاہ عورت کے ختنہ گاہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

عمر نے کہا: تم اصحاب بدر اور ان لوگوں میں اختلاف ہے، تمہارے بعد یہ اختلاف اور شدید ہو جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا: اس سلسلے میں رسول خداؐ کی ازواج ہی صحیح اطلاع دے سکیں گی۔

عمر نے حصہ کو بلا بھیجا، حصہ نے کہا: مجھے اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں۔ جب عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجا گیا تو انہوں نے کہا: اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل ”اگر ختنہ گاہ سے ختنہ گاہ عبور کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ یہ سن کر عمر نے کہا: میں کسی شخص کو ایسا کرتے ہوئے نہ سنوں نہیں تو کوڑے کے ذریعہ دردناک سزا دوں گا۔

دوسرے الفاظ ہیں: اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ کسی نے ایسا کیا ہے اور اس نے غسل نہیں کیا ہے تو میں

اسے سزا دوں گا۔ (۱)

یہ روایت بھی گروہ صحابہ کی جہالت و نادانی کو آشکار کرتی ہے جن سے خلیفہ نے حکم شرعی کے بارے میں مشورہ کیا تھا، سر فہرست خود خلیفہ ہیں، ہاں! حضرت علیؓ، معاذ اور عائشہؓ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایسے حکم سے جس کا جاننا خلیفہ کے لئے ضروری تھا خلیفہ کی عدم آگاہی اور دوسرے ان افراد کی عدم آگاہی میں کیا فرق ہے جو خلیفہ کی ناسی و پیروی کرتے ہیں؟

۸۰۔ دو مسجدوں کی توسیع میں خلیفہ کی سرگرمی

عبدالرزاق نے زید بن سالم سے نقل کیا ہے: عباس بن عبدالمطلب کا گھر مدینہ کی مسجد کے پہلو میں تھا۔ عمرؓ نے کہا: اسے مجھے بیچ دیجئے۔ انہوں نے اس گھر کو مسجد میں داخل کرنا چاہا تھا لیکن عباس نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا۔

عمرؓ نے کہا: اسے میرے نام بیہ کر دیں، اسے بھی قبول نہیں کیا۔ عمرؓ نے کہا: خود ہی اسے مسجد میں داخل کر دیں لیکن انہوں نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ نے کہا: آپ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کو قبول کریں۔ انہوں نے اس بات کو بھی مسترد کر دیا۔ (۲)
تو عمرؓ نے کہا: ایسی صورت میں ایک شخص کو اپنے اور میرے درمیان قاضی قرار دیں، عباس نے ابی بن کعب کو قاضی منتخب کیا، ابی نے عمرؓ سے کہا: میری نظر میں آپ انہیں گھر سے نہیں نکال سکتے، ہاں اگر ان کو راضی کر لیں تو بات اور ہے۔ عمرؓ نے اس سے کہا: کیا یہ فیصلہ قرآن وحدیث میں دیکھا ہے یا سنت رسولؐ سے ثابت ہے؟

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۱۱۵، (ج ۶، ص ۱۳۳، حدیث ۲۰۵۹۳): المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۱، ص ۸۷): عمدۃ القاری ج ۲، ص ۷۲، ج ۲، ص ۲۵۴: شرح معانی الآثار، (ج ۱، ص ۵۹، حدیث ۳۳۷): المختصر من المعجم من مشکل الآثار، ج ۱، ص ۵۱، (ج ۱، ص ۱۳۲): المعجم الکبیر طبرانی، (ج ۵، ص ۴۲، حدیث ۴۵۳۶): مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۶۶: الاچلیۃ زرکشی، ص ۸۴، (ص ۷۸)
۲۔ دزمنشور، (ج ۵، ص ۲۳۰)



ابی نے کہا: بلکہ رسول خدا کی سنت ہے۔ عمر نے کہا: یہ کون سی سنت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلیمان بن داؤد جب بیت المقدس کی تعمیر کر رہے تھے تو وہ جس دیوار کو اٹھاتے صبح ہوتے ہی وہ زمین بوس ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کے فرزند نے کہا: کسی شخص کے حق میں اس کی رضایت سے قبل تعمیر نہ کریں۔ یہ سنت ہی عمر نے ان کو چھوڑ دیا۔

بعد میں عباس نے خود ہی اسے مسجد میں داخل کر دیا اور اس کو وسعت دی۔

دوسری صورت

ابن سعد (۱) نے سالم بن ابوالنضر سے روایت کی ہے کہ جب عمر کے زمانے میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان کے لئے مسجد تک ہو گئی عمر نے مسجد کے اطراف و اکناف میں موجود گھروں کو خرید لیا سوائے عباس اور امہات المؤمنین کے گھروں کے۔

چنانچہ عمر نے عباس سے کہا: اے ابوالفضل! بے شک مسلمانوں کے لئے ان کی مسجد چھوٹی پڑ رہی ہے میں نے اطراف میں موجود تمام گھروں کو خرید کر اس میں وسعت دے دی ہے صرف آپ کا گھر اور امہات المؤمنین کے حجرے باقی ہیں۔ امہات کے حجرے تو ہماری دسترس سے دور ہیں لیکن جہاں تک آپ کے گھر کا سوال ہے تو بیت المال سے جتنی رقم چاہیں لے لیں اور اسے فروخت کر دیں تاکہ مسجد میں شامل کر کے اسے وسعت دی جاسکے۔

عباس نے کہا: میں یہ کام نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا: ان تینوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں:

- ۱۔ اسے فروخت کر دیں چاہے جتنی قیمت بیت المال سے لے لیں۔
- ۲۔ مدینہ کی کوئی ایک زمین منتخب کر لیں بیت المال سے تعمیر کرادوں گا۔
- ۳۔ یا اسے مسلمانوں کے نام ہبہ کر دیں۔

عباس نے کہا: کوئی ایک تجویز بھی قابل قبول نہیں۔ عمر نے کہا: ایسی صورت میں آپ اپنے اور ہمارے درمیان قاضی مقرر کریں۔ عباس نے کہا: میں نے ابی بن کعب کو قاضی مقرر کیا۔
دونوں ابی کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ ابی نے کہا: میں آپ لوگوں کے سامنے رسول خدا کی حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے خود آنحضرت سے سنی ہے۔

دونوں نے کہا: بیان کرو۔ ابی نے کہا: میں نے رسول خدا سے سنا کہ خداوند عالم نے داؤد نبی پر وحی فرمائی کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کر دتا کہ اس میں میرا تذکرہ کیا جائے، اس کے لئے بیت المقدس کا نقشہ آمادہ کیا۔ چنانچہ چاروں گوشوں میں ایک گوشہ پر بنی اسرائیل کے ایک شخص کا گھر تھا۔ جناب داؤد نے چاہا کہ اسے فروخت کر دیں لیکن اس نے قبول نہ کیا تو جناب داؤد نے سوچا کہ اسے زبردستی لے لیا جائے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد! میں نے تمہیں ایسا گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا جس میں میں یاد کیا جاؤں لیکن تم چاہتے ہو کہ میرے گھر میں غصب داخل کرو حالانکہ غصب میری شان و منزلت کے برخلاف ہے اور ہاں! اس طرح تمہارے فرزندوں کو بھی گھرتیار کرنے کا کوئی حق نہیں۔
داؤد نے کہا: خدایا! میرے فرزندوں کے بعد؟ فرمایا: وہ بھی نہیں۔“

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے ابی بن کعب کا گریبان پکڑ کر کہا: میں تمہارے پاس ایک چیز کی حصول کے لئے آیا تھا لیکن تم نے ایسی بات پیش کی جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے لہذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ اپنی بات کے لئے گواہ پیش کرو۔

عمر اسے کھینچتے ہوئے مسجد میں لائے جہاں اصحاب رسول موجود تھے۔ ان میں ابوذر بھی تھے۔
ابی نے کہا: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی رسول خدا سے وحی داؤد پر مشتمل بیت المقدس کی حدیث سنی ہے وہ بیان کرے۔ یہ سن کر ابوذر نے کہا: میں نے رسول خدا سے یہ حدیث سنی ہے۔

ایک دوسرے صحابی نے کہا: میں نے بھی سنی ہے۔ یہ سنتے ہی عمر نے ابی کو چھوڑ دیا۔
ابی نے عمر کی جانب رخ کر کے کہا: اے عمر! مجھے حدیث رسول پر متہم کرتے ہو؟ عمر نے کیا نہیں

خدا کی قسم! میں نے حدیث پر متعمم نہیں کیا ہے لیکن مجھے پسند نہیں تھا کہ رسول خداؐ سے یہ حدیث صادر ہوئی ہو۔ (۱)

بلاذری کا بیان ہے: جب عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے تو گھروں کو خرید کر مسجد میں توسیع کرنے لگے لوگوں کے گھروں کو لے کر اس کی قیمت مقرر کر دی، یہ تمام لوگ گھر کے پاس آ کر نالہ و شیون اور فریاد و فغاں کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے کہا: میری نرمی اور ملامت نے تم لوگوں کو بے باک و جرأت مند بنا دیا ہے اسی طرح عمرؓ نے بھی کیا تھا اور تم راضی ہو گئے تھے پھر حکم دیا کہ سب کو قید کر دو۔ جب عبد اللہ بن خالد بن اسید نے شفاعت کی تب انہیں رہا کیا گیا۔

طبری وغیرہ کا بیان ہے: ۷ھ میں عمر بن خطاب نے عمرہ کیا اور مسجد الحرام کی تعمیر و توسیع کی چنانچہ اس سلسلہ میں بیس راتوں تک مکہ میں مقیم رہے اور انہوں نے مسجد کے ان پڑوسیوں کو تباہ و برباد کر دیا جو اپنا گھر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ عمرؓ نے ان کے گھروں کی قیمت بیت المال کے صندوق میں رکھ چھوڑی، ان بے چاروں نے بعد میں اسے لے لیا۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ کی توسیع سے متعلق احکام و قوانین سے قطعی بے خبر تھے یہاں تک کہ ابی بن کعب نے انہیں باخبر کیا۔

چنانچہ ابو ذرؓ اور ایک دوسرے شخص نے روایت ابی کی موافقت کی۔ لیکن توسیع مسجد کے وقت رسول خداؐ سے مروی روایت کے برخلاف عمل کیا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب عثمان کا عمل ہے انہوں نے

۱۔ علامہ امینیؒ نے چھ صورتوں پر مشتمل اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے، عنوان اور روایت میں ہاتھ بکی کی وجہ سے چار صورتوں سے صرف نظر کیا۔

جا رہا ہے۔ مترجم

۲۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۰۶، (ج ۳، ص ۶۸، حوادث ۷ھ)؛ فتوح البلدان ص ۵۳، (ص ۵۸)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۸؛

المسند رک علیٰ النجاشی، (ج ۳، ص ۳۴۴، حدیث ۵۳۲۸)؛ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۷، (ج ۲، ص ۱۵۷، حوادث ۷ھ)؛ تذکرۃ

الخطاط، ج ۱، ص ۷، (ج ۱، ص ۸)؛ تاریخ ابن خضنہ مطبوع بر حاشیہ اکمل ج ۷، ص ۱۷۶، (ج ۱، ص ۲۰۲)؛ روز مشور، ج ۳، ص ۱۵۹،

(ج ۵، ص ۲۳۱-۲۳۰)؛ وقایع النواکس ہمدانی، ج ۱، ص ۳۳۹-۳۴۱، (ج ۲، ص ۲۸۱)۔



سنت رسولؐ سے آگاہی کے عہد بھی لوگوں کے گھروں کو زبردستی حاصل کیا اور مسجد کو وسعت دی۔

۸۱۔ حکم طلاق سے خلیفہ کی خاموشی

قائدہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو عہد جاہلیت میں دو طلاق اور ظہور اسلام کے بعد ایک طلاق دے دیا تھا؟ عمر نے کہا: میں اس سلسلہ میں نہ امر کروں گا اور نہ ہی نہیں۔

عبدالرحمنؓ نے کہا: لیکن میں تمہیں امر کرتا ہوں کہ حالت شرک میں تیسرے طلاق کی کوئی اہمیت نہیں، طلاق نافذ نہیں۔ (۱)

عمر بن خطاب کا دینی مسائل میں ضرورت کے موقع پر حکم مسئلہ کی شناخت و معرفت کے سلسلے میں امر و نہی سے اجتناب کرنا، صرف ان کی جہالت، نادانی اور عدم شناخت کی بنیاد پر تھا اور ان کی یہ جہالت و نادانی ان کے بیٹے عبداللہ کی جہالت سے کہیں کم تھی۔ اس کا انتقام بھی اس کے باپ نے اس سے لیا اور ابن عباس سے گفتگو کے دوران اس سے خلافت کی صلاحیت و استعداد کا سرے سے انکار کر دیا۔ (۲)

۸۲۔ گوشت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب، زبیر بن عوام کے قصاب خانہ پر آتے تھے، مدینہ و بیع میں اس کے علاوہ کوئی اور قصاب کی دکان نہیں تھی۔ وہ دکان پر آتے تو ان کے ہاتھ میں مخصوص کوڑا ہوتا تھا۔ چنانچہ جب وہ دیکھتے کہ ایک شخص نے دن میں کئی مرتبہ گوشت کی خریداری کی ہے تو اسے کوڑا مار کر کہتے: کیا دو دن سے تیرا پیٹ بھوکا ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۱۶۱، (ج ۹، ص ۶۶۸، حدیث ۹۰۵۷۲)؛ منتخب کنز العمال مطبوعہ راحیہ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۲، (ج ۴، ص ۵۴)۔

۲۔ تاریخ طبری ج ۵، ص ۳۳، (ج ۳، ص ۲۲۷)؛ المعجم الفری، ج ۴، ص ۲۵۶، (ج ۴، ص ۹۷)۔



۲۔ میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ایک انصاری کے پاس سے عمر کا گذر ہوا جس کے ہاتھ میں

گوشت تھا۔

عمر نے اس سے کہا: یہ کیا ہے؟ کہا: گوشت ہے، اپنے گھروالوں کے لئے لے جا رہا ہوں۔ عمر نے کہا: بہت اچھا۔ دوسرے دن پھر گذر ہوا، اس کے ہاتھ میں گوشت تھا، عمر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: گوشت۔ عمر نے کہا: اچھا ہے۔ پھر تیسرے دن بھی گذر ہوا اس کے ہاتھ میں پھر گوشت دیکھا تو پوچھا: اب یہ کیا ہے؟ کہا: اہل خانہ کے لئے گوشت۔ یہ سنتے ہی اپنے کوزے سے اس کے سر پر مارا پھر منبر پر جا کر کہا: ایسا کم والا حمیر من اللحم والنہید ”تمہارے لئے دوسریوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے: گوشت اور شراب۔ اس لئے کہ یہ دونوں دین و مال کی بربادی کا موجب بنتے ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس عجیب و غریب فقہ کے مفاد و مطالب ہماری سمجھ سے دور ہیں، خدا کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ پیغمبر! آپ پوچھئے کہ کس نے اس زینت کو جس کو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور پاکیزہ رزق کو حرام کر دیا۔ (۲)

یہ فقہ خلیفہ اس حدیث رسولؐ سے بھی مطابقت نہیں رکھتی جس میں آپؐ نے فرمایا ہے: دنیا و آخرت میں خوراک کا سردار گوشت اور دنیا و آخرت میں مشروبات کا سردار پانی ہے۔ (۳)

چنانچہ ایک صحیح روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کی خدمت میں آ کر عرض کی: اے خدا کے رسول! مجھے جب بھی گوشت دستیاب ہوتا ہے میں اسے عورتوں میں تقسیم کر دیتا ہوں جس کی وجہ سے شہوت و خواہشات میں اضافہ ہوتا ہے اسی لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اسی وقت آیت نازل ہوئی:

۱۔ سیرہ عمر ابن جوزی ص ۶۸، (ص ۷۳): کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۱، (ج ۵، ص ۵۲۲، حدیث ۱۳۷۹۷): الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۲۳، (ج ۲، ص ۲۷۳)۔



﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۳۷۰﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ”ایمان والو! جن چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں حرام نہ بناؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو اس نے رزق حلال و پاکیزہ دیا ہے اسے کھاؤ۔“ (۱)

اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ زیادہ گوشت خوری مکروہ ہے تو کیا دو یا تین روز تک مسلسل استعمال کرنا اور اسے کھانا عمر کے کوڑے کا موجب بن سکتا ہے؟ اور کیا گوشت کھانے کے نقصانات شراب کے نقصانات کی برابری کر سکتے ہیں کہ وہ دین کی تابعی و بربادی کا سبب بن جائیں؟ ہاں! اگر ایسے ہی فرسودے نظریے پر عمل کیا گیا تو پھر یہ کوڑا کسی بھی حال میں بے کار نہیں رہے گا اور مسلسل مسلمانوں کے سروں پر برستار ہے گا۔

۸۳۔ مدنی یہودی اور خلیفہ

ابوظہل سے مروی ہے: میں نے ابو بکر صدیق کے جنازہ پر نماز پڑھی پھر ہم سب نے عمر کے پاس جمع ہو کر ان کی بیعت کی، ہماری رفت و آمد کا سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رہا۔ اسی اثنا میں ہم انہیں امیر المومنین کہہ کر مخاطب کرنے لگے۔

ہم ایک دن عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک یہودی عمر کے پاس پہنچا۔ یہودی قوم یہ خیال کرتی تھی کہ عمر موسیٰ بن عمران کے بھائی ہارون کے فرزندوں میں سے ہیں۔ چنانچہ اس نے عمر کے پاس پہنچ کر کہا: اے امیر المومنین! آپ میں سے کون سب سے زیادہ رسول اور کتاب خدا سے واقف ہے، میں اس سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں؟

عمر نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہی سب سے زیادہ ہمارے رسول اور ان کی کتاب

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۸۸۔ ۸۷: سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۶، (ج ۵، ص ۲۳۸، حدیث ۳۰۵۳) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۸۷؛ درمنثور،

سے واقف ہیں۔

یہودی نے کہا: کیا آپ ایسے ہیں؟ فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔

اس نے کہا: میں آپ سے تین تین پھر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟ حضرت نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں آپ سے سات سوالات کروں گا؟ یہودی نے کہا: پہلے میں تین سوال کروں گا اگر جواب دیا تو پھر تین اور ایک سوال کروں گا۔ اگر آپ نے پہلے تین سوالوں کے جواب نہیں دیئے یا غلط دئے تو پھر میں سوال نہیں کروں گا۔

حضرت نے اس سے پوچھا: اگر تم نے سوال کیا اور میں نے جواب دے دیا تو تم کیسے سمجھ پاؤ گے کہ میں نے صحیح جواب دیا ہے یا غلط؟!

راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی یہودی نے اپنی آستین میں ہاتھ ڈال کر ایک پرانی کتاب نکالی اور کہا: ہارون و موسیٰ کے ہاتھوں لکھی یہ کتاب میرے باپ دادا کی میراث ہے، اس میں وہ سوالات مذکور ہیں جو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے پھر پوچھا: اگر میں نے صحیح جواب دیا تو کیا مسلمان ہو جائے گا؟ یہودی نے کہا: خدا کی قسم! اگر آپ نے صحیح جواب دیا تو اسی وقت آپ کے سامنے مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

یہودی نے سوال کیا: سب سے پہلا پانی کا چشمہ کون سا ہے؟

سب سے پہلے رکھے گئے پتھر کی نشاندہی کریں؟

اس درخت کے متعلق بتائیں جو سب سے پہلے روئے زمین پر تادور ہوا۔

حضرت نے فرمایا: سب سے پہلا چشمہ جو روی زمین پر جاری ہوا، یہودی خیال کرتے ہیں کہ وہ چشمہ بیت المقدس کے پتھر کے نیچے ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ وہ ”آب حیات“ کا چشمہ ہے یہودی نے اس کی تائید کی۔

اے یہودی! قوم یہودیہ خیال کرتی ہے کہ روئے زمین کا سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا پتھر

ہے، وہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ حجر اسود ہے جسے حضرت آدم جنت سے زمین پر لائے اور اسے بیت اللہ الحرام کے رکن میں نصب کیا۔ لوگ اسے چھوتے اور بوسہ لیتے ہیں اور اس کو گواہ بنا کر اپنے اور خدا کے درمیان عہد و پیمان کرتے ہیں۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں خدا کی قسم! آپ نے سچ کہا۔

یہودیوں کے خیال کے مطابق پہلا درخت ”درخت زیتون“ ہے، یہ جھوٹ ہے بلکہ پہلا درخت خرما کا درخت ہے جسے حضرت آدم نے جنت سے لا کر کاشتکاری کی تھی۔

یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے سچ کہا۔

حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

اس نے کہا: مجھے بتائیں کہ حضرت محمد جنت میں کہاں ہیں؟

حضرت نے فرمایا: جنت میں حضرت محمد عرش خدا سے سب سے زیادہ قریب جگہ پر ہیں۔ یہودی نے اس کی گواہی دی۔

حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

اس نے کہا: مجھے حضرت محمد کے اہل میں ان کے وحی کے متعلق بتائیں کہ وہ آنحضرت کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے اور کیا ان کی عام موت ہوگی یا قتل کئے جائیں گے؟

حضرت نے فرمایا: اے یہودی! ان کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہیں گے اور پھر یہ اور یہ رنگین ہو جائے گی، آپ نے سر و صورت کی جانب اشارہ فرمایا۔

یہ سنتے ہی یہودی اپنی جگہ سے بے ساختہ اٹھا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں: ”لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ“۔

حافظ عاصمی نے ”زین النبی فی شرح سورۃ حل اتی“ میں اسے نقل کیا ہے، اس میں حضرت عمر نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی امت میں سب سے زیادہ کتاب خدا اور اس کے رسول سے واقف ہیں۔ اور یہ احمق صاحب الوشیعہ کہتا ہے کہ عمر بطور مطلق ابو بکر کے بعد علم امت ہیں۔ ”والانسان علی نفسه بسیر“ انسان اپنی ذات سے زیادہ آگاہ ہے۔



۸۴۔ خلیفہ وہ پہلے انسان ہیں جو فریضہ میراث میں بعول کے قائل ہوئے

ابن عباس سے منقول ہے: فرائض میں بعول کی بنیاد رکھنے والے پہلے انسان ”عمر بن خطاب“ ہیں، جب ان کے اوپر میراث کی تقسیم مشکل ہوئی اور تمام ورثہ ایک دوسرے پر برتری لے جانے لگے تو کہا: واللہ ما ادری ایکم قدم للہ ولا ایکم آخر ”خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس کو خداوند عالم نے مقدم کیا ہے اور کس کو مقدم نہیں کیا ہے“۔ اور وہ ایک پرہیزگار انسان تھے اور کہتے تھے: میری نظر میں میرے لئے اس سے زیادہ وسیع بات نہیں کہ میں تمہارے درمیان میراث تقسیم کروں اور سہام کے زیادہ ہونے پر صاحب حق کو اس کا حق دے سکوں۔“

عبیدہ اللہ ابن عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود سے منقول ہے:

میں اور زفر بن اولیس بن عدنان، ابن عباس کے پاس ان کے نایب ہونے کے بعد پہونچے اور فرائض میراث کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

ابن عباس نے کہا: تم سوچتے ہو کہ ریگزاروں کا حساب ان کی عدد کی وجہ سے ممکن ہے، مال میں نصف، نصف اور ثلث کا احصاء جب نصف نصف ختم ہو جائے تو ممکن نہیں ہے ایسی صورت میں ثلث کہاں ہے؟

زفر نے ان سے پوچھا: اے ابن عباس! جس پہلے انسان نے فرائض میں زیادتی کی وہ کون تھا؟ جواب دیا: عمر بن خطاب۔ پوچھا: کیوں؟ کہا: جب فرائض وچھیدہ ہوئے اور بعض بعض پر مقدم ہوئے تو کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کروں، خدا کی قسم! انہیں معلوم خدا نے کس کو مقدم کیا ہے اور کس کو مؤخر اور کہا: میری نظر میں اس مال میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ تمہارے حصے اور سہام کو تم پر تقسیم کروں۔ اس کے بعد ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم! جسے خداوند عالم نے مقدم قرار دیا ہے اگر اسے مقدم رکھتے اور جسے مؤخر قرار دیا ہے اسے مؤخر رکھتے تو فریضہ زیادہ نہیں ہوتے۔

زفر نے ان سے کہا: کون مقدم اور کون مؤخر ہے؟ کہا: ہر فریضہ دوسرے فریضہ کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے اور یہ وہی ہے جسے خدا نے مقدم قرار دیا ہے اور یہ شوہر کا فریضہ ہے کہ اس کے لئے نصف



ہے لہذا اگر ۴/۱ کے ذریعہ زائل ہو جائے تو اس کے حصہ میں کمی واقع نہیں ہوگی اور زوجہ کے لئے ۴/۱ ہے اگر اس سے زائل ہو جائے تو ۸/۱ کی طرف واپس ہو جائے گا اور اس کے حصہ میں کمی واقع نہیں ہوگی اور بہنوں کے لئے دو ٹکٹ ۳/۲ ہے اور ایک بہن کے لئے ایک ٹکٹ ۳/۱ حصہ ہے اور اگر بیٹیاں بھی اس میں داخل ہو جائیں تو بقیہ چیزیں ان کے حصے میں آئیں گی، لہذا اگر کوئی اس کا حصہ مکمل طور پر دیدے جس کو خدا نے مقدم قرار دیا ہے اور اس کے بعد بقیہ افراد میں تقسیم کرے تو فریضہ میں زیادتی نہیں ہوگی۔

یہ سن کر زفر نے پوچھا: کس چیز نے اس نظریہ کے اظہار سے روک رکھا تھا؟ انھوں نے کہا: خدا کی قسم! ان کی سخت گیری اور ہیبت نے۔ (۱)

تاریخ سیوطی اور محاضرہ سکتواری کے اوائل میں ہے کہ عمر وہ پہلے انسان تھے جو فرائض میں بطل کے قائل ہوئے۔ (۲)
تبرہ علامہ مدنیؒ

میں خلیفہ کے اس قول کے بعد کیا کہوں کہ ”خدا کی قسم! انہیں جانتا تھا ہمارے ساتھ کیا کروں، خدا کی قسم نہیں معلوم کس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور کس کو مؤخر“۔ میں ابن عباس کے قول کے بعد کیا کہوں کہ ”خدا کی قسم! جسے خدا نے مقدم کیا ہے اسے مقدم رکھتے اور جسے مؤخر کیا ہے اسے مؤخر رکھتے تو فریضہ سہام زیادہ نہیں ہوتا۔“

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ان کو خود ہی اس بات کا اقرار ہے کہ میں حکم مسئلہ سے واقف نہیں ہوں تو پھر انہوں نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق فتویٰ کیسے دے دیا؟!

حالانکہ وہ خود ہی اپنے ایک خطبہ میں کہتے ہیں: ”جان لو کہ صاحبان نظر سنت کے دشمن ہیں، وہ

۱۔ احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۰۹ (ج ۲، ص ۹۰)؛ المسد رک علیٰ محمد بن علیؑ، ج ۳، ص ۳۳۰ (ج ۴، ص ۲۷۸، حدیث ۷۹۸۵)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۵۳؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۰ (ج ۱۱، ص ۲۷۷، حدیث ۳۰۳۸۹)

۲۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۹۳ (ص ۱۲۸)؛ محاضرہ سکتواری، ص ۱۵۲



احادیث کو یاد کرنے سے عاجز تھے، اسی لئے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا اور گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا، جان لو کہ ہم اقتداء کرنے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں، ہم پیروی کرتے ہیں بدعت نہیں پھیلاتے، جب تک ہم سنت اور روایات سے وابستہ رہیں گے گمراہ نہیں ہوں گے۔ (۱)

کیا اقتداء اور پیروی اس کو کہتے ہیں یا دین میں بدعت گزاری کی یہی ابتداء ہے؟!

خلیفہ جیسے افراد فرائض سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں: خداوند عالم کے نزدیک امام اور خلیفہ کی جہالت و نادانی سے زیادہ کوئی بھی نادانی و جہالت مذموم اور قبیح نہیں ہے۔ (۲)

وہ دینی فتاویٰ کی معلومات حاصل کرنے سے پہلے مسند قضاوت پر کیسے بیٹھ گئے حالانکہ وہ خود کہتے ہیں: تفقہوا قبل ان تسودوا ریاست و حکومت سے قبل غور و فکر کرو اور احکام دین کی تعلیم حاصل کرو۔ (۳)

۸۵۔ عتال کے اموال کی تقسیم میں خلیفہ کا اجتہاد

عمر وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے عتال کے ساتھ شرکت کر کے اور ان کے اموال کو نصف کر دیا۔ (۴)

۱۔ ابو ہریرہ: ان سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے مجھے بحرین کا عامل اور گورنر مقرر کیا، میں نے اس دوران کل دو ہزار رقم جمع کی، جب مجھے معزول کیا گیا اور میں عمر کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: اے دشمن خدا و مسلمین! یا کہا: اے کتاب خدا کے دشمن! تم نے مال خدا کی چوری کی ہے۔ میں نے کہا: میں دشمن خدا و مسلمین یا دشمن کتاب خدا نہیں، میں اس کا دشمن ہوں جو خدا اور مسلمانوں کا دشمن ہے، ہاں!

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۷ (ص ۱۱۶)

۲۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۶۶

۳۔ صحیح بخاری، ص ۳۸، باب الاغیاء فی العلم (ج ۱، ص ۳۹، باب ۱۵)

۴۔ شرح ابن ابی اللہ، ج ۳، ص ۱۱۳ (ج ۱۲، ص ۷۵، خطبہ ۲۲۳)۔



کچھ گھوڑے مجھے دستیاب ہوئے یہ اس کی قیمت ہے۔

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھ سے بارہ ہزار لئے، جب نماز صبح ادا کی تو میں نے کہا: ”اللہم اغفر لعمرہ“ خدا یا! عمر کو بخش دے۔“

کچھ دنوں بعد عمر نے کہا: اے ابو ہریرہ! عامل نہیں ہونا چاہتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ عمر نے پوچھا: کیوں، تم سے بہتر یوسف تھے وہ بھی عامل ہوئے اور کہا: مجھے زمین کے خزانوں کا دالی مقرر کر دے۔

یہ سن کر میں نے کہا: یوسف رسول ابن رسول تھے اور میں ابو ہریرہ بن امیہ ہوں، میں تم سے تین اور دو باتوں سے خوف زدہ ہوں۔ عمر نے پوچھا: تم نے پانچ کیوں نہیں کہا۔ میں نے کہا: ڈرتا ہوں کہ آپ اپنے کوڑوں سے میری پشت زخمی کریں گے، میری آبروریزی کریں گے اور میرے اموال کو زبردستی چھین لیں گے اور ناپسند کرتا ہوں کہ میں معین ہو چکے حکم کے سوا کچھ کہوں اور بغیر علم کے حکم کروں۔

عمر نے ابو ہریرہ کو بلا کر کہا: تم جانتے ہو کہ جب میں نے تمہیں بحرین کا عامل مقرر کیا تھا تو اس وقت تمہارے پاس نعلین بھی نہیں تھے لیکن اس کے بعد معلوم ہوا کہ تم نے ایک ہزار چھ سو دینار کے گھوڑے خرید لئے؟

ابو ہریرہ نے کہا: میرے پاس کچھ گھوڑے تھے جنہوں نے بیچے جنے اور بعض لوگوں نے کچھ ہدیہ پیش کیا جو انھیں میں ملحق ہو گیا۔

عمر نے کہا: میں نے تمہارے رزق و روزی اور اخراجات کا حساب کتاب کر لیا ہے یہ اس سے زیادہ ہے اسے میرے حوالے کر دو۔

ابو ہریرہ نے کہا: یہ آپ کا حق نہیں ہے۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں تیری پشت زخمی کر دوں گا، پھر وہ اپنے کوڑے کے ساتھ بلند ہوئے اور اتنا زور سے مارا کہ خون جاری ہو گیا۔ اس کے بعد کہا: اسے میرے حوالے کر دو۔

ابو ہریرہ نے کہا: میں نے خدا کے نزدیک اس کا حساب کر دیا (یعنی راہ خدا میں خرچ کر دیا)۔



عمر نے کہا: اگر تو نے حلال راستہ سے حاصل کیا ہے تو اسے اپنی مرضی سے واپس کر دو، امیہ نے تمہیں صرف اور صرف خرچہ انی کے لئے پیدا کیا ہے۔

۲۔ سعد بن ابی وقاص: لوگ انہیں ”مستجاب“ کہتے تھے، اس لئے کہ رسول خدا کا ارشاد ہے: سعد کی دعا سے پرہیز کرو۔

چنانچہ جب عمر نے ان کے اموال کو نصف کیا تو سعد نے کہا: میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ عمر نے کہا: تم مجھے نفیرین کرو؟ کہا: ہاں۔ عمر نے کہا: اس وقت خداوند عالم مجھے یقینی طور پر بد بخت کر دے گا۔ بلاذری نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے چند طبقوں پر مشتمل ایک عمارت تعمیر کروائی، ان میں لکڑی کے دروازے نصب کروائے اور اپنے محل پر سونے چاندی سے مزین ایک مخصوص دروازہ نصب کروایا۔

یہ دیکھ کر عمر بن خطاب نے محمد بن مسلمہ انصاری کو درغلایا کہ وہ عمومی و خصوصی دونوں دروازوں کو جلا ڈالے اور سعد کو مسجد کوفہ میں مجبور و بے بس کیا، لیکن عمر بن خطاب کو سعد نے خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ (۱)

سیوطی کا بیان ہے: عمر نے اپنے عمال کو حکم دیا اور انہوں نے اپنے اموال اور مخارج کو لکھ بھیجا، ان میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور عمر نے اموال کا آدھا حصہ لے لیا۔ (۲)

۳۔ جب عمر بن خطاب نے ابوموسیٰ کو معزول کیا تو اس کے اموال کا نصف حصہ خود لے لیا۔
۴۔ عمر بن خطاب نے عامل مصر ”عمرو بن عاص“ کو لکھا: عمر بن خطاب کی طرف سے عمرو عاص کو سلام علیک..... مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم گھوڑے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بہت سے غلاموں کے مالک ہو حالانکہ یہ بات میرے ذہن میں محفوظ ہے کہ اس سے قبل تمہارے پاس اتنا مال و متاع نہیں تھا لہذا فوراً لکھو کہ کہاں سے ملا، مجھ سے چھپانے کی کوشش نہ کرو۔

۱۔ فتوح البلدان، ص ۲۸۶ (ص ۲۷۷)

۲۔ تاریخ الخلفاء، (ص ۱۳۲)



عمر بن عاص نے جواب میں لکھا:

امیر المومنین عبداللہ کی طرف... سلام علیک۔ میں آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد و ثنا اور شکر بجالاتا ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ اما بعد! بیشک امیر المومنین کا خط موصول ہوا، اس میں مجھ سے منسوب تمام افواہیں مذکور ہیں اور یہ بھی کہ وہ مجھ سے واقف ہیں کہ اس سے قبل میرے پاس مال و متاع نہیں تھا لیکن میں امیر المومنین کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اُس سر زمین پر زندگی بسر کر رہا ہوں جس میں کسی چیز کی قیمت بہت سستی ہے، میں یہاں کسان کی طرح کھیتوں پر محنت و مشقت کرتا ہوں اور پھر یہ کہ خود امیر المومنین کے رزق میں وسعت ہے، خدا کی قسم! اگر آپ کے ساتھ خیانت جائز و حلال ہوتی تو بھی میں خیانت نہیں کرتا۔

لہذا اے امیر المومنین! احتیاط سے کام لیں، میرے پاس اپنی پونجی ہے کہ اگر میں اس کی جانب واپس پلٹ جاؤں تو آپ کے لئے کام کرنے سے بہتر ہے کہ وہاں زندگی بسر کروں، میری جان کی قسم! جو آپ کے پاس رہتا ہے اس کی زندگی مذموم اور بیکار ہے۔

عمر بن خطاب نے اسے تحریر کیا:

اما بعد:

خدا کی قسم! میں تیرے احسانوں کی طرح نہیں ہوں، تیری یہ بے ربط باتیں تجھے اس بات سے بے نیاز نہیں کر سکتیں کہ تو اپنا تزکیہ کرے، میں تیری طرف محمد بن مسلم کو روانہ کر رہا ہوں جو تیرے اموال کو نصف کرے گا، ہاں! تم حمال، مال و متاع کے چشمے پر بیٹھے اپنے اور اہل و عیال کے لئے اموال جمع کر رہے ہو، لیکن شاید تم واقف نہیں کہ تم لوگ مال کے عوض اپنی بدنامی جمع کر رہے ہو اور آتش جہنم کو اپنی میراث قرار دے رہے ہو..... والسلام

جب محمد بن مسلم، عمر بن عاص کے پاس پہنچے تو اس نے انواع و اقسام کی غذائیں اس کے سامنے ڈال دیں لیکن محمد بن مسلم نے کھانے سے صاف انکار کر دیا۔

عمر و عاص نے کہا: کیا ہماری غذا کو حرام سمجھتے ہو؟



محمد نے کہا: اگر تم ایک مہمان کی غذا میرے سامنے رکھتے تو میں اسے ضرور کھاتا لیکن تم نے جو غذا میرے سامنے رکھی ہے وہ شتر کا مقدمہ ہے، خدا کی قسم! میں تمہارے یہاں پانی بھی نہیں پیوں گا لہذا وہ تمام چیزیں تحریر کرو جو میرے پاس موجود ہیں، اسے پوشیدہ نہ کرو۔

اس نے تمام اموال کو تقسیم کیا یہاں تک کہ ایک جوڑا جو تباقی بچا تو محمد نے ایک اپنے پاس رکھا اور دوسرا عمرو کے حوالے کر دیا۔

یہ دیکھ کر عمرو عاص غضبناک ہو کر کہنے لگا: اے محمد بن مسلم! خدا ان ایام کو برا قرار دے جن میں عمرو عاص نے عمر بن خطاب کے لئے عامل اور فرمانداری کی ہے۔

خدا قسم! میں نے خطاب کو سر کے اوپر لکڑی کی گھڑی اٹھائے ہوئے دیکھا تھا، اس کا بیٹا بھی اسی کی طرح تھا، خدا کی قسم! عاص بن وائل سونے سے مزین لباس ہی زیب تن کرتا تھا۔

محمد نے اس سے کہا: خاموش رہو، خدا کی قسم! عمر تم سے بہتر ہے، ہاں! تیرا باپ اور اس کا باپ دونوں آتش جہنم کا مزہ چکھیں گے۔

عمرو بن عاص نے کہا: یہ باتیں خدا کی امانت کے طور پر میرے پاس محفوظ رہیں گی، اسے عمر سے بیان نہ کرنا۔

۵۔ ابوسفیان معاویہ سے ملاقات کے بعد واپسی میں عمر کے پاس پہونچا۔ عمر نے کہا: ابوسفیان! مجھے اجازت دو۔ ابوسفیان نے تعجب سے کہا: میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کی میں اجازت دوں۔ عمر نے اس کی انگوٹھی نکال کر ہند (زوجہ ابوسفیان) کے پاس بھیجی۔ قاصد نے کہا: ہند سے کہنا کہ ابوسفیان نے کہا ہے کہ انگوٹھی کو دیکھو اور تھیلے کو میرے پاس بھیج دو جسے میں نے تمہارے حوالے کیا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد دس ہزار سے بھری ہوئی دو تھیلیاں حاضر کی گئیں، عمر نے اسے بیت المال میں ڈال دیا۔ جب عثمان غلیفہ ہوئے تو وہ تھیلیاں واپس کرنا چاہا۔ ابوسفیان نے کہا: میں وہ مال نہیں لے سکتا جس کی وجہ سے عمر نے میری سرزنش کی تھی۔

۶۔ عمر بن خطاب نے عتبہ بن ابی سفیان کو طائف اور وہاں کی مالیات کا والی مقرر کیا اور پھر اسے

معزول کر دیا، چنانچہ اس کے بعد ایک چکھ اچانک بڑھکڑ ہو گئی، عتبہ کے پاس اس وقت تیس ہزار درہم تھے، عمر نے اس سے کہا: یہ درہم کہاں سے آگئے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ نہ آپ کا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا، میں اس مال کو شہر کے باہر لے جا کر کھیت وغیرہ خریدوں گا۔ عمر نے کہا: میں نے اپنے عامل کے پاس مال و متاع دیکھا جس کے لئے بیت المال کے علاوہ کوئی جگہ نہیں۔ پھر اس سے لے لیا، جب عثمان خلیفہ ہوئے تو اس نے ابوسفیان سے کہا: کیا آپ کو اس مال کی ضرورت ہے؟ بے شک میری نظر میں ابن خطاب کے پاس اسے حاصل کرنے کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! مجھے ان اموال کی ضرورت ہے لیکن تم ایسے انسان کی تردید نہ کرو جو تم سے پہلے تھے کہ تمہارے بعد آنے والے افراد تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک کریں۔

۷۔ ایک دن عمار ایک ایسی عمارت سے گزرے جو پتھر اور چونے سے بنائی گئی تھی۔ دیکھ کر کہا: یہ کس کی ملکیت ہے؟ کہا گیا: آپ کے بحرین کے ایک عامل کی۔ سنتے ہی ان اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کہا: میرے ہر خائن کے پاس دو امین ہیں: مٹی اور پانی۔

۸۔ عمر نے ابوعبیدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ اگر خالد نے اپنی تکذیب کر لی ہے تو وہ فرمانبرداری کے عہدہ پر باقی رہے گا اور اگر تکذیب نہیں کی تو وہ اپنے عہدے سے معزول ہو جائے گا ایسی صورت میں اس کا عمامہ اتار کر دو حصوں میں تقسیم کر دو، چنانچہ خالد نے اپنی تکذیب نہیں تو ابوعبیدہ نے اس کے تمام اموال کی تقسیم کر دی حتیٰ اس کا ایک جو تالے لیا اور دوسرا خالد کے پاس چھوڑ دیا، اس پورے واقعہ میں خالد کہتا رہا:

”سَمْعًا وَطَاعَةً أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ“

عمر کی سماعت تک یہ بات پہنچی کہ خالد نے اشعث بن قیس کو ازراہ اہل ردی دس ہزار دے دیا ہے، عمر نے ابوعبیدہ کے پاس بھیجا کہ بالائے منبر جائے اور خالد کو اپنے سامنے رکھے، اس کا عمامہ سر سے اتار کر اس سے باندھ دے، اس لئے کہ جو دس ہزار دیا ہے اگر اس کا اپنا مال تھا تو اس نے اسراف سے



کام لیا ہے اور اگر مال مسلمین تھا تو خیانت کی ہے۔ (۱)

حلبی لکھتے ہیں: شعبی کے مطابق خالد اور عمر کے درمیان عداوت و دشمنی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ایام جوانی میں دونوں نے باہم کشتی کی، خالد نے عمر کو زمین پر دے پٹکا جس سے عمر کی پنڈلی ٹوٹ گئی، کچھ دن علاج و معالجہ کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی۔ جب عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے سب سے پہلے خالد کو معزول کیا اور کہا: یہ خالد ہر گز میرے کسی کام کا متولی نہیں ہو سکتا، اسی لئے انہوں نے ابو عبیدہ کو خالد کے پاس روانہ کیا کہ اگر..... (۲)

طبری (۳) نے اپنی تاریخ میں سلمان بن یسار سے نقل کیا ہے کہ عمر جب بھی خالد کے پاس سے گذرتے تو کہتے تھے: اے خالد! مال اللہ کو جیب سے باہر نکالو۔ خالد کہتا: خدا کی قسم! اس میں پھوٹی کوڑی بھی مال اللہ نہیں ہے۔

جب زیادہ اصرار کرتے تو خالد کہتا: اے امیر المومنین! آپ کی خلافت میں حاصل کی گئی رقم چالیس ہزار درہم مجھ تک بھی نہیں پہنچنی، عمر نے اس سے کہا: میں نے وہ چالیس ہزار درہم حاصل کیا، خالد نے کہا: ٹھیک ہے وہ آپ کا مال ہوا، عمر نے کہا: میں نے اسے لے لیا۔

پھر خالد کے تمام وسائل زندگی اور غلاموں کے بعد اس کی قیمت اتنی ہزار درہم تک پہنچنی، عمر نے نصف کرنے کے بعد چالیس ہزار درہم اسے دے دیا اور باقی اپنے پاس رکھ لیا، بعض لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر خالد کو اس کا مال واپس کر دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

عمر نے کہا: میں مسلمانوں کا تاجر ہوں، خدا کی قسم! میں اسے ہر گز واپس نہیں کروں گا۔ عمر یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس عمل سے خالد کے توسط سے پنڈلی توڑوانے کی تلافی کر رہے ہیں اور ان کے دل کو ٹھنڈک پہنچ رہی ہے۔

۱۔ سیرہ طبری، ج ۳، ص ۲۲۰ (ج ۳، ص ۱۹۸)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۵ (ج ۷، ص ۱۳۱، حوادث ۲۱ھ)

۲۔ تاریخ طبری (ج ۲، ص ۶۸، حوادث ۷۱ھ)

۳۔ تاریخ طبری (ج ۳، ص ۲۳، حوادث ۱۳ھ)

تاریخ ابن کثیر میں ہے: خالد کی موت کے بعد عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: خالد پر کئے گئے مظالم سے شرمندہ ہوں۔ وہ کہتے: خدا ابوسفیان (خالد) پر رحم کرے! بے شک ان کے متعلق ہمارا خیال قطعی غلط تھا۔ (۱)

محمد بن سیرین کا بیان ہے: خالد عمر کے پاس پہنچا، اس کے جسم پر ریشمی کپڑا تھا، عمر نے اس سے کہا: خالد! یہ کیا...؟ خالد نے کہا: اسے میں نے پہن لیا تو کون سا برا کام کیا، کیا عبدالرحمن بن عوف ریشمی لباس نہیں پہنتے تھے؟ عمر نے کہا: کیا تو ابن عوف ہے اور گمان کرتا ہے کہ ابن عوف کے لئے جو چیز ہو وہ تیرے لئے بھی ہوں، میں یہاں موجود سب کو حکم دیتا ہوں کہ اس لباس سے جتنا کچھ حاصل کرنا چاہے کر لے۔ ابن سیرین کا بیان ہے: تمام لوگ خالد کے ریشمی کپڑے پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اس کے جسم پر کچھ بھی نہ رہا۔ (۲)

بلاذری نے ان بعض حکام و عمال کے اسامہ قلمبند کئے ہیں جن کے اموال کو عمر بن خطاب نے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا؛ لیجئے ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے:

- ۱۔ ابو ہریرہ دوسی، (بحرین کے والی)؛
- ۲۔ سعد بن ابی وقاص، (کوفہ کے والی)؛
- ۳۔ ابوموسیٰ اشعری، (بصرہ کے والی)؛
- ۴۔ عمرو بن عاص بن وائل سہمی، (مصر کے والی)؛
- ۵۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ؛
- ۶۔ عتبہ بن ابوسفیان (طائف کے والی)؛
- ۷۔ بحرین کا ایک نامعلوم عامل؛
- ۸۔ خالد بن ولید، بعض علاقوں میں ابوبکر کا عامل؛

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۱۷، (ج ۷، ص ۱۳۲، حوادث ۳۱ھ)

۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۱۵، (ج ۷، ص ۱۳۱، حوادث ۳۱ھ)



- ۹۔ ابو بکرہ نفع بن حارث بن کلدہ ثقفی؛
 - ۱۰۔ نافع بن حارث بن کلدہ (ابو بکر کے بھائی)؛
 - ۱۱۔ حجاج بن عتیک ثقفی (فرات کے والی)؛
 - ۱۲۔ جزم بن معاویہ، اخف کے چچا (برسرق کے والی)؛
 - ۱۳۔ بشر بن خثعم، جندی شاہور (ابو اوز کے والی)؛
 - ۱۴۔ ابن غلاف خالد بن حارث، اصفہان کے بیت المال کا عامل؛
 - ۱۵۔ عاص بن قیس بن صف سلمی (مناذر کا والی)؛
 - ۱۶۔ سرہ بن جندب (بازار اہواز کا والی)؛
 - ۱۷۔ نعمان بن عدی بن نعلہ کنعنی، (دجلہ کے دیہی علاقوں کا عامل)
 - ۱۸۔ مجاشع بن مسعود سلمی (زمین بصرہ اور مالیات کا والی)؛
 - ۱۹۔ شبل بن معبد بجلی احمسی (جنگی غنائم کا سردار)
 - ۲۰۔ ابو مریم بن محرش خثعمی (رام ہرمز کے والی)
- متذکرہ بالا افراد کی فہرست ابو الحارث یزید بن قیس نے ان اشعار میں قلمبندی کی ہے اور جسے اس نے عمر بن خطاب کی خدمت میں پیش کیا تھا:

أبلغ أمير المؤمنين رسالة فأنت أمين الله في النهي والأمر
 وأنت أمين الله فينا ومن يكن آميناً لرب العرش يسلم له صدرى
 فلا تدعن أهل الرساتيق والقرى يسفون مال الله في الأدم والوفرى
 فأرسل إلى الحجاج فأعرف حسابه وأرسل إلى جزء وو أرسل إلى بشر
 ولا تنسين النافعين كليهما ولا ابن غلاب من سراة بنى نصر

”میرے پیغام کو امیر المؤمنین تک پہنچا دو کہ آپ امر و نہی میں خدا کے امین ہیں، آپ ہمارے درمیان بھی خدا کے امین ہیں اور جو صاحب عرش کا امین ہو اس کے لئے میرا سیدہ تسلیم ہے، لہذا ان



دیہاتوں اور قصبوں کے افراد کو نہ چھوڑیں جو مال اللہ کو اپنی خوراک اور پوشاک اور جمع آوری میں خرچ کرتے ہیں۔ (اس کے بعد کے اشعار میں حکام کا نام لے کر ان کے اموال کے حساب و کتاب کو قلمبند کیا ہے)۔

ایک شعر میں کہتا ہے:

ولا تدعونی للشهادة اتنی اغیب ولكنی أری عجبی الدهر
 ”ہاں! مجھے گواہی کے لئے طلب نہ کریں کہ میں ان کی غیبت کروں گا، لیکن میں عجائب روزگار کو دیکھ رہا ہوں۔“

۲۱۔ بنی لیث بن کنانہ کی ایک فرد ”حرث بن وہب“ کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا، عمر نے اس سے کہا: ان اونٹوں اور غلاموں کا کیا ہوا جنہیں تم نے سودینار میں فروخت کر دیا تھا؟ اس نے کہا: میں نے انہیں اپنے اخراجات میں صرف کیا پھر اس سے تجارت کی۔ عمر نے کہا: لیکن خدا کی قسم! میں نے تمہیں تجارت کے لئے نہیں بھیجا تھا، اسے جلد میرے حوالے کر دو۔

اس نے کہا: لیکن ہاں! اس کے بعد آپ کے لئے کوئی کام نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا: میں بھی اس کے بعد کوئی کام نہیں لوں گا۔ (۱)

۱۔ فتوح البلدان، ص ۹۰، ۲۲۶، ۳۹۲، (ص ۹۳، ۲۲۱، ۳۷۷)؛ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۵۶، ۲۵۵، (ج ۳، ص ۴۳۷-۴۳۶، حوادث ۱۳ھ، ج ۴، ص ۶۷، حوادث ۷۱ھ)؛ العهد الفرید، ج ۱، ص ۱۸/۲۱، (ج ۱، ص ۳۹)؛ معجم البلدان، ج ۲، ص ۷۵، (صبح الاضی، ج ۶، ص ۳۸۶، ۴۷۷، (ج ۶، ص ۳۸۶، ۴۷۷)؛ شرح ابن ابی اللہ، ج ۱، ص ۵۸، (ج ۳، ص ۱۰۴، (ج ۱، ص ۷۴، ۱۷۲، خطبہ ۳، ج ۱۲، ۳۲، خطبہ ۲۲۳)؛ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۴۴، (ص ۵۸)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸، ۱۱۵، (ج ۸، ص ۱۱۳، (ج ۷، حوادث ۱۳ھ، ص ۹۳، حوادث ۱۷، ۱۳۰، حوادث ۲۱ھ، ج ۸، ص ۱۲۱، حوادث ۵۹ھ)؛ سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ص ۲۲۰، (ج ۳، ص ۱۹۹)؛ تاریخ الخلفاء، ص ۹۶، (ص ۱۳۲)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۲۸۰، (ج ۲، ص ۳۱۴)۔

تبصرہ علامہ امینیؒ

میں نہیں جانتا کہ اگر خلیفہ کے پاس اس بات کی کوئی دلیل تھی کہ یہ اموال مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کئے گئے ہیں تو پھر تمام اموال کو کیوں نہیں ضبط کیا اور اگر ان کے خیال میں یہ اموال انہیں کی ملکیت تھے تو پھر کہاں کی عقلندی ہے کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے حتیٰ ان کے جو توں کو بھی تقسیم کیا جائے اور اس طرح یہ فعل ان کی سیرت کا ایک نمونہ بن جائے۔

سعد بن عبدالعزیز کہتے ہیں: عمر عمار و حکام کے حاصل کئے گئے اموال میں تقسیم کرتے تھے۔ (۱) اور اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی تو انہوں نے لوگوں کے اموال میں دخل اندازی کیوں کی اور ان کے اس دعوے کو کیوں رد کر دیا کہ یہ تجارت کا سود، گھوڑوں کی پیداوار، زراعت کے منافع اور ان کی ملکیت ہے؟

انہوں نے گواہ لانے کا حکم کیوں نہ دیا؟ اور صرف سوء ظن کی وجہ سے ملزم کیوں ٹھہرایا؟! حالانکہ جو مال مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو وہ انہیں کی ملکیت شمار ہوتی ہے، ایسی صورت میں صرف دعویٰ کر دینا ہی قابل قبول نہیں ورنہ پھر مسلمانوں کا بازار ہی ٹھپ ہو جائے گا؟

بظاہر جن صحابہ کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا وہ خلیفہ کی نظر میں ایسے چور تھے جو بدترین چوری کے مرتکب ہوئے تھے، اس لئے کہ اکثر چور صرف ایک، دو یا چند افراد کے اموال کی چوری کرتا ہے لیکن حکم تصنیف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت تمام مسلمانوں کے اموال کی چوری کی مرتکب ہوئی ہے۔

یہ لوگ اس واقعہ سے قبل و بعد مسلمانوں کے نفوس اور ان کے احکام و اموال کے امین تھے، ان میں صرف کچھ افراد ہی تھے جنہوں نے جرمانہ ادا کرنے کے بعد خود کو الگ کر لیا تھا اور عمر کے زیر فرمان نہ تھے۔

میں نہیں جانتا کہ وہ سب چور تھے یا سب کے سب عادل و پرہیزگار۔

۸۶۔ خلیفہ اور اونٹ کی خریداری

انس بن مالک سے مروی ہے: ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تھا تا کہ اسے فروخت کرے، عمر اس کے پاس پہونچے، انھوں نے اونٹوں کو پیر مارنا شروع کیا تا کہ وہ بھڑکیں اور عمر دیکھ سکیں کہ ان کے پیر کیسے ہیں؟

یہ دیکھ کر اعرابی مسلسل کہتا رہا: اے بدتمیز! میرے اونٹوں کو چھوڑ دے۔ آخر میں کہا: میرے خیال میں تو ایک بدتمیز اور بد مزاج آدمی ہے۔

جب اس احمقانہ کام سے فارغ ہوئے تو اونٹوں کو خرید لیا اور کہا: لے چلو اور ان کی قیمت لے لو، اعرابی نے کہا: پہلے میں پالان اور فرش وغیرہ اتار لوں تب لے چلوں گا۔

عمر نے کہا: میں نے ان تمام لوازمات کے ساتھ خریدا ہے لہذا اب یہ ہماری ملکیت ہے۔ اعرابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بدتمیز اور نالائق آدمی ہو۔

اختلاف کے درمیان حضرت علی تشریف لائے، حضرت کو دیکھ کر عمر نے کہا: کیا راضی ہو کہ یہ شخص میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے؟ اعرابی نے کہا: ہاں،۔ چنانچہ پورا واقعہ حضرت سے بیان گیا۔ حضرت نے فرمایا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے شرط لگا دی تھی کہ اونٹوں کو ان کے لوازمات کے ساتھ خریدیں گے تو یہ آپ کی ملکیت ہے ورنہ ان کے لئے مزید قیمت ادا کیجئے؟ یہ سن کر شتر بان نے پالان وغیرہ اتارا اور ہٹانے لگا، عمر نے بھی اونٹوں کی تمام قیمت اعرابی کو ادا کی۔ (۱)

خداوند عالم اس اعرابی کی طرف سے حضرت علی کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ اس دن انھوں نے اس کے لوازمات کی حفاظت فرمائی لیکن کیا خلیفہ محترم اپنی ثقاہت کے ذریعہ اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے

۱۔ کنز العمال، ج ۲، ص ۲۲۱، (ج ۳، ص ۱۳۲، حدیث ۹۹۱۰)؛ منتخب کنز العمال مطبوعہ حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۱، (ج ۲،

تھے؟! ہم اسے منصف مزاج محقق کے علم و کاوش پر چھوڑتے ہیں۔

۸۷۔ بیت المقدس کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

سعد بن میتب سے مروی ہے: ایک شخص نے عمر بن خطاب سے بیت المقدس جانے کی اجازت طلب کی۔ عمر نے کہا: جاؤ سامان سفر تیار کرو اور جانے سے پہلے مجھے باخبر کرو۔ چنانچہ وہ جانے سے پہلے دوبارہ عمر کے پاس آیا تو عمر نے کہا: بیت المقدس کے بجائے عمرہ کے لئے جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی وقت عمر کے پاس سے دو افراد کا گذر ہوا، ان سے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ کہا: بیت المقدس سے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے کوزے سے مارا، پھر کہا: کیا یہ حج ہے حج بیت اللہ کی طرح۔ انھوں نے خوف زدہ ہو کر کہا: ہم اُس طرف سے عبور کر رہے تھے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ

بیت المقدس ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے جن کی زیارت کے لئے سفر کی زحماتیں برداشت کرنی چاہئے اور ان میں زیارت اور نماز پڑھنی چاہئے لیکن خلیفہ کی نگاہوں سے وہ احادیث و روایات قطعی دور ہیں جو رسول خداؐ سے اس سلسلے میں مروی ہیں یا انہوں نے رسول خداؐ سے نہیں سنایا حفظ کرنے سے قاصر رہے یا فراموش کر گئے، اسی لئے اس شخص کو منع کر دیا جو اس کی زیارت کے لئے آمادہ تھا اور ان سے اجازت طلب کر رہا تھا نیز ان دو افراد پر اپنا کوزہ بلند کیا جو اس کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے تھے لہذا انھوں نے خوف سے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم اُس کی طرف سے عبور کر رہے تھے۔ لیجئے اس سلسلے میں واضح روایات کو پڑھ کر خلیفہ کے اقدام پر حیرت کریں:

۱۔ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: لا تشبذ الرجال الا ثلثة مساجد

۱۔ اخبار کبار رزقی، (ج ۲، ص ۶۳): کنز العمال، ج ۷، ص ۵۷، (ج ۱۳، ص ۱۳۶، حدیث ۳۸۱۹۳)

المسجد الحرام، مسجدی هنا والمسجد الاقصیٰ ”تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سامان سفر آمادہ نہ کیا جائے: مسجد الحرام، میری مسجد (مسجد نبوی)، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔ (۱)
ابو ہریرہ کی دوسری روایت ہے: البتہ تین مسجدوں کے لئے سفر کرنا چاہیے: مسجد مکہ، میری مسجد اور مسجد ایلیا۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: ایلیا بیت المقدس کے ایک شہر کا نام ہے، بعض کہتے ہیں: اس سے مراد بیت اللہ ہے۔ ابوعلی طبری کہتے ہیں: بیت المقدس کا نام ایلیا رکھا گیا ہے۔
بقول فرزدق:

و بیتان بیت اللہ نحن ولانہ وقصر یاعلیٰ ایلیا مشرف

”دو گھر خانہ خدا ہیں جن کے ہم والی ہیں اور ایک محل شہر ایلیا کی بلندی پر واقع ہے۔“

۲۔ ابو ہریرہ کے الفاظ میں ایک حدیث حضرت امیر المومنین سے مروی ہے، طبرانی نے اسے نقل کیا ہے۔ (۳)

۳۔ ابو ہریرہ کی پہلی روایت میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے، بزاز نے اسے نقل کیا ہے اور پیشی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ و معتبر ہیں۔ (۴)

انہیں سے ایک دوسری روایت مروی ہے: تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے رخت سفر نہ

۱۔ مسند، ج ۲، ص ۲۳۸، ۲۳۹، (ج ۲، ص ۲۷۳، حدیث ۷۴۸، ۷۴۹، حدیث ۵۳۲، حدیث ۷۶۷۸، صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۳۹۸، حدیث ۱۱۳۲)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۵۳۳، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۲، (ج ۳، ص ۱۸۳، حدیث ۵۱۱، کتاب الحج)؛ سنن دارمی، (ج ۱، ص ۳۳۰، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۸، (ج ۲، ص ۲۱۶، حدیث ۲۰۳۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۳۰، (ج ۱، ص ۴۵۲، حدیث ۱۴۰۹)؛ سنن نسائی، ج ۲، ص ۳۷، (ج ۱، ص ۲۵۸، مصابیح السنن، ج ۱، ص ۴۷، (ج ۱، ص ۲۸۰، حدیث ۴۸۱)؛ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳، البحر الزخار، (مسند بزار)، (ج ۱، ص ۲۹۱، حدیث ۱۸۷)؛ المعجم الکبیر، (ج ۲، ص ۲۷۶، حدیث ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، کتاب الحج)؛ المعجم الاوسط، (ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۸۵۷)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۲، (ج ۳، ص ۱۸۳، حدیث ۵۱۳، کتاب الحج)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۳۳

۲۔ المعجم البلدان، (ج ۱، ص ۲۹۳)

۳۔ المعجم الصغیر، (ج ۱، ص ۱۷۳)؛ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳

<http://fb.com/ranajabirabbas>



۸۔ رسول خدا کی کنیز میمونہ کا بیان ہے: اے رسول خدا! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں فتویٰ دیجئے۔ فرمایا: سرزمین محشر پر جاؤ اور نماز پڑھو، اس مکان مقدس میں نماز پڑھنا ہزار نماز کے مانند ہے۔ میں نے عرض کی: اگر کوئی شخص وہاں جانے کی قدرت و طاقت نہیں رکھتا ہو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: روغن زیتون بھیجوتا کہ اس کے چراغ میں ڈال کر روشن کیا جائے (یعنی چراغ ہدیہ کر دو) جو شخص ایسا کرے گا وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے وہاں موجود ہے۔ (۱)

یہ ان احادیث کا مختصر سا خاکہ ہے جو بیت المقدس اور وہاں نماز پڑھنے کے سلسلے میں مروی ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی۔ خود صحابہ کرام نماز و زیارت کی غرض سے وہاں جاتے تھے۔ (۲)

حافظ ابن عساکر نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے اور اس کا نام ”المستقصى فی فضائل مسجد الاقصیٰ“ رکھا ہے۔

اگر ہم ان احادیث و روایات سے اغماض نظر کر بھی لیں پھر بھی ہر مسجد کے لئے سفر کرنا اور اس کی صعوبتیں برداشت کرنا اولین مباحات میں سے ہے جس کے بارے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے تو پھر مخصوص کوڑے کی بارش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

حدیث میں ہے: اگر کوئی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کے اجر ثواب میں ان قدموں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جو مسجد کی جانب اٹھتے ہیں خواہ دور ہو یا نزدیک۔ (۳)

جی ہاں! ایسا لگتا ہے کہ خلیفہ ان مسجدوں کی آمد و رفت میں آثار رسول کا احیاء دیکھ رہے تھے جو ان کے مخصوص اجتہاد سے میل نہیں کھا رہا تھا (گذشتہ صفحات میں ملاحظہ ہو)۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۲۹، (ج ۱، ص ۴۵۱، حدیث ۱۳۰۷)؛ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۴۳۱

۲۔ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۴

۳۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۸۳، (ج ۲، ص ۴۹۹، حدیث ۶۰۳)



۸۸۔ مجوس کے بارے میں خلیفہ کی رائے

یحییٰ بن سعید نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ مجوسی کے ساتھ کیسے پیش آؤں حالانکہ وہ اہل کتاب بھی نہیں۔

دوسری روایت:

عمر نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیا کروں، یہ سن کر عبدالرحمن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کی طرح پیش آؤ۔

بجاء سے مروی ہے کہ میں مناذر میں جزء بن معاویہ کا فشی تھا، چنانچہ میرے پاس عمر بن خطاب کا خط آیا کہ اپنے علاقہ میں مجوسیوں پر نظر رکھو اور ان سے ٹیکس حاصل کرو اس لئے کہ عبدالرحمن بن عوف نے خبر دی ہے کہ رسول خدا مجوسیوں سے ٹیکس لیتے تھے۔

اسی سے مروی ہے کہ عمر مجوسیوں سے ٹیکس نہیں لیتے تھے پھر عبدالرحمن بن عوف نے گواہی دی کہ رسول خدا مجوسیوں سے ٹیکس لیتے تھے۔ (۱)

علامہ ائینی فرماتے ہیں:

کیا اس شخص پر تعجب و حیرت نہیں جو امور خلافت کا متولی ہوتے ہوئے بھی خلافت کے حساس اور اہم ترین مسئلہ سے ناواقف ہے؟ اس لئے کہ مجوسیوں کا حکم ان اولین چیزوں میں سے ہے جس کی معرفت و شناخت، حکومت اسلامی کے متولی کے لئے بہت ضروری ہے، مالی اعتبار سے بھی اور دینی و سیاسی اعتبار سے بھی۔

کیا آپ کو تعجب نہیں کہ ایسا اہم حکم کئی سال تک نافذ نہیں ہوا پھر عبدالرحمن بن عوف نے اس کی

۱۔ الاموال، ص ۳۲، (ص ۴۰، حدیث ۷۷)؛ موطا مالک، ج ۱، ص ۲۰۷، (ج ۱، ص ۲۷۸، حدیث ۳۲)؛ صحیح بخاری، کتاب فرض الخس باب الجزیہ، (ج ۳، ص ۱۵۱، حدیث ۲۹۸۷)؛ سنن احمد، ج ۱، ص ۱۹۰، (ج ۱، ص ۳۱۲، حدیث ۱۶۶۰)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۹۲، (ج ۳، ص ۱۴۲، حدیث ۱۵۸۶)؛ احکام القرآن، ج ۳، ص ۱۱۳، (ج ۳، ص ۹۲)؛ فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۷۶، (ص ۲۶۶/۲۶۷)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۳۸، ج ۹، ص ۱۸۹؛ مصابیح السنہ، ج ۲، ص ۹۷، (ج ۳، ص ۱۰۹، حدیث ۳۰۷)؛ سیرۃ عمر، ابن جوزی، ص ۱۱۳



گو ابی دی اور ان کی گواہی کے بعد نافذ ہوا؟! اور وہ بھی خلیفہ کی موت سے ایک سال پہلے؟! (۱)
اس بات کا بھی امکان ہے کہ خلیفہ اس مسئلہ اور اس کے مانند بہت سے مسائل سے دوچار ہوں اور عبدالرحمن بن عوف جیسے افراد و اشخاص ان کی دسترس سے دور ہوں کہ وہ ان سے سوال کریں یا خبر دیں تو پھر اُس وقت وہ کیا کرتے ہوں گے؟! اور اگر عبدالرحمن کو ان کی ماں نے جہنم نہ دیا ہوتا تو جناب عمر اپنے احکام میں کس کی طرف رجوع کرتے؟! کون اپنے علم سے ان کو فیضیات کرتا ہوگا؟! وہ لوگوں کے امور و معاملات کے متولی کیسے ہو گئے حالانکہ لوگوں میں ان سے بھی زیادہ جانکار موجود ہیں؟! (۲)

وہ اور امر خلافت کے تمام متولی رسول خدا کے اس ارشاد کے پیش نظر کیا کرتے ہوں گے: من تولی من امر المسلمین شیئاً فاستعمل علیہم رجلاً وہو یعلم ان فیہم من ہو اولی بذلک واعلم منہ بکتاب اللہ وسنة رسولہ فقد خان اللہ ورسولہ وجميع المومنین ”جو بھی مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا متولی ہو اور کسی کو ان کے لئے مقرر کرے درحالیکہ وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے بھی زیادہ مناسب اور کتاب خدا و سنت رسول کا جانکار ہے تو بے شک اس نے خدا، اسکے رسول اور تمام مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے۔“ (۲)

۸۹۔ رجب کے روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

خرشہ بن حر کا بیان ہے: میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو ماہ رجب کا روزہ رکھنے پر مارتے تھے چنانچہ وہ خوف سے افطار کر لیتے تھے۔

عمر کہتے: رجب اور کیا رجب... ماہ رجب ایسا مہینہ تھا جسے جاہلی عہد کے افراد اہمیت دیتے تھے پھر ظہور اسلام کے بعد متروک ہو گیا۔ (۳)

۱۔ مشکاۃ المصابیح ص ۳۳۳، (ج ۲ ص ۴۱۳، حدیث ۴۰۳۵)

۲۔ مجمع الزوائد، حافظ ذہبی ج ۵ ص ۲۱۱

۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۳ ص ۱۰۲)؛ مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۱۹۱؛ کنز العمال، ج ۳ ص ۳۳۱، (ج ۸ ص ۶۵۳، حدیث ۲۳۵۸۰)



تبصرہ علامہ امینیؒ

بے شک غلیفہ کی نظروں سے وہ تمام روایات و احادیث مخفی رہ گئیں جو رسول خداؐ سے ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت میں مختلف جہتوں سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ ماہ رجب کے روزوں کی تشویق و ترغیب اور ان کے بے پناہ اجر و ثواب کے سلسلے میں ارشادات رسولؐ۔

۲۔ رسول خداؐ سے مروی وہ احادیث جو ہرمہینہ کے تین روزوں کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، یہ رجب اور دوسرے مہینوں کو بھی شامل ہیں۔

۳۔ وہ احادیث جو رسول خداؐ سے بالخصوص محترم مہینوں کے روزوں کے بارے میں مروی ہیں ان میں ماہ رجب بھی ہے۔

۴۔ وہ حدیثیں جن میں رسول خداؐ نے پورے سال ایک دن روزہ رکھنے اور دوسرے دن افطار کرنے کی تشویق کی ہے اس میں ماہ رجب بھی شامل ہے۔

لیجئے مندرجہ ذیل روایتیں ملاحظہ کیجئے:

حصہ اول احادیث:

۱۔ عثمان بن حکیم سے مروی ہے: میں نے سعید بن جبیر سے ماہ رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے ابن عباس سے سنا ہے، رسول خداؐ روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ وہ افطار نہیں کرتے اور جب افطار کرتے تو ہم کہتے تھے کہ وہ روزہ نہیں رکھتے۔ (۱)

۲۔ امیر المومنین سے مروی ہے: ماہ رجب وہ عظیم مہینہ ہے جس میں خداوند عالم حسنات کو دو گنا کر دیتا ہے چنانچہ جو شخص ماہ رجب میں ایک دن روزہ رکھتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے پورے سال

۱۔ معجم بخاری، ج ۳، ص ۲۱۵، (ج ۲، ص ۶۹۶، حدیث ۱۸۷۰)؛ معجم مسلم، ج ۱، ص ۳۱۸، (ج ۲، ص ۵۱۳، حدیث ۱۷۹)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۲۶، (ج ۱، ص ۵۳۷، حدیث ۳۰۰۲)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۱، (ج ۲، ص ۳۲۳، حدیث ۲۳۳۰)؛ سنن بیہقی، ج ۴،

۲۹۱؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۳۲۸، (ج ۲، ص ۳۹۱)



روزہ رکھا ہے، سات روزہ رکھنے والے پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، آٹھ روزے رکھنے والے پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جو اس مہینے میں دس روزہ رکھتا ہے وہ خداوند عالم سے جس چیز کی خواہش کرتا ہے اسے عطا کر دیا جاتا ہے اور جو اس مہینے میں پندرہ روزہ رکھتا ہے تو منادی، آسمان میں آواز دیتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کے گزشتہ تمام گناہوں کو بخش دیا ہے، از سر نو عمل کرو اور جو اس میں زیادتی کرتا ہے خدا احسانات میں زیادتی کرتا ہے۔ (۱)

۳۔ ابو ہریرہ سے بطور نسبت مروی ہے: بعد از رمضان، رجب وشعبان کا ایک روزہ کامل ہے۔ (۲)

۴۔ انس بن مالک سے بطور نسبت مروی ہے: جنت میں ایک ایسا محل ہے جس میں ماہ رجب میں روزہ رکھنے والے کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا۔ (۳)

بیہقی نے انس سے نقل کیا ہے کہ جنت میں رجب نامی ایک نہر ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہے، جو ماہ رجب کا ایک روزہ رکھے گا خداوند عالم اسے اس نہر سے سیراب کرے گا۔ (۴)

۵۔ ابن عساکر نے ابوقحافہ سے نقل کیا ہے کہ جنت میں ماہ رجب کے روزہ داروں کے لئے ایک قصر ہے۔ (۵)

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۹۱؛ المغنیۃ: عبد القادر جیلانی، ج ۱، ص ۱۹۸، (ص ۲۷۸)؛ مصباح الظلام، ج ۲، ص ۸۲، (ج ۲، ص ۱۹۹، حدیث ۳۵۶)؛ شعب الایمان بیہقی، (ج ۳، ص ۳۶۸، حدیث ۳۸۰۱)۔

۲۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۹۱؛ المغنیۃ، ج ۱، ص ۲۰۰، (ص ۲۸۱)

۳۔ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۳۱، (ج ۸، ص ۶۵۳، حدیث ۲۳۵۸۲)؛ المغنیۃ، ج ۱، ص ۲۰۰، (ص ۲۸۱)

۴۔ شعب الایمان، (ج ۳، ص ۳۶۷، حدیث ۳۸۰۰)؛ شرح المواہب زرقانی، ج ۸، ص ۱۲۸؛ المغنیۃ، ج ۱، ص ۲۰۰؛ جامع الصغیر،

(ج ۱، ص ۳۵۵، حدیث ۲۳۲۶)؛ شرح جامع الصغیر، منادی، ج ۲، ص ۲۷۰

۵۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۲، ص ۳۳۳، نمبر ۳۰۴)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۲۳۹)؛ شرح المواہب، ج ۸، ص ۱۲۸؛ کنز

العمال، ج ۴، ص ۳۳۱، (ج ۸، ص ۶۵۳، حدیث ۲۳۵۸۱)۔



۶۔ ابو داؤد نے عطاء بن ابی ریحاح سے نقل کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا: کیا رسول خدا ماہِ رجب میں روزہ رکھتے تھے؟ جواب دیا: ہاں اور اسے بہت اہمیت دیتے تھے، تین مرتبہ اس کی تکرار کی۔ (۱)

۷۔ مکحول سے مروی ہے: ایک شخص نے ابو داؤد سے ماہِ رجب کے روزوں کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا: ایسے مہینے کے بارے میں سوال کیا ہے جسے ایامِ جاہلیت میں لوگ اہمیت دیتے تھے اور اسلام نے اس کی فضیلت و بزرگی میں مزید اضافہ کر دیا ہے، جو اس مہینے میں بندگی اور عبادتِ خدا کی غرض سے ایک دن روزہ رکھے، اس کے ذریعہ خدا کے اجر و ثواب کو پیش نظر رکھے اور خالصتاً خدا کی رضایت و خوشنودی کا طلبگار ہو تو اس دن کا روزہ غضبِ الہی کو ختم کرنے کا ذریعہ ہوگا، اس کی وجہ سے اس کے اوپر جہنم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ (۲)

ماہِ رجب کے روزوں کی فضیلت و اہمیت سے متعلق بہت سی احادیث پائی جاتی ہیں خاص طور سے اس مہینے میں جمعرات اور ۲۷ ویں دن کا روزہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

ابی سعید خدری، بسطین رسول (حضرت حسن و حسینؑ)، انس بن مالک، ابو ہریرہ، سلمان فارسی، ابو ذر غفاری، سلاہ بن قیس اور ابن عباس کے طریق سے متذکرہ روایت مروی ہے، جلد اول ملاحظہ ہو، چنانچہ بعض کتابوں میں ان احادیث کو قلمبند کیا گیا ہے۔ (۳)

رفاعی نے بعض احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ طبقاتِ سبکی (۴) میں مذکور ہے کہ شافعی نے روزہ ماہِ رجب کے سلسلے میں مروی حدیث منع کی تصعیف کی ہے، اس کے بعد شافعی نے ”الام القدیم“ سے حکایت کی ہے کہ اس نے کہا: اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے علاوہ پورے مہینے روزہ رکھے تو میری نظر میں کراہت رکھتا ہے اس لئے کہ کہیں جاہل اس کے وجوب کا گمان نہ کرنے لگیں۔

۱۔ شرح المواعظ، ج ۸، ص ۱۲۸، ضوء الشمس، ج ۲، ص ۶۷

۲۔ الفتیہ، ج ۱، ص ۱۹۸، (ص ۲۷۸)

۳۔ الفتیہ، ج ۱، ص ۲۰۵-۱۹۶، (ص ۲۸۳/۲۷۷/۲۸۸/۲۸۹)

۴۔ طبقات الشافعیہ (ج ۳، ص ۱۲، نمبر ۲)



شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں: ماہ رجب کے روزوں کی ممانعت کرنے والا جاہل و اناپڑھ ہے، بلکہ مستحق روزے حرام مہینوں میں منقول ہیں اور وہ مہینے چار ہیں:

۱۔ رجب ۲۔ ذی قعدہ

۳۔ ذی الحجہ ۴۔ محرم

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ ماہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، بعض لوگوں نے دریافت کیا: اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: کیوں کہ یہ مغفرت سے مخصوص ہے، اس میں خون محفوظ رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب ماہ رجب کی پہلی شب آتی ہے تو خداوند عالم فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ با آواز بلند کہیں: جان لو کہ ماہ رجب کا آغاز ہو چکا ہے، خوشابہ حال اس شخص کے جو اس مہینے میں توبہ و استغفار کرے۔

مروی ہے کہ حضرت آدمؑ نے کہا: خدایا! مجھے اپنے رابطے کے لئے محبوب ترین دن اور محبوب ترین اوقات کی نشاندہی فرما۔

فرمایا: میرے نزدیک محبوب ترین دن پندرہویں رجب ہے، جو شخص اس دن روزہ و نماز اور صدقات کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے میں اسے مانگنے والی ہر شے عطا کرتا ہوں اور استغفار کرنے کی صورت میں معاف کر دیتا ہوں۔ اے آدمؑ! اگر کوئی پندرہویں رجب کو حالت روزہ میں صبح کرے، میری یاد میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرے اور اپنے اموال میں سے صدقہ دے تو اس کی جزا جنت ہے۔

جی ہاں چاروں مذاہب کے فقہاء ماہ رجب کے روزوں کے استحباب کا عقیدہ رکھتے ہوئے انھیں مستحب روزے میں شمار کرتے تھے سوائے حنہلیوں کے۔

ان کی نظر میں رجب کے پورے مہینے میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، ہاں! اگر درمیان میں افطار کرے تو کوئی کراہت نہیں۔ (۱)



شاید انہوں نے احیاء العلوم (۱) میں مذکور ایک حدیث کی وجہ سے کہا ہے، اس میں ہے کہ بعض اصحاب رجب کے پورے مہینے کے روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اس لئے کہ کہیں وہ ماہ رمضان سے مشابہ نہ ہو جائے۔

حصہ دوم احادیث:

۱۔ معاذ عدویہ سے منقول ہے: میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا رسول خدا ہر مہینہ تین روزہ رکھتے تھے؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: مہینے کے کون سے دنوں میں؟ جواب دیا: کوئی دن شخص نہیں تھا۔

ابوداؤد اور بیہقی کے الفاظ ہیں: شخص نہیں تھا کہ کس مہینے کے کس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (۲)

۲۔ ابو ذر سے روایت ہے کہ جو شخص ہر مہینہ روزہ رکھتا ہے تو وہ تمام عمر کار روزہ محسوب ہوتا ہے۔

دوسری تعبیر: میرے حبیب نے تین چیزوں کی سفارش و تاکید فرمائی ہے، انشاء اللہ میں کبھی ترک

نہیں کروں گا: نماز عید، سونے سے قبل کی نماز کی تاکید، ہر مہینہ تین روزوں کی تاکید۔ (۳)

۳۔ عثمان بن ابوعاص سے روایت ہے: ہر مہینہ تین دن روزہ رکھنا بہتر ہے۔ (۴)

۴۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے: ماہ رمضان کا روزہ صبر ہے اور ہر مہینہ میں روزہ رکھنا روزہ دنیا

ہے۔

۱۔ احیاء العلوم، ج ۱، ص ۲۳۳، (ج ۱، ص ۲۱۳)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۲۱، (ج ۲، ص ۵۲۰، حدیث ۱۹۴، کتاب الصیام)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۳۷، (ج ۳، ص ۱۳۵، حدیث ۷۶۳)؛

سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۳، (ج ۲، ص ۳۲۸، حدیث ۲۳۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۳، (ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۱۷۰۹)؛ سنن

بیہقی، ج ۳، ص ۲۹۵، مشکاة المصابیح، ج ۱، ص ۱۷۱، (ج ۱، ص ۶۳، حدیث ۲۰۳۶)

۳۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۳۶، (ج ۳، ص ۱۳۵، حدیث ۷۶۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۲، (ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۱۷۰۸)؛ سنن

نسائی، ج ۳، ص ۲۱۸، (ج ۲، ص ۱۳۳، حدیث ۲۷۱۲)؛ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۹)؛ جامع

الاصول، (ج ۷، ص ۲۲۶، حدیث ۲۲۸۶)؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۲، ص ۳۹۳، حدیث ۳)۔

۴۔ صحیح ابن خزيمة، (ج ۳، ص ۳۰۱، حدیث ۲۱۲۵۲)؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۲۱۹، (ج ۲، ص ۳۹۳، حدیث ۲۷۱۹)؛ الترغیب والترہیب،

ج ۲، ص ۱۳، (ج ۲، ص ۸۳، حدیث ۱۳)

انہیں سے مروی ہے کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی سفارش کی ہے:

۱۔ ہر مہینہ میں تین روزہ..... (۱)

۵۔ ابودرداء سے مروی ہے: میرے حبیب نے تین باتوں کی سفارش کی ہے، میں اپنی زندگی میں

اسے ہرگز ترک نہیں کر سکتا: ۱۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا.... (۲)

۶۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بطور مرفوع منقول ہے: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا تمام عمر کا

روزہ ہے۔

دوسری تعبیر: کیا تیرے لئے ہر مہینے میں تین دن روزے کافی نہیں ہیں۔

تیسری تعبیر: تیرے لئے ہر مہینے کے تین روزے کافی دوانی ہیں۔

چوتھی تعبیر: کیا میں تمہیں تمام عمر دنیا کے روزوں کی رہنمائی کروں، وہ ہر مہینہ میں تین روزہ ہے۔

پانچویں تعبیر: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔ (۳)

۷۔ قرہ بن ایاس سے روایت ہے: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا تمام عمر دنیا کا روزہ ہے۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۲۲۰، (ج ۲، ص ۶۹۹، حدیث ۱۸۸۰): صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۰۰، (ج ۲، ص ۱۶۳، حدیث ۸۵): سنن داری، ج ۲، ص ۱۸: مسند احمد، ج ۲، ص ۲۶۳، (ج ۲، ص ۵۱۷، حدیث ۵۴۳۳): سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۴۶، (ج ۳، ص ۱۳۳، حدیث ۷۶۰): سنن نسائی، ج ۲، ص ۲۱۸، (ج ۲، ص ۱۳۳، حدیث ۲۷۱۶): الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۰، (ج ۲، ص ۱۴۰، حدیث ۱): سنن بیہقی، ج ۳، ص ۴۹۳: تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۳۰

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۰۰، (ج ۲، ص ۱۶۳، حدیث ۸۶، کتاب صلاۃ المسافرين): الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۰، (ج ۲، ص ۱۴۰، حدیث ۲)

۳۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۲۱۹، (ج ۲، ص ۶۹۸، حدیث ۱۸۷۷): صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۲۰، (ج ۲، ص ۵۱۳، حدیث ۱۸۱): سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۰، (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۲۳۲۷): سنن نسائی، ج ۳، ص ۲۱۰/۲۱۵، (ج ۲، ص ۱۲۸/۱۳۲، حدیث ۲۶۹۹/۲۷۰۹): الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۰

۴۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۲، (ج ۶، ص ۱۲، حدیث ۱۹۸۵۱): مسند بزار، (ج ۵، ص ۲۱۵): المعجم الکبیر، (ج ۱۹، ص ۲۶، حدیث ۵۳): الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۸، ص ۴۱۳، حدیث ۳۶۵۳): الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۱۴۱، حدیث ۶): الجامع الخیر، ج ۲، ص ۷۸، (ج ۲، ص ۱۰۲، حدیث ۵۰۵۲)

۸۔ ابن عباس سے روایت ہے: ماہ رمضان کا روزہ صبر ہے اور ہر مہینے کے تین روزے انسان کے سینے سے وحشت کو ختم کرتے ہیں۔

حافظ منذری ”الترغیب“ میں لکھتے ہیں: بزاز نے اس کی روایت کی ہے، تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں، ابن حبان اور احمد وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔ (۱)

۹۔ عمر بن شریح سے بطور مرفوع منقول ہے: کیا میں تمہیں اس بات کی خبر دوں جو سینے کے خوف و ہراس کو ختم کر دیتی ہے: وہ ہر مہینہ کا تین روزہ ہے۔ (۲)

۱۰۔ ابی عقرب سے بطور مرفوع: ہر مہینے تین دن روزہ رکھو۔ (۳)

۱۱۔ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا ہر مہینے کی شروعات میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ (۴)

۱۲۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں: رسول خدا ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے۔ (۵)

۱۳۔ ام سلمہ سے مروی ہے: رسول خدا ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے، حصہ سے بھی یہی تعبیر روایت کی گئی ہے۔ ام سلمہ سے دوسرے الفاظ مروی ہیں کہ رسول خدا امر فرماتے کہ ہر مہینے تین دن روزہ رکھوں۔ (۶)

۱۔ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۷)؛ مسند احمد، (ج ۶، ص ۳۹۹، حدیث ۲۲۵۶۱)؛ الاصحاح فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۱۳، ص ۳۹۸، حدیث ۶۵۵۷)؛ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۲۹۳)؛ مسند بزاز، (ج ۲، ص ۲۷۱، حدیث ۶۸۸)۔

۲۔ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۰۸، (ج ۲، ص ۱۲۶، حدیث ۲۶۹۳)؛ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۱۲۲، حدیث ۱۱)

۳۔ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۲۵، (ج ۲، ص ۱۳۸، حدیث ۲۷۴۳۰)؛ مسند احمد، (ج ۶، ص ۳۹۹، حدیث ۲۲۵۶۱)

۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۲، (ج ۲، ص ۳۲۸، حدیث ۲۳۵۰)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۳۳، (ج ۳، ص ۱۱۸، حدیث ۷۴۲)؛ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۰۲، (ج ۲، ص ۱۲۲، حدیث ۲۶۷۷)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۲۹۳؛ مشکاة المصابیح، ص ۱۷۲، (ج ۱، ص ۵۶۳، حدیث ۲۰۵۸)

۵۔ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۱۹، (ج ۲، ص ۱۳۳، حدیث ۲۷۴۳۱)؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۲۱۸، (ج ۲، ص ۶۹۸، حدیث ۱۸۷۷)؛

۶۔ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۰۳، (ج ۲، ص ۱۳۶، حدیث ۲۷۴۷۷)؛ سنن بیہقی، (ج ۴، ص ۲۹۵)؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۲، (ج ۲، ص ۲۰۲)

مسند احمد، (ج ۶، ص ۳۹۹، حدیث ۲۲۵۶۱)؛ مشکاة المصابیح، ج ۱، ص ۱۷۲، (ج ۱، ص ۵۶۳، حدیث ۲۰۵۸)

ان تمام باتوں سے قبل ائمہ حدیث نے خود عمر سے مرفوعاً نقل کیا ہے: ہر مہینے تین روزے رکھنا تمام عمر دنیا کے روزے کے مانند ہیں۔ (۱)

حصہ سوم احادیث:

۱۔ باہلی سے بطور مرفوع مروی ہے کہ ماہ صبر (ماہ رمضان) میں روزہ رکھو اور حرام مہینوں میں بھی۔ دوسرے الفاظ ہیں: حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو۔

تیسرے الفاظ ہیں: ماہ حرام میں روزہ رکھو اور اسے ترک کرو، تین مرتبہ تکرار فرمائی۔ (۲)
۲۔ انس سے بطور مرفوع منقول ہے: جو شخص حرام مہینوں میں تین دن ”جمعرات، جمعہ، سنچر“ کو روزہ رکھے تو اس کے نامہ اعمال میں دو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (۳)
۳۔ سنن ابوداؤد میں مذکور ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: حرام مہینوں میں روزہ رکھو، رجب ان میں سے ایک ہے۔ (۴)

حصہ چہارم احادیث:

۱۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے بطور مرفوع مروی ہے کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین روزے، روزہ داؤد اور محبوب ترین نمازیں نماز داؤد ہے۔ جناب داؤدؑ آدھی رات کو سونے اور آدھی رات قیام میں بسر

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۲۱، (ج ۲، ص ۵۲۰، حدیث ۱۹۶/۱۹۷، کتاب الصیام): سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۰، (ج ۲، ص ۳۲۱، حدیث ۲۳۲۵): سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۰۹، (ج ۲، ص ۱۲۶، حدیث ۲۶۹۵): التزئیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱، (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۵): مشکاة الصالح، ج ۱، ص ۱۷۱، (ج ۱، ص ۵۶۲، حدیث ۲۰۳۲)

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۱، (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۲۳۲۸): سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۳۰، (ج ۱، ص ۵۵۳، حدیث ۱۷۳۱): سنن بیہقی، (ج ۳، ص ۲۹۲): المواہب الدنیہ، (ج ۳، ص ۳۷۵): شرح المواہب زرقانی، ج ۸، ص ۱۷۷

۳۔ احیاء العلوم، ج ۱، ص ۲۳۳، (ج ۱، ص ۲۱۲): الجامع الصغیر، (ج ۲، ص ۶۱۳، حدیث ۸۷۸۵)

۴۔ سنن ابی داؤد، (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۲۳۲۸/۲۳۳۰): المواہب الدنیہ، (ج ۳، ص ۳۷۵): شرح صحیح مسلم نوادی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الباری، ج ۵، ص ۱۵۰، (ج ۸، ص ۳۹)

کرتے تھے، وہ ایک دن کھاتے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔

دوسری عبارت: روزہ داؤد کی طرح روزہ رکھو، یعنی ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن کھاؤ۔

اس حدیث کے مختلف الفاظ و تعبیریں ہیں، صحاح و مسانید میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱)

۲۔ مسلم و نسائی نے اپنی سندوں سے عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو شخص ایک دن روزہ

رکھے دوسرے دن افطار کرے، وہ کیا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ داؤد کا روزہ ہے۔ (۲)

حصہ پنجم احادیث:

۱۔ ابو امامہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ایسے امر کا حکم فرمائیں جس کی وجہ

سے خداوند عالم مجھے فائدہ پہنچے۔ فرمایا: روزہ رکھو، اس لئے کہ اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ (۳)

۲۔ ابو سعید سے بطور مرفوع مروی ہے: جو شخص خدا کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو خدا اس کی

صورت کو ستر سال آتش جہنم سے دور رکھتا ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۳۱۷، (ج ۱، ص ۳۸۰، حدیث ۱۰۷۹)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۱۹/۳۲۱، (ج ۲، ص ۵۱۴/۵۲۰، حدیث ۱۸۱/۱۸۳، حدیث ۱۹۳/۱۹۶)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۲۸، (ج ۳، ص ۱۴۰، حدیث ۷۷۰)؛ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۵۵/۲۵۷، (ج ۲، ص ۳۱۷، حدیث ۷۸۵/۶۸۷، حدیث ۳۳۹، حدیث ۷۵۸)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۴۰؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۸۳، (ج ۲، ص ۳۲۷، حدیث ۲۳۳۸)؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۲۱۵/۲۰۹، (ج ۲، ص ۱۱۸/۱۲۳، حدیث ۲۶۸۱/۲۶۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۳، (ج ۱، ص ۵۲۶، حدیث ۱۷۱۲/۱۷۱۳)؛ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۲۹۶/۲۹۹)؛ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۲/۳۶/۳۷، (ج ۲، ص ۱۲۲، حدیث ۱۲، حدیث ۱۳۱/۱۲۹، حدیث ۶۱)؛ مشکاة المصابیح، ص ۱۷۱، (ج ۱، ص ۵۶۲، حدیث ۲۰۵۴)۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۲۱، (ج ۲، ص ۵۲۱، حدیث ۱۹۶، کتاب الصیام)؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۲، ص ۱۲۶، حدیث ۲۶۹۵)؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۶۵، (ج ۲، ص ۹۲، حدیث ۲۵۳۳/۲۵۳۰)؛ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۱۴، (ج ۲، ص ۸۵، حدیث ۲۱)؛ تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۳۲۱، (ج ۲، ص ۳۸۲، حدیث ۴)۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۱۸، (ج ۲، ص ۵۱۰، حدیث ۱۶۸، کتاب الصیام)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۸۳، (ج ۳، ص ۵۰۴، حدیث ۱۱۳۸۱)؛ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۱۷۳؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۷۳، (ج ۲، ص ۹۷، حدیث ۲۵۵۸/۲۵۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۵، (ج ۱، ص ۵۲۸، حدیث ۱۷۱۷)؛ مصابیح الزیہ، ج ۱، ص ۱۳۵؛ مشکاة المصابیح، (ج ۱، ص ۵۶۵، حدیث ۲۰۶۲)۔

۳۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع منقول ہے: راہ خدا میں ایک دن روزہ رکھنے والے کی صورت کو خداوند عالم ستر سال آتش جہنم سے دور رکھتا ہے۔ (۱)

۴۔ عبد اللہ بن سفیان ازدی سے بطور مرفوع روایت ہوئی ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ ماہ خدا میں روزہ رکھے مگر یہ کہ خداوند عالم اس کے سبب سو سال تک اسے آتش جہنم سے محفوظ رکھتا ہے۔ (۲)

ان میں ان روایتوں کو بھی شامل کر لیں جن کا اطلاق ماہ رجب کے روزوں کو شامل ہے انہیں میں بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزوں کے بارے میں مروی احادیث بھی ہیں۔

بعض روایات اتوار اور جمعرات کے روزوں سے مربوط ہیں تمام سال۔ (۳)

میرے خیال میں ان تمام احادیث کے بعد اس روایت کی کوئی اہمیت نہیں جسے ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے ماہ رجب کے روزوں کی ممانعت کی ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر یہ ان متواتر روایتوں کے مخالف ہے جو ماہ رجب کے روزوں کے استحباب اور ان کی تشویق و ترغیب کے سلسلے میں مروی ہیں، چنانچہ مذاہب اربعہ نے بھی اس کا فتویٰ دیا ہے، پھر کیسے اس روایت پر اعتماد کر لیا جائے اور خود داؤد بن عطار کی حیثیت بھی ضعیف ہے۔

احمد اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کچھ ہے ہی نہیں۔ (۴)

۱۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۴۵، (ج ۴، ص ۱۴۳/۱۴۴، حدیث ۱۶۲۲/۱۶۲۳)؛ سنن نسائی، ج ۴، ص ۱۷۲، (ج ۲، ص ۹۷، حدیث ۲۵۵۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۵، (ج ۱، ص ۵۳۸، حدیث ۱۷۳۱)؛ مشکاۃ المصابیح، ص ۱۷۲، (ج ۱، ص ۵۶۵، حدیث ۲۰۶۳)؛ تاریخ بغدادی، ج ۴، ص ۸۔

۲۔ المعجم الکبیر، (ج ۸، ص ۱۹۸، حدیث ۷۸۰۶)؛ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۱۹۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۲۱۹، (ج ۲، ص ۶۹۹، حدیث ۱۸۸۰)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۲۲/۳۲۱، (ج ۲، ص ۵۲۲/۵۲۰، حدیث ۱۹۳/۱۹۸)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۹؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۸۰/۲۸۳، (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۲۳۲۶، ص ۳۲۵، حدیث ۲۳۳۶)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۳۳۳/۳۳۲، (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۷۴۵، ص ۱۲۳، حدیث ۷۴۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۲/۵۲۹، (ج ۱، ص ۵۵۳، حدیث ۱۷۰۹/۱۷۰۷)؛ سنن نسائی، ج ۴، ص ۲۲۳/۲۲۱، (ج ۲، ص ۱۳۳/۱۳۹، حدیث ۲۷۱۲)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۲۹۴؛ الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۰/۳۷، (ج ۲، ص ۱۲۶/۱۲۳)۔

۴۔ العلل و معرقتہ الرجل، (ج ۲، ص ۴۷، نمبر ۱۵۰۹)۔

ابو حاتم کہتے ہیں: یہ روایت قطعی ضعیف ہے۔ (۱)
بخاری اور ابوزرعہ کہتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔ (۲) نسائی کا بیان ہے: یہ ضعیف ہے۔ دارقطنی
اسے متروک کہتے ہیں۔

ابن حبان (۳) کہتے ہیں: وہ بہت زیادہ مشک کرتا تھا اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا
اس لئے کہ اس سے بہت زیادہ خطائیں اور لغزشیں سرزد ہوتی تھیں۔ (۴)
سندی شرح سنن ابن ماجہ میں لکھتے ہیں: یہ شخص ضعیف ہے اور علمائے رجال اس کے ضعف اور عدم
اعتبار پر متفق ہیں۔ (۵)

زرقانی کی نظر میں ”یہ حدیث صحیح نہیں ہے“ اس لئے کہ اس کا راوی ضعیف اور متروک ہے۔ (۶)
اس روایت کو صرف ابن ماجہ نے نقل کیا ہے جس پر متن حدیث کا محقق ذرا بھی توجہ نہیں کر سکتا،
ابو الحجاج ہذلی کہتے ہیں: جن احادیث کی ابن ماجہ نے تمنا روایت کی ہے وہ ضعیف ہیں۔ (۷)
ان تمام باتوں کے بعد میں یہ نہیں جانتا کہ وہ لوگوں کو اتنا کیوں مارتے تھے کہ بے چارے کھانے
اور افطار کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور ان کے اس قول کا مقصد و مطلب کیا ہے کہ ”رجب اور کیا رجب
ہاں! رجب وہ مہینہ ہے جسے جاہلی عہد کے لوگ اہمیت دیتے تھے جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو اس نے
اسے متروک کر دیا۔“ (۸) آپ خلیفہ کے اس قول پر غور و فکر کریں۔

۱۔ البحر والحدیث، (ج ۳، ص ۳۲۱، نمبر ۱۹۱۹)

۲۔ تاریخ الکبیر، (ج ۳، ص ۲۳۶، نمبر ۸۳۶)

۳۔ کتاب الحج وین، (ج ۱، ص ۱۸۹)

۴۔ تہذیب التہذیب، (ج ۹، ص ۵۳۱، (ج ۹، ص ۳۶۹)

۵۔ شرح سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۵۳۱)

۶۔ شرح المواہب زرقانی، (ج ۸، ص ۱۲۷)

۷۔ تہذیب التہذیب، (ج ۹، ص ۵۳۱، (ج ۹، ص ۳۶۹)؛ المواہب اللدنیہ، (ج ۳، ص ۳۷۵)؛ ارشاد الساری، (ج ۵، ص ۱۳۸)

۸۔ (ج ۳، ص ۶۰۸)؛ شرح المواہب زرقانی، (ج ۸، ص ۱۲۷)

۸۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۳، ص ۱۰۲)؛ مجمع الزوائد، (ج ۳، ص ۱۹۱)؛ کنز العمال، (ج ۳، ص ۳۲۱، (ج ۸، ص ۶۵۳، حدیث ۲۳۵۸۰)

۹۰۔ قرآن کے مشکل سوالات میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ سلمان بن یسار سے منقول ہے: صبیح نامی شخص مدینہ میں داخل ہوا اور مشاہدات قرآن کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا، چنانچہ عمر بن خطاب نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا اور پہلے ہی سے درخت خرما کے دو شاخ مہیا کر لئے، جب وہ آیا تو پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں بندہ خدا صبیح ہوں۔ یہ سنتے ہی درخت خرما کی شاخ اٹھا کر مارا اور کہا: میں بندہ خدا عمر ہوں۔

اس کے بعد اس کے سر و صورت پر اتنا مارا کہ سر سے خون جاری ہو گیا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! بس کافی ہے میرے سر میں موجود ساری چیزیں رخصت ہو گئیں (یعنی میری عقل)۔

عبداللہ کے آقا نفع سے منقول ہے: صبیح عراقی مسلمانوں کے مجمع میں قرآن مجید کی آیتوں کے بارے میں سوال کرتا ہوا مصریہو نچا، عمرو عاص نے اسے عمر کے پاس بھیج دیا، جب عمرو کافر ستادہ خط کے ساتھ آیا اور عمر نے اسے پڑھ لیا تو پوچھا: وہ شخص کہاں ہے؟ کہا: وہ اونٹ پر ہے۔ عمر نے کہا: دیکھو اگر وہ چلا گیا تو میں تمہیں دردناک سزا دوں گا۔ اُسے لایا گیا۔

عمر نے کہا: تو فتنہ و فساد کے لئے سوالات کرتا ہے۔ اس کے بعد تروتازہ چھڑی منگوائی اور اس کی پیٹھ اور ہاتھ پر مارنا شروع کر دیا پھر اسے چھوڑ دیا، جب وہ صحیح ہوا تو اسے پھر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مجروح ہو کر بیہوش ہو گیا، انہوں نے اس کی صحت و سلامتی کے لئے پھر چھوڑ دیا، جب دوبارہ اذیت دینے کے لئے بلایا تو صبیح گڑ گڑانے لگا: اگر مارنا ہی چاہتے ہو تو مجھے قتل کر ڈالو اور اگر چاہتے ہو کہ دوا کرو تو خدا قسم! میں صحیح ہو گیا ہوں۔

یہ سن کر عمر نے اپنے وطن عراق واپس جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا: کسی کو بھی اس شخص کے ساتھ رفت و آمد اور ہم نشینی کا حق حاصل نہیں۔

جب اس بے چارے پر تنہا زندگی سخت ہونے لگی تو ابو موسیٰ نے عمر کو لکھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے اور اس کی توبہ بہتر ہے۔ نوشتہ پڑھنے کے بعد عمر نے لکھا: ہاں! اب لوگ اس کے ساتھ رفت و آمد اور ہم نشینی کر سکتے ہیں۔

سائب بن یزید سے منقول ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس آیا، وہاں لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! ہم نے ایک جوان کو دیکھا ہے جو قرآن مجید کی مشکل تاویلات کے بارے میں سوال کرتا ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: خدا یا! مجھے اس پر مسلط فرما۔ چنانچہ انھیں ایام میں جب عمر لوگوں کے ہمراہ بیٹھ کر ناشتہ کر رہے تھے، ایک شخص آیا، اس کے سر پر علامہ صفدی بندھا ہوا تھا۔

اس سے برجستہ کہا: اچھا تو ہے وہ شخص....؟ پھر اٹھ کر اس کے پاس آئے اور اس کی کلائی پکڑ کر مسلسل مارتے رہے یہاں تک کہ اس کا عمامہ گر گیا، انھوں نے کہا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر تجھے گنج پاتا تو میں تیرا سر بدن سے جدا کر دیتا۔

پھر لوگوں کی جانب رخ کر کے کہا: اسے لباس پہناؤ اور اونٹ پر سوار کر کے باہر کر دو تا کہ اپنے وطن واپس چلا جائے۔ پھر ایک خطیب اٹھ کر کہنے لگا کہ صبیح نے علم طلب کیا اور مرتکب خطا ہوا، وہ بے چارہ ہمیشہ کے لئے اپنی قوم میں بدنام ہو گیا پھر ہلاک ہو گیا حالانکہ وہ اپنی قوم کا بزرگ تھا۔ انس سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے صبیح کوئی کو قرآن مجید سے مربوط مسئلہ پر کوڑا مارا، جس کی وجہ سے اس کی پشت خون آلود ہو گئی۔

زہری سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے حروف قرآن کے بارے میں سوال کرنے کی وجہ سے اسے اتنا مارا کہ پشت سے خون جاری ہو گیا۔ (۱)

غزالی کا بیان ہے: عمر نے ہی بحث و جدل کے باب کو بند کر دیا اور صبیح کو اس وقت کوڑا مارا جب اس نے کتاب خدا کی دو آیتوں کے تعارض کے بارے میں سوال کیا تھا، انہوں نے اسے ترک کر دیا اور لوگوں کو ترک کرنے پر مجبور کیا۔ (۲)

۱۔ سن داری، ج ۱، ص ۵۵، ۵۴، تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۳۸۴، (ج ۲۳، ص ۳۱۱، نمبر ۲۸۴۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۳۶)؛ سیرۃ عمر ابن ابن جوزی، ص ۱۰۹، (ص ۱۱۷)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۳۲؛ اتقان سیوطی، ج ۵، ص ۵، (ج ۳، ص ۷)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۲۸، ۲۲۹، (ج ۲، ص ۳۳۱، حدیث ۴۱۶۱)؛ درمنثور، ج ۶، ص ۱۱۱، (ج ۷، ص ۶۱۳)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۱۷، (ج ۸، ص ۲۱۱)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۳۵، (ج ۲، ص ۲۸۸)۔

۲۔ احیاء العلوم، ج ۱، ص ۳۰، (ج ۱، ص ۲۸)



۲۔ ابو عدیس سے مروی ہے کہ ہم عمر کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص نے آ کر ان سے سوال کیا: اے امیر المؤمنین! الجوار الكنس کیا ہے؟ یہ سنتے ہی عمر نے اتنے زور سے کوڑا مارا کہ اس کے سر پر موجود عمامہ گر گیا اور کہا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر تجھے گنہگار دیکھتا تو سر کو تیرے بدن سے ضرور الگ کر دیتا۔ (۱)

۳۔ عبد الرحمن سے منقول ہے: ایک شخص نے عمر سے ”فاکھة وابا“ کے بارے میں سوال کیا، یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے کوڑے سے اس پر حملہ کر دیا۔ (۲)

تبصرہ علامہ امینیؒ

میرے خیال میں درخت خرما کی شاخیں، تیز و تند زبان اور خلیفہ محترم کا مخصوص کوڑا ہی ہر اس انسان کا آخری ہتھیار ہوتا ہے جو علم و معارف سے بے بہرہ اور ناواقف ہوتا ہے۔

چنانچہ اس کی طرف خلیفہ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ نہيْنَا عَنْ التَّكْلِفِ ”ہمیں تکلف اور پریشانیوں میں گرفتار ہونے کی ممانعت کی گئی ہے“۔ یہ اس آسان سوال کے جواب میں کہا تھا جس سے ایک عام عرب واقف ہے، اور وہ کلمہ ”اب“ کا مطلب ہے جس کی خود قرآن کی اس آیت کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہے ”مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا مَقَامَكُمْ“ (۳)

میں نہیں جانتا کہ دانشور اور سوال کرنے والے کس عنوان کے تحت خون آلودگی اور دردناک عتاب کے مستحق صرف اس لئے ہوتے کہ انہوں نے مشکلات قرآن سے عدم واقفیت یا معافی لغت کے مخفی رہنے کی بناء پر سوال کیا لیکن یہ ایسی بات نہیں جو کفر والہاد کا موجب بنے لیکن افسوس کہ جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۲۹، (ج ۲، ص ۳۳۳، حدیث ۴۱۷۱)؛ درمنثور، ج ۶، ص ۳۲۱، (ج ۸، ص ۳۳۳-۳۳۲)

۲۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۳۰، (ج ۱۳، ص ۲۷۱)؛ درمنثور، ج ۶، ص ۳۱۷، (ج ۸، ص ۳۲۲)

۳۔ ص ۳۲۸



شاید اسی کوڑے کی برکت تھی کہ لوگ علم و دانش اور ترقی سے محروم رہے، چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ابن عباس جیسی شخصیت بھی خوف کی وجہ سے خلیفہ سے آیہ مبارکہ ﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ﴾ (۱) کے متعلق سوال نہ کر سکی۔ ابن عباس کا بیان ہے: مکتب سنتین ارید ان اسال عمر بن الخطاب عن حدیث ما منعی منہ الاهیة ”میں دو سال سے سوچ رہا تھا کہ عمر بن خطاب سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں لیکن خوف نے مجھے سوال کرنے سے باز رکھا“۔ (۲)

ابن عباس ہی کہتے ہیں: مکتب سنة وانا ارید ان اسال عمر بن الخطاب رضوان الله عليه عن آية فلا استطیع ان اساله هیبة ”میں ایک سال سے سوچ رہا تھا کہ عمر بن خطاب سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں لیکن خوف کی وجہ سے نہیں پوچھ سکا“۔ (۳)

۹۱۔ عدم الوقوع چیز کے متعلق سوال کے بارے میں خلیفہ کی رائے

مشکلات قرآن کے سلسلے میں اس انوکھے اجتہاد کے ساتھ ساتھ عدم الوقوع چیز کے سوال کے بارے میں خلیفہ کی مخصوص رائے اور ذاتی اجتہاد کا بھی اضافہ کر لیں، وہ ایسے سوال کی سختی سے ممانعت کرتے تھے۔

طاوؤس کا بیان ہے: عمر نے منبر سے کہا: میں ایسے شخص کے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا جو واقف نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال کرے، اس لئے کہ خداوند عالم نے صرف انھیں چیزوں کو بیان کیا ہے جو واقع ہوئی ہیں۔ (۴)

۱۔ تحریم ۴: ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، حافظہ ثانی ج ۵ ص ۸۔ ثعلبی اپنی تفسیر ج ۹ ص ۳۳۸ پر اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ مبارکہ ﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ﴾ نازل ہوئی تو میں نے رسول خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا: صالح المومنین علی بن ابی طالب“ ملاحظہ ہو: الفدریح ص ۶۸۳

۲۔ کتاب العلم، ابو عمر ص ۵۶ (ص ۱۳۵ ج ۶۶۳)

۳۔ سیرۃ عمر، ابن جوزی ص ۱۱۸ (ص ۱۲۶)

۴۔ سنن دارمی، ج ۱ ص ۵۰: جامع بیان العلم، ج ۱ ص ۱۴۱، (ص ۳۷۲، حدیث ۱۸۰۸)



اور کہا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو واقع نہیں ہوئی ہے، بے شک خداوند عالم نے انھیں چیزوں کے بارے میں حکم فرمایا ہے جو واقع ہوئی ہیں۔
 اور کہا: اگر تم نے عدم الوقوع چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو میں تمہارے ساتھ بڑی سختی سے پیش آؤں گا اس لئے کہ جو چیزیں واقع ہوئی ہیں ہمیں صرف انہیں سے سروکار ہے۔
 ایک دن ایک شخص نے ابن عمر کے پاس آ کر ایک چیز کے بارے میں سوال کیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے؟

ابن عمر نے کہا: ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی ہیں، میں نے سنا ہے کہ عمر ایسے شخص پر لعنت کرتے تھے جو عدم الوقوع چیزوں کے بارے میں سوال کرتا تھا۔ (۱)
 اور اس طرح یہ لعنت تمام بزرگ صحابہ کو شامل ہو گئی چنانچہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ عدم الوقوع شی کے سوال کا جواب نہیں دیں گے۔

یہ ابی بن کعب ہیں، ایک شخص نے ان سے پوچھا: اے ابوالمہدی! اس کے اور اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے لڑکے! جس شی کے بارے میں سوال کیا، کیا وہ واقع ہوئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ کہا: تو پھر اس کے واقع ہونے تک انتظار کرو تا کہ ہم خود اس کی تحقیق کر لیں پھر تمہیں اطلاع دیں گے۔ (۲)

مسروق کا بیان ہے: ہم ابی بن کعب کے ہمراہ راستہ چل رہے تھے کہ ایک جوان نے پوچھا: اے چچا! اس کے اور اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ابی نے کہا: بھتیجے! کیا یہ واقع ہوا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو پھر مجھے اس وقت تک معاف رکھو جب تک واقع نہ ہو جائے۔ (۳)

۱۔ سنن دارمی، ج ۱، ص ۵۰؛ کتاب جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۳۳، (ص ۳۶۹، حدیث ۱۷۹۳)؛ مختصر جامع بین العلم، ص ۱۹۰، (ص ۳۲۶، حدیث ۲۳۲)؛ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۲۵، (ج ۱۳، ص ۲۶۶)؛ کنز العمال، ج ۲، ص ۱۷۲، (ج ۳، ص ۸۳۹، حدیث ۸۹۰۶)

۲۔ سنن دارمی، ج ۱، ص ۵۶

۳۔ سنن دارمی، ج ۱، ص ۵۶

۹۲۔ حدیث سے خلیفہ کی ممانعت

مشکلات قرآن اور عدم الوقوع چیز کے بارے میں سوال جیسی بدعتوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسری بدعت کا اضافہ کر لیں جو ان دونوں سے بھی زیادہ شرمناک ہے اور وہ ہے: ”حدیث رسولؐ اور اسے زیادہ بیان کرنے سے متعلق خلیفہ کی ممانعت اور اس کی وجہ سے صحابہ کو زد و کوب کرنا۔“

قرط بن کعب کا بیان ہے: جب عمرؓ ہمیں عراق روانہ کر رہے تھے تو چند قدم چھوڑنے کے لئے آئے اور کہا: جانتے ہو میں تمہیں رخصت کرنے کے لئے یہاں کیوں آیا ہوں؟

ہم نے کہا: ہاں ہماری اہمیت اجاگر کرنے کے لئے۔ کہا: اور (اس لئے کہ) تم لوگ ایسے دیہات کے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو قرآن مجید کا ایسا زمرہ کرتے ہیں جیسے شہد کی کھیاں، لہذا نقل حدیث کے ذریعہ ان کے اس کام میں مداخلت نہ کرنا، انہیں اس کام میں مشغول رکھنا اور رسول خداؐ کی حدیثیں کم بیان کرنا، اس عمل میں تمہارا شریک ہوں۔

جب قرط بن کعب وہاں پہنچا تو لوگوں نے کہا: ہم سے حدیث رسولؐ بیان کریں۔ اس نے کہا: عمرؓ نے اس کی ممانعت کی ہے۔ (۱)

ابو عمر کے الفاظ ہیں: قرط کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے رسول خداؐ کی ایک بھی حدیث بیان نہیں کی۔

طبری کے الفاظ ہیں: عمرؓ کہتے تھے کہ قرآن کو الگ رکھو، اس کی تاویل و تفسیر نہ کرو اور رسول خداؐ کی روایتیں نقل نہ کرو، میں اس میں تمہارا شریک کار ہوں۔ (۲)

ابو موسیٰ کو عراق روانہ کرتے وقت عمرؓ نے کہا: تم ان لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو مسجدوں میں قرآن مجید کا اس طرح زمرہ کرتے ہیں جس طرح شہد کی کھیاں جھنسناتی ہیں، لہذا انہیں اپنی حالت پر

۱۔ سنن دارمی، ج ۱، ص ۸۵؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۶، (ج ۱، ص ۱۲، حدیث ۲۸)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۱۰۲، (ج ۱، ص ۱۸۳، حدیث ۳۲۷)؛ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۲۰، (ص ۳۳۷، حدیث ۱۶۹۰)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷، (نمبر ۲)

۲۔ تاریخ طبری، (ج ۳، ص ۲۰۳، حوادث ۲۳)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۲، (ج ۱، ص ۹۳، خطبہ ۲۲۳)

چھوڑا اور انھیں احادیث کے ذریعہ مشغول نہ کرو، میں اس کام میں تمہارا شریک ہوں۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب سے حدیث کی ممانعت کافی مشہور ہے۔ (۱)

طبرانی نے ابراہیم بن عبد الرحمن سے نقل کیا ہے کہ عمر نے تین لوگوں کو قید کر دیا: ابن مسعود، ابو داؤد اور ابو مسعود انصاری۔ اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں، وہ لوگ ان کی موت تک قید خانے میں پڑے رہے۔ (۲)

مستدرک حاکم میں ہے: عمر نے ابن مسعود، ابو داؤد اور ابو ذر سے کہا: ”کیا حدیث رسول، حدیث رسول کی رٹ لگا رکھی ہے، اس کی کیا اہمیت ہے؟“۔ پھر میرے خیال میں عمر نے ان لوگوں کو مدینہ بلا کر مقید کر دیا یہاں تک کہ وہ خود ہی ہلاک ہو گئے۔ (۳)

جمال الدین خفی کے الفاظ ہیں: عمر نے ابن مسعود، ابو ذر و ابو ذر کو محبوس کر دیا یہاں تک کہ خود ہی ہلاک ہو گئے اور کہا: یہ حدیث رسول کیا ہے؟ پھر لکھا: اور یہ بھی مروی ہے کہ عمر نے ابن مسعود اور ابو ذر سے کہا: یہ حدیث کیا ہے؟ میرے خیال میں عمر نے ان لوگوں کو اپنی موت تک مقید رکھا۔

جمال الدین کا بیان ہے کہ اسی طرح وہ ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ پیش آئے یعنی ان کو بھی نقل حدیث کے جرم میں مقید کر دیا جب کہ یہ لوگ ان کے نزدیک عادل و پرہیزگار تھے۔ (۴)

عمر نے ابو ہریرہ سے کہا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ حدیث رسول نقل کرنا چھوڑ دو ورنہ پھر میں زمین دوس میں جلا وطن کر دوں گا۔ (۵)

عمر نے کعب الاحبار سے کہا: حدیث رسول بیان کرنا ترک کر دو ورنہ میں تمہیں زمین بوزینہ سے ملحق

۱۔ البدایہ النہایہ، ج ۸، ص ۱۰۷، (ج ۸، ص ۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۷، (نمبر ۲): مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۳۹

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۱۱۰، (ج ۱، ص ۱۹۳، حدیث ۳۷۴)

۴۔ المستدرک، ج ۱، ص ۲۵۹، (ج ۲، ص ۳۸۰)

۵۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۲، ص ۱۹۲): کنز العمال، ج ۵، ص ۲۳۹، (ج ۱۰، ص ۲۹۱، حدیث ۲۹۴۷۲): البدایہ والنہایہ، ج ۸،

۱۰۶، (ج ۸، ص ۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

کردوں گا۔ (۱)

ذہبی نے ابی سلمہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا: کیا عمر کے عہد میں بھی اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے؟ کہا: اگر ان کے زمانے میں بھی ایسے ہی حدیث بیان کرتا تو وہ اپنے مخصوص اور خطرناک کوڑے سے زد و کوب کرتے۔ (۲)

ابو عمر نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ جس طرح میں نے تو لوگوں سے حدیث بیان کی ہے اگر اسی طرح عہد عمر میں بیان کرتا تو وہ کوڑے مارتے۔ (۳)

زہری کے الفاظ ہیں: جس طرح میں نے تم لوگوں کے سامنے حدیث بیان کی ہے اگر عہد عمر میں بیان کرتا تو خدا کی قسم! ان کے دردناک کوڑے سے مجروح ہونا یقینی تھا۔

ابن وہب کے الفاظ ہیں: بے شک جو احادیث بیان کر رہا ہوں اگر وہ عمر کے سامنے بیان کرتا تو خدا کی قسم! وہ سر کو زخمی کر دیتے۔ (۴)

اس واقعہ کے بعد شعبی کا بیان ہے کہ میں دو یا ڈیڑھ سال تک ابن عمر کے پاس بیٹھا رہا لیکن میں نے اُس سے صرف ایک ہی حدیث رسول سنی۔ (۵)

سائب بن یزید کا بیان ہے: میں مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے سعد بن مالک کا ہمسفر تھا، اس دوران اس سے ایک بھی حدیث نہیں سنی۔ (۶)

ابو ہریرہ کہتے ہیں: عمر کے زمانے میں ہمیں اتنی بھی جرأت نہیں تھی کہ کہیں: رسول خداؐ نے فرمایا ہے، پھر وہ مر گئے۔ (۷)

۱۔ البدلیہ والتہابیہ، ج ۸، ص ۱۰۶، (ج ۸، ص ۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷

۳۔ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۱۲۱، (۳۲۸، حدیث ۱۶۹۳)

۴۔ البدلیہ والتہابیہ، ج ۸، ص ۱۰۷، (ج ۸، ص ۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

۵۔ سنن دارمی، ج ۱، ص ۸۲؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۵، (ج ۱، ص ۱۱، حدیث ۲۶)

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۶، (ج ۱، ص ۱۲، حدیث ۲۹) ۷۔ البدلیہ والتہابیہ، ج ۸، ص ۱۰۷، (ج ۸، ص ۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)۔



تبصرہ علامہ امینیؒ

کیا خلیفہ کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ظواہر قرآن لوگوں کو سنت سے بے نیاز نہیں کر سکتے اور سنت، قرآن سے ہرگز جدا نہیں ہے، یہ دونوں حوض کوثر پر ایک ساتھ رسول خداؐ سے ملاقات کریں گے، لوگ قرآن ہی کی طرح سنت کے بھی محتاج ہیں بلکہ ادزاعی اور مکحول کے مطابق لوگوں کو قرآن سے زیادہ سنت کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ساری باتیں خلیفہ کو معلوم نہیں تھیں؟! (۱)

یابہ کہ جب انھوں نے دیکھا کہ بعض لوگ رسول خداؐ کی طرف جھوٹی اور جعلی حدیثوں کی نسبت دے کر سنت کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں اور یہ صحیح بھی تھا اسی لئے انہوں نے رسولؐ پر افترا پر دازی کرنے والے جسور کو مزادینے اور ان کے ان گناہ آلود ہاتھوں کو قطع کرنے کا ارادہ کیا جو سنت برخلاف سر پرکارتھے۔ تو پھر اگر ایسا یاد دیا ہوتا تو ابوذر غفاریؓ جیسے صادق جن کی صداقت زباں زد خاص دعاء تھی بقول رسولؐ: مَا أَظْلَسَ الْخَضِرَاءُ وَالْأَقْلَسَ الْغُبَرَاءُ عَلٰی رَجُلٍ أَصْدَقَ لِهَجَّةِ بْنِ أَبِي ذَرٍّ ”آسمان نے سایہ نہیں کیا، زمین نے پھل نہیں اگائے ایسے انسان کے لئے جو ابوذر غفاریؓ سے زیادہ سچا ہو“ (پریہ سختی کیوں؟!)-(۲)

یا عبد اللہ بن مسعودؓ جسے راز دار رسولؐ جن کا علم قرآن سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع تھا انہوں نے حلال قرآن کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا اور دین خدا و سنت رسولؐ کے فقیہ (پریہ سختی کیوں؟!)-(۳) یا پھر ابوذرؓ جیسے بزرگ صحابی اور رسول خداؐ کے رفیق (پر قید و بند کی زندگی کیوں برداشت کی)۔ (۴) یہ عظیم شخصیتیں مرگ خلیفہ تک بغداد میں مقید رہیں، کیوں انھوں نے مسلمانوں کے اجتماع میں ایسے عظیم صحابہ کی بے حرمتی اور اہانت کی اور کیوں انھیں لوگوں کی نظروں میں ذلیل کیا؟! (۵)

۱۔ جامع بیان العلم، ج ۲، ۱۹۱، (ص ۴۲۹، حدیث ۲۰۷۱، ۲۰۷۲)

۲۔ المسند رک علیؓ، ج ۳، ص ۳۳۲، ۳۳۳، (ج ۳، ص ۳۸۵، حدیث ۵۳۶۰، ص ۳۸۷، حدیث ۵۳۶۷)

۳۔ المسند رک علیؓ، ج ۳، ص ۳۱۲، ۳۱۵، (ج ۳، ص ۳۵۳، حدیث ۵۳۶۲، ص ۳۵۷، حدیث ۵۳۸۰)

۴۔ المسند رک علیؓ، ج ۳، ص ۳۳۷، (ج ۳، ص ۳۸۱، حدیث ۵۴۵۰)

کیا جعل سازوں میں ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ سرفہرست تھے جو تہدید و عتاب اور قید خانے کے مستحق قرار پائے؟! جی ہاں! یہ سب وقتی اور سیاسی نظریہ تھا جس نے امت پر علوم و معارف کے دروازے بند کر کے انھیں جہل و نادانی اور خواہشات نفسانی کی گہری کھائی میں گرا دیا، ممکن ہے خلیفہ نے اس کا ارادہ نہ کیا ہو لیکن یہ طے ہے کہ انھیں کی وجہ سے یہ دن دیکھنے کو آیا اور اس طرح انھوں نے مشکلات کی گرفتاری میں اپنا دفاع کیا اور انھیں کے وسیلے سے اپنے آپ کو مشکل مسائل سے نجات دلایا۔

امت مسلمہ کو علم قرآن سے منع کرنا، ان کو کتاب خدا کے عظیم معانی و مطالب اور حیات آفرین اسباق جیسے علم و ادب، دین و سیاست، اجتماع اور تاریخ و اخلاق سے دور رکھنا، باب تعلیم و تربیت کو بند کرنا، عدم الوقوع چیزوں کے احکام کے حصول کی ممانعت کرنا، واقعہ کے وقوع سے قبل دین خدا پر عمل پیرا ہونے کی ممانعت کرنا، علم الحدیث کے حصول کی مخالفت کرنا اور لوگوں کے درمیان اس کی نشر و اشاعت کی سخت ترین مخالفت وغیرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم سوچنے پر مجبور ہیں کہ بے چاری امت کس مفید علم اور حکمت کے سہارے ام عالم کے سامنے ترقی کا پرچم نصب کرے، کس کتاب و سنت اور روش زندگی کو پیش نظر رکھ کر کائنات پر حکومت کرنے کا خواب دیکھے؟!

لہذا خلیفہ کی اس سیرت و روش نے امت مسلمہ، ان کے علوم و معارف اور ان کی شرافت و بزرگی اور ترقی پر کاری ضرب لگائی ہے، چاہے خلیفہ اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔

چنانچہ انہیں موضوعات سے مربوط ہے: تحریر سنن کی حدیث؛ لیجئے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے:

۹۳۔ تحریر سنن کا واقعہ

عروہ سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے سنتوں کو لکھنے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے اصحاب رسولؐ سے سوال کیا، انہوں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ یہ نیک کام ضرور کریں۔ عمر نے اس سلسلے میں ایک مہینہ خدا سے استخارہ کیا اور ایک دن یہ کام کرنے پر کمر بستہ ہو گئے، انہوں نے کہا: بے شک میں روایتوں اور سنت رسولؐ کو لکھنا چاہتا ہوں، لیکن جب گذشتہ اقوام و ملل کی تاریخ پڑھی تو



دیکھا کہ تم میں سے بعض لوگوں نے کتاب لکھی اور اسی میں مشغول ہو گئے اور کتاب خدا کو بالکل ہی چھوڑ دیا، لیکن خدا کی قسم! میں خدا کی کتاب کو ہرگز ہرگز کسی چیز سے مخلوط نہیں کروں گا۔ (۱)

بعض افراد خلیفہ کے اس عمل کی پیروی کرتے ہوئے تحریر سنن کی ممانعت کے معتقد ہو گئے جب کہ شارع مقدس کی مسلمہ سنت کے برخلاف ہے۔ (۲)

۹۴۔ کتابوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

ان چاروں واقعات: شکلات قرآن کا واقعہ، عدم الوقوع چیز کے سوال کا واقعہ، حدیث رسول کا واقعہ اور سنن رسول کی تحریر کا واقعہ کے ساتھ ساتھ کتابوں اور تالیفات کے بارے میں خلیفہ کے اجتہاد کا بھی اضافہ کر لیں۔

ایک مسلمان نے عمر کے پاس آ کر کہا: ہم نے شہداء اُن کی فتح کے دوران چند کتابیں حاصل کی ہیں جن میں عجمی علوم اور حیرت انگیز کلام موجود ہیں، یہ سنتے ہی عمر نے اپنا کوڑا منگوایا اور اس بے چارے کو مارنا شروع کر دیا پھر قرائت کی: ﴿نحن نقص عليك احسن القصص﴾۔ (۳)

وہ کہتے: تجھ پر افسوس! کیا کتاب خدا سے بہتر حکایت ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تم سے قبل افراد اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے علماء کی کتابوں پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں اور توریت و انجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بوسیدہ ہو گئیں اور ان میں موجود علوم نیست و نابود ہو گئے؟

دوسری صورت:

عمر بن میمون نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا، اس نے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۰۶، (ج ۳، ص ۲۸۷) مختصر جامع بیان العلم، ص ۳۳، (ص ۶۲، حدیث ۵۸)

۲۔ سنن داری، ج ۱، ص ۱۲۵؛ المسند رک علی الصحن، ج ۱، ص ۱۰۶-۱۰۳، (ج ۱، ص ۱۸۷-۱۸۹، حدیث ۳۵۹-۳۵۷)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۳۶، (ص ۷۸-۷۷، حدیث ۶۳۶)

۳۔ یوسف، ۳

کہا: اے امیر المومنین! فتح مدائن کے وقت چند کتابیں دستیاب ہوئیں جن میں حیرت انگیز کلام و گفتار مذکور ہیں، عمر نے کہا: کیا وہ کتاب خدا سے متعلق ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، یہ سنتے ہی اپنا کوزہ منگوا لیا اور اسے مارنا شروع کر دیا اور ان آیات کی تلاوت کرنے لگے:

﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾۔ (۱)

پھر کہا: بے شک تم سے قبل لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کیوں کہ انھوں نے علماء کی کتابوں پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں اور توریت و انجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بوسیدہ ہو گئیں اور تمام علوم و معارف ختم ہو گئے۔

عبدالرزاق (۲) نے ابن ضریس سے نے فضائل قرآن میں اور عسکری نے الواعظ میں ذکر کیا ہے کہ خطیب نے ابراہیم ثعنی سے نقل کیا: کوفہ میں ایک شخص تھا جو دانیال نبی کی کتابوں کی تحقیق میں مصروف تھا کہ عمر کا خط پہنچا: اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ جب ذہ عمر کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنا کوزہ بلند کر کے اس کے سر پر مارا اور اس آیت کی تلاوت کی: ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ.....﴾۔ عمر نے پوچھا: سمجھے قرآن کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے چھوڑ دیجئے، خدا کی قسم! میں ان کتابوں کا ایک حرف بھی نہیں رکھوں گا، سب کو نذر آتش کر دوں گا اس اقرار کے بعد عمر نے اسے چھوڑ دیا۔ (۳)

ابوالفرج موطی (متوفی ۲۴۸ھ) کی کتاب ”مختصر الدول“ کی عبارت ہے:

”یحییٰ غاماطی زندہ رہا یہاں تک کہ عمر وعاص نے شہر اسکندریہ فتح کر لیا، وہ عمرو وعاص کے پاس پہنچا، عمرو کو اس کی علمی جلالت و منزلت کی قدرے معرفت حاصل تھی، اس نے اس کا کافی احترام و اکرام کیا، اس نے ان منطقی کلمات کو سنا جن سے عرب قطعی نامانوس تھے اس لئے اس کا شیدائی بن گیا۔

۱۔ یوسف ۲۱۱

۲۔ المصنف عبدالرزاق، (ج ۶، ص ۱۱۴، حدیث ۱۰۱۱۶)

۳۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۰، (۱۱۶)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۵۹،

(ج ۱، ص ۳۷۲، حدیث ۱۶۳۲)

عمر و چونکہ ایک چالاک، خوش طبع اور صحیح الفکر انسان تھا اس لئے وہ اس کا ملازم بن گیا اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا، ایک دن بچی نے اس سے کہا: بے شک آپ اسکندریہ کے خزانوں اور محصولات پر حاکم ہیں اور ان میں موجود ہر چیز پر مہر لگا دی ہے، لہذا جو چیزیں آپ کے لئے مفید ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن جو چیزیں آپ کے لئے مفید نہیں ہیں انہیں آپ ہمیں عنایت فرمائیں تاکہ ہم ان سے استفادہ کریں۔

عمر نے پوچھا: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی تمہیں ضرورت ہے؟ اس نے کہا: شاہی خزانے میں موجود فلسفی کتابیں۔ عمر نے اس سے کہا: تم نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جس کے متعلق عمر کی اجازت کے بغیر حکم صادر کرنا ممکن نہیں ہے۔

عمر وعاص نے عمر کو خط لکھا اس میں بچی کا باتیں خصوصیت سے تحریر کی۔

عمر نے خط ملتے ہی جواب میں لکھا: اور ہاں! جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہیں تو کتاب خدا میں وہ چیزیں ہونے کی وجہ سے ان کتابوں کی قطعی ضرورت نہیں اور اگر ان کتابوں میں موجود مطالب کتاب خدا کے مخالف ہیں تو پھر ان کتابوں کی کوئی حاجت نہیں لہذا انھیں نیست و نابود کر دو۔

جیسے ہی عمر وعاص کو عمر کا خط ملا، اس نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کروایا کہ انھیں نذر آتش کر دیا جائے، چنانچہ چھ مہینے تک ان کتابوں کے وسیلے سے حماموں کو گرم رکھا گیا۔ اس واقعہ کو ملاحظہ فرمائیے اور حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطے لگائیے۔

مطلی کے اس کلام کو جرجی زیدان نے تمدن اسلام میں تفصیل سے تحریر کر کے حاشیہ پر لکھا ہے: بیروت کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخوں میں ان تمام جملوں کو حذف کر دیا گیا ہے، کیوں؟ میں نہیں جانتا۔ (۱)

عبد اللطیف بغدادی (متوفی ۶۲۹ھ) ”الافادہ والا اعتبار“ میں لکھتے ہیں:

نیز میں نے اس محل کے ستونوں کے اطراف میں کچھ باقی ماندہ نشانوں کو بھی دیکھا جن میں کچھ صحیح و سالم اور بعض شکستہ تھے اور اس کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کبھی مسقف بھی رہا ہوگا، یہ ستون چھت کو محفوظ رکھے ہوئے تھے، میں نے اس بڑے حال کو بھی دیکھا جن میں ارسطاطالیس اور اس کے شاگرد و پیروکار درس و تدریس کرتے تھے، وہ خانہ معلم تھا جسے اسکندر نے شہر اسکندر یہ کی بنیاد کے وقت تعمیر کروایا تھا، اس میں کتابخانہ تھا جسے عمرو عاص نے عمر بن خطاب کے حکم سے جلا ڈالا۔ (۱)

واقعہ کی تفصیل:

قاضی اکرم جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) اپنی کتاب ”تراجم حکماء“ (کے خطی نسخے) (۲) میں یحییٰ نحوی کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”یحییٰ نحوی کی زندگی میں عمرو عاص نے مصر و اسکندر یہ کو فتح کیا، وہ عمرو کے پاس آیا، عمرو کو اس کی علمی جلالت اور اعتقادی منزلت کی معرفت تھی لہذا اس نے اس کا کافی احترام و اکرام کیا اور اس کے لئے خاص طور سے ایک مکان آراستہ کروایا۔

ابطال تثلیث سے متعلق اس کی باتیں سن کر سخت متعجب ہوا اور بے ثباتی دنیا سے مربوط اس کے اقوال نے اس کا بری طرح شیدائی بنادیا، نیز منطقی دلائل و براہین اور فلسفی الفاظ و کنایات بھی سنے جن سے عرب قطعی نامانوس تھے، چونکہ عمرو ایک ہوشمند، چالاک اور سلیم الفکر انسان تھا اس لئے اس نے اس کا ساتھی بن کر اس سے جدا نہ ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ایک دن یحییٰ نے کہا: تم اسکندر یہ کے تمام محصولات پر مسلط ہو اور ان پر اپنی مہر لگا دی ہے لہذا جو چیزیں تمہارے منفعت کی ہیں اسے اپنے پاس رکھ لو لیکن جن چیزوں میں تمہارے لئے فائدہ نہیں ہے اسے ہمارے حوالے کر دو، حکم دو کہ ہم انہیں الگ کر لیں۔

عمرو نے پوچھا: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی تم کو ضرورت ہے؟

۱۔ الا فادۃ والاعتبار، ص ۲۸، (ص ۱۳۲)

۲۔ ۱۹۷۷ھ کا خطی نسخہ اور اکتب الخدیویہ میں موجود ہے ملاحظہ ہو تاریخ تمدن اسلامی، ج ۳، ص ۴۲، (جلد ۱۱، ص ۶۳۵)۔

اس نے کہا: شاہی خزانے میں موجود فلسفی کتابیں اور رسائل، جن پر تم نے تسلط حاصل کر لیا ہے، ہمیں ان کی ضرورت ہے مجھے یقین ہے کہ ان میں تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں۔

عمر و نے پوچھا: ان کتب و رسائل کو کس نے جمع کیا ہے، اس کا اصل واقعہ کیا ہے؟
یجی نے بیان کرنا شروع کیا:

”بطولو داس فیلا دلفوس نامی شخص اسکندریہ کے تخت بادشاہت پر براجمان ہوا، وہ علم و علماء کا دوست دار اور علمی کتابوں کا شیدائی تھا۔

اس نے علمی کتابوں کو جمع کرنے کا حکم دیا اور الگ سے اخراجات بھی معین کئے، ابن زہرہ (زمیرہ) نامی شخص کو اس کا متولی مقرر کر کے اسے کتابوں کی تحصیل کی توثیق و ترغیب دلائی، چنانچہ اس نے بھی بحسن و خوبی اپنا عہدہ سنبھال کر تھوڑی مدت میں پچاس ہزار ایک سو بیس (۵۰۱۲۰) کتابیں جمع کر لیں۔

جب بادشاہ ان کتابوں کی جمع آوری اور مقدار رقم کی حقیقت سے باخبر ہوا تو اس نے زمیرہ کو بلا کر پوچھا: کیا تمہاری نظر میں روئے زمین پر علمی کتابیں ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس نہیں؟
زمیرہ نے کہا: جی ہاں! سندھ، ہندوستان، فارس، جرجان، ارمینہ، بابل اور موصل میں ایسی کتابیں ہیں جو ہمارے پاس موجود نہیں۔

بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اس نے کہا: تم تحصیل کتب کا کام جاری رکھو۔ چنانچہ وہ شخص کتاب کی جمع آوری کرتے ہوئے فوت ہو گیا اور یہ کتابیں اس طرح مصون و محفوظ رہیں جو شخص بھی اس کا متولی مقرر ہوتا ان کتابوں کے سلسلے میں خصوصی اہتمام کرتا یہاں تک کہ ہمارا عہد آ گیا۔

عمر و عاص نے تمام واقعہ سن کر یجی کی باتوں کو مبالغہ پر محمول کیا، اس نے کہا: میرے لئے ممکن نہیں کہ عمر بن خطاب کے اجازت کے بغیر تمہارے لئے کوئی حکم صادر کروں۔

چنانچہ اس نے عمر کو خط لکھا، اس میں تمام باتیں رقم کر کے پوچھا کہ ان کتابوں کا کیا کروں؟ عمر نے جواب میں لکھا: جن کتابوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے اگر وہ کتاب خدا کے مخالف ہیں تو ان کی ہمیں کوئی

ضرورت نہیں ہے، لہذا انھیں نیست و نابود کر دو۔ خط کا جواب ملتے ہی عمرو عاص نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حمام میں تقسیم کر کے انھیں جلانے کا کام شروع کر دیا۔

اس وقت اسکندریہ میں موجود حماموں کا ذکر نہیں کیا جاسکتا میرے ذہن میں محفوظ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ان کتابوں کی وجہ سے چھ مہینے تک وہاں کے حمام گرم رہے، علم و ثقافت کے اس واقعہ کو سننے اور تعجب کیجئے۔

ابن ندیم ”فہرست“ (۱) میں کتابخانہ کے واقعہ نذر آتش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسحاق راہب نے اپنی تاریخ میں حکایت کی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہوں میں جب بطولو ماوس فیلا ولفوس تخت پر بیٹھا تو اس نے علمی کتابوں کی تلاش میں کافی جدوجہد کی اور اس کی ذمہ داری زیرہ نامی شخص کے سپرد کی۔

لوگوں کے مطابق اس نے پانچ ہزار ایک سو تیس (۵۱۲۰) جلد کتابیں جمع کیں اور بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! اس کے باوجود بھی سندھ، ہندوستان، فارس، جرمان، ارمان، بابل اور موصل وغیرہ کی کتابیں باقی رہ گئیں ہیں۔

اس کتابخانہ کا موسس بطلیموس اول وہی شخص ہے جس نے اسکندریہ کے معروف مدرسہ کی رداق کے نام سے بنیاد ڈالی اور اس میں اس عہد کے فلسفہ، ریاضیات، طب، حکمت، آداب اور ہیئت وغیرہ جیسے تمام علوم کو جمع کیا۔

یہ مدرسہ قصر شاہی سے متصل تھا، اس کے فرزند بطلیموس دوم کی اس کے باپ کی موت کے دو سال قبل ۲۸۵ھ میں بیعت کی گئی، اُس وقت اس کی عمر ۲۴ سال کی تھی اس کی مدت حکومت ۳۸ سال تھی۔ یہ بھی اپنے باپ کی سیرت و روش پر قائم رہتے ہوئے علم اور صاحبان علم کا شیدائی تھا، اس نے بھی اسکندریہ کے کتابخانہ اور کتابوں کی جمع آوری پر خصوصی توجہات مرکوز رکھی۔ (۲)

۱۔ فہرست، ابن ندیم، ص ۳۳۳، (۳۰۱)

۲۔ الکافی فی تاریخ مصر، ج ۱، ص ۲۱۰-۲۰۸



خلیفہ کی یہ رائے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے والے تمام شہروں اور ملکوں کے لئے عام تھی۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں: جب مسلمانوں نے فارس کے شہروں کو فتح کیا اور وہاں کی کتابیں نظروں سے گذریں تو سعد بن ابی وقاص نے عمر بن خطاب کو خط لکھ کر پوچھا کہ ان کتابوں کا کیا کروں؟ کیا انھیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں؟

عمر نے جواب میں لکھا: انھیں دریا برد کرو اگر ان میں ہدایت ہے تو خداوند عالم نے بہتر انداز میں ہماری ہدایت کر دی ہے اور اگر وہ کتب ضلال ہیں تو چہ بہتر۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے۔

چنانچہ ان کے حکم سے ان کتابوں کو دریا برد یا نذر آتش کر دیا گیا اور اس طرح فارس کے علوم و معارف تباہ و برباد ہو گئے۔ (۱)

ایک دوسری جگہ اہل اسلام اور ان کے علوم کے متعلق لکھتے ہیں: انہوں نے فتح شدہ تمام شہروں کی کتابیں جلا کر تباہ و برباد کر دیں۔ (۲)

ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: علوم بہت زیادہ ہیں اور بنی نوع انسان کے حکماء بھی بہت زیادہ ہیں، جو علوم و معارف ہم تک نہیں پہنچے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں لہذا فارس کے علوم و معارف جنہیں عمر نے فتح کے موقع پر نیست و نابود کرنے کا حکم دیا تھا کہاں گئے!؟ (۳)

تبصرہ علامہ امینیؒ

ایسا کوئی نظریہ نہیں کہ گذشتہ افراد کی کتابیں بطور مطلق ممنوع ہوں، خاص طور سے جب وہ کتابیں علمی، صنعتی، فلسفی، اخلاقی، طبی، فنی، ریاضی جیسے علوم پر مشتمل ہوں، ان کتابوں میں پیغمبروں سے منسوب

۱۔ کشف الظنون، ج ۱، ص ۴۳۶، (ج ۱، ص ۶۷۹)

۲۔ کشف الظنون، ج ۱، ص ۲۵، (ج ۱، ص ۳۳، مقدمہ)

۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۱، ص ۳۲، (ج ۱، ص ۵۰)



کتابیں خصوصیت کی حامل ہیں جیسے دانیال نبی، اگر یہ نسبت صحیح ہو اور ان میں تحریف نہ کی گئی ہو تو یہ قطعی ممنوع نہیں ہو سکتیں۔ ہاں! اگر جھوٹا دعویٰ کرنے والے باطل رہبروں اور منسوخ شدہ دین کی گمراہ کن کتابیں ہوں یا ان میں ایسے اعتراضات مذکور ہوں جو اسلامی اصول و مہمانی کے برخلاف ہوں تو ان میں سے ایسے افراد کے لئے غور و فکر کرنا حرام ہے جو ان کے جواب اور ان کی تحقیق سے قاصر و عاجز ہوں۔ ایسی کتابوں کو نذر آتش کرنا یا دریا برد کرنا ضروری ہے، لیکن اگر کسی کے پاس استدلال و براہین اور دفاع کی صلاحیت ہو تو ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے ان میں غور و فکر کرنا افضل ترین عبادت ہے۔

اس سلسلے میں قرآن احسن قصص اور ان کتابوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے جو مفید علم و حکمت اور ایسے موضوعات کی حامل ہوں جن میں بنی نوع بشر کو فائدہ پہنچ سکتا ہے یا ان میں ایسے علوم و معارف ہوں جن سے بنی نوع انسان بھرپور طریقہ سے استفادہ کر سکے اگرچہ قرآن مجید کے مطالب و مفاہیم ان کتابوں سے کہیں زیادہ عمیق و دقیق ہیں لیکن انسان کا ذہن اس یقین کے باوجود کہ ہر خشک و تر اور ہر چھوٹی بڑی شے قرآن کے دامن میں محفوظ ہے، پھر بھی اس کتاب کے مطالب اور اعلیٰ ترین مقاصد تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔

لہذا ان کتابوں میں غور و فکر کرنے کی ممانعت کرنا انسانوں کے اوپر عظیم ظلم و جنایت اور انھیں علوم و معارف سے دور بہت دور لے جانے کا حربہ ہے اور اس سلسلے میں کوڑوں کی بارش کرنا اسلام کے عالمی قانون سے سازگاری نہیں رکھتا، نہ قرآن کے اعتبار سے اور نہ ہی حدیث کے اعتبار سے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اسکندریہ کے اس علمی خزانے کو نذر آتش کرنے اور انہیں عجمی شہروں میں منتشر کرنے سے مسلمانوں کو کتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کا ہدایت و ضلالت سے قطعی کوئی ربط نہیں تھا جیسا کہ خلیفہ نے فارس کی کتابوں کے بارے میں تصور کیا۔ یہ کتابیں قرآن مجید کی مخالفت یا موافقت سے بھی مربوط نہیں تھیں جیسا کہ خلیفہ نے اسکندریہ کے کتابخانے کے بارے میں سوچا۔

ہاں! اگر مسلمان اس علمی دولت سے بہرہ مند ہو جاتے تو ان کی ترقی میں یقیناً معاون ثابت ہوتا۔

جی ہاں! خلیفہ کا یہ نفرت آمیز عمل علوم و معارف میں عقب نشینی اور دنیا میں تنگدستی و بدنامی کا سبب بنا جو اسلام و عربیت سے ملحق ہو گیا، تحقیق و جستجو کرنے والے افراد نے اس عمل کو وحشت آمیز اور ظلم و خیانت خیال کر کے اسے ایک جاہل کا عمل بتایا ہے، ہم اس کا حکم عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں۔

علاوہ بریں اگر خلیفہ چاہتے تو ان کتابوں سے اجتماع بشریت سے مربوط مفید باتوں کو نکال کر کفر و الحاد سے تعلق رکھنے والے مطالب کو نابود کر دیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا اور جو کیا وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔

۹۵۔ خلیفہ اور قرأتیں

۱۔ محمد بن کعب قرنی سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو آیہ مبارکہ: ﴿السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَجِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ﴾ اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کا اتباع کیا ہے ان سب سے خدا راضی ہو گیا۔“ (۱) کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس آیت کو سنتے ہی عمر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا: کس نے تمہیں اس طرح تلاوت کرنے کی تعلیم دی ہے؟

اُس نے جواب دیا: ابی بن کعب نے۔ عمر نے کہا: جب تک ابی میرے پاس نہ آجائے تم مجھ سے جدا نہ ہونا۔ جب ابی بن کعب آئے تو عمر نے کہا: کیا تم نے اس آیت کی اس طرح قرائت کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ عمر نے پوچھا: کیا رسول خداؐ سے ایسے ہی سنا ہے؟ کہا: ہاں۔ جب عمر نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔

حاکم اور ابوشیخ نے ابوسلمہ اور محمد حسی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو پڑھ رہا تھا: ”... وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ...“ داؤد کے ساتھ۔ (۲)

عمر نے کہا: کس نے تمہیں اس طرح تعلیم دی ہے؟



کہا: ابی نے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ابی کے پاس لے گئے اور کہا اے ابوالمندثر! اس شخص نے بتایا کہ تم نے اسے اس طرح تعلیم دی ہے؟

ابی نے کہا: اس نے سچ کہا ہے اور میں نے بھی رسول خدا سے اسی طرح سیکھا ہے۔ عمر نے پوچھا: کیا تم نے رسول خدا سے ایسے ہی سیکھا ہے؟ کہا: ہاں۔

یہ سن کر عمر غصے سے بولے: ہاں، خدا کی قسم! خدا نے اسے جبرئیل امین پر نازل کیا اور جبرئیل نے قلب پیغمبر پر لیکن اس سلسلے میں خطاب اور اس کے بیٹے سے اجازت نہ لی۔

عمر اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے کہتے ہوئے باہر نکلے: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

عمر بن عامر انصاری کے طریق سے مروی ہے: ابی نے کہا: خدا کی قسم! رسول خدا نے ہمارے سامنے اسی طرح تلاوت فرمائی ہے اور اس وقت تم رسیاں فروخت کر رہے تھے۔

عمر نے کہا: ہاں! ایسی صورت میں بہتر ہے لہذا ہمیں ان کی پیروی کرنی چاہئے۔

ایک تعبیر ہے: عمر نے قرائت کی: والانصار (پیش کے ساتھ) الذین (الانصار کی صفت قرار دی یعنی واؤ کو حذف کر دیا)۔ چنانچہ زید بن ثابت نے عمر سے کہا کہ وہ واؤ کے ساتھ ہے۔ عمر نے اس سلسلے میں ابی بن کعب سے سوال کیا، انہوں نے زید کی تصدیق کی تو عمر نے زید کی قرائت کو اختیار کیا۔

ایک عبارت ہے: یہ سن کر عمر نے کہا: ہاں! ایسی صورت میں ہمیں ابی کی پیروی کرنی چاہئے۔

طبری کے الفاظ ہیں: ایسی صورت میں ہم ابی کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک تعبیر ہے: عمر نے سنا کہ ایک شخص متذکرہ آیت کو واؤ کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ عمر نے کہا: اس

طرح کس نے قرائت کی؟

اس نے کہا: ابی نے۔ عمر نے ابی کو بلایا تو ابی نے کہا: رسول خدا نے میرے سامنے اسی طرح

قرائت کی ہے اور آپ اس وقت بیچ میں کھانے پینے کا سامان بیچ رہے تھے۔

عمر نے کہا: سچ کہا، اگر چاہو تو کہو: ہم حاضر تھے اور تم غائب، ہم نے نصرت کی اور تم نے انہیں تنہا

چھوڑ دیا، ہم نے منزل و مکان دیا اور تم نے انہیں نکال باہر کر دیا۔ اس کے بعد عمر نے کہا: میں دیکھ رہا



ہوں کہ ہم اس مقام پر ہیں کہ بعد والے اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ (۱)

۲۔ احمد نے اپنی سند میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے عمر کے پاس آ کر کہا: اکلستنا الصبغ "باتوں نے ہمیں زچ کر دیا ہے"۔ مسعر کا بیان ہے کہ یہ سن کر عمر نے پوچھا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے اپنا تعارف کرایا، چنانچہ عمر نے پہچان لیا کہ وہ موسیٰ ہے۔ اس کے بعد عمر نے کہا: بے شک اگر کسی کے پاس ایک یا دو صحرا ہو تو وہ تیسرے کی طلب میں کوشاں رہے گا۔
یہ سن کر ابن عباس نے کہا: ابن آدم کے شکم کو مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی پھر خداوند عالم تو بہ کرنے والے کی تو بہ قبول کر لیتا ہے۔

عمر نے ابن عباس سے پوچھا: اسے کس سے سنا؟ کہا: ابی سے۔

عمر نے کہا: جب صبح نمودار ہو تو اسے میرے پاس لاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ ابن عباس ام الفضل کے پاس گئے اور تمام واقعہ بیان کیا، وہ خوف زدہ تھے کہ کہیں ابی بن کعب نے فراموش نہ کر دیا ہو، چنانچہ ان کی ماں نے کہا: ابی نے اسے فراموش نہ کیا ہوگا۔
علی الصباح عمرؓ ہوئے، ان کے ہمراہ ان کا کوڑا بھی تھا، ہم دونوں ابی بن کعب کے پاس گئے، اس وقت وضو کر رہا تھا باہر آ کر کہا: غدی خارج ہو گئی تھی اس لئے اپنی شرمگاہ کو دھو رہا تھا۔
عمر نے تعجب سے پوچھا: کیا رسول خداؐ اسے سنا ہے؟ کہا: ہاں۔

اس کے بعد ابن عباس والی بات دریافت کی اور ابی نے اس کی تصدیق و تائید کی۔

مسند میں ابن عباس ہی سے مروی ہے: ایک شخص عمر کے پاس آیا اور سوال کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر عمر نے اس کے سر و پیر کو بغور دیکھا کہ کہیں اس پر سستی و کسالت کا غلبہ تو نہیں، پھر اس سے پوچھا: تمہارے

۱۔ تفسیر طبری، ج ۱، ص ۷، (جلد ۷، ج ۱۸، ص ۱۸)؛ المسد رک علیٰ الصحیحین، ج ۳، ص ۳۰۵، (ج ۳، ص ۳۳۵، حدیث ۵۳۲۹)؛ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۲۳۸، (ج ۸، ص ۱۵۱/۱۵۲)؛ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۳۶، (ج ۲، ص ۳۰۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۸۳؛ روز مشور، ج ۳، ص ۲۶۹؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۸، (ج ۲، ص ۲۰۵، حدیث ۳۸۵۸، ص ۵۹۷، حدیث ۴۸۲۳)؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۷۹، (ج ۲، ص ۳۹۸)؛ روح المعانی، ج ۱۱، ص ۸۔



پاس کتنا مال و متاع ہے؟

اس نے کہا: چالیس اونٹ۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے کہا: خدا و رسولؐ نے سچ فرمایا ہے کہ اگر انسان کے پاس سونے کے دو باغ ہوں تو وہ تیسرے کی طلب میں کوشاں رہے گا، اس انسان کے پیٹ کو خاک کے علاوہ کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی، جو توبہ کرتا ہے خدا اس پر توبہ کرتا ہے (اس کی توبہ قبول کرتا ہے)۔

عمر نے تعجب سے پوچھا: یہ کیا ہے؟

میں نے کہا: ابی بن کعب نے اسی طرح قرائت کی ہے۔

عمر نے کہا: چلو اسی کے پاس۔ ابی کے پاس آ کر عمر نے کہا: یہ ابن عباس کیا کہتے ہیں؟

ابی نے کہا: رسول خداؐ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: اگر تمہاری نظر میں ثابت ہے تو ثابت ہی رکھو۔

احمد سے حکایت ہوئی ہے کہ عمر نے پوچھا: اسی طرح اپنے مصحف میں ثابت رکھو گے؟

کہا: ہاں۔

ابن ضریس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے: میں نے کہا: اے

امیر المؤمنین! ابی بن کعب کا خیال ہے کہ آپؐ نے آیات خدا میں اس آیت کو ترک کیا ہوا ہے جسے آپ

نے تحریر نہیں کیا۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ابی سے پوچھوں گا اگر اس نے انکار کیا تو تیری تکذیب ہوگی، چنانچہ

نماز صبح کے بعد ابی کے پاس گئے اور کہا: یہ ابن عباس کہتے ہیں کہ تمہارے خیال میں، میں نے کتاب خدا

کی ایک آیت کو چھوڑ دیا ہے اور اسے تحریر نہیں کیا؟

ابی نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس دو باغ و بیابان

ہوں تو وہ تیسرے کی طلب میں رہتا ہے تاکہ اس میں زیادتی کر سکے، اس کے شکم کو خاک کے علاوہ کوئی

اور چیز پر نہیں کر سکتی، خدا توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبولیت عطا فرماتا ہے۔

عمر نے پوچھا: کیا میں اسے تحریر کروں؟ ابی نے کہا: میں آپ کو منع نہیں کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ ابی کو یہ کہنے میں شک و تردید ہوا کہ یہ رسول خدا سے سنا ہے یا قرآن میں نازل ہوا ہے۔ (۱)

۳۔ ابی ادریس خولانی سے مروی ہے کہ اس نے کہا: ابی بن کعب نے آیت کی تلاوت کی: ﴿وَإِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ﴾ ... (۲)

”یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت جیسی ضد قرار دے دی تھی اور اگر اس طرح ضد و تعصب کرتے جیسا انھوں نے کیا تھا تو مسجد الحرام ضرور دیران ہو جاتا لہذا خدا نے اپنے رسول پر سکون و اطمینان نازل فرمایا۔“

جب یہ خبر عمر کی سماعت سے ٹکرائی تو سخت آشفتمند خاطر اور پریشان ہوئے، ایک آدمی بھیج کر اسے بلوایا اور چند اصحاب کو بھی طلب کیا ان میں زید بن ثابت بھی تھے، عمر نے پوچھا: تم میں کون سورہ فتح کی تلاوت کر سکتا ہے؟

زید نے قرائت کی تو عمر سخت ناراض ہوئے، یہ دیکھ کر ابی نے کہا: کیا میں کچھ عرض کروں؟

کہا: کہو۔ ابی نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ رسول خدا کی خدمت میں رہتا تھا اور وہ مجھے قرائت کی تعلیم دیتے تھے، اس وقت آپ دروازے پر ہی موجود رہتے لہذا اگر آپ کو پسند ہے کہ میں لوگوں کو اس طرح تعلیم دوں جس طرح رسول خدا نے مجھے سکھایا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں ایک حرف کی بھی تلاوت نہیں کروں گا، عمر نے کہا: نہیں، تم لوگوں کو تعلیم دو۔

ایک عبارت میں ہے: ابی نے کہا: خدا کی قسم! اے عمر! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں رسول خدا کی خدمت میں موجود رہتا تھا، میں بلایا جاتا اور تم غائب رہتے تھے، خدا کی قسم! اگر تم یہی پسند کرتے ہو تو

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۱۱۷، (ج ۶، ص ۱۳۶، حدیث ۲۶۰۷، ۲۶۰۸)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۴۷۴۷)؛

درمنثور، ج ۶، ص ۱۴۷۸، (ج ۸، ص ۵۸۷)۔



ٹھیک ہے میں گوشہ نشین ہو جاؤں گا اور کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ (۱)

۴۔ ابن مجلہ سے مروی ہے: ابی نے قرائت کی: ﴿مَنْ الْذِينَ اسْتَحَقُّ عَلَيْهِمُ اَنَا وَلِیَانِ﴾۔ (۲) یہ سن کر عمر نے کہا: تو نے جھوٹ بکا ہے۔

ابی نے کہا: تم مجھ سے زیادہ جھوٹے ہو، ایک شخص پاس ہی میں بیٹھا تھا کہنے لگا: تم امیر المومنین کی تکذیب کر رہے ہو۔ ابی نے کہا: میں تم سے زیادہ امیر المومنین کی اہمیت کا قائل ہوں لیکن میں نے کتاب خدا کی تصدیق کے سلسلے میں ان کی تکذیب کی ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: ابی ٹھیک ہیں (میں غلط ہوں)۔ (۳)

۵۔ خرشہ بن ۷۰ کا بیان ہے: عمر بن خطاب نے میرے ہمراہ ایک سختی دیکھی جس پر تحریر تھا: ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ﴾۔ (۴)

پوچھا: اسے کس نے لکھوایا: میں نے کہا: ابی بن کعب نے۔ عمر نے کہا: بے شک ابی ہم سے اچھے قاری اور ہم سے زیادہ نسخ سے زیادہ واقف ہیں، اس نے ”فَامْضُوا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ“ پڑھا ہے۔

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے: میں نے عمر سے ہمیشہ ”فَامْضُوا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ“ ہی سنا ہے۔ ابراہیم سے منقول ہے کہ لوگوں نے عمر سے کہا: ابی بن کعب نے ”فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ“ پڑھا تھا۔ عمر نے کہا: ہم سے زیادہ نسخ قرآن سے آگاہ ہے، وہ پڑھتا تھا: ”فَامْضُوا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ“۔

ابو عبیدہ نے فضائل قرآن میں نقل کیا ہے اور سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن انباری،

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۹۳؛ درمنثور، ج ۶، ص ۷۹، (ج ۷، ص ۵۳۵)؛ سنن نسائی، (ج ۶، ص ۳۶۳، حدیث ۱۱۵۰۵)؛ المسند رک علی الحفصین، (ج ۲، ص ۲۳۵، حدیث ۲۸۹۱)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۵، (ج ۲، ص ۵۶۸، حدیث ۴۷۳۵)۔

۲۔ مائتہ ۱۰

۳۔ تفسیر طبری، (مجلد ۷، ج ۷، ص ۱۱۹)؛ درمنثور، ج ۲، ص ۳۳۳، (ج ۳، ص ۲۲۶)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۵

۴۔ ج ۹



عبدالرزاق، (۱) شافعی، (۲) قربانی، عبد بن حمید، ابن جریر (۳) ابن ابی حاتم اور بیہقی (۴) نے سنن میں نقل کیا ہے جیسا کہ درمنثور اور کنز العمال میں دیکھا جاسکتا ہے۔ (۵)

۶۔ بحالہ سے حکایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب کا ایسے جوان کے پاس سے گذر ہوا جو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہا تھا: ﴿النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ ”بے شک نبی تمام مؤمنین سے ان کے نفس کی نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں۔“ (۶)

عمر نے کہا: اے جوان! اسے مٹا دو۔ اس نے کہا: یہ ابی کا قرآن ہے، چنانچہ عمر اس کے پاس گئے اور سوال کیا تو ابی نے کہا: رسول خدا! ہمیں قرآن میں مشغول رکھتے تھے، اس وقت تمہیں بازاروں میں ہیر پھیر اور دلالی سے فرصت نہیں تھی، یہ بات عمر کو کافی ناگوار گذری۔ (۷)

۷۔ ابی بن کعب نے پڑھا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَمَنْعَنَا وِ سَاءَ سَبِيلًا الَّذِيْنَ تَابَ، فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾۔

اسے عمر کے سامنے بیان کیا۔ یادہ ابی کے پاس آئے اور سوال کیا تو ابی نے کہا: میں نے اسے رسول خدا کے دو مبارک لب سے سنا ہے، اس وقت تمہیں دلالی کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ (۸)

۱۔ مسند عبدالرزاق، (ج ۳، ص ۲۰۷، حدیث ۵۳۵۰)

۲۔ کتاب الام، (ج ۱، ص ۱۹۶)

۳۔ تفسیر طبری، (جلد ۱۳، ج ۲۸، ص ۱۰)

۴۔ سنن بیہقی، (ج ۳، ص ۲۲۷)

۵۔ درمنثور، ج ۶، ص ۲۱۹، (ج ۸، ص ۱۶۱)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۵، (ج ۲، ص ۵۹۷، حدیث ۳۸۲۲)

۶۔ احزاب ۶

۷۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۶۹؛ تفسیر فریسی، ج ۱۳، ص ۱۳۶، (ج ۱۳، ص ۸۳)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۳۷۳۶)

۸۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۸، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۳۷۳۶)، (ج ۲، ص ۵۶۸، حدیث ۳۷۳۶)

۸۔ سور بن مخرمہ سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا: کیا تم نے ہم پر نازل شدہ آیت کو ملاحظہ نہیں کیا: ﴿ان جاهدوا کما جاهدتم اول مرة﴾ ”جس طرح پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا اسی طرح جہاد کرو“۔

عبدالرحمن نے کہا: جو قرآن میں نہیں ہے اسے چھوڑ دو۔ (۱)

۹۔ ابن عباس اور عدی بن عدی نے عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: ہم قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرتے تھے: ﴿ان لا ترغبوا عن آباءکم فانه کفر بکم﴾ ”یا ان کفر بکم ان ترغبوا عن آباءکم“ پھر زید بن ثابت سے کہا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ (۲)

۱۰۔ مالک وشافعی سے سعید بن مسیب اور اس نے عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطبہ میں کہا: پرہیز کرو، کہیں آیہ رجم و حد کے ذریعہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔

کہنے والے نے کہا: ہم نے قرآن میں دو حد کا مشاہدہ نہیں کیا کیوں کہ رسول خداؐ نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر لوگوں کی بات کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں زیادتی کی ہے تو میں ضرور لکھتا: الشيخ والشيخه فارجموهما“۔

البتہ احمد کی عبارت ہے: عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ اگر کہنے والوں کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں ایسی چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے جو اس میں نہیں ہیں تو میں جس طرح نازل ہوا ہے اسی طرح تحریر کرتا۔

ابوداؤد کے الفاظ ہیں: خدا کی قسم! اگر کہنے والے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کیا ہے اسے قرآن میں ضرور لکھتا۔

بیہقی کی تعبیر: اگر مجھے کتاب خدا میں زیادتی ناپسند نہیں ہوتی تو میں اپنے مصحف میں ضرور تحریر کرتا،

۱۔ الاقان، ج ۲، ص ۴۲، (ج ۳، ص ۷۴)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۸، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۴۷۳۱)

۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۳، (ج ۶، ص ۲۵۰۵، حدیث ۶۴۴۲)؛ الاقان، ج ۲، ص ۴۲، (ج ۳، ص ۷۴)



اس لئے کہ خوفِ زندہ ہوں کہ میرے بعد لوگ آ کر اسے نہ دیکھیں اور ایمان نہ لائیں۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

یہ تمام روایات و واقعات ترتیل قرآن کے سلسلے میں خلیفہ کی کم علمی و کم مائیگی آشکار کر رہے ہیں اور یہ کہ متذکرہ تمام افراد ان سے کہیں زیادہ قرآن مجید کے جانکار اور عالم تھے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ بازاروں میں معاملات کی دلالی، ریسمان فروشی اور قرعہ کشی کی مشغولیت نے تعلیمات قرآن سے بے بہرہ کر دیا تھا بقول ابی بن کعب: خرید و فروش کی دلالی کے علاوہ انھیں کوئی کام ہی نہیں تھا۔

ایسے خلیفہ کا کیا مصرف جو کتاب و سنت میں عوام الناس کا رہبر ہونے کے باوجود لوگوں کے عقائد و نظریات کی پیروی کرتا ہے، ان کے کہنے پر مصحف شریف میں حذف و اضافہ کرتا ہے، کتاب و سنت میں جدائی کا قائل نہیں، لوگوں کے کہنے پر اپنی سماعت کو ادھر ادھر کر دیتا ہے، قرآن کی کسی آیت کو حذف کرنے میں دوسرے کی رائے کی تصدیق کرتا ہے، تحریف شدہ آیات کو قرآن میں شامل کرنے سے صرف اس لئے منع کرتا ہے کہ اسے لوگوں کی باتوں سے خوف محسوس ہوتا ہے۔

ہاں! یہ وہی تحریف ہے جس کی نسبت وہ شیعوں کی طرف دیتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے وہ حملہ آور ہوتے ہیں حالانکہ شیعہ پہلے ہی دن سے اس بدنامی سے پاک و منزہ اور ان کے محققین نفی تحریف پر متفق ہیں۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۹، (ج ۱، ص ۳۹، حدیث ۱۹۸، ص ۸۱، حدیث ۳۵۴)؛ اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۲۵۱، (ص ۵۳۳)؛ موطا مالک، ج ۲، ص ۱۶۸، (ج ۲، ص ۸۲۴، حدیث ۱۰)؛ صحیح بخاری، ج ۱۰، ص ۴۳، (ج ۶، ص ۲۵۰۳، حدیث ۶۳۳۲)؛ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۳، (ج ۳، ص ۵۲۴، حدیث ۱۵، کتاب الحدود)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۹۹، (ج ۳، ص ۲۹، حدیث ۱۳۳۱)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۷۹؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۱۵، (ج ۲، ص ۸۵۳، حدیث ۲۵۵۳)؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۲، ص ۱۳۵، حدیث ۳۴۱۸)؛ مسند طحاوی، ج ۶، سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۱۱/۲۱۲؛ احکام القرآن ج ۵، ص ۳۱۷، (ج ۳، ص ۲۵۷)۔

۲۔ عقائد شیخ صدوق، (ص ۵۹، باب ۳۳)؛ اوائل الغالات شیخ مفید، (ص ۹۵-۹۳)؛ امالی سید مرتضیٰ، (ج ۲، ص ۸۳)؛ اتمیان شیخ طوسی، (ج ۱، ص ۳، مقدمہ)؛ مجمع البیان طبری، (ج ۶، ص ۵۰۸)۔



اس صاحب عمل اور اس انسان کے درمیان کتنا فرق ہے جس کے بارے میں بزرگ تابعی ابو عبد الرحمن قاری (علماء نے ان کی وثاقت پر اتفاق کیا ہے) کہتے ہیں: میں نے ایسی ماں کے فرزند کو نہیں دیکھا جو حضرت سے زیادہ کتاب خدا کا قاری ہو، یہ بھی کہا کہ میں نے حضرت علیؑ سے اچھا قاری کسی کو نہیں دیکھا، انہوں نے رسول خداؐ کے سامنے قرآن پیش کیا، وہ ان افراد میں سے تھے جنہوں نے ہمارے نزدیک بغیر کسی شک و شبہ کے قرآن حفظ کیا۔ (۱)

۹۶۔ اسماء اور کنیت کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ زید بن اسلم نے اپنے والد سے حکایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک لڑکے کو مارا جس کی کنیت ابو عیسیٰ تھی۔

مغیرہ بن شعبہ کی کنیت بھی ابو عیسیٰ تھی، عمر نے اس سے کہا: کیا ابو عبد اللہ کی کنیت تیرے لئے کافی نہیں؟ اس نے کہا: رسول خداؐ نے مجھے ابو موسیٰ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: بے شک رسول خداؐ کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہوں کی بخشش ہو چکی ہے لیکن ہماری بات دوسری ہے۔ اس کے بعد عمر اپنی موت تک اسے ابو عبد اللہ کی کنیت سے آواز دیتے تھے۔

دوسری صورت:

مغیرہ نے عمر کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، عمر نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: ابو عیسیٰ۔ پوچھا: ابو عیسیٰ کون ہے؟ کہا: مغیرہ بن شعبہ۔ عمر نے کہا: کیا جناب عیسیٰ کا کوئی باپ بھی تھا، اس غصیلے انداز کو دیکھ کر بعض اصحاب نے گواہی دی کہ رسول خداؐ نے اسے ابو عیسیٰ کی کنیت عطا فرمائی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: بے شک رسول خداؐ کی بخشش ہو چکی ہے لیکن ہم اس بات سے ناواقف ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا



ہوگا، پھر اسے ابو عبد اللہ کی کنیت دے دی۔ (۱)

۲۔ عبید اللہ بن عمر کی کنیز اور معشوقہ عمر کے پاس آئی تاکہ اس کی شکایت کرے۔ اس نے کہا: کیا مجھے ابو عیسیٰ سے نجات نہیں دلائیں گے؟ عمر نے پوچھا: یہ ابو عیسیٰ کون ہے؟ کہا: آپ کا بیٹا عبید اللہ۔ عمر نے کہا: تجھ پر لعنت ہو تو اسے ابو عیسیٰ بلاتی ہے، پھر عبید اللہ کو بلا کر کہا: وائے ہو تجھ پر تو نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی ہے۔

عمر کے تیور کو دیکھ کر وہ سخت خوف زدہ ہوئے اور ناراض بھی، عمر نے اتنی زور سے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کی چیخ نکل گئی پھر اسے کوڑے سے مار کر کہا: تجھ پر افسوس! کیا عیسیٰ کا کوئی باپ تھا؟ کیا تو واقف نہیں کہ عرب کی کنیت کیا ہوتی ہے: ابوسلمہ، ابو حنظلہ، ابو عرقطہ، ابومرہ.... (۲)

۳۔ عمر نے اہل کوفہ کو لکھا: کسی کو پیغمبر کے نام سے موسوم نہ کرو اور اس جماعت کو حکم دیا جس نے اپنے فرزندان کا نام محمد رکھا تھا کہ ان کے نام بدل دیئے جائیں، یہ دیکھ کر اصحاب کی ایک جماعت نے کہا: خود آنحضرت نے اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ اپنے فرزندان کے نام آنحضرت کے نام پر رکھیں، یہ سن کر انہوں نے چھوڑ دیا۔ (۳)

۴۔ حمزہ بن صہیب سے حکایت ہوئی ہے کہ صہیب کی کنیت ”ابو یحییٰ“ تھی، وہ کہتے تھے: عربی تھا اور لوگوں کو بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتا تھا۔

عمر نے اس سے کہا: اے صہیب! تیرا کیا کیا جائے، تو نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے حالانکہ تیرا کوئی فرزند نہیں اور خود کو عربی کہتا ہے، بے تحاشہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا ہے یہ مال کا اسراف ہے۔

۱۔ سنن ابن داؤد، ج ۲، ص ۳۰۹، (ج ۴، ص ۲۹۱، حدیث ۴۹۶۳): سنن بیہقی، ج ۱۰، ص ۳۱۰: استیعاب، ج ۱، ص ۲۵۰، (القسم الرابع،

ص ۱۳۳۵، نمبر ۲۳۸۳): تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۳۹، (ج ۱، ص ۴۷): الکنی والاسماء دولابی، ج ۱، ص ۸۵: زاد العادین قیم، ج ۱، ص ۲۶۲،

(ج ۲، ص ۸): نہلیہ ابن اثیر، ج ۱، ص ۱۹۸، (ج ۱، ص ۲۸۳): الاصلیہ، ج ۲، ص ۳۱۳، ج ۳، ص ۳۵۳۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۰۲، (ج ۱۲، ص ۴۴، خطبہ ۲۲۳)۔

۳۔ عمدة القاری، ج ۷، ص ۱۳۳، (ج ۱۵، ص ۳۹)۔



صہیب نے کہا: خود رسول خداؐ نے اس کنیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ جہاں تک حسب و نسب کا سوال ہے تو بے شک میں نمر بن قاسط کی فرد ہوں، ایام طفلی میں مجھے اسیر کیا گیا اور میں اپنے اہل سے بچھڑ گیا، کھانے کے متعلق آپؐ کی بات بھی لغو ہے اس لئے کہ خود رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اطعام طعام کرو اور سلام کا جواب دو، لہذا اس ارشاد کے پیش نظر میں اطعام طعام کرتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ابو عمر سے مروی ہے: عمر نے کہا: تمہاری صرف تین خصلتیں لائق اعتراض ہیں اگر یہ خصلتیں نہ ہوتیں تو کسی اور کو تم پر فوقیت نہ دیتا، کیا تم اس کی نشاندہی کرو گے۔ صہیب نے کہا: میں تیرے ہر سوال کا صحیح جواب دوں گا۔

عمر نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو عرب سے منسوب کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں عجمی ہے؛ اپنی کنیت ابو یحییٰ ایک پیغمبر کے نام پر قرار دی ہے اور اپنے اموال میں اسراف کرتے ہو۔

اس نے کہا: جہاں تک اسراف کا سوال ہے تو میں اسے صرف راہ خدا میں خرچ کرتا ہوں اور ابو یحییٰ کی کنیت کے متعلق سن لو کہ خود رسول خداؐ نے اس کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، کیا میں اسے آپؐ کے لئے چھوڑ دوں۔

اور جہاں تک عرب سے میری نسبت کا سوال ہے تو بے شک رومیوں نے مجھے ایام طفلی میں اسیر کر لیا اور میں نے ان کی زبان سیکھ لی، دراصل نمر بن قاسط کی ایک فرد ہوں، اگر میری نسبت کے بارے میں چھان بین کری تو میں اس سے خود کو منسوب کر لوں گا۔ (۱)

۵۔ عمر بن خطابؓ نے سنا کہ ایک شخص ”یا ذوالقرنین“ کی آواز لگا رہا ہے۔ کہا: کیا پیغمبروں کے نام ختم ہوں چکے ہیں جو فرشتوں کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۶، (ج ۷، ص ۲۶، ۲۷، حدیث ۲۳۳۱۱/۲۳۳۰۸)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۸، ص ۲۸۸، (ج ۴، ص ۳۱۰، حدیث ۷۷۳۹)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۰۶، (ج ۲، ص ۱۲۳۱، حدیث ۳۷۳۸)؛ استیعاب، ج ۱، ص ۳۱۵، (القسم الثانی، ص ۳۰، ۳۱، ۳۲)؛ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۱۶۔
۲۔ حیات الخیر، ج ۲، ص ۲۱، (ج ۱، ص ۵۵۶)؛ فتح الباری، ج ۶، ص ۲۹۵، (ج ۶، ص ۳۸۳)۔

تبصرہ علامہ امینی:

متذکرہ روایات جہل و نادانی کے کئی گوشے واضح و آشکار کر رہی ہیں:

۱۔ خلیفہ کا رسولؐ کے نام پر نام رکھنے کی ممانعت کرنا اور محمد نام رکھنے والے افراد کو تغیر و تبدل کا حکم دینا۔ حالانکہ خود رسول خداؐ کا ارشاد گرامی ہے: جس کے پاس تین فرزند ہوں اور ان میں سے ایک کا نام محمد نہ رکھے تو اس نے نادانی کی ہے۔ (۱)

آنحضرتؐ نے فرمایا: جب کسی کے بچہ کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور کسی چیز سے محروم نہ رکھو۔ (۲) اور فرمایا: جب اپنے فرزندوں کا نام محمد رکھو تو ان کا احترام کرو، اپنی مجلسوں میں ان کو جگہ دو اور ان پر اپنے چہرے نہ بگاڑو۔ (۳)

اور فرمایا: خداوند عالم محمد و احمد نامی بندوں کو روز قیامت روک کر فرمائے گا: میرے بندے! کیا تمہیں شرم نہیں آئی کہ تم میری معصیت کے مرتکب ہوئے حالانکہ تمہارے نام محمدؐ میرے حبیب کا نام ہے، یہ سن کر بندہ شرم سے اپنا سر جھکا کر کہے گا: خدایا! (جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا) وہ میں نے انجام دیا۔ خدا آواز دے گا: اے جبریل! میرے اس بندے کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو، بے شک مجھے شرم آتی ہے کہ میں اسے نذر آتش کروں جس کا نام میرے حبیب کے نام پر ہے۔ (۴)

اور آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ میری محبت و برکت کے پیش نظر اس کا نام محمد رکھے تو وہ دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۵)

۱۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۱، ص ۵۹، حدیث ۱۱۰۷۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۸۹، نمبر ۱۶۱۷)؛ مجمع الرواۃ، (ج ۸، ص ۴۹)؛ الجامع الصغیر، (ج ۲، ص ۶۵۳، حدیث ۹۰۸۳)۔

۲۔ مجمع الرواۃ، (ج ۸، ص ۲۸)؛ سیرہ حلبیہ، (ج ۱، ص ۸۹)؛ (ج ۱، ص ۸۳)۔

۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۹۱)۔

۴۔ المدخل ابن الحاج، (ج ۱، ص ۱۴۹)۔

۵۔ فیض القدر، (ج ۶، ص ۲۳۷)؛ سیرہ حلبیہ، (ج ۱، ص ۸۹)؛ (ج ۱، ص ۸۲)۔

عائشہ کا بیان ہے: ایک عورت رسول خدا کی خدمت میں آ کر کہتی ہے: یا رسول خدا! میرے یہاں ایک بچے کی پیدائش ہوئی ہے جس کا میں نے محمد نام رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم قرار دی ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیوں میرے نام کو حلال اور میری کنیت کو حرام قرار دیا ہے اور کس نے اس کے برعکس حکم دیا ہے۔ (۱)

آنحضرتؐ نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ کا نام محمد رکھا اور اس کی کنیت ابوالقاسم قرار دی۔ (۲) یہ محمد ان افراد میں سے ہے جن کے نام عمر نے بدل دیا تھا۔ (۳)

رسول خداؐ نے اپنے زمانے میں بعض لوگوں کا نام محمد رکھا تھا، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

محمد بن ثابت بن قیس انصاری۔ (۴)

محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔ (۵)

محمد بن عمارہ بن حزم انصاری۔ (۶)

محمد بن انس بن فضالہ انصاری۔ (۷)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۳۱۰؛ مصابیح السنہ، ج ۲، ص ۱۴۹، (ج ۳، ص ۳۰۹، حدیث ۳۷۱۶)؛ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۲، (ج ۲، ص ۸)؛ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۴۲۳)۔

۲۔ استیعاب، ج ۱، ص ۲۳۶، (القسم الثالث، ص ۱۳۷۱، نمبر ۲۳۳۳)؛ اسد الغلابہ، ج ۴، ص ۳۲۲، (ج ۵، ص ۹۸، نمبر ۴۷۳۸)۔

۳۔ مجمع الروائد، ج ۸، ص ۴۹/۴۸۔

۴۔ استیعاب، ج ۱، ص ۲۳۳، (القسم الثالث، ص ۱۳۶۷، نمبر ۲۱۳۲)؛ اسد الغلابہ، ج ۴، ص ۳۱۳، (ج ۵، ص ۸۳، نمبر ۴۷۰۵)؛ الاصلیہ، ج ۲، ص ۴۷۲، (نمبر ۸۲۹۵)۔

۵۔ استیعاب، ج ۱، ص ۲۳۷، (القسم الثالث، ص ۱۳۷۵، نمبر ۲۳۳۹)؛ اسد الغلابہ، ج ۴، ص ۳۲۷، (ج ۵، ص ۱۰۶، نمبر ۴۷۵۱)؛ الاصلیہ، ج ۳، ص ۴۷۶، (نمبر ۸۳۱۰)۔

۶۔ الاصلیہ، ج ۳، ص ۴۷۶، (نمبر ۸۳۰۹)۔

۷۔ استیعاب، ج ۱، ص ۲۳۴، (القسم الثالث، ص ۱۳۶۵، نمبر ۲۳۱۷)؛ اسد الغلابہ، ج ۴، ص ۳۱۲، (ج ۵، ص ۸۱، نمبر ۴۶۹۸)؛ الاصلیہ، ج ۳، ص ۴۷۰، (نمبر ۷۷۵۷)۔



محمد بن یغدی بر دیہ ہر دی۔ (۱)

ایک مرد انصاری نے اپنے فرزند کا محمد رکھنا چاہا لیکن لوگوں کو یہ بات پسند نہیں تھی، انہوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا تو فرمایا: میرے نام پر اپنے نام رکھو۔ (۲)

ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنے نومولود فرزند کا نام قاسم رکھا تھا، لوگوں نے کہا: ہم تمہیں ابو القاسم کہہ کر نہیں پکاریں گے۔ جب آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت قرار نہ دو۔ (۳)

علاوہ بریں اچھے نام رکھنے کی شریعت نے تشویق و ترغیب دلائی ہے اور محمد ان میں سے بہترین نام ہے اور بہترین اسماء وہ ہیں جن کے ذریعہ سے عبادت ہو اور تعریف و تجید کی جائے جیسے عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد الرحیم، عبد الکریم و.....۔

چنانچہ آنحضرتؐ سے مروی ہے: قیامت کے دن تم لوگ اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں کے ذریعہ سے بلائے جاؤ گے لہذا اپنا اچھا نام رکھو۔ (۴)

اور فرمایا: فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھی تربیت کرے۔ (۵)

اور فرمایا: میرے پاس خوش شکل اور بہترین نام والا قاصد روانہ کرو۔ (۶)

عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (۷)

۱۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۳۲، (ج ۵، ص ۱۱۵، نمبر ۶۷۷۷)؛ الاصلہ، ج ۳، ص ۳۸۵، (نمبر ۷۸۱۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۶۹، (ج ۳، ص ۳۶۹، حدیث ۱۴۵۴۷، ۱۴۵۴۸، ۱۴۵۴۹، ۱۴۵۵۰، ۱۴۵۵۱)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۰۳، (ج ۳، ص ۲۳۵، حدیث ۱۳۸۳۷)۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۰۷، (ج ۳، ص ۲۸۷، حدیث ۳۹۴۸)؛ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۰۶، (مصابیح السنۃ، ج ۲، ص ۱۳۸، (ج ۳، ص ۳۰۶، حدیث ۳۷۰۳)۔

۵۔ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۴۷۷۔

۶۔ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۴۷۷، (ج ۲، ص ۲۵۸، (ج ۲، ص ۴۷۷)۔

۷۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۲۳، حدیث ۲۸۳۹)۔



آنحضرتؐ نے جن لوگوں کے نام تبدیل کئے ان میں عمر کی بیٹی ’عاصیہ‘ بھی تھیں، آپ نے ان کا نام جلیلہ رکھا۔ (۱)

۲۔ انبیاء کے نام پر نام رکھنے کی خلیفہ کی ممانعت؛ حالانکہ خدا کے اسمائے حسنہ سے مشتق ”محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین“ (علیہم السلام) کے بعد انبیاء کے نام بہترین نام ہیں، رسول خداؐ اسے مروی ہے: کوئی ایسا گھر نہیں جس میں کسی پیغمبر کا نام ہو مگر یہ کہ خداوند عالم ان کی جانب ایک فرشتہ منتخب کرتا ہے کہ وہ صبح و شام تقدیس کرے۔ (۲)

آنحضرتؐ نے فرمایا: انبیاء کے نام پر اپنے نام رکھو، خدا کے نزدیک بہترین نام عبدالرحمن اور عبداللہ ہیں، ان میں صحیح ترین حارث و ہام اور قبیح ترین حرب و مرہ ہیں۔ (۳)

۳۔ خلیفہ کا اس شخص کو سرزنش کرنا جس کی کنیت ”ابو عیسیٰ“ تھی اس لئے کہ کیا عیسیٰ کے باپ بھی تھے (تاکہ ابو عیسیٰ ”عیسیٰ کا باپ“ صحیح ہو)۔ کیا خلیفہ یہ خیال کر رہے تھے کہ جس کی بھی کنیت ابو عیسیٰ ہے وہ خود کو جناب عیسیٰ بن مریم کا باپ سمجھتا ہے، تاکہ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ کیا عیسیٰ کا کوئی باپ بھی تھا؟! یا یہ کہ خلیفہ محترم اس عیسیٰ کے لئے جس کے باپ کی کنیت اس کے نام پر رکھی گئی ہے اسے اس کا باپ نہیں سمجھتے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ اس کا باپ اپنے فرزندوں کے نام پر یہ لقب و کنیت رکھ رہا ہے، اسی لئے صہیب سے کہا: تم نے اپنی کنیت ابو یحییٰ کیوں رکھا، حالانکہ تمہارا کوئی فرزند نہیں۔

۴۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ خلیفہ نے مغیرہ سے یہ سننے کے بعد بھی کہ رسول خداؐ نے اسے ابو عیسیٰ کی کنیت عطا فرمائی ہے، اپنی رائے سے صرف نظر نہیں کیا، خود انہوں نے اپنے قول کے ذریعہ اس کی تصدیق کی لیکن اسے رسول خداؐ کے معاف شدہ گناہوں میں شمار کیا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ

۱۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۳۷، (ج ۵، ص ۱۲۳، حدیث ۲۸۳۸)؛ مصابیح السنۃ، ج ۲، ص ۱۲۸، (ج ۳، ص ۳۰۲، حدیث ۳۶۹۶)۔

۲۔ المدخل ابن الحاج، ج ۱، ص ۱۲۸۔

۳۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۰۷، (ج ۳، ص ۲۸۷، حدیث ۴۹۵۰)؛ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۳۰۶؛ استیعاب، ج ۲، ص ۷۰۰، (القسم

الرائع، ج ۵، ص ۷۷، نمبر ۲۳۱۸)؛ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۰، (ج ۲، ص ۶۸۴)۔

اور ان کا صحیح دوست مغیرہ اس گناہ میں ملوث نہ ہوں؛ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟!

۵۔ جہالت و نادانی کی پانچویں کڑی یہ ہے کہ انہوں نے ان دونوں القاب کو گناہ تصور کرنے کے بعد زد و کوب کرنا اور ہاتھ کے فشار کے ذریعہ آزار و اذیت پہنچانا شروع کر دیا حالانکہ ایسی سخت، ناگوار اور حیرت انگیز حد (سزا) کی روداد آج تک سننے میں نہیں آئی۔

۶۔ خلیفہ محترم نے عرب کے جن القاب کا انتخاب کیا، ان میں ”ابومرہ“ بھی ہے۔ حالانکہ گذشتہ صفحہ میں بیان کیا گیا کہ رسول خداؐ نے اس نام پر نام رکھنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، علاوہ ازیں ابومرہ شیطان کی کنیت ہے، چنانچہ کتب تاریخ و لغات میں موجود ہے۔ (۱)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شیطان کا لقب ابومرہ اس لئے پڑا کیوں کہ اس کی بیٹی کا نام مرہ تھا۔ اور رسولؐ نے حیات پر نام رکھنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ حیات شیطان ہے۔

ابوداؤد نے مسروق سے نقل کیا ہے: میں نے عمر بن خطاب سے ملاقات کی۔ انہوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ میں نے کہا: مسروق بن اجدع۔ یہ سنتے ہی کہا: میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ اجدع شیطان ہے۔ (۲) ایسا لگتا ہے کہ ابومرہ کی کنیت کا حکم صادر کرتے وقت اس حدیث کو فراموش کر گئے یا یہ کہ انھیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ابومرہ شیطان کا لقب ہے یا پھر وہ اپنے اجتہاد کے ذریعہ رسول خداؐ کی رائے کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے، واللہ اعلم۔

اسی طرح ابو حظلہ کی کنیت بھی ہے، ابن قیم نے حظلہ کو بدترین اسماء میں شمار کیا ہے۔ (۳) ۷۔ ان کا خیال کہ ذوالقرنین فرشتوں کا نام ہے، ان کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ ذوالقرنین ایک رومی جوان تھا، خداوندیہ عالم نے اسے سلطنت عطا فرمائی جیسا کہ طبری نے اسے نقل کیا۔ (۴)

۱۔ قاموس اللغۃ، ج ۲، ص ۱۳۳، (ص ۶۱۰)؛ تاریخ العروس، ج ۲، ص ۵۳۹؛ لسان العرب، ج ۷، ص ۱۸، (ج ۱۳، ص ۷۶)۔

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۰۸، (ج ۳، ص ۲۸۹، حدیث ۳۹۵۷)۔

۳۔ تاریخ طبری، (ج ۱، ص ۵۷۵)۔

۴۔ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۰، (ج ۲، ص ۶)۔



ایک صحیح روایت میں امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے کہ وہ خدا دوست انسان تھا، خدا بھی اسے پسند فرماتا تھا، اس نے خدا کے لئے وعظ و نصیحت کی اور خدا نے بھی اس کے لئے خیر و برکت کا ارادہ کیا، وہ نہ نبی تھا اور نہ ہی فرشتہ۔ (۱)

قرآن مجید میں بھی ذوالقرنین کے سلسلے میں مفید اور صریح آیات موجود ہیں ایسا لگتا ہے جیسے یہ تمام باتیں ان کے ذہن سے غائب ہو گئیں اور یہ بات بھی پوشیدہ رہ گئی کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو مجمع عام میں ذوالقرنین کا نام عطا فرمایا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: یا ایہا الناس اوصیکم بحب ذی قریبہا احبى وابن عمى علی بن ابی طالب فانہ لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق من احبہ فقد احببى ومن ابغضہ فقد ابغضى ”اے لوگو! میں تمہیں اپنے بھائی، ابن عم علی بن ابی طالبؑ ذوالقرنین کی محبت کی تاکید کرتا ہوں بے شک اس سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور اس سے عداوت نہیں کرنے کا مگر منافق، جس نے اس کی محبت دل میں بسائی گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو اس سے عداوت رکھتا ہے اس نے مجھ سے دشمنی و عداوت کی ہے۔“ (۲)

حضرت علیؑ سے فرمایا: بے شک جنت میں تمہارے لئے ایک گھر ہے (خزانہ بھی مروی ہے) تم جنت کے ذوالقرنین ہو۔

شراحین حدیث کہتے ہیں: یعنی بہشت کے دوستوں کے مالک ہو، اس کی ملکیت و مساحت بہت عظیم ہے، تم تمام بہشت میں اس طرح سیر کرو گے جس طرح ذوالقرنین تمام روئے زمین پر سیر کرتے ہیں یا تم امت کے صاحب دو قرن ہو، ظاہر کلام سے ائمہ خذف ہو گیا ہے اگرچہ اس سے قبل اس کا ذکر موجود نہیں جیسے خدا کا قول: ﴿حتى نوردات بالحبجاب﴾ (۳) (یہاں تک کہ پشت پر درہ چھپ گیا)

۱۔ فتح الباری، ج ۶، ص ۶۹۵، (ج ۶، ص ۲۸۳): کنز العمال، ج ۱، ص ۲۵۳، (ج ۲، ص ۳۵۷، حدیث ۳۳۹۳)۔

۲۔ ریاض البصر، ج ۲، ص ۲۱۳، (ج ۳، ص ۱۶۶): تذکرۃ الخواص، ص ۱۷، (ص ۲۸): شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۵۱، (ج ۹، ص ۱۷۲، خطبہ ۱۵۳)۔



اس میں آفتاب کا ارادہ کیا گیا ہے جب کہ ظاہر آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں، ابو عبیدہ کا بیان ہے: میں پہلی تفسیر پر دوسری تفسیر کو ترجیح دیتا ہوں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ سے مروی ہے: آپؑ نے ذوالقرنین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: انہوں نے اپنے اعزہ و اقرباء کو عبادت خدا کی دعوت دی لیکن لوگوں نے ان کے سر پر دوسریت لگائی اور ذوالقرنین ہی کی طرح تمہارے درمیان بھی موجود ہے۔

ہماری نظر میں حضرت نے خود اپنے آپ کو ارادہ کیا ہے یعنی میں لوگوں کو حق کی دعوت دیتا ہوں لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ میرے سر پر ضربت لگائیں گے جس کی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی۔ ثعلب سے منقول ہے کہ مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ، امت کی دو عظیم شخصیتوں ”حسن و حسین“ کے والد ہیں۔ یا ذوالقرنین کا یہ مطلب ہے: ذو شجنتین فی قونی واسہ ”یعنی وہ دو شکاف جو ان کے سر میں ہوا، ایک جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے ذریعہ اور دوسرا ابن ملجم (لعن) کی ضربت کے ذریعہ۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ (۱)

چلے خلیفہ پر کتاب و سنت کی باتیں مخفی رہ گئیں لیکن شعراء اور عہد جاہلیت کے افراد کے قصائد سے بھی خلیفہ نادان اور جاہل تھے۔

چنانچہ امرء القیس، اوس بن حجر اور طر فہ بن عبد نے اپنے اشعار میں ذوالقرنین کا تذکرہ کیا ہے۔
أشی بن ثعلبہ کہتا ہے:

والصعبُ ذوالقرنین أمسی ثاوياً
بالحسنو فی جدبٍ هناک مقیم
ربیع بن ضبیع کہتا ہے:

والصعبُ ذوالقرنین عمرُ ملکہ
الفین أمسی بعد ذاک رمیماً

۱۔ نوادر الاصول، حکیم ترمذی ص ۳۰۷ (ج ۲ ص ۱۱۸۷ اصل ۲۳۱)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۳ ص ۱۲۳ ح ۶۲۲۳)؛ ریاض
الطفرہ ج ۲ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۱۶۱)؛ التہذیب ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۸ (ج ۳ ص ۵۱)؛ لسان العرب ج ۱۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۱ ص ۱۳۶)؛ کنز
العمال ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۲ ص ۳۵۶-۳۵۷ ح ۳۳۹۱-۳۳۹۳)



قیس بن ساعدہ کا شعر ہے:

والصعبُ ذو القرنين أصبح ثاوياً بالحد بين ملاعب الأرياح

تج حمیری کا شعر ہے:

قد كان ذو القرنين قبلي مسلماً ملكاً تدین له الملوک وتحشد

پھر یہ کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنے میں کون سی قباہت ہے، کتنے ہی ایسے افراد ہیں جو عظیم فرشتوں کے نام سے موسوم ہیں جیسے جبریل، میکائیل اور اسرافیل۔

یہ عبری الفاظ ہیں اور عربی میں اس کا ترجمہ عبد اللہ، عبید اللہ اور عبد الرحمن ہوتا ہے۔

جیسا کہ ابن حجر (۱) نے نقل کیا ہے، صحیح بخاری میں عکرمہ سے منقول ہے کہ جبر، میک اور سراف

کے معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ ہے۔ (۲)

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ خداوند عالم کے نزدیک محبوب ترین اسماء ”عبد اللہ اور عبد الرحمن“

ہیں۔ (۳) اور نیز کوئی قباہت نہیں کہ عبرانی الفاظ پر نام رکھے جائیں۔

۸۔ خلیفہ کا یہ خیال کہ کھانا کھانا اور لوگوں کو کھانا دینا، اسراف ہے۔

چنانچہ صہیب نے رسول خدا کا ارشاد پیش کر کے اپنی دلیل سے انھیں ساکت کر دیا، آنحضرتؐ سے

مردی ہے: یا ایہا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام سلام کا اظہار کرو

(بلند آواز سے کرو)، اطعام طعام کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤ۔“

عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام

۱۔ الاصابہ، (ج ۲، ص ۳۹۹، نمبر ۵۱۲۶)

۲۔ صحیح بخاری باب من کان عدو الجبریل، کتاب التفسیر، (ج ۳، ص ۱۶۲۸، حدیث ۴۲۱۰)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۳۳۰، (ج ۵، ص ۱۲۱،

حدیث ۲۸۳۳، ۲۸۳۴)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۱۳۳، (ج ۸، ص ۱۶۵)

۳۔ مسند احمد، (ج ۵، ص ۴۵۶، حدیث ۱۸۵۵۳)؛ صحیح ابن حبان، (ج ۱۳، ص ۱۴۲، حدیث ۵۸۲۸)؛ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۹۹،

(نمبر ۵۱۲۶)

بہتر ہے؟ فرمایا: اطعام طعام کرو اور ہر انسان کو چاہے پچا نو یا نہ پچا نو، سلام کرو۔ (۱)

خطیب نے ابن عمر کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: بلند آواز سے سلام کرو،

اطعام طعام کرو اور جیسا خدا چاہتا ہے ویسے بندے ہو۔ (۲)

صہیب سے اس کے لقب و کنیت اور اس کے صاحبِ فرزند نہ ہونے کے سلسلے میں باز پرس کرنا بھی

جہالت کی ایک کڑی ہے حالانکہ صاحبِ فرزند ہونا لقب و کنیت کے شرائط میں سے نہیں۔

یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جنہیں رسول خداؐ نے ان کے فرزند کی ولادت سے قبل ہی ابو عبد الرحمن کا

لقب عطا فرمایا۔ (۳)

یہ محمد بن طلحہ ہیں: رسول خداؐ نے ان کی کنیت ابو القاسم قرار دی۔

یہ انس بن مالک کے بھائی خود ان کی آنکھوں کے سامنے موجود تھے جنہیں آنحضرتؐ نے اس وقت

ابو عمر کی کنیت دی جب وہ سن بلوغ تک بھی نہیں پہنچے تھے۔

یہ خود انس ہیں: رسول خداؐ نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی حالانکہ حمزہ نامی ان کا کوئی فرزند نہیں تھا۔

عائشہ کے علاوہ سبھی ازواجِ رسولؐ صاحبِ کنیت تھیں چنانچہ رسول خداؐ نے ان کو اُمّ عبداللہ کی کنیت

عطا فرمائی حالانکہ ایک کے علاوہ تمام ازواجِ رسولؐ اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔ (۴)

۹۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے پر حد کے بعد حد جاری کی

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میرے بھائی عبدالرحمنؓ نے شراب نوشی کی، ابوسردہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۳۹۹، (ج ۲، ص ۱۲۱۸، حدیث ۳۶۹۳)؛ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۱۶۹، (نمبر ۳۲۷۹)؛ زاد المعاد، ج ۲،

ص ۲۷۷، (ج ۲، ص ۲۲)؛ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۹۵، حدیث ۶۳، کتاب الایمان)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۱۲ ۳۔ المسند رک علیٰ النخسین، ج ۳، ص ۲۱۳، (ج ۳، ص ۳۵۳، حدیث ۵۳۶۶)

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۵، ص ۲۲۹۱، حدیث ۵۸۵۰)؛ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۳۵۸، حدیث ۳۰، کتاب الاذیاب)؛ مصابیح السنۃ، ج ۲،

ص ۱۴۹، (ج ۳، ص ۳۰۷، حدیث ۳۷۰۷)؛ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۳۱۰؛ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۱، (ج ۲، ص ۹۷)؛ استیعاب (القم

الرائع، ج ۱۸۸۲، نمبر ۴۵۴۹)؛ اسد الغابہ، (ج ۱، ص ۱۵۱، نمبر ۲۵۸)؛ الاصابہ، (ج ۳، ص ۳۷۶، نمبر ۷۷۸۱)



عقبہ بن حارث نے بھی اس فعل میں اس کا ساتھ دیا، ہم اس وقت عمر کی خلافت کے زمانے میں مصر میں مقیم تھے، یہ دونوں شراب نوشی کے بعد مستی کا شکار ہوئے جب مستی سے افادہ ہوا تو دونوں والی مصر عمرو عاص کے پاس گئے اور کہا: ہم پر حد جاری کر کے جلدی ہمیں پاک و منزہ کریں کیوں کہ ہم شراب نوشی کے بعد مستی کا شکار ہوئے ہیں۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے وہ نہیں سمجھ پائے کہ وہ لوگ عمرو عاص کے پاس آئے ہیں، میرے بھائی نے مجھ سے کہا: وہ مست تھا، یہ سن کر میں نے کہا: گھر کے اندر چلو تا کہ میں تمہیں پاک کروں، اس نے کہا: بے شک خود امیر نے بھی شراب نوشی کی ہے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: خدا کی قسم! آج میں سب کے سامنے سرتراشوں گا گھر کے اندر چلو تا کہ تیرا سر تمہارا کر دوں۔

اس دن حد کے ساتھ ساتھ میری تراشی گئی، چنانچہ وہ میرے ہمراہ گھر میں داخل ہوا، میں نے اپنے ہاتھوں سے بھائی کا سر مونڈا، پھر عمرو نے شراب کی حد جاری کی۔

چنانچہ یہ خبر عمر بن خطاب کو معلوم ہوئی تو عمرو عاص کو لکھا کہ عبدالرحمن بن عمر کو ایک ننگے اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ عمرو نے اسی طرح عبدالرحمن کو روانہ کر دیا، جب عبدالرحمن عمر کے پاس پہونچا تو اسے کوڑے مارا اور اس عنوان کے تحت سخت اذیت دی کہ وہ خلیفہ زادہ ہے، پھر اسے واپس بھیجا۔

اس واقعہ کے بعد وہ چند ہی دنوں تک زندہ رہا پھر مر گیا۔
لوگوں کا خیال تھا کہ عمر کے کوڑے نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے حالانکہ وہ ان کے کوڑے سے نہیں مرا تھا۔

ایک حدیث میں عمرو عاص سے حکایت کی گئی ہے کہ دربان نے کہا: یہ عبدالرحمن بن عمر اور ابوسروہ دروازے پر کھڑے اجازت کے طلبکار ہیں، میں نے کہا: بلاؤ، چنانچہ وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے اور کہا: ہم پر حد جاری کریں کیوں کہ ہم گزشتہ شب شراب نوشی کے بعد مستی کے شکار ہو گئے تھے۔



عمر و عاص کا بیان ہے کہ میں نے انھیں اپنے پاس سے بھگانا چاہا لیکن عبدالرحمن نے کہا: اگر حد جاری کر کے ہمیں پاک و منزه نہیں کیا تو مدینہ پہنچ کر اپنے باپ سے آپ کی شکایت کروں گا۔

میں نے سوچا: اگر میں نے اقامہ حد نہیں کیا تو عمر مجھ پر غضبناک ہوں گے اور مجھے میرے عہدے سے معزول کر دیں گے، ابھی میں اس فکر میں تھا کہ عبداللہ بن عمر داخل ہوا، میں نے اٹھ کر خوش آمدید کہا اور اپنی جگہ بٹھانا چاہا لیکن اس نے قبول نہیں کیا، کہا: میرے باپ نے ممانعت کی ہے کہ میں تیرے پاس آؤں مگر بر بنائے مجبوری۔ میرے بھائی کے سر کو لوگوں کے سامنے نہ تراشو۔ ہاں! جہاں تک کوڑے کا سوال ہے تو جس قدر بہتر سمجھو انجام دو۔

عمر و عاص کا بیان ہے کہ میں نے ان لوگوں پر محن خانہ میں حد جاری کی اور ابن عمر نے اپنے بھائی اور ابوسرودہ دونوں کے سر تراشے۔

خدا کی قسم! میں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں لکھا لیکن عمر کا خط میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا: یہ خط پہونچتے ہی عبدالرحمن کو عبا میں لپیٹ کر ایک ننگے اونٹ پر روانہ کر دو تا کہ معلوم ہو کہ کتنے برے فعل کا مرتکب ہوا ہے، چنانچہ میں نے عمر کے خط کے بعد ابن عمر کو روانہ کر دیا اور خط کو عبداللہ کے سامنے پڑھا اور پھر ایک خط عمر کے پاس لکھا جس میں عذر خواہی کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے اسے محن خانہ میں کوڑا مارا ہے اور خدائے پاک کی قسم! میں گھر کے علاوہ کہیں اور اقامہ حد نہیں کرتا۔ پھر خط کو عبداللہ بن عمر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

اسلم کا بیان ہے کہ عبدالرحمن عمر کے پاس پہونچا، اس پر ایک عبا موجود تھی اور اونٹ کے ذریعہ پہونچی اذیتوں کی وجہ سے اسے راستہ چلنے میں دشواری پیش آرہی تھی، عمر نے کہا: اے عبدالرحمن! تو نے ایسا دیا کیا ہے۔ پھر چلانے لگے: کوڑا کوڑا!.....

عمر کی حالت دیکھ کر عبدالرحمن بن عوف نے کہا: اے امیر المومنین! اس پر ایک مرتبہ حد جاری کی جا چکی ہے لیکن عمر نے اس کے کلام پر کوئی توجہ نہیں دی اور اسے سخت آزار و اذیت پہونچائی، اس وقت عبدالرحمن فریاد کرتا رہا: میں مریض ہوں تو میرا قاتل ہے، لیکن لاکھ فریاد و فغاں کے بعد بھی عمر نے اس پر



دومرتبہ اقامہ حد کیا اور زندان میں ڈال دیا۔

اس واقعہ کے بعد وہ سخت بیمار ہوا اور موت کی آغوش میں چلا گیا۔ (۱)

ابو عمر کا بیان ہے: عبدالرحمن اوسط بن عمر یا ابو حمیمہ وہی ہے جس پر عمرو عاص نے مہر میں شراب نوشی کی حد جاری کی، پھر اسے مدینہ بھیج دیا، اس کے باپ نے بھی تربیت کی خاطر اسے مارا، اس کے بعد وہ سخت بیمار ہوا اور ایک مہینے بعد ہی جاں بحق ہو گیا۔

اسی طرح معمر نے زہری اور سالم سے روایت کی ہے لیکن اہل عراق کا کہنا ہے کہ وہ عمر کے کوڑوں کی اذیت سے مرا ہے جب کہ یہ غلط ہے۔ زہیر کا کہنا ہے کہ عمر نے اس پر حد جاری کی جس کی وجہ سے وہ مریض ہوا اور پھر مر گیا۔ (۲)

ابن حجر نے ابو عمر کے کلام کو نقل کر کے کہا ہے کہ عبدالرزاق نے مذکورہ سند کے ذریعہ معمر کے حوالے سے طویل واقعہ کو نقل کیا ہے اور یہ صحیح ہے۔ (۳)

طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر نے لکھا ہے اور اس سال (۱۴ھ) میں عمر نے اپنے بیٹے اور ایک جماعت کو شراب کی وجہ سے مارا اور کوڑوں کی بارش کی۔ (۴)

تبصرہ علامہ امینیؒ

یہ مسئلہ کئی اعتبار سے قابل اعتراض اور لائق تنقید ہے اس لئے کہ حد گناہوں کا کفارہ ہے، حد کے

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۲؛ التحدیث، ج ۳، ص ۴۳۰، (ج ۶، ص ۲۶۵)؛ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۵۵؛ سیرۃ عمر، ابن جوزی، ص ۷۰، (ص ۲۱۳)؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۲، (ج ۲، ص ۳۰۱)؛ ارشاد الساری، ج ۹، ص ۴۳۹، (ج ۱۳، ص ۲۱۶)۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۹۳، (القسم الثانی، ص ۸۴۲، نمبر ۱۳۳۳)۔

۳۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۷۲۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۱۵۰، (ج ۳، ص ۵۹۷، حوادث ۱۳ھ)؛ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۰۷، (ج ۲، ص ۱۲۴، حوادث ۱۳ھ)؛

البدلیۃ والنهاية، ج ۷، ص ۴۸، (ج ۷، ص ۷۵، حوادث ۱۳ھ)۔



بعد انسان کے اوپر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا کہ اس پر دوبارہ حد جاری کی جائے، سنت شریفہ سے یہی بات ثابت ہے۔

۱۔ خزیمہ بن ثابت سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جس شخص پر حد جاری کی جاتی ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دوسری عبارت: جو شخص گناہ کا مرتکب ہو اور اس پر حد جاری کی جائے تو وہی اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (۱)

۲۔ عبدہ بن مسامت سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر تم میں کسی پر حد کی جائے تو گویا اس کی عقوبت و سزا میں عجلت سے کام لیا گیا ہے یہی اس کا کفارہ ہے ورنہ اگر حد جاری نہ کی جائے تو اس کا کام خدا کے ذمہ ہے۔

عبادہ کی دوسری تعبیر ہے: اگر تم میں کوئی ایسے افعال کا مرتکب ہو جن کی خداوند عالم نے ممانعت فرمائی ہے اور اس پر حد جاری کر دی جائے تو یہی اس کا کفارہ ہے اور جس پر حد جاری کرنے میں تاخیر ہو اور اقامہ حد نہ کیا جائے تو اس کا کام خدا کے ذمہ ہے اگر خدا نے چاہا تو عذاب کرے گا اور چاہا تو بخش دے گا۔ اس کی تیسری عبارت ہے: اگر کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہو اور حد کی صورت سزا دے دی جائے تو وہی اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (۲)

۳۔ شافعی نے ایک مرفوع حدیث میں نقل کیا ہے: شاید تم واقف نہیں ہو کہ حدود خدا گناہوں کا کفارہ ہیں۔ (۳)

۱۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۱۵، (ج ۶، ص ۲۸۰، ۲۸۱، حدیث ۲۱۳۵۹، ۲۱۳۹۶)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۸۲؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸؛ مشکاۃ المصابیح، ص ۳۰۸، (ج ۲، ص ۳۲۵، حدیث ۳۶۲۸)

۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۵، (ج ۲، ص ۲۳۹۰، حدیث ۶۲۰۲)؛ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۹، (ج ۳، ص ۵۳۰، حدیث ۳۱، کتاب الحدود)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۱، (ج ۳، ص ۳۶، حدیث ۱۳۳۹)؛ مسند ابوداؤد، ص ۷۹؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۴۹، (ج ۲، ص ۸۶۸، حدیث ۲۶۰۳)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸



۴۔ امیر المومنین حضرت علیؑ سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص حدود خدا سے تجاوز کرے اور اس پر حد جاری کی جائے تو وہ اس کا کفارہ ہے۔ (۱)

۵۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص پر حد جاری کی، اس کے بعد لوگوں نے اس پر لعن و طعن کرنا اور اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا، یہ سن کر حضرت نے فرمایا: کیا ان گناہوں کی باز پرس نہیں ہوئی ہوگی؟ (۲)

۶۔ عبداللہ بن معقلؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص پر حد جاری کی، لیکن جلاد نے اس پر دو کوڑا زیادہ مارا تو حضرت نے دو کوڑوں کو جلاد کی طرف واپس کر دیا۔ (۳)

خليفة کا یہ خیال کرنا کہ عرو و عاص کی حد کی کوئی اہمیت نہیں، وہ بے اثر ہے اس لئے کہ اس نے محن خانہ میں حد جاری کی تھی تو ایک شخص نے اسے باخبر کیا کہ اقامہ حدود اس کی روزمرہ کی عادت ہے۔ اور خود حدود کے شرائط میں یہ نہیں کہ مجمع عام اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے حد جاری کی جائے بلکہ پوشیدہ طور پر اقامہ حد کرنا بھی کافی دوائی ہے۔ جیسا کہ قسطلانی نے جمہور اور اکثر علماء کی جانب اس کی نسبت دی ہے۔ (۴)

اگر خلیفہ کا یہ خیال صحیح ہو تو پھر واجب ہے کہ ابوسروہؓ پر بھی دو مرتبہ حد جاری کی جائے اور ان تمام افراد پر جن پر عرو و عاص کے محن خانہ میں حد جاری کی ہے۔

اور اگر اس حد کے ذریعہ انہوں نے تادیب کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ بیہقی، ابو عمر اور قسطلانی نے خلیفہ کی طرف سے عذر خواہی اور بہانہ تراشی کی ہے۔ (۵) تو پھر عبدالرحمن بن عوف کی مخالفت کے باوجود کہ اس پر اقامہ حد ہو چکا ہے اور دو مرتبہ حد جاری کرنا زیادتی ہے، اسے چھوڑا کیوں نہیں؟

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۹

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۹

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۲

۴۔ ارشاد الساری، ج ۹، ص ۳۳۹، (ج ۱۳، ص ۲۱۶)

۵۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۳؛ ارشاد الساری، ج ۹، ص ۳۳۹، (ج ۱۳، ص ۲۱۶)

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ حد کفارہ ہے اور ایک مرتبہ مورد حد واقع ہونے والے انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا لہذا نہ اس پر کوئی حد ہے، نہ تعزیر گناہ اور نہ ہی تادیب۔
بالفرض اگر تربیت کے لئے تعزیر صحیح ہو تو بے شک سنت میں دس کوڑے معین کئے گئے ہیں (حد تادیب کی توضیح گذر چکی ہے) لہذا ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے تعزیر وحد کو مساوی اور یکساں درجہ کیوں دیا؟!

اس جہالت پر عمرو دھاس کو دیئے گئے حکم کا بھی اضافہ کر لیں کہ اسے ایک عبا میں ننگے پیٹ کر اونٹ پر روانہ کر دو، وہ عمر کے پاس پہنچا در حالیکہ اونٹ کی اذیت کی وجہ سے راستہ چلنے کی سکت نہیں تھی۔
بے شک یہ وہ اذیتیں ہیں جن کی حد نے تردید کی ہے اور شریعت مقدس نے قطعی اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس کے بعد بیماری و کسالت کی وجہ سے اس جدید حد کے اجتہادی شکوے کو مؤخر کرنے میں کون سی ممانعت تھی اور انہوں نے اسے بہتر اور سالم ہونے تک مؤخر کیوں نہ کیا حالانکہ سنت رسول میں ہے کہ جس پر حد لگائی جا رہی ہے اگر وہ بیمار ہے تو اتنا صبر کرے کہ وہ اچھا ہو جائے۔

ان تمام باتوں کے بعد اگر آپ کو تعجب ہی کرتا ہے تو ابن جوزی کی بات پر تعجب کریں وہ سیرۃ عمر میں لکھتے ہیں: ”یہ گمان کرنا صحیح نہیں کہ عبداللہ بن عمر نے شراب پی تھی بلکہ اس نے انگوڑ کا جوس پیا تھا، یہ سوچ کر کہ وہ شراب نہیں ہے اور اس کے پینے سے مستی نہیں آئے گی، اسی طرح ابو سرحہ بھی ہیں، یہ بدری صحابی ہیں، چنانچہ جب وہ مستی کا شکار ہوئے تو حد کے ذریعہ پاک ہونا چاہا، حالانکہ خدا کی ممانعت کے سلسلے میں گناہ پر صرف ندامت و پشیمانی ہی ان کے لئے کافی تھی لیکن انہوں نے خدا کے لئے اپنے نفس پر زیادتی کی وجہ سے غضب کیا اس لئے انھوں نے اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کیا، ہاں! عمر کا اس حد کی نگرار کرنا حد نہیں ہے بلکہ انھوں نے اپنے بیٹے کو صرف اور صرف تادیب کے عنوان سے مارا تھا اور نہ پھر حد کی نگرار نہیں ہوتی“۔ (۱)

اگر یہ خیال صحیح مان لیا جائے تو پھر عمر اور عمرو پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حد لگائی۔ اس کے علاوہ خود ان افراد پر اعتراض ہوتا ہے جن پر حد جاری کی گئی کہ انہوں نے بغیر کسی سبب و علت کے اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کیا۔ ان کے لئے ندامت ہی کافی تھی، جیسا کہ ابن جوزی نے گمان کیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ندامت کی بھی ضرورت نہیں تھی اس اعتقاد کے بعد کہ آب انکور مست آور نہیں ہوتا اور اس کے لئے توبہ بھی لازم نہیں ہے، اگرچہ ایسے افعال کی وجہ سے مکمل ایمان ضعف کا شکار ہوتا ہے۔

۹۸۔ روز عید پڑھنے والے سورہ سے خلیفہ کی جہالت

عبید اللہ سے منقول ہے: نماز کے ارادے سے عید کے دن عمر گھر سے باہر آئے اور ایک آدمی کو ابلی و اقدلیشی کے پاس بھیج کر پوچھوایا کہ رسول خدا ان دنوں کیا پڑھتے تھے؟ لیٹ نے جواب دیا: سورہ ق اور اقتراب۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ ایسی صحیح روایت ہے جسے ائمہ حدیث نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ بتائیں مرسل کہہ کر یہ بہانہ تراشی کرنا کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے عمر کا زمانہ درک نہیں کیا ہے، قطعی مردود ہے، اس لئے کہ صحیح مسلم میں عبید اللہ بن عبد اللہ نے ابو اقد سے روایت کی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ عبید اللہ نے ابو اقد کا زمانہ درک کیا ہے اس لئے بیہقی، سندى، سیوطی اور اکثر محدثین نے نسبت ارسال کو مردود اور باطل قرار دیا ہے۔

میرے ساتھ آئیے تاکہ ہم خلیفہ سے سوال کریں کہ اس بات کا علم ان سے کیوں پوشیدہ رہ گیا کہ

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۳۲، (ج ۲، ص ۲۸۸، حدیث ۱۴، کتاب العیدین)؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۸۰، (ج ۱، ص ۳۰۰، حدیث ۱۱۵۴)؛ موطا مالک، ج ۱، ص ۱۴۷، (ج ۱، ص ۱۸۰، حدیث ۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۸۸، (ج ۱، ص ۳۰۸، حدیث ۱۲۸۲)؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۰۶، (ج ۲، ص ۳۱۵، حدیث ۵۳۳)؛ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۸۴، (ج ۱، ص ۵۳۶، حدیث ۱۷۷۳)۔

رسول خدا نماز عیدین میں کیا پڑھتے تھے؟ کیا وہ فراموشی کا شکار ہوئے اور تحقیق و تفحص کرنا چاہتے تھے جیسا کہ سیوطی نے ”تنویر الحواکک“ میں یہ عذر لنگ پیش کیا ہے۔ (۱) یا یہ کہ بازار میں ہیرا پھیری اور دلائی نے اس سے دور رکھا تھا جیسا کہ انھوں نے خود ہی کئی مقامات پر اس بہانہ کے ذریعہ طلب معافی کی ہے۔ (۲) علاوہ ازاں عنقریب ذکر کیا جائے گا کہ بہت سے افراد نے ان کے نسیان کی عادت کو بیان کیا ہے حالانکہ فراموشی و نسیان بعید ہے اس لئے کہ یہ اتنا مشہور و معروف حکم ہے کہ ہر سال دو مرتبہ تمام لوگوں کے سامنے تکرار ہوتا ہے جسے بھولا نہیں جاسکتا۔

جہاں تک سیوطی کے دوسرے احتمال کا سوال ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو بتا دیتے تھے (کہ فلاں فلاں سورہ کی قرائت کروں گا یا ان سوروں کو بلند آواز سے پڑھتے تاکہ لوگ سن سکیں) ایسی صورت میں کوئی ضرورت نہیں کہ ابوداؤد کے پاس آدمی بھیج کر اس سلسلے میں سوال کیا جائے۔

۹۹۔ معانی الفاظ اور خلیفہ

۱۔ عمر سے مروی ہے، انہوں نے منبر پر جا کر کہا: آیہ مبارکہ: ﴿أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَىٰ تَعْوَفٍ﴾ ”یا انھیں خوف کی حالت میں پکڑا جائے“۔ (۳) سے تم لوگ کیا سمجھتے ہو؟
سب خاموش رہے تو قبیلہ ہزریل کے ایک پیر مرد نے کھڑے ہو کر کہا: یہ ہماری لغت ہے اور خوف کا مطلب تنقص (کمی) ہے۔ عمر نے پوچھا: کیا عرب کے کسی شاعر نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے؟
کہا: ہاں ہمارے شاعر ابو کبیر ”زہیر“ نے مکہ کے بعد راستہ طے کرتے ہوئے اپنے اونٹ کی کیفیت بیان کی ہے۔

۱۔ تنویر الحواکک، ج ۱، ص ۱۳۷، (ج ۱، ص ۱۹۱)۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۳۳، (ج ۲، ص ۳۶۱، حدیث ۳۶، کتاب لا داب)؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۳۷، (ج ۲، ص ۷۷۷، حدیث ۷۷۷)۔

۱۹۵۶)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۹، (ج ۳، ص ۳۹۶، حدیث ۱۰۷۶۱)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۲۷۴؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳۰، (ج ۳، ص ۳۳۶)؛ مشکل لا تار، ج ۱، ص ۴۹۹۔

تخوف الرحل منها تامکا قروا کما تخوف غود النعبہ السفلی

یہ سن کر عمر نے کہا: اے لوگو! میں تمہیں تمہارے دیوان کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ وہ گم نہ ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا: ہمارا دیوان کیا ہے؟ کہا: عہد جاہلیت کے اشعار: اس لئے کہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی و مطالب مذکور ہیں۔ (۱)

۲۔ ابولت ثقفی سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُصِلَّهٖ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرًّا﴾ (زیر کے ساتھ) ”(پس خدا) جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ اور دشوار بنا دیتا ہے۔“ (۲)

ان کے پاس موجود بعض اصحاب نے زیر کے ساتھ (حرج) پڑھا تو عمر نے کہا: بنی کنانہ کے ایک شخص کو لے آؤ جو چوپان ہو۔ چنانچہ لوگوں نے اسے حاضر کیا، عمر نے اس سے پوچھا: اے جوان! حرج کیا ہے؟ کہا: ہمارے نزدیک حرج وہ درخت ہے جس تک کوئی انسان، وحشی حیوان یا کوئی دوسری چیز رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔

یہ سنتے ہی عمر نے کہا: منافق کا دل بھی اسی طرح ہے، ذرا بھی خیر و برکت اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ (۳)

۳۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ”اور دین میں تمہارے لئے کوئی زحمت قرار نہیں دی گئی ہے۔“ (۴)

۱۔ تفسیر کشاف، ج ۶، ص ۱۶۵، (ج ۲، ص ۶۰۸/۶۰۹)؛ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۱۱۰، (ج ۱۰، ص ۷۳)؛ تفسیر بیضاوی ج ۱، ص ۶۶، (ج ۱، ص ۵۳۵)۔

۲۔ انعام، ۱۲۵

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷۵؛ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۵۳، (ج ۲، ص ۵۱)؛ درمنثور، ج ۳، ص ۳۵، (ج ۳، ص ۳۵۶)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۵، (ج ۲، ص ۵۹۶، حدیث ۴۸۲۰)

۴۔ ج ۸، ص ۷۸

پھر کہا: بنی مذبح کے ایک شخص کو میرے پاس لاؤ (جب حاضر ہوا تو) عمر نے پوچھا: تم لوگوں کے نزدیک حرج کیا ہے؟ کہا: ضیق، تنگی۔ (۱)

۳۔ حاکم نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ”وہ لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا۔“ (۲)

وہ ابی بن کعب کے پاس آئے اور سوال کیا کہ ہم میں کون ہے جو ظلم کا مرتکب نہیں ہوا ہے؟ ابی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہاں ظلم سے مراد ”شُرک“ ہے، کیا آپ نے قول لقمان نہیں سنا: ”یابنسی لا تشرک بالله ان الشرک لظلم عظیم“ اے میرے فرزند! اللہ کا شریک قرار نہ دو بے شک یہ ظلم عظیم ہے۔ (۳)

میں اس بات کے لئے خلیفہ کو معذور سمجھتا ہوں کہ کتاب و سنت کا علم ان سے پوشیدہ رہ گیا یا قضاوت میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے؛ اس لئے کہ گراہ داری، مال و متاع کے سلسلے میں ان کی بے لوث خدمت، بازاروں میں دلالی اور رسیوں کی خرید و فروخت نے انہیں اتنا مشغول کر رکھا تھا کہ وہ علوم و معارف کے حصول سے قاصر و عاجز تھے۔ (۴)

لیکن جس زبان و لغت سے وہ چوبیس گھنٹے سروکار رکھتے تھے، اس کی عدم معرفت کے سلسلے میں انہیں معذور قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۱۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۵۷، (ج ۲، ص ۴۷۰، حدیث ۳۵۲۳)

۲۔ انعام ۸۲

۳۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۳۰۵، (ج ۳، ص ۳۲۵، حدیث ۵۳۳۰؛ سورۃ لقمان، آیت ۱۳)

۴۔ تفسیر طبری، ج ۱، ص ۷، (مجلد ۷، ج ۱۱، ص ۸)؛ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۳۰۵، (ج ۳، ص ۳۲۵، حدیث ۵۳۲۹)؛ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۲۳۸، (ج ۸، ص ۱۵۱/۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۸۳؛ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۴۶، (ج ۲، ص ۳۰۴)؛ درمنثور، ج ۳، ص ۲۹۶؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۷، (ج ۲، ص ۶۰۵، حدیث ۳۸۵۸/۳۳۸۸)؛ فتح القدیر شوکانی، ج ۲، ص ۳۷۹، (ج ۲، ص ۳۹۸)؛ روح المعانی، ج ۱۱، ص ۸



۱۰۰۔ تمام سال کے روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابو عمر شیبانی سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب کو ایسے شخص کے متعلق بتایا گیا جو ہر روز روزہ رکھتا ہے، یہ سنتے ہی عمر نے اپنے مخصوص کوڑے کی بارش شروع کر دی، وہ کہتے جاتے: اے دہریہ، اے دہریہ! کھا۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

مجھے اس مسئلہ نے سخت مشوش کیا ہوا ہے، نہیں معلوم دور وایتوں میں سے کس پر اعتماد کروں: کیا اس روایت پر جسے ابن جوزی نے حدیث تازیانہ (کوڑے) کے عنوان سے نقل کیا ہے یا اس کی دوسری روایت (۲) پر جس میں مذکور ہے کہ عمر بن خطاب ہر روز روزہ رکھتے تھے، طبری اور جعفر فریابی نے اپنی سنن میں اس کی روایت کی ہے، سیوطی نے ان دونوں سے حکایت کی ہے۔ (۳)

سنن بیہقی میں منقول ہے کہ عمر بن خطاب اپنی وفات سے قبل ہر روز روزہ رکھتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہر دن روزہ رکھتے تھے۔ (۴)

ابن کثیر اور محبت طبری نے اس کی روایت کر کے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہر دن روزہ رکھنا، ایک دن کھانے اور ایک دن روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ (۵)

یہاں سنت شریفہ میں تمام سال روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے اور آنحضرتؐ کے ارشاد مبارک کے ظاہری مطلب سے بھی کوئی ممانعت سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص ہر دن روزہ رکھے اس کا روزہ

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی، ص ۱۴۷، (ص ۱۷۹)

۲۔ سیرۃ عمر، ص ۱۴۶، (ص ۱۵۳)

۳۔ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۳۲، (ج ۸، ص ۶۱۹، حدیث ۲۳۳۱۷)

۴۔ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۰۱

۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۳۵، (ج ۷، ص ۱۵۲، حوادث ۲۳ھ)؛ ریاض الصغیر، ج ۲، ص ۳۸، (ج ۲، ص ۳۰۹)



صحیح نہیں یا آپ کا یہ فرمان کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے نہ روزہ رکھا ہے اور نہ ہی افطار کیا ہے۔

یہ اقوال ان دائمی روزے پر جاری ہوں گے جو ایام حرام (مثلاً عید فطر و قربان) کو بھی شامل کریں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے یا پھر روزہ رکھنے سے کسی کا حق پامال ہو۔

اس کے علاوہ روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے چنانچہ صحیح مسلم، سنن بیہقی اور دوسری بہت سی حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ (۱)

ابن جریر نے ام کلثوم سے نقل کیا ہے کہ عائشہ سے کہا گیا: آپ ہر دن روزہ رکھتی ہیں حالانکہ رسول خداؐ نے ہر دن روزہ رکھنے کی ممانعت کی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے کہ رسول خداؐ تمام سال روزہ کی ممانعت فرماتے تھے لیکن جس نے عید فطر و قربان کے دن افطار کر لیا اس نے تمام سال روزہ نہیں رکھا ہے۔ (۲)
نودی شرح مسلم (۳) میں لکھتے ہیں:

”تمام سال روزے کی ممانعت کے باب میں متذکرہ روایات کے پیش نظر تمام سال روزہ کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے:

علماء ظاہریہ (اہل ظاہر) ظواہر حدیث کے پیش نظر تمام سال روزہ کی ممانعت کے قائل ہیں۔
قاضی وغیرہ کہتے ہیں کہ اکثر علماء جواز کے معتقد ہیں اگر ممنوع دنوں میں روزہ نہ رکھا جائے اور وہ ایام: روز فطر، روز قربان اور ایام تشریق (گیارہویں و بارہویں ذی الحجہ جو مکہ میں مقیم ہیں) ہیں۔
شافعی اور ان کے ماننے والوں کا نظریہ ہے کہ اگر روز فطر و قربان اور ایام تشریق میں افطار کرے تو

۱۔ صحیح مسلم، ۱، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۵۱۷، حدیث ۱۸۶، ۱۸۷، کتاب الصیام)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۲۹۹

۲۔ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۳۳، (ج ۸، ص ۶۲۷، حدیث ۲۳۳۵)؛ تہذیب لآثار طبری، (ج ۱، ص ۳۱۵، حدیث ۵۰۷، مسند عمر بن الخطاب)

۳۔ شرح صحیح مسلم مطبوعہ رعاشیہ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۵۱، (ج ۸، ص ۴۲۰)

تمام سال روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ وہ مستحب ہے اگر ضرر رساں نہ ہو اور کسی کا حق پامال نہ ہو، ہاں! اگر وہ روزہ نقصان دہ ہو یا تصحیح حق کا موجب بنے تو مکروہ ہے۔ انھوں نے حمزہ بن عمر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی مسلم و بخاری نے روایت کی ہے۔

اُس (حمزہ) نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہر روز مسلسل روزہ رکھتا ہوں کیا سفر میں روزہ رکھوں؟ فرمایا: اگر چاہو تو روزہ رکھ سکتے ہو۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں کہ آنحضرتؐ نے اسے مسلسل روزہ رکھنے کی تشویق کی اگر مکروہ ہوتا تو اس کام کی تشویق نہ فرماتے خاص طور سے سفر میں۔

اور ابن عمر سے بھی ثابت ہے کہ وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے، اسی طرح ابو طلحہ، عائشہ اور بہت سے گذشتہ افراد جن کا میں نے شرح مہذب باب روزہ مستحی میں تذکرہ کیا ہے اور حدیث ”لا صام من صام الابد“ کے بہت سے جواب دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس کی حقیقت و واقعیت پر محمول ہے اس عنوان سے کہ وہ عید فطر، عید قربان اور ایام تشریق کو بھی روزہ رکھے۔ عائشہ نے بھی یہی جواب دیا ہے“

حدیث ”صم یوماً و افطر یوماً“ کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء نے اس حدیث میں اختلاف کیا ہے، ہمارے اصحاب میں ہے متوالی اور ان کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلسل روزہ رکھنے سے بہتر ہے ظاہر حدیث سے یہی استفاد ہے اور ان کے کلام میں عبد اللہ بن عمر کے حوالے سے اس حدیث کی تخصیص و مسلسل روزہ کے متعلق تفصیلی اشارہ پایا جاتا ہے، اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ تمہارے حق میں یہ (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) روزہ متوالی و مسلسل سے افضل نہیں ہے، اس کی تائید آنحضرتؐ کے ارشاد سے ہوتی ہے کہ آپؐ نے حمزہ بن عمرو کو ہر دن روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی اور اسے ہر دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی اگر (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) لوگوں کے حق میں بہتر ہوتا تو آنحضرتؐ اس کی رہنمائی فرماتے اس لئے کہ وقت حاجت سے بیان کو موخر کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

ایک محقق، ائمہ فقہ اور شارحین کی تالیفات میں موجود ان کلمات سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

جن افراد سے عمر کے روزے کی روایت نقل ہوئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ عثمان بن عفان، مقتول ۳۵ھ۔ (۱)
- ۲۔ عبد اللہ بن مالک ازرمی، متوفی ۵۶، ۵۹ھ۔ (۲)
- ۳۔ اسود بن یزید نخعی، متوفی ۵۷ھ۔ (۳)
- ۴۔ ابوبکر بن عبد الرحمن قرشی، متوفی ۹۲ھ۔ (۴)
- ۵۔ فقیہ ابو خالد مسلم مخزومی، متوفی ۱۰۸ھ۔ (۵)
- ۶۔ سعد بن ابراہیم مدنی، متوفی ۱۲۵ھ۔ (۶)
- ۷۔ وکیع بن حرام، متوفی ۱۹۶ھ۔ (۷)
- ۸۔ مصعب بن عبد اللہ بن زبیر، متوفی ۲۳۳ھ۔ (۸)
- ۹۔ محمد بن علی ابوالعباس کرخی، متوفی ۳۳۳ھ۔ (۹)
- ۱۰۔ ابوبکر نجار، عراق میں جہلیوں کے بزرگ، متوفی ۳۳۸ھ۔ (۱۰)
- ۱۱۔ احمد بن ابراہیم نیشاپوری، متوفی ۳۸۶ھ۔ (۱۱)

- ۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۷۷، (القسم الثالث، ص ۱۰۳، نمبر ۱۷۷۸)
- ۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۹۹، (ج ۸، ص ۱۰۷، حوادث ۵۹ھ)؛ الاصابہ، ج ۶، ص ۳۶۴
- ۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۱۲، (ج ۹، ص ۱۷، حوادث ۷۷ھ)
- ۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۱۱۶
- ۵۔ طبقات الکفا، ج ۱، ص ۲۳۵، (ج ۱، ص ۲۵۵، نمبر ۲۳۱)
- ۶۔ خلاصۃ التعذیب خزری، ص ۱۱۳، (ج ۱، ص ۳۶۷، نمبر ۲۳۷)؛ شذرات الذهب، ج ۱، ص ۱۷۳، (ج ۲، ص ۱۱۹، حوادث ۱۲۷ھ)
- ۷۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۵۰۱، تذکرۃ الکفا، ج ۱، ص ۲۸۲، (ج ۱، ص ۳۰۷، نمبر ۲۸۴)
- ۸۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۲، (ج ۳، ص ۱۱۹، نمبر ۸۵۵۸)
- ۹۔ المختصر، ج ۶، ص ۳۷۶، (ج ۱۳، ص ۹۶، نمبر ۲۵۴۸)
- ۱۰۔ المختصر، ج ۶، ص ۳۹۰، (ج ۱۳، ص ۱۱۹، نمبر ۲۵۸۶)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۲۳۴، (ج ۱۱، ص ۲۶۶، حوادث ۳۳۸ھ)
- ۱۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۳۱۹، (ج ۱۱، ص ۳۶۵، حوادث ۳۸۶ھ)

- ۱۲۔ ابوالفرج معدل احمد بن محمد، متوفی ۴۱۵ھ۔ (۱)
- ۱۳۔ ابوالقاسم، عبداللہ بن احمد حرّی، متوفی ۴۱۲ھ۔ (۲)
- ۱۴۔ ابوالعباس احمد ایبوری، متوفی ۴۲۵ھ۔ (۳)
- ۱۵۔ ابو عبداللہ صوری محمد بن علی، متوفی ۴۳۱ھ۔ (۴)
- ۱۶۔ عبدالملک بن حسن، متوفی ۴۷۲ھ۔ (۵)
- ۱۷۔ ابوالبرکات یحییٰ انباری، متوفی ۵۵۲ھ۔ (۶)
- ۱۸۔ حافظ عبدالغنی مقدسی، متوفی ۶۰۰ھ۔ (۷)
- ۱۹۔ فقیہ محمود بغدادی حنفی، متوفی ۶۰۹ھ۔ (۸)
- ۲۰۔ شیخ محی الدین نووی، متوفی ۶۷۷ھ۔ (۹)
- ۲۱۔ عبدالعزیز بن وئف حنبلی بغدادی۔ (۱۰)

یہ سب اس لئے متفق ہیں کیوں کہ انہوں نے تمام سالِ روزہ رکھنے کے جواز کو شریعت اسلام سے اخذ کیا ہے اور اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ پر لیکن ان کا مخصوص کوڑا خود خلیفہ کے

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۶۷؛ البدیۃ والنہیۃ، ج ۱۲، ص ۱۸، (ج ۱۲، ص ۲۲، حوادث ۴۱۵ھ)؛ المختصر، ج ۸، ص ۱۷، (ج ۱۵، ص ۱۶۳،

نمبر ۳۱۳)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۳۸۲؛ المختصر، ج ۸، ص ۴، (ج ۱۵، ص ۱۷، نمبر ۳۰۹۹، بجائے عبداللہ بن احمد کے محمد بن عمر ہے)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۵۱

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۰۳؛ المختصر، ج ۸، ص ۱۲۳، (ج ۱۵، ص ۳۲۲، نمبر ۳۲۹۳)

۵۔ البدیۃ والنہیۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۰، (ج ۱۲، ص ۱۳۷، حوادث ۴۷۲ھ)

۶۔ البدیۃ والنہیۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۳، (ج ۱۲، ص ۲۹۶، حوادث ۵۵۲ھ)

۷۔ البدیۃ والنہیۃ، ج ۱۳، ص ۳۹، (ج ۱۳، ص ۱۳۷، حوادث ۶۰۰ھ)

۸۔ شذرات الذهب، ج ۵، ص ۳۹، (ج ۷، ص ۷۲، حوادث ۶۰۹ھ)

۹۔ البدیۃ والنہیۃ، ج ۱۳، ص ۲۷۹، (ج ۱۳، ص ۳۲۶، حوادث)

۱۰۔ شذرات الذهب، ج ۵، ص ۱۸۳، (ج ۷، ص ۳۲۲، حوادث ۶۲۳ھ)

اجتہاد کا شگوفہ ہے، یہ حکم صرف انہیں کے یہاں دیکھنے میں آیا دوسرے اس سے قطعی مبرہ اور پاک ہیں، ورنہ ایک ایسے انسان کو اپنا مخصوص کوڑا مارنے کا کیا جواز ہے جو روزہ کے ذریعہ عبادت گزار تھا...؟!

﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ﴾ ”یہی حقیقی اور واقعی قصہ ہے“۔ (۱)

﴿وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ”ہم نے ان کے لئے ایک کتاب پیش کی ہے، جس کے (اسرار و رموز) کو پوری طرح واضح کر دیا ہے“۔ (۲)

﴿وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ ”وہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں اس کا علم نہیں رکھتے، وہ تو صرف گمان کر رہے ہیں“۔ (۳)

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ ”گمان، انسان کو حق و حقیقت سے بے نیاز نہیں کر سکتا“۔ (۴)

۱۔ سورہ آل عمران ۶۲

۲۔ سورہ اعراف ۵۲

۳۔ سورہ جاثیہ ۲۳

۴۔ سورہ یونس ۳۶

بحث کے نتائج

یہ تھے علم عمر کے مستحکم خیر کارناموں کے چند نمونے۔ ہم اس کے کئی گنا زیادہ بھی پیش کر سکتے تھے لیکن مقتضائے حال کی رعایت کرتے ہوئے اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں، ہم آئندہ جلدوں میں قارئین کی خدمت میں ایسے بہت سے کارنامے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔ جن مطالب کو اوپر پیش کیا گیا، ان کا خلاصہ یہ بعض نکات ہیں:

۱۔ خلیفہ اپنے مسائل بعض اصحاب سے سیکھتے اور حل کرتے تھے: اس لئے کہ ان کے پاس وہ علم نہیں تھا جو صحابہ کے پاس تھا، ان میں بعض علمی اعتبار سے مشہور بھی نہیں تھے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عبدالرحمن بن عوف؛

۲۔ معاذ بن جبل؛

۳۔ عبداللہ بن عباس؛

۴۔ زید بن ثابت؛

۵۔ عمار بن یاسر؛

۶۔ ابو عبیدہ جراح؛

۷۔ عبداللہ بن مسعود؛

۸۔ مغیرہ بن شعبہ؛

۹۔ محمد بن مسلمہ؛



۱۰۔ ابو موسیٰ اشعری؛

۱۱۔ ابوسعید خدری؛

۱۲۔ ابی بن کعب؛

۱۳۔ صہیب ابو یحییٰ؛

۱۴۔ ضحاک بن سفیان؛

۱۵۔ حمل بن نابغہ؛

۱۶۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص؛

۱۷۔ ابوداؤد لیثی؛

۱۸۔ ایک قریشی عورت؛

۱۹۔ ایک انصاری جوان؛

۲۰۔ ایک نامعلوم انسان؛

۲۱۔ ایک سیاہ پوش غلام؛

۲۲۔ مدینہ کی بوڑھی عورت؛

۲۳۔ بنی ہذیل کا ایک پیر مرد؛

۲۴۔ بنی مدلج کا ایک شخص؛

۲۵۔ شامی مرد؛

ان صحابہ میں سرفہرست امیر المومنین حضرت علیؑ تھے، انہوں نے دوسروں سے زیادہ حضرت سے علم و دانش دریافت کیا ہے، اس سے قبل ان کی تھوڑی بہت آشنائی حاصل کی گئی، اسی لئے وہ ہمیشہ کہتے تھے: لولا علی لہلک عمر "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔"

ان کا قول: لولا علی لضل عمر "اگر علی نہ ہوتے تو عمر گمراہ ہو جاتے۔" (۱)

ان کا قول: اللّٰهُم لا تبقنی لمعضله لیس لہا ابی ابی طالب ”خدا یا! مجھے ایسی مشکل میں قرار نہ دے جس کے لئے علی بن ابی طالب نہ ہوں“۔

ان کا قول: لا ابقانی اللہ بارض لست منها یا ابا الحسن ”خدا یا! مجھے ایسی زمین میں باقی نہ رکھے جس میں اے ابوالحسن! آپ نہ ہوں“۔

ان کا قول: اللّٰهُم لاتنزل بی شذیذہ الا و ابو حسن الی جنیبی ”خدا یا! مجھے کوئی مشکل درپیش نہ ہو مگر یہ کہ ابوالحسن میرے پاس موجود ہوں“۔

ان کا قول: کاد یهلك ابن الخطاب لو لا علی بن ابی طالب ”اگر علی بن ابی طالب نہ ہوتے تو خطاب کا بیٹا جلد ہی ہلاک ہو جاتا“۔

ان کا قول: اعوذ باللہ من معضله لا علی بہا ”میں ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس میں علی بن ابی طالب نہ ہوں“۔

ان کا قول: عجزت النساء ان تلدن مثل علی بن ابی طالب، لولا علی لهلك عمر ”علی بن ابی طالب جیسا فرزند پیدا کرنے سے عورتیں قاصر و عاجز ہیں، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“۔

ان کا قول: ردّوا قول عمر الی علی، لولا علی لهلك عمر ”قول عمر کو علی کی جانب پلٹا دو، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“۔

ان کا قول: لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب ”خدا یا! علی بن ابی طالب کے بعد مجھے زندہ نہ رکھ“۔

ان کا قول: یا ابا الحسن انت لکل معضله وشدة تدعی ”اے ابوالحسن! آپ ہر مشکل اور پریشانی کے وقت بلائے جاتے ہیں“۔

ان کا قول: هل طنحت حرة عتله وأبر عنه ”کیا کسی آزاد عورت نے ان کے مانند اور ان کی مہارت کی طرح کسی کو پید کیا ہے“۔



ان کا قول: ہبہات ہناک شجنہ من بنی ہاشم وشجنہ من الرسول وائر من علی یوتی لہا ولا یاتی ”ہبہات! یہاں بنی ہاشم اور پیغمبر کی شاخ اور علم کا سرمایہ ہے لوگوں کو چاہئے کہ اس کے پاس آئیں، اسے لوگوں کے پاس نہیں جانا چاہئے، اس کے گھر سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔“

ان کا قول: ابا حسن لا یبقانی اللہ لشدة لست لہا ولا فی بلد لست فیہ ”ابوالحسن! خدا مجھے ایسی مشکل میں نہ چھوڑے جس کے لئے آپ نہ ہوں اور ایسے شہر میں باقی نہ رکھے جس میں آپ نہ ہوں۔“

ان کا قول: یا ابن ابی طالب فمازلت کاشف کل شہیة وموضع کل حکم ”اے ابوطالب کے فرزند! آپ ہمیشہ ہر شہید کو برطرف کرنے والے اور ہر حکمت کی جائگاہ ہیں۔“
 ان کا قول: لولاک لا فتضحنا ”اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ذلیل وروسوا ہو جاتے۔“
 ان کا قول: اعوذ باللہ من معضلة لیس لہا ابو الحسن ”ایسی مشکل سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لئے ابوالحسن نہ ہوں۔“

حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا قول: هذا اعلم بنینا وبکتاب بنینا ”یہ شخص ہمارے رسول اور ہمارے رسول کی کتاب سے سب سے زیادہ واقف ہے۔“

وہ بہت سے مقامات اور مسائل میں صحابہ اور ان کے علم کے اتنے زیادہ محتاج تھے کہ تمام صحابہ سے سوالات کرتے، ان کی جانب رجوع کرتے اور احکامات کے سلسلے میں ان سے مشورہ کرتے تھے؛ مندرجہ ذیل کلمات حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کے لئے کافی ہیں:

ان کا قول: کل احد الفقه من عمر ”ہر انسان عمر سے زیادہ دانا ہے۔“

ان کا قول: تسمعوننی اقول مثل القول فلا تنکروہ حتی ترد علی امرأۃ لیست من اعلم النساء ”تم لوگ مجھ سے ایسی باتیں سن کر ان کا انکار نہیں کرتے یہاں تک کہ ایک کم علم عورت ان کی تردید کر دیتی ہے۔“



ان کا قول: ”کل احد اعلم من عمر“۔

ان کا قول: ”کل الناس افقه منك يا عمر“۔

ان کا قول: ”کل الناس افقه من عمر حتی ربات الجمال“۔

ان کا قول: ”کل واحد افقه منك حتی العجائز يا عمر“۔

ان کا قول: ”کل احد افقه منی“۔

ان سب کی تفصیل گزر چکی ہے۔

متذکرہ احادیث اور ان کے مانند بہت سی دوسری احادیث و روایات ہمیں باخبر کر رہی ہیں کہ خلیفہ کے پاس وہ شرائط و خصوصیات نہیں تھے جنہیں علمائے امت نے امامت کے سلسلے میں بیان کئے ہیں:

امام الحرمین جوینی ”الارشاد دال قواطع الادلہ فی اصول الاعتقاد“ میں لکھتے ہیں:

امام کے شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ مجتہد ہو، اس طرح کہ وہ مسائل و مشکلات میں دوسروں کا محتاج نہ ہو اور یہ شرط متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ (۱)

اس متفق علیہ شرط کے پیش نظر اس شخص کی کیا منزلت رہ جاتی ہے جو آسان مسائل سے واقف نہیں اور لوگوں سے بے نیاز بھی نہیں ہے؟ بلکہ اس کے برعکس خود لوگ اس کے علم سے بے نیاز تھے، ان مسائل و مشکلات کے واقعات تاریخ و میرت کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ ﴿فما ذا بعد الحق الا الطفلاں﴾ ”حق کے بعد گراہی کے علاوہ کچھ نہیں“۔ (۲)

ان مطالب کے پیش نظر آپ ابن حزم کی بکواس کی حقیقت کو خود ہی پہچان سکتے ہیں، وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

۱۔ کتاب الارشاد ص ۳۶۶ (ص ۳۵۸)

۲۔ سورہ یونس ص ۳۲



علم کل ذی حسن علما ضرور یا ان الذی کان عند عمر من العلم اضعاف ما کان عند علی من العلم ”ہر صاحب شعور کے پاس یہ واضح علم ہے کہ عمر کا علم، علی کے علم کے کئی گنا زیادہ تھا۔“ (۱)

اور ابن تیمیہ کی بکواس (بھی آپ پر پوری طرح روشن ہو جائے گی):
 ”لوگوں نے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے کئی فیصلوں اور فتوؤں کو جمع کیا اور دیکھا کہ ابوبکر کے امور و واقعات ان کے علمی اعتبار سے سب سے زیادہ صادق اور نصی ہیں، اس کے بعد عمر ہیں، یہی وجہ ہے کہ علی کی بہ نسبت عمر سے نص و دلیل کے برخلاف امور کم دیکھے گئے ہیں، ہاں! جہاں تک ابوبکر کا سوال ہے تو کوئی نص و دلیل یا خبر صحیح ان کے امور کے برخلاف نہیں ہے۔“
 اس کے بعد وہ لکھتا ہے:

”ابوبکر و عمر یا دوسرے صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جنہوں نے خاص طور سے علی سے سوال کیا ہو، ہاں! مشہور یہ ہے کہ علی نے ابوبکر سے علم حاصل کیا ہے، چنانچہ علی کے حوالے سے سنن میں مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب بھی کوئی رسول خدا کی حدیث بیان کرتا تو میں اسے قسم دیتا تھا اگر وہ قسم کھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا تھا۔ چنانچہ ابوبکر نے مجھ سے حدیث بیان کی اور سچ کہا کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ صحیح وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اس کے بعد خدا سے استغفار کرے تو اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے۔“ (۲)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب اس شخص پر کوئی امر مشتبہ ہوا تو اس نے سوچا کہ دوسرے افراد بھی اس سے بے خبر رہیں۔ اگر حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے (حالانکہ کئی حفاظ نے اسے مجہول تسلیم کیا ہے) (۳) تب بھی کیا متذکرہ حدیث صرف یہ بتا رہی ہے کہ حضرت امیر المومنین کی نظر میں ابوبکر کی

۱۔ الفصل فی السبل والنحل (ج ۲ ص ۱۳۸)

۲۔ منهاج السنہ ج ۳ ص ۱۲۸

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۶۸، (ج ۱ ص ۲۳۳)

روایت موثق اور قابل اعتماد تھی۔

لہذا یہ بات کہاں اور حصول علم کی بات کہا؟ کیا حضرت کا علم صرف اس ایک حدیث پر منحصر تھا جو آداب شریعت میں سے صرف ایک ادب کی حیثیت رکھتی ہے؟ اور کیا حضرت اس حدیث کی موقعیت سے ناواقف تھے جو ابوبکر نے انھیں سکھایا، یا یہ کہ ابوبکر احکام و قضایا کے بنیادی اصول سے ناواقف تھے اس لئے حضرت نے ان کی راہنمائی فرمائی، ہم نے ایسی بہت سی باتوں کو ان کے نایاب کارناموں میں بیان کیا ہے۔

اس بات کا احتمال ہے کہ اس روایت میں حضرت سے ابوبکر کی تصدیق اس لئے مذکور ہو کہ حضرت نے رسول خدا سے حدیث سنی ہو لیکن مصلحت کے پیش نظر واسطہ کا تذکرہ نہ کیا ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت، ابوبکر سے علم حاصل کریں، حالانکہ وہ شہر علم رسول کے دروازہ (۱) اور علوم و معارف رسول کے وارث ہیں۔ (۲)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶/۱۲۸، (ج ۳، ص ۱۳۷/۱۳۹، حدیث ۴۶۳۹/۴۶۳۹)؛ تاریخ بغداد، (ج ۱۱، ص ۳۹، نمبر ۵۷۸)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۵۸، (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰)؛ مناقب احمد، (ص ۱۳۸، حدیث ۲۰۳)؛ کفایۃ الطالب، (باب ۵۸، ص ۲۴۰)؛ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۹۶، حدیث ۳۷۴۳)؛ جامع الأصول، (ج ۹، ص ۴۷۳، حدیث ۶۳۸۹)؛ تہذیب الآثار، (ص ۱۰۵، نمبر ۱۷۳، مسند علی)؛ مناقب ابن مغازلی، (ص ۸۳/۸۰، حدیث ۱۴۵/۱۴۰)؛ المعجم الکبیر، (ج ۱۱، ص ۵۵، حدیث ۱۱۰۶۱)؛ معرفۃ الصحابۃ ابو نعیم اصفہانی، (ج ۱، ص ۳۰۸)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۴، ص ۲۸، (ج ۴، ص ۱۳۱، نمبر ۱۰۴)؛ الفردوس بما ثور الخطاب، (ج ۱، ص ۴۲، حدیث ۱۰۶)؛ الفائق، ج ۱، ص ۲۸، (ج ۲، ص ۳۶)؛ الانساب سمعانی، (ج ۳، ص ۴۷۵)؛ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۴، ص ۱۰۰، نمبر ۸۳۳)؛ مطالب السؤل، ص ۲۲؛ بیایج الودود، ص ۶۵، (ج ۳، ص ۶۷، باب ۶۹)؛ تذکرۃ الخواص، ص ۴۹، (ص ۴۸)؛ ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۹۲، (ج ۳، ص ۱۳۰)؛ فرائد السطین، (ج ۱، ص ۹۸، حدیث ۶۷، باب ۱۸)؛ نظم درر السطین، (ص ۱۱۳)؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۱، (ج ۱۳، ص ۱۳۸، حدیث ۳۶۳۶۳/۳۶۳۶۳)؛ الصواعق المحرقة، ص ۷۳، (ج ۱۲۲)؛ المرقاة فی شرح مشکاۃ، (ج ۱۰، ص ۴۷۰، حدیث ۶۰۹۶)؛ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۳۶۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶، (ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۳)؛ خصائص نسائی، ص ۱۸، (ص ۸۳، حدیث ۶۵)؛ السنن الکبریٰ لانسائی، (ج ۵، ص ۱۲۵، حدیث ۸۳۵۰)؛ کتاب صفین ابن حزام، ص ۱۳۳، (ص ۱۱۹)؛ مروج الذهب، ج ۲، ص ۵۹، (ج ۳، ص ۲۱)۔

چاہے شیخ الاسلام ہونے کا دعویٰ کرنے والا ”ابن تیمیہ“ اپنے میدان میں گھوڑا دوڑاتا رہے۔ اس کی عبارت میں بقیہ جھوٹ کے پلندے کو اسی کلام پر پرکھ لیں اور اس کا جواب حاصل کریں۔ ابن حزم اور ابن تیمیہ کے بعد الوشیعہ کا مولف ہے جس نے ایسی ہی ہوائی چھوڑی ہے۔

۲۔ تذکرہ مطالب کے پیش نظر آپ اس تاویل و توجیہ کی حقیقت بھی معلوم کر لیں گے جسے اہل سنت نے رسول خدا کی صحیح روایت کے سلسلے میں پیش کیا ہے: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المہدیین فتمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة ”میری اور میرے ہدایت شدہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی تمہارے اوپر ضروری ہے لہذا ہوش رہو اس کے ساتھ ان سے متمسک رہو اور محکم طور پر محفوظ رکھو۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ جدید چیزوں سے پرہیز کرو اس لئے کہ ہر نئی اور جدید چیز بدعت ہے اور ہر بدعت اختراع و گمراہی ہے۔“ (۱) اہل سنت نے اس حدیث کو ان افراد پر کیوں حمل کر دیا ہے جو لوگوں کے اختیار اور ابوبکر و شوری کے انتخاب کے ذریعہ مسند خلافت پر براجمان ہوئے ہیں، انہوں نے مجبوراً حضرت علیؓ کو بھی ان کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

اس لئے کہ معقول نہیں کہ رسول خداؐ ایسے انسان کی سیرت و روش کی پیروی کا حکم دیں گے جس کی کوئی سیرت ہی نہیں، جس نے فقہ و قرآن اور سنت کو دوسروں سے سیکھا اور جو اپنی ذاتی رائے کے مطابق فتویٰ دے کر کہے: ما قول فیہا ہر ایسی فان یک صوابا فمن اللہ وان یک خطا فمنی ومن الشیطان ”میں جلد ہی اپنا نظریہ بیان کروں گا، اگر وہ صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے۔“

اس سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول خداؐ نے لوگوں کی سیرت اور دین خدا میں ذاتی نظریہ کی پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ ان مجتہدین کی پیروی کے حکم سے ذرا بھی مشابہ نہیں ہے جو اپنے احکام و فتاویٰ

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۰، (ج ۱، ص ۱۵، حدیث ۴۲)؛ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۶۱، (ج ۳، ص ۲۰۰، حدیث ۳۶۰۷)؛ سنن دارمی، ج ۱، ص ۳۵، المسند رک علی التحسین، ج ۱، ص ۹۶، (ج ۱، ص ۱۷۵، حدیث ۳۲۹)

کو کتاب و سنت اور اجماع (یا آپ قیاس کہہ سکتے ہیں) کی معرفت و شناخت کے مطابق حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ مجتہد انہیں مطالب سے احکام کا استخراج کرتا ہے جن کی اس نے شناخت حاصل کی ہے اب اگر کسی کے پاس شناخت ہی نہ ہو، واضح ترین سوال کے جواب سے قاصر رہ جائے، قسم کھائے کہ نہیں جانتا کیا کروں اور اس کے ذہن سے تیمم، ہلکات، غسل، نماز، روزہ وغیرہ جیسے روزمرہ کے معروف اور معمولی مسائل بھی دور ہوں، وہ امت کی رہبری کر ہی نہیں سکتا اور زمام خلافت کو اپنے اختیار میں لے ہی نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے بیان کئے گئے علمی نمونوں میں علماء نے عمر کی سیرت و روش کی صرف اس لئے مخالفت کی ہے کہ وہ رسول خدا کے صریحی بیان کے مخالف تھے۔

اگر اس تاویل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر اس حدیث میں اور عمر کے مخالف فتاویٰ میں تناقض لازم آئے گا، اس طرح خود اس حدیث کے دو جزم میں تناقض پایا جاتا ہے اور وہ آنحضرت کا قول ہے کہ ”تمہارے لئے میری اور میرے بعد خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے“ اور ہمارا مفروض یہ ہے کہ آنحضرت کی سنت و روش اس انسان (عمر) کی سنت کے قطعی مخالف ہے۔

اس حدیث کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت نے اس سے خلفاء کا قصد فرمایا ہے مگر وہ خلفاء جن کی تصریح ہمیشہ ان کے نام کے ساتھ فرماتے رہے اور اپنے قول میں انھیں قرآن مجید کا ہم پلہ اور ہم وزن قرار دیا: ”انی تارکم فیکم الخلیفین“ یا ”متخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیٹی من یفتقر حتی یرد اعلیٰ الحوض“۔ (۱) چنانچہ لام عہد اسی بات کا تقاضا کر رہی ہے۔

آنحضرت نے علم و ہدایت کی حیثیت سے ان کی تعریف و توصیف کی، یہی وہ افراد ہیں جن کی سیرت و روش ہر لمحہ اور ہر قدم آنحضرت کی سیرت و روش کے مطابق ہے، یہ افراد مراد ہیں وہ افراد نہیں جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا، ان کے بارے میں کوئی تاکید نہیں کی یا ایسی کسی عدد کا تذکرہ نہیں کیا جو ان افراد پر منطبق ہو۔



ہاں! جن اوصاف کا تذکرہ فرمایا وہ ان افراد پر صادق آتے ہیں جو اہل بیت معصوم ہیں۔
 ۳۔ اس مقام پر عمر کے فضائل کے سلسلے میں کچھ جعلی اور جھوٹی حدیثیں بھی منقول ہیں جو ان امور سے قطعی مطابقت نہیں رکھتیں جنہیں ہم نے موثق اور قابل اعتماد سندوں کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسری کی تکذیب کر رہی ہے۔

لیجئے کچھ روایات ملاحظہ فرمائیے جو رسول خداؐ سے جھوٹ منسوب کر دی گئی ہیں:

آنحضرتؐ کی جانب ایک حدیث کی نسبت دی گئی ہے آپؐ نے فرمایا:
 لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ”اگر میں مبعوث بہ رسالت نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔“ (۱)
 لو لم ابعث لبعثت باعمر ”اگر میں مبعوث نہ کیا گیا ہوتا تو اے عمر! تم ضرور مبعوث ہوتے۔“ (۲)

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب ”اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔“ (۳)

قد کان فی الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فھو عمر ”گذشتہ امتوں میں محدثین ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔“ (۴)
 ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر ”خدا نے حق کو عمر کی زبان و دل پر قرار دیا ہے۔“ (۵)

ان اللہ ضرب بالحق علی لسان عمر و قلبہ ”بے شک خداوند عالم نے حق کو عمر کی زبان

۱۔ الموضوعات، ابن جوزی (ج ۱ ص ۳۲۰)

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۴۷۱

۳۔ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۱۹۹ (ج ۲ ص ۲۳۵)

۴۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۳۶۶

۵۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۲



دل کا تابع قرار دیا ہے۔“ (۱)

انھیں جعلی اور جھوٹی روایتوں میں وہ روایتیں بھی شامل ہیں جو امیر المومنین سے منسوب کر دی گئی ہیں، جیسے یہ:

کنا نحدث ان ملکا ينطق على لسان عمر ”ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ فرشتہ عمر کی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔“ (۲)

یا ان کا قول: ما کنا بعد ان السکينة تنطق على لسان عمر ”ہم ایسے نہیں کہ زبان عمر پر سکینہ (۳) کو بعید خیال کریں۔“ (۴)

ابن مسعود سے منسوب یہ روایت: لو وضع علم عمر في كفة وعلم اهل الارض في كفة لرجح علم عمر ”اگر علم عمر کو ترازو کے ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام انسانوں کا علم دوسرے پلے میں رکھا جائے تو عمر کا علم ٹھکین ہو جائے گا۔“

اور اسی طرح کے جھوٹ کے پلندے۔ اس لئے کہ جو شخص اتنے عظیم درجے پر فائز ہو کہ مبعوث بہ رسالت ہونے کے قریب ہو، وہ ضرورت کے وقت واضح ترین مسائل سے ناواقف نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص بارہ سال کے طویل عرصے میں صرف سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل نہ کرتا۔ (۵)

یہ حق، فرشتہ اور سکینہ اس دن کہاں تھے جب عمر ابتدائی مسائل سے بھی ناواقف تھے، ان کا جواب عمر کی زبان سے جاری کیوں نہ ہوا اور ان کے دل میں حق جا گزیر کیوں نہ ہوا؟!

اتنی اہم خصوصیات کا حامل انسان، تمام لوگوں حتیٰ پروردہ نشین خاتون کو خود سے بہتر اور جاننا کیسے سمجھ

۱۔ الاموال ابی عبید، ص ۵۴۳، (ص ۶۵۲، حدیث ۱۷۰۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۴۲

۳۔ خداوند عالم سورہ فتح ۴۷ میں فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اسی نے مومنین کے قلوب پر سکون کو نازل فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کے مطابق سکینہ وہ فرشتہ ہے جو مومن کے دل کو سکون عطا کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ تفسیر آلوسی ج ۲، ص ۹۲۔

۴۔ الاموال ابی عبید، ص ۵۴۳، (ص ۶۵۲، حدیث ۱۷۰۲)

۵۔ اس سے قبل صفحات ملاحظہ کریں۔



سکتا ہے؟!

اس نے کتاب وسنت کے علم کو امت کی عورتوں اور پست ترین ادبائش لوگوں سے حاصل کیوں کیا، عظیم افراد کی بات ہی چھوڑیے؟!

جس لفظ کی قرآن مجید نے خود ہی وضاحت کر دی ہے، اس نے اسے تکلف سمجھ کر یہ کیوں کہا:
 ”هَذَا الْعَمْرَالله هو التكلف ما عليك يا بن ام عمر ان لا تدرى ما الالب“

”خدا کی قسم! یہ وہی تکلف ہے، اے عمر کی ماں کے فرزند! تم اگر نہ جان سکو کہ ”اب“ کیا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔“ (۱)

وہ اپنے علم کو صحابہ سے کیوں حاصل کرتا ہے اور احکام میں ان کی رائے معلوم کرتا ہے؟!
 وہ واضح ترین روایت سے عدم واقفیت کی صورت میں یہ عذر تراشی کیوں کرتا ہے: الہامانی عنہ
 الصفق بالاسواق ”بازاری سرگرمیوں نے مجھے اس سے غافل رکھا۔“ (۲)
 وہ کلالہ اور دادا کی میراث کی صورتوں سے ناواقف کیوں رہا، رسول خداؐ اس کے اور اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما اراه يعلمها، وما اراه يقيمها ”مجھے یقین ہے کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں سمجھ پائے گا“، مجھے معلوم ہے کہ وہ اسے قائم نہیں کر پائے گا۔
 یہ بھی فرمایا:

اننى اظنك تمور قبل ان تعلم ذلك ”مجھے یقین ہے کہ تم اسے یاد کرنے سے

۱۔ اس کے حوالے اس سے نقل پیش کئے گئے۔

۲۔ صحیح مسلم، باب، ج ۲، ص ۲۳۳، (ج ۲، ص ۳۶۱، حدیث ۳۶، کتاب الا دیاب): صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۳۷، (ج ۲، ص ۷۲۷، حدیث ۱۹۵۶)، مسند احمد، ج ۳، ص ۱۹، (ج ۳، ص ۳۹۶، حدیث ۱۰۷۶۱): سنن دارمی، ج ۲، ص ۷۷۲: سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳۰، (ج ۳، ص ۳۳۶، حدیث ۵۱۸۲): مشکل الا دیاب، (ج ۱، ص ۳۹۹)۔



پہلے ہی مر جاؤ گے۔“ (۱)

ابی بن کعب جیسے لوگ ان پر سختی اور تنیدی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے، ان کی نظر میں بازاری معاملات، رسیوں کی خرید و فروش اور درخت سلم (۲) کے پتے نے ان کو قرآن مجید کے علم سے دور رکھا تھا؟
امیر المؤمنین اسے قرآن مجید کی تاویل و تفسیر سے لاعلم کیوں سمجھتے تھے؟ (۳) کیوں؟... کیسے؟ اور ایسے ہی سیکڑوں کیوں اور کیسے آپ کے سامنے ہیں؟

۱۔ المجمع الاوسط، (ج ۵ ص ۱۳۵، حدیث ۳۹۱۳)؛ مجمع الزوائد، (ج ۴ ص ۲۲۷)؛ کنز العمال، (ج ۶ ص ۱۵، ج ۱۱ ص ۵۷، حدیث ۳۰۶۱۱)؛ مسند طحاوی، (ج ۱ ص ۱۲)؛ احکام القرآن، (ج ۲ ص ۱۰۵، ج ۲ ص ۸۷)؛ تفسیر ابن کثیر، (ج ۱ ص ۵۹۲)؛ درمنثور، (ج ۲ ص ۲۳۹، ج ۲ ص ۲۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، (ج ۲ ص ۱۶۳، ج ۲ ص ۹۱۱، حدیث ۲۷۲۷)؛ تفسیر طبری، (ج ۶ ص ۳۰، ج ۶ ص ۳۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۲ ص ۳۰۴، ج ۲ ص ۳۳۳، حدیث ۳۱۸۸)؛ تفسیر قرطبی، (ج ۶ ص ۲۹، ج ۶ ص ۲۱)

۲۔ ابی نے عمر سے کہا: ”انہ کان یلمہنی القرآن ویلمہک الصفاق بالاسواق“ مجھے قرآن نے مشغول رکھا اور آپ کو بازار نے۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۹؛ کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۵۶۷، ج ۲ ص ۴۷۶)؛ عمر سے کہا: ”لیس لک عمل الا الصفاق بالبیع“ معاملات اور بازاری کاموں کے علاوہ آپ کو کوئی کام نہیں۔ کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۵۶۷، ج ۲ ص ۴۷۶)؛ ان سے کہا: واللہ القرینہا رسول اللہ وانت تبع العیظ ”خدا کی قسم! جب آپ رسیاں بچ رہے تھے، اس وقت رسول خدا نے اس کی قرأت فرمائی۔“ ایک دوسری عبارت ہے: ”انہ رسول اللہ وانک لتبیع القروط بالبیع“ جب آپ بچ میں درخت سلم بچ رہے تھے تب رسول خدا نے مجھے سکھایا۔“ ملاحظہ ہو: جامع البیان ج ۱ ص ۷ (جلد ۷ ج ۱ ص ۸)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۰۵ (ج ۳ ص ۳۵۵، ج ۳ ص ۵۳۲)؛ الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۳۸ (ج ۸ ص ۱۵۱، ج ۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳؛ الکشاف ج ۲ ص ۲۶ (ج ۲ ص ۳۰۴)؛ درمنثور ج ۳ ص ۲۶۹؛ کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷، ج ۱ ص ۲۸۵ (ج ۲ ص ۶۰۵، ج ۲ ص ۵۹۷، ج ۲ ص ۳۸۳)؛ فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۹ (ج ۲ ص ۳۹۸)؛ روح المعانی، طبع منیریہ ج ۱ ص ۸

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۱ ص ۶۲۸، حدیث ۱۶۸۲)؛ سیرۃ عمر ابن جوزی، (ج ۱ ص ۱۰۶، ج ۱ ص ۱۱۵)؛ تاریخ مکہ از زوتی، (ج ۱ ص ۳۲۳)؛ ارشاد الساری، (ج ۳ ص ۱۹۵، ج ۳ ص ۱۳۵، حدیث ۱۵۹۷)؛ عمدة القاری، (ج ۳ ص ۶۰۶، ج ۹ ص ۲۳۰)؛ کنز العمال، (ج ۳ ص ۳۵، ج ۵ ص ۱۷۷، حدیث ۲۱۵۲۱)؛ الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۹ ص ۱۳۰، حدیث ۳۸۲۲، ۳۸۲۱)؛ شرح ابن ابی الحدید، (ج ۳ ص ۱۲۲، ج ۱ ص ۱۰۰، خطبہ ۲۲۳)؛ الفتوحات الاسلامیہ زینی دحلان، (ج ۲ ص ۲۰، ج ۲ ص ۳۱۸)۔



﴿فَاخُذْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾
 ”لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کر دیں، بیشک جو لوگ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے کہ انہوں نے روز حساب کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔“ (۱)

آئیے! شمس الدین مالکی کے شعری تتبع کی طرف لوٹ چلیں:

۳۔ شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے جن مناقب کا تذکرہ کیا ہے ان میں حدیث ولایت ہے، ہماری کتاب غدیر کا موضوع یہی حدیث ہے۔

۴۔ حدیث منزلت: انت بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ ”(اے علیؑ!) تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک تھے سوائے نبوت و پیامبری کے اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

مالکی نے تذکرہ حدیث کو اس طرح نظم کیا ہے:

وانک منسی خالیسا من نبوہ کھارون موسیٰ وحسبک فاحمد

ہم نے تیسری جلد میں اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے، وہیں بیان کیا کہ حفاظ وائمہ حدیث نے اس حدیث کی صحت و ثبوت کی تصریح کی ہے۔ (۲)

ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے، یہ رسول خداؐ سے مروی صحیح ترین اور ثابت ترین حدیث ہے، سعد بن ابی وقاص نے اس کی روایت کی ہے، اس

۱۔ سورہ ص ۲۶/۱

۲۔ شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۳، (ج ۳، ص ۱۰۵)؛ الصواعق المحرقة، ص ۷۲، (ص ۱۲۰)؛ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۰۷، (نمبر ۵۶۸۸)؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۱۴۸، (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ الاسعاف، ص ۱۳۹۔



حدیث کے طرق بہت زیادہ ہیں، ابن ابی شیبہ وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے نیز ابن عباس، ابو سعید خدری، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، جابر بن عبد اللہ اور ایک گروہ جن کے اسماء کی فہرست طولانی ہے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (۱)

۵۔ حدیث سبقت اسلام: حضرت امیر المومنین لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، شاعر نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے:

وكان من الصبيان أول سابق الدين لم يبع بطائع مرشد
”آپ اطفال میں اولین فرد تھے جس نے دین میں سبقت کی اور سات سال کی عمر میں اپنے رہبر کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔“

اس موضوع کی تفصیلی بحث جلد سوم میں گذر چکی ہے۔ (۲)
۶۔ حدیث لقب و کنیت: رسول خداؐ نے حضرت امیر المومنین کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا۔ اس سلسلے میں مالکی کہتے ہیں:

وجاء رسول الله مرتضيا له وكان عن زهرا بالمشرد

- ۱۔ الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصلیہ، ج ۳، ص ۳۳، (القسم الثالث، ص ۱۰۹۷، نمبر ۱۸۵۵): تذکرۃ الخوارج، ص ۱۲، (ص ۱۹)۔
- ۲۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۳، ص ۱۱۲/۱۳۶، (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۵/۱۳۷، حدیث ۳۶۶۲): تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۸۱: استیعاب، ج ۲، ص ۳۳۸/۳۵۶، ۳۵۸، (القسم الثالث، ص ۱۰۹۱/۱۰۹۵، نمبر ۱۸۵۵): مناقب ابن مغازلی، (ص ۱۶/۱۳، حدیث ۲۲/۱۹/۱۷۲): مناقب خوارزمی، (ص ۵۳/۵۲، حدیث ۱۷/۱۵): شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸، (ج ۱۳، ص ۲۲۹/۲۳۰، خطبہ ۲۳۸): فرائد السمطين، باب ۴، (ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۱۸، ص ۲۳۵، حدیث ۱۹): اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۸، (ج ۴، ص ۹۳، نمبر ۸۳۸۳): المعصن ابن ابی شیبہ، (ج ۱۴، ص ۶۵، حدیث ۱۲۱۳۳): سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۰۷، حدیث ۸۳۹۵): خصائص امیر المومنین نسائی، (ص ۲۵، حدیث ۷): مجمع الزوائد، (ج ۹، ص ۱۰۳): سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۳۳، حدیث ۱۴۰): ریاض الصغیر، ج ۲، ص ۱۵۸، (ج ۳، ص ۱۰۰): انجم الاوسط، (ج ۲، ص ۲۳۳، حدیث ۱۷۶۷): تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۲۱۲، (ج ۲، ص ۱۱): تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۱، ص ۳۸۳): المواهب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵، (ج ۱، ص ۲۱۶): انجم الکبیر طبرانی، (ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲): شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵: شرح المواهب زرقاتی، ج ۱، ص ۲۳۲: الاملۃ والسیاست، ج ۱، ص ۱۰۳، (ج ۱، ص ۱۰۶)، (ج ۱، ص ۱۲۶)۔



”رسول خدا تشریف لائے حالانکہ آپ ان سے راضی و خوشنود تھے اور وہ (تنگ دستی کی وجہ سے) جناب زہرا سے پریشان“۔

فمصح عنه التراب اذ مس جلدہ وقد قام منها آلفا للنفرد
 ”چنانچہ آنحضرتؐ نے ان کے چہرے سے مٹی صاف کی جس نے ان کے بدن کو آلودہ کیا ہوا تھا، وہ زمین سے بلند ہوئے حالانکہ وہ اس سے تنہائی کی وجہ سے کافی مانوس تھے“۔

وقال له قول التلطف قم ابا تراب كلام المخلص المتودد
 ”آنحضرتؐ نے از روئے مہربانی فرمایا: اے ابو تراب اٹھو، اس وقت آپ نے خالصانہ اور دوستانہ لہجے میں ان سے گفتگو کی“۔

یہ لقب ۲ھ کے جمادی الاول یا جمادی الثانی میں واقع غزوہ عثیرہ میں عطا کیا، جب رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ اور عمار یا سرکوزم زمین پر محو خواب دیکھا تو انہیں بیدار کیا اور حضرت علیؑ کو ہلا کر فرمایا: اے ابو تراب! اٹھو، کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین اور ذلیل انسانوں سے مطلع کروں: ایک ناقص صالح کو قتل کرنے والا، دوسرا وہ جو تمہارے فرق مبارک پر تلو اڑا کر تمہاری ریش اقدس رنگین کرے گا“۔ (۱)
 طبرانی نے اوسط و کبیر میں ابی طفیل سے نقل کیا ہے: رسول خدا تشریف لائے، حضرت علیؑ اس وقت زمین پر سوئے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر فرمایا: تمہارے اسماء میں صحیح ترین اور مناسب ترین نام ”ابو تراب“ ہے۔

۱۔ سند احمد، ج ۴، ص ۲۶۳/۲۶۴، (ج ۵، ص ۳۲۶/۳۲۷، حدیث ۱۷۸۶۲)؛ المسند رک علی الحسین، ج ۳، ص ۱۴۰، (ج ۳، ص ۱۵۱، حدیث ۳۶۷۹)؛ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۶۱، (ج ۲، ص ۴۰۸، حوادث ۲ھ)؛ سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۳۶، (ج ۲، ص ۲۳۹)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۳۷، (ج ۳، ص ۳۰۳، حوادث ۲ھ)؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۶؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۲۹۹، (ج ۱۳، ص ۱۴۱، حدیث ۳۶۴۳۳)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ، (نمبر ۱۳۹۸)؛ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۲۶۳، (ج ۷، ص ۶۳۰)؛ طبقات ابن سعد، ص ۵۰۹، (ج ۲، ص ۱۰)؛ میون الاثر ابن سید الناس، ج ۱، ص ۲۲۶، (ج ۱، ص ۳۰۰)؛ الاتباع مقرری، ص ۵۵؛ سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۱۴۲، (ج ۲، ص ۱۲۷)؛ تاریخ الخیس، ج ۲، ص ۳۶۳؛ فتح الباری، (ج ۷، ص ۵۸)۔



ہیثمی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی لائق اعتماد ہیں۔ (۱)
 بزاز و احمد وغیرہ نے عمار یا سر سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کے لقب سے سرفراز فرمایا، یہ ان کے نزدیک محبوب ترین لقب تھا، ہیثمی نے اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ احمد کے رواۃ موثق اور قابل اعتماد ہیں۔ (۲)

طبرانی نے اوسط و کبیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب رسول خداؐ نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت و برادری قائم کی لیکن حضرت علیؑ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو آپؐ غم و اندوہ کے عالم میں باہر آئے اور ایک چھوٹی نہر کے پاس پہنچ کر اپنے ہاتھوں کو تکیہ بنایا اور اس پر اپنا سر رکھ کر سو گئے اور ہواؤں نے گرد و غبار سے آپؐ کو ڈھانپ دیا۔

رسول خداؐ آپؐ کی تلاش میں باہر آئے، جب آپؐ نظر آئے تو اپنے پیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا: اٹھو، تمہارے لئے ابوتراب کا لقب بہت مناسب ہے، مجھ سے ناراض ہو کہ میں نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت و برادری قائم کی لیکن تمہیں کسی کا بھائی نہیں بنایا، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰ کے لئے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جان لو کہ تم سے محبت کرنے والا مجھ سے ملحق ہو جائے گا اور جو تم سے دشمنی و عداوت رکھے گا خدا اسے جاہلیت کی موت مارے گا اور اسلام میں کئے گئے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ (۳)

ابویعلیٰ نے اپنی سند (۴) سے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ:
 آپؐ نے فرمایا: رسول خداؐ نے مجھے طلب فرمایا، پھر وہ میری تلاش میں نکلے اور مجھے ایک نہر کے پاس محو خواب دیکھا، فرمایا: کتنا اچھا دان ہے کہ لوگ تمہیں ابوتراب کے نام سے آواز دیں۔

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۰

۲۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۰

۳۔ المعجم الکبیر طبرانی، (ج ۱۱، ص ۶۲، حدیث ۱۱۰۹۲)؛ المعجم الاوسط، (ج ۸، ص ۴۳۵، حدیث ۷۸۹۰)؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۱؛ مناقب خوارزمی، ص ۲۲، (ص ۳۹، حدیث ۷)؛ الفصول الخمسة، ص ۲۲، (ص ۳۸/۳۷)

۴۔ مسند ابی یعلیٰ، (ج ۱، ص ۴۰۲، حدیث ۵۲۸)



جب انہوں نے دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ذہن میں کوئی بات ہے تو فرمایا: اٹھو کہ خدا کی قسم! میں تمہیں راضی و خوشنود کروں البتہ تم میرے بھائی اور میرے فرزند کے والد ہو، تم میری سنت کے لئے قتال کرو گے اور میرے قرض کی ادائیگی کرو گے۔ جس نے میرے عہد میں انتقال کیا، اس نے خدا کو بزرگ و برتر خیال کیا اور اللہ اکبر کہا اور جو تمہارے زمانے میں دنیا سے رخصت ہوا اس نے حقیقتاً جان دی ہے، جو مر جائے اور تمہاری موت کے بعد تم سے محبت رکھے خدا اس کے ایمان کو اس وقت تک جاری رکھتا ہے جب تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے اور جو تمہاری دشمنی لے کر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے، اس کا اسلام میں کئے گئے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

سیوطی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ بوصیری کا بیان ہے کہ اس کے تمام راوی موثق ہیں۔ (۱)
ابن عساکر (۲) نے سماک بن حرب سے نقل کیا ہے: میں نے جابر بن عبد اللہ سے کہا: ان لوگوں نے مجھے حضرت علی کو برا بھلا کہنے کی دعوت دی ہے، جابر نے کہا: اور تم سے ممکن ہی نہیں کہ تم علی کی بدگوئی کرو یا وہ کون سی بات ہے جس کو عنوان بنا کر علی کو برا کہہ سکتے ہو؟ کہا: میں ان کو ابو تراب کے لقب سے پکاروں گا۔ جابر نے کہا: خدا کی قسم! حضرت علی کی نظر میں ابو تراب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب کوئی اور لقب نہیں تھا، رسول خداؐ نے لوگوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا لیکن حضرت علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا، جس کی وجہ سے ناراض ہو کر باہر آئے اور رگیزار پر سو گئے۔ پھر رسول خداؐ نے ان کے پاس آ کر فرمایا: اے ابو تراب! اٹھو، کیا تم اس بات پر ناراض ہو کہ میں نے تمہیں کسی کا بھائی نہیں بنایا؟

انہوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ (۳)

۱۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۴، (ج ۱۳ ص ۱۵۹، حدیث ۳۶۳۹۱)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۳۰۲): حالات امام علی از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ، (نمبر ۳۱)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۸۲، (ص ۱۹۳، ۱۹۴، باب ۴۷)



اس مقام پر ایک صحیح روایت بھی مذکور ہے جسے مسلم (۱) و بخاری (۲) نے اپنی صحیح میں دو مقامات پر نقل کیا ہے:

۱۔ باب مناقب امیر المومنین میں؛

۲۔ کتاب نماز، باب خواب در مسجد میں؛

طبری (۳) نے اسے اپنی تاریخ میں عبدالعزیز بن ابی حازم کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے سہل بن سعد سے کہا کہ مدینہ کے بعض حکام نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم منبر سے حضرت علیؑ کی مقدس شخصیت پر طعن و تشنیع کرو اور ان کی اہانت کرو۔

اس نے کہا: اس سلسلے میں کیا کہوں؟ اس نے کہا: تم ”لعن اللہ اہل ابواب“ کہہ سکتے ہو۔

سہل نے کہا: خدا کی قسم! رسول خداؐ نے اس نام سے ان کو سرفراز فرمایا ہے۔

اس کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے ابوالعباس! اس کا پورا ماجرا بیان کرو۔

اس نے کہنا شروع کیا: ”حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کی خدمت میں پہنچے پھر باہر آ کر مسجد کے سائے میں سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد خود رسول خداؐ ان کے پاس آئے دیکھا کہ ان کی عبا پشت سے گر چکی ہے اور پیٹھ خاک آلود ہے، یہ دیکھ کر انہوں نے ان کی پشت سے مٹی صاف کی اور فرمایا: اے ابوتراب! اٹھ جاؤ۔“

خدا کی قسم! حضرت کو اس نام سے رسول خداؐ نے سرفراز فرمایا ہے اور خدا کی قسم! ان کے نزدیک اس نام سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی اور نام نہیں تھا۔“

نبیہتی کی عبارت ہے: منقول ہے آل مردان کی فرد کو مدینہ کا عامل مقرر کیا گیا، اس نے سہل بن سعد کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو برا بھلا کہے، سہل نے صاف انکار کر دیا، اس نے کہا: اگر یہ نہیں کہنا چاہتے تو

۱۔ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۷۷، حدیث ۳۸، کتاب فضائل الصحابہ)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۵۸، حدیث ۳۵۰۰، ج ۱، ص ۱۷۰-۱۶۹، حدیث ۴۳۰)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۶۳ (ج ۲، ص ۳۰۹، حوادث ۲)



”لعن اللہ ابوتراب“ کہو۔ یہ سن کر سہل نے کہا: حضرت کے نزدیک ابوتراب سے زیادہ کوئی اور نام محبوب نہیں تھا، جب بھی اس نام سے بلایا جاتا وہ بہت زیادہ خوش ہوتے تھے۔

حاکم نے یہ سن کر کہا: حضرت کو اس لقب سے ملقب کرنے کا پورا واقعہ بیان کرو۔ (۱)
اس حدیث اور ان صحیح احادیث میں کوئی معارضہ نہیں جو غزوہ عسیرہ یا مواخات کے موقع پر یہ لقب عطا کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان تمام احادیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول خداؐ نے باقاعدہ طور پر آپ کو ابوتراب کے نام سے موسوم فرمایا اور شاید سہل نے جس موقع کی نشاندہی کی ہے ممکن ہے وہ اس کے علاوہ دوسرے مواقع اور موارد سے ناواقف ہو، لہذا ان تمام احادیث کے ثبوت پر کوئی مانع نہیں پایا جاتا۔ اور جس نے یہ گمان کیا ہے کہ اس حدیث اور دوسری حدیث میں تعارض و عناد پایا جاتا ہے (۲) اس نے اپنے طور پر ایک شوشہ چھوڑا ہے، ایسا کر کے اس نے اپنی کج فہمی و کم عقلی کا پردہ فاش کیا ہے۔

ہاں! سہل بن سعد کے متن حدیث میں حفاظ حدیث کے نزدیک اضطراب پایا جاتا ہے، جو حدیث شریف میں ہوا وہ اس کی دخالت کی نشاندہی کرتی ہے۔

بعض لوگوں نے یہ بکواس کی ہے کہ حضرت امیر المومنین اور معصومہ کوئین (س) کی ازدواجی زندگی اچھی نہیں تھی، ان میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔

چنانچہ شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے: ”وکان عن الزهراء بالمتشرد“ حالانکہ یہ دونوں شخصیتیں ان خرافات سے قطعی منزہ تھیں اس لئے کہ خداوند عالم نے انھیں عصمت کی نعمت عطا فرمائی تھی، قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ابن اسحاق نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اس لئے ابوتراب کا لقب عطا فرمایا کیوں کہ وہ جب بھی کسی بات پر فاطمہؑ پر اعتراض کرتے تو ان پر ناراضگی کا مظاہرہ کرتے، ان سے بات نہیں کرتے اور ان کو پریشان کرنے والی کوئی بات بھی نہیں کرتے تھے، صرف مٹی کا کچھ حصہ

۱۔ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۳۳۶۔

۲۔ شرح المواہب الدنیہ، زرقانی، ج ۱، ص ۳۹۵۔

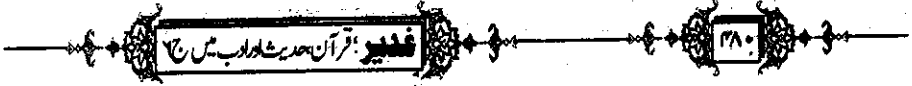
اپنے سر کے نیچے لگا کر لیٹ جاتے تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے: رسول خداؐ انہیں زمین پر جب بھی لیٹا ہوا دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ آج فاطمہؑ سے جھگڑا ہوا ہے، اسی لئے ان سے فرماتے: مالک یا ابوتراب ”اے ابوتراب! تمہیں کیا ہوا ہے؟“ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ بکواس ان کینہ توز اور ذلیل افراد کا پروپیگنڈہ ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کے پاک و پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے کے لئے بے مقصد ہی گڑھ لیا ہے اور صدیقہ طاہرہؑ کے ساتھ حضرتؑ کی معاشرت کو دوسرے میں گریں، اس میں فاطمہ زہراؑ (س) اور صدیق اکبرؑ حضرت علیؑ کو اخلاقی اعتبار سے ان کے بلند ترین مقام سے نیچے گرانے کی سازش ہے، اس لئے کہ یہ دونوں شخصیتیں قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عصمت کی وجہ سے ہر طرح کی کینہ و دشمنی سے دور ہیں۔

جن کینہ توز اور ذلیل دشمنوں نے ان جہل ساز یوں سے کل اپنے ہاتھ آلودہ کئے تھے اس کا نتیجہ آج اس صورت میں برآمد ہو رہا ہے کہ آج کے مورخ نے اپنی تاریخ کے صفحات کو اس بکواس سے سیاہ کیا ہے کہ علیؑ ناپسندیدگی اور ناراحتی کے بعد غضبناک ہو جاتے تھے اور مسجد میں سونے کی غرض سے باہر چلے جاتے تھے، ان کے چچیرے بھائی ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دیتے، وعظ و نصیحت کرتے اور ان کے اور زوجہ کے درمیان ایک مدت تک اتحاد قائم کر دیتے تھے؛ ان کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن رسول خداؐ گھر میں آئے اور دیکھا کہ فاطمہؑ ان کے گھر میں ہیں اور علیؑ نے ان کو جو طمانچہ مارا تھا اس کی وجہ سے گریہ کر رہی ہیں۔ (تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں)

حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

”رسول خداؐ نے علیؑ کو جو نام دیا تھا، بنی امیہ نے اسے علیؑ کا عیب شمار کیا، وہ اپنی حکومت کے زمانے میں منبروں سے ان پر لعنت کرتے اور اس نام کی وجہ سے ان کا منہ کھڑا اڑاتے تھے، جی ہاں! وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے جس نے ان کا یہ نام رکھا تھا، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ



تَسْتَهْزِئُونَ، لَا تَعْتَدُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴿۱﴾ ”کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اس کی آیات اور رسول کے بارے میں مذاق اڑا رہے تھے، تو اب معذرت نہ کرو۔ تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے۔“ (۱)
 سبط ابن جوزی لکھتے ہیں: حاکم کی بات صحیح ہے اس لئے کہ وہ (بنی امیہ) اس عمل سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔ اس دلیل کی بنیاد پر جسے مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس پہنچا تو معاویہ نے کہا ابو ترابؓ کی عیب جوئی اور دشنام طرازی سے تمہیں کس چیز نے روک رکھا ہے۔ (۲) اس روایت کے سیاق و سباق میں مناقب پائے جاتے ہیں۔
 شیخ علاء الدین سکتواری ”محاضرة الاولاد“ (۳) میں لکھتے ہیں:

”علی بن ابی طالبؓ وہ پہلے شخص ہیں جو ابو ترابؓ کے نام سے موسوم ہوئے رسول خداؐ نے ان کو اس وقت یہ نام عطا فرمایا جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ان کی پشت گرد آلود ہے، چنانچہ انہوں نے مہربان لہجے میں فرمایا: قسم یا اباتراب ”اے ابو تراب اٹھو“۔ یہ ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ لقب تھا، نفس محمدیؐ کی برکت کے بعد، ان کو ایک کرامت حاصل ہوئی، پہلی ان کو گزشتہ و آئندہ واقعات کی اطلاع دیتی تھی، لہذا اس معنی کو درک کریں۔“ (۴)

شاعر قبحر استاد عبدالباقی آفندی عمری نے ایک ظریف نکتہ بیان کیا ہے:

خلق الله آدمًا من تراب فهو ابن له وانت ابوہ

”خداوند عالم نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا لہذا آدمؑ آدمؑ مٹی کے فرزند ہیں اور تم مٹی کے باپ ہو۔“

۱۔ توبہ ۶۵، ۶۶

۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴، (ص ۶)

۳۔ سعد نے جواب میں حدیث منزلت پیش کی تھی ملاحظہ کیجئے: سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳، (ج ۶، ص ۵۹، حدیث ۳۷۲۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۸، (ج ۳، ص ۱۱۷، حدیث ۳۵۷۵)؛ صحیح مسلم، (ج ۵، ص ۲۳، حدیث ۳۲، کتاب فضائل الصحابہ)؛ کفایۃ

الطالب، ص ۲۸، (ص ۸۵، باب ۱۰)؛ نزول الابرار، ص ۱۵، (ص ۴۷)؛ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۰۹، (۵۶۸۸)

۴۔ محاضرة الاولاد، ص ۱۱۱، (۱۲۳)؛ دلائل الخیرۃ، بیہقی (ج ۳، ص ۱۲)

۷۔ شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنین کے جن مناقب کی جانب اشارہ کیا ہے، ان میں ”حدیث برائت اور اس کی تبلیغ“ بھی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

و ارسله الرسول مبلغا و خص بهذا الامر تخصيص مفرد
وقال: هل التبليغ عنى ينبغى لمن ليس من بيتى من القوم فاقتدى

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے سورہ برائت کی ابتدائی آیات کو اہل مکہ کے سامنے پڑھنے کے لئے ابوبکر کو مکہ روانہ کیا، اسی وقت جبریل امین نازل ہوئے اور کہا: اس امر کے لئے کوئی اور نہیں جاسکتا یا آپ جائے یادہ شخص جو آپ سے ہے۔ یہ سن کر رسول خداؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو ناقہٴ عضاء کے ہمراہ ابوبکر کے تعاقب میں روانہ کیا اور فرمایا: ان سے جہاں بھی ملاقات ہو خط لے کے تم خود مکہ جاؤ اور لوگوں کے سامنے آیات کی تلاوت کرو۔

حضرت علیؑ مقام عرج، دار الخلیفہ، یا ضحمان یا پھر مقام جھہ میں ان کے پاس پہنچے، ان سے خط لیا، حج کی ادائیگی کی اور تبلیغ کے لئے اذان کہی (یا اعلان برائت کیا)۔

اس تاریخی واقعہ کو بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے متعدد اور مختلف طرق سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:

- ۱۔ ابو محمد اسماعیل سدی کوئی (متوفی ۱۲۸ھ):
- ۲۔ ابو محمد عبد الملک بن ہشام بصری (متوفی ۲۱۸ھ):
- ۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن سعد زہری (متوفی ۲۲۰ھ):
- ۴۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ عیسیٰ کوئی (متوفی ۲۳۹ھ):
- ۵۔ حافظ ابوالحسن ابن ابی شیبہ کوئی (متوفی ۲۳۹ھ):
- ۶۔ امام الحنابلہ احمد بن بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ):
- ۷۔ حافظ ابو محمد عبد اللہ دارمی صاحب سنن (متوفی ۲۵۵ھ):
- ۸۔ حافظ ابو عبد اللہ بن ماجہ قزوینی صاحب سنن (متوفی ۲۷۳ھ):

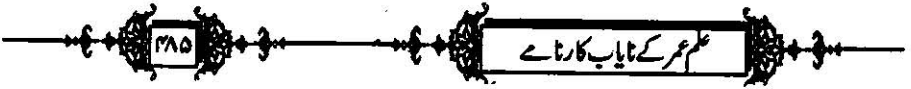


- ۹۔ حافظ ابو یوسف بن ترمذی صاحب سنن (متوفی ۲۷۹ھ)؛
- ۱۰۔ حافظ ابو بکر احمد بن ابی عاصم شیبانی (متوفی ۲۸۸ھ)؛
- ۱۱۔ حافظ ابو عبد الرحمن احمد نسائی صاحب سنن (متوفی ۳۰۳ھ)؛
- ۱۲۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)؛
- ۱۳۔ حافظ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (متوفی ۳۱۱ھ)؛
- ۱۴۔ حافظ ابو عوانہ یعقوب نیشاپوری صاحب مصابیح (متوفی ۳۱۶ھ)؛
- ۱۵۔ حافظ ابو القاسم عبد اللہ بغوی (متوفی ۳۱۷ھ)؛
- ۱۶۔ حافظ عبد اللہ ابن ابی حاتم تیمی (متوفی ۳۱۷ھ)؛
- ۱۷۔ حافظ ابو حاتم محمد بن حبان تیمی (متوفی ۳۵۴ھ)؛
- ۱۸۔ حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)؛
- ۱۹۔ حافظ ابوالشیخ (متوفی ۳۶۹ھ)؛
- ۲۰۔ حافظ علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۶۱ھ)؛
- ۲۱۔ حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ھ)؛
- ۲۲۔ حافظ ابو بکر بن مردویہ اصفہانی (متوفی ۴۱۶ھ)؛
- ۲۳۔ حافظ ابو نعیم احمد اصفہانی صاحب حلیہ (متوفی ۴۳۰ھ)؛
- ۲۴۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسن بیہقی صاحب سنن (متوفی ۴۵۸ھ)؛
- ۲۵۔ فقیہ ابو الحسن علی بن مغازلی شافعی (متوفی ۴۸۳ھ)؛
- ۲۶۔ حافظ ابو محمد حسین بغوی شافعی (متوفی ۵۱۶ھ)؛
- ۲۷۔ نجم الدین ابو حفص حنفی سرقدی حنفی (متوفی ۵۳۷ھ)؛
- ۲۸۔ ابو القاسم جارا اللہ زحیری شافعی (متوفی ۵۳۸ھ)؛
- ۲۹۔ ابو عبد اللہ یحییٰ قرطبی صاحب تفسیر کبیر (متوفی ۵۶۷ھ)؛



- ۳۰۔ حافظ ابوالمؤید موفی بن احمد خوارزمی حنفی (متوفی ۵۷۱ھ)؛
- ۳۱۔ ابوالقاسم بن عساکر دمشقی شافعی (متوفی ۵۷۵ھ)؛
- ۳۲۔ ابوالقاسم عبدالرحمن خثعمی سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ)؛
- ۳۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)؛
- ۳۴۔ ابوالسعادات بن اثیر شیبانی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)؛
- ۳۵۔ حافظ ابوالحسن علی بن اثیر شیبانی (متوفی ۶۳۰ھ)؛
- ۳۶۔ ابو عبد اللہ ضاء الدین محمد مقدسی حنبلی (متوفی ۶۳۳ھ)؛
- ۳۷۔ ابوسالم محمد بن طلحہ قرطبی نقیبی شافعی (متوفی ۶۵۳ھ)؛
- ۳۸۔ ابوالمنظر یوسف سبط بن جوزی حنفی (متوفی ۶۵۵ھ)؛
- ۳۹۔ عز الدین ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ)؛
- ۴۰۔ حافظ ابو عبد اللہ گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ)؛
- ۴۱۔ قاضی ناصر الدین ابوالخیر بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)؛
- ۴۲۔ حافظ ابوالعباس محبت الدین طبری شافعی (متوفی ۶۹۵ھ)؛
- ۴۳۔ شیخ الاسلام ابواسحاق ابراہیم حموی (متوفی ۷۲۲ھ)؛
- ۴۴۔ ولی الدین محمد خطیب عمری تبریزی صاحب مشکاة المصابیح (متوفی ۷۲۷ھ)؛
- ۴۵۔ علاء الدین علی بن محمد خازن صاحب تفسیر (متوفی ۷۴۱ھ)؛
- ۴۶۔ اثیر الدین ابو حیان اندلسی صاحب تفسیر (متوفی ۷۴۵ھ)؛
- ۴۷۔ حافظ شمس الدین محمد ذہبی شافعی (متوفی ۷۴۸ھ)؛
- ۴۸۔ نظام الدین حسن نیشاپوری صاحب تفسیر؛
- ۴۹۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ)؛
- ۵۰۔ حافظ ابوالحسن علمی بن ابی بکر بکری شافعی (متوفی ۸۰۷ھ)؛

- ۵۱۔ تقی الدین احمد بن علی مقریزی حنفی (متوفی ۸۴۵ھ)؛
 ۵۲۔ ابو الفضل بن حجر احمد عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ)؛
 ۵۳۔ نور الدین علی بن محمد بن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ)؛
 ۵۴۔ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ)؛
 ۵۵۔ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی مقیم حریمین (متوفی ۹۰۲ھ)؛
 ۵۶۔ حافظ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)؛
 ۵۷۔ حافظ ابو العباس احمد قسطلانی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ)؛
 ۵۸۔ حافظ ابو محمد عبد الرحمن بن ربيع شیبانی شافعی (متوفی ۹۳۴ھ)؛
 ۵۹۔ مورخ دیار بکری صاحب تاریخ الخمیس (متوفی ۹۶۶ھ)؛
 ۶۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن حجر یثربی شافعی (متوفی ۹۷۴ھ)؛
 ۶۱۔ متقی علی بن حسام الدین قرشی ہندی مقیم مکہ (متوفی ۹۷۵ھ)؛
 ۶۲۔ حافظ زین الدین عبد الرؤف منادی شافعی (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛
 ۶۳۔ فقیہ شیخ بن عبد اللہ عیدروس حسینی (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛
 ۶۴۔ شیخ احمد بن باکیر کی شافعی صاحب وسیلہ (متوفی ۱۰۴۷ھ)؛
 ۶۵۔ ابو عبد اللہ محمد زرقانی مصری مالکی (متوفی ۱۱۲۲ھ)؛
 ۶۶۔ میرزا محمد بدخشی صاحب مفتاح النجا؛
 ۶۷۔ سید محمد بن اسماعیل صنعان حسینی (متوفی ۱۱۸۲ھ)؛
 ۶۸۔ ابو العرفان شیخ محمد صیان شافعی صاحب اسعاف الراغبین (متوفی ۱۲۰۶ھ)؛
 ۶۹۔ قاضی محمد بن علی شوکانی صنعانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)؛
 ۷۰۔ ابو النعمان شہاب الدین سید محمود آلوسی شافعی (متوفی ۱۲۷۰ھ)؛
 ۷۱۔ شیخ سلمان بن ابراہیم قندوزی حسینی حنفی (متوفی ۱۲۹۳ھ)؛



۷۲۔ سید احمد زین و حلال کی شافعی (متوفی ۱۳۰۴ھ):

۷۳۔ سید مومن فیلنجی مؤلف (نور الابصار)

ہم نے جلد اول میں ان میں سے بہت سے اسماء کے حالات زندگی میں بیان کیا ہے کہ اعلان برائت اور اس کی تبلیغ سے متعلق ان کے مدارک اور اسانید چند اصحاب کرام پر منتہی ہوتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ حضرت امیر المومنین: آپ زید بن شیح کے طریق سے فرماتے ہیں: جب سورۃ برائت کی دس آیات پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئیں تو آپ نے ابو بکر کو بلایا کہ اہل مکہ میں اس کی تلاوت کریں، پھر مجھے بلا کر فرمایا: جاؤ اور ابو بکر سے جہاں بھی ملاقات ہو، خط لے کر اہل مکہ کے سامنے ان آیات کی تلاوت کرو۔

چنانچہ میں روانہ ہوا، مقام بھہ میں ابو بکر سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے خط لے لیا، ابو بکر نے واپس آ کر کہا: اے رسول خدا! میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن جبریل نے میرے پاس آ کر کہا: آپ کی جانب سے ہرگز کوئی نہ جائے مگر خود آپ یا آپ میں سے کوئی شخص۔ (۱)

دوسری صورت:

فرمایا: سورۃ برائت نازل ہوا تو رسول اکرمؐ نے ابو بکر کو روانہ کر دیا، پھر حضرت علیؑ کو بھیجا، انہوں نے راستہ ہی میں ابو بکر سے خط لے لیا، جب ابو بکر واپس ہوئے تو کہا: کیا میرے بارے میں

۱۔ زاد المعاد، عبد اللہ بن احمد، (ص ۳۵۳، حدیث ۱۳۶)؛ در منثور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۲، ص ۱۲۲)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۳۷، (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۴۳۰۰)؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۳)؛ ریاض المعرفۃ، ج ۲، ص ۱۴۷، (ج ۳، ص ۱۱۹)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۹؛ البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۳۸، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۵، ص ۴۲، حوادث ۹، ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۳۰)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۹۹، (ص ۱۶۵، حدیث ۱۹۶)؛ فرائد السطین، (ج ۱، ص ۶۱، باب ۸)؛ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۹؛ عمدة القاری، ج ۸، ص ۶۲۸، (ج ۱۸، ص ۲۶۰)؛ وسیلۃ المآل، (ص ۱۲۲)؛ شرح المواہب زرقاتی، ج ۳، ص ۹۱؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۷۔

کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ میں خود اس کی تبلیغ کروں یا میرے خاندان کی کوئی فرد۔

چنانچہ حضرت علیؑ مکہ گئے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر مذکورہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ (۱)
تیسری صورت:

بے شک رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورہ براءت کے ہمراہ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا، اس کے بعد ان کے تعاقب میں حضرت علیؑ کو بھیجا اور ان سے فرمایا: خط لے کر خود اہل مکہ کی طرف جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت نے انشاء راہ ابوبکر کو دیکھا اور ان سے خط لے لیا، ابوبکر غمگین و محزون واپس آ کر رسول خداؐ سے کہنے لگے: کیا میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، مگر یہ کہ میں مامور کیا گیا ہوں کہ خود اس کی تبلیغ کروں یا وہ شخص جو میرے اہل بیت اور خاندان سے ہے۔ (۲)

چوتھی صورت:

امیر المومنینؑ کی حش کے طریق سے زید بن شیح کے الفاظ میں مروی عبارت لفظ بہ لفظ منقول ہے۔ (۳)

پانچویں صورت:

حش کا بیان ہے کہ جس وقت رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو سورہ براءت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے رسول خداؐ! میں خطیب نہیں ہوں۔

۱۔ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۳۶، (مجلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳۔

۲۔ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۸، حدیث ۸۳۶۱)؛ خصائص نسائی، ج ۲، (ص ۹۲، حدیث ۷۶)؛ الاسامیٰ ابی عبیدہ، ص ۱۶۵، (ص ۲۱۵، حدیث ۳۵۷)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۵۱، (ج ۱، ص ۲۳۳، حدیث ۱۲۹۹)؛ کفایۃ الطالب، ج ۱، ص ۱۲۶، (باب ۶۲، ص ۲۵۵)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ (نمبر ۸۹۰)؛ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۹۔



فرمایا: اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ میں خود جاؤں یا تم ان کے ہمراہ جاؤ، یہ سن کر فرمایا: اگر کوئی صورت نہیں تو میں چلا جاؤں گا۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: جاؤ، خدا تمہاری زبان کو ثابت و استوار اور تمہارے قلب کو ہدایت کرے گا۔

حضرت کا بیان ہے کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھوں کو میرے منہ پر رکھا۔ (۱)
چھٹی صورت:

فرمایا: رسول خداؐ نے ابو بکر کو سورۃ براءت کے ہمراہ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا، پھر مجھے ان کے تعاقب میں روانہ کیا، میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے سورۃ براءت کو لے لیا، یہ دیکھ کر ابو بکر نے کہا: میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ فرمایا: تم میرے رفیق اور حوض پر میرے ہمراہ رہو گے، اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ میرے علاوہ کوئی اور اس کی تبلیغ نہ کرے یا وہ جو مجھ سے ہے۔ (۲)
۲۔ ابو بکر بن ابی قحافہ کا بیان ہے: بے شک رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: مجھے سورۃ براءت کی آیات کے ساتھ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا کہ وہ اس سال کے بعد حج نہیں کر سکتے، برہنہ طواف کعبہ نہیں کر سکتے، صرف مسلمان ہی بہشت میں داخل ہوں گے اور خدا اور رسولؐ مشرکین سے بیزار ہیں۔

چنانچہ ابھی تین دن یا تین میل ہی راستہ طے کیا تھا کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: خود کو ابو بکر کے پاس پہنچاؤ اور انہیں میرے پاس بھیج کر تم خود سورۃ براءت کی تبلیغ کرو۔
ان کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمان رسولؐ پر عمل کیا، جب ابو بکر رسول خداؐ کے پاس پہنچے تو رو رہے تھے کہا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: تمہارے بارے میں خیر کے علاوہ

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۵۰، (ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۱۲۸۹): ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۷۴، (ج ۳، ص ۱۱۹): تفسیر ابن کثیر، ج ۲،

ص ۳۳۳، دوز مشور، ج ۳، ص ۲۱۰، (ج ۴، ص ۱۲۵): کنز العمال، ج ۱، ص ۲۳۷، (ج ۲، ص ۲۳۲، حدیث ۴۳۰۱)

۲۔ تفسیر طبری، ج ۱، (جلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۴): فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)



کچھ اور نازل نہیں ہوا ہے، لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ کوئی اور اس کی تبلیغ نہ کرے مگر میں خود یا وہ شخص جو مجھ سے ہے۔ (۱)

۳۔ ابن عباس کہتے ہیں: رسول خداؐ نے ابوبکر کو روانہ کیا چنانچہ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ رسول خداؐ کے اونٹ ”قطا“ کی آواز سنی، وہ خوف کی حالت میں یہ سوچ کر باہر آئے کہ کہیں رسول خداؐ تو نہیں آگئے، ناگاہ دیکھا کہ حضرت علیؑ ہیں، انہوں نے رسول خداؐ کے نامہ مبارک کو حضرت علیؑ کے حوالے کیا اور کہا کہ ان کی تبلیغ کر دیں۔ (میری طرف سے وہی تبلیغ کرے گا جو مجھ سے ہوگا) چنانچہ دونوں ایک ساتھ گئے، حضرت علیؑ نے ایام تشریق (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ) کو کھڑے ہو کر بباگ و دل فرمایا: خدا اور رسولؐ ہر مشرک سے بیزار ہیں۔ (۲)

دوسری صورت:

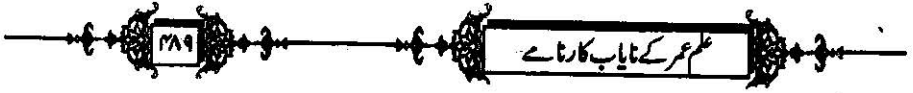
ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورہ براءت کی آیات کے ساتھ بھیجا، ان کے بعد حضرت علیؑ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ انہوں نے سورہ براءت لے لیا، یہ دیکھ کر ابوبکر نے کہا: اے رسول خداؐ! میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، تم میرے یار غار ہو، لیکن میری جانب سے کوئی ابلاغ نہیں کر سکتا مگر میں خود یا علیؑ..... (۳)

ابن عباس سے ایک دوسری حدیث: ایک طویل حدیث میں امیر المومنینؑ کے بعض فضائل مذکور ہیں، چنانچہ جو مناقب تمام امت کی نظر میں قابل قبول ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول خداؐ نے

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳، (ج ۱، ص ۷، حدیث ۴)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۱۲۶، (ج ۲، ص ۳۱۷، حدیث ۳۳۸۹)؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۲۵، (ص ۲۵۳)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۸، ص ۶)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر تحقیق شدہ، (نمبر ۸۸۹)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۳۵)

۲۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۳۵، (ج ۵، ص ۲۵۷، حدیث ۳۰۹۱)؛ سنن نسائی، ج ۹، ص ۲۲۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۹۹، (ص ۱۶۳، حدیث ۱۹۵)؛ مطالب السوال، ص ۱۷؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۳)؛ المسند رک علیؑ الحسینی، (ج ۲، ص ۳۶۱، حدیث ۳۲۷۵)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)

۳۔ تفسیر طبری، ج ۱، ص ۳۶، (جلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۴)



فلاں شخص کو سورہ توبہ کی آیات کے ہمراہ روانہ کیا، اس کے بعد حضرت علیؓ کو ان کے پیچھے بھیجا کہ سورہ توبہ ان سے لے لیں اور فرمایا: اسے کوئی شخص نہیں لے جاسکتا مگر وہ جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ (۱)

ابن عباسؓ کی ایک دوسری حدیث: ابن عساکر (۲) نے حافظ عبدالرزاق کے طریق سے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ میں اور عمر بن خطابؓ مدینہ کی گلیوں میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا: اے ابن عباسؓ! میرے خیال میں تمہارے صاحب (علیؓ) کو تمہارے امور کا متولی قرار نہ دے کر لوگوں نے ان کے ساتھ نا انصافی کی ہے، لوگوں نے انہیں چھوٹا سمجھا؟ میں نے کہا: خدا کی قسم! جب رسول خداؐ نے سورہ براءت کی تبلیغ کے لئے ان کا انتخاب فرمایا تو اس وقت آنحضرتؐ نے انہیں چھوٹا نہیں سمجھا۔

یہ سن کر عمرؓ نے مجھ سے کہا: تم نے سچ کہا، خدا کی قسم! میں نے سنا ہے کہ رسول خداؐ نے علی بن ابی طالبؓ سے فرمایا: ”من احبک احبنی ومن احبنی احب اللہ ومن احب اللہ ادخلہ الجنة مدل“۔ (۳)

۴۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے: جب رسول خداؐ عمرہ ہجرانہ سے واپس ہوئے تو ابو بکرؓ کو حج کے لئے روانہ کیا۔ ہم ان کے ساتھ آئے یہاں تک کہ مقام حج پر پہنچے، نماز صبح کے لئے آمادہ

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۱، (ج ۱، ص ۵۴۴، حدیث ۳۰۵۲)؛ المسند رک علی الصنعین، ج ۳، ص ۱۳۲، (ج ۳، ص ۱۳۳، حدیث ۳۶۵۲)؛ مناقب خوارزمی، ص ۷۵، (ص ۱۲۵، حدیث ۱۴۰)؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۰۳، (ج ۳، ص ۱۵۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۷؛ فرائد السمطين، (ج ۱، ص ۳۲۷، حدیث ۲۵۵، باب ۵۹)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج ۱۲، ص ۷۷، حدیث ۱۲۵۹۳)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۳۷، (ج ۷، ص ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، حوادث ۲۵)؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۹؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۱۵، (باب ۶۲، ص ۲۳۱)؛ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۰۹

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، (ج ۲، ص ۶۸)

۳۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۹۱، (ج ۱۳، ص ۱۰۹، حدیث ۳۶۳۵۷)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۰۵، (ج ۱۲، ص ۳۶، خطبہ ۲۲۳)



ہوئے، جب ابوبکر کعبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو عقب سے اونٹ کے چلانے کی آواز آئی، آواز سن کر کعبہ کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا: یہ رسول خدا کے اونٹ ”جدا“ کی آواز ہے، شاید آنحضرت تشریف لائے ہیں، ہم انہیں کے ہمراہ نماز پڑھیں گے۔

ناگاہ دیکھا کہ آنحضرت کے ناقدہ پر حضرت علیؓ موجود ہیں، ابوبکر نے ان سے پوچھا: آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا قاصد و پیامبر کی حیثیت سے؟ فرمایا: نہیں بلکہ میں پیامبر ہوں، رسول خدا نے مجھے سورہ براءت کی آیات کے ہمراہ روانہ فرمایا ہے تاکہ حج کے ایام میں لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت کروں۔

چنانچہ ہم مکہ میں داخل ہوئے جب ترویہ میں ایک دن باقی تھا، ابوبکر کھڑے ہوئے، خطبہ پڑھا اور لوگوں کے سامنے حج کے مناسک بیان کئے، پھر حضرت علیؓ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے سورہ براءت کی تلاوت فرمائی، یہ مرحلہ تین مرتبہ تکمیل پایا، عرفہ کے دن اور طواف کعبہ سے قبل۔ (۱)

۵۔ انس بن مالک کا بیان ہے: رسول خدا نے ابوبکر کو سورہ براءت کے ہمراہ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا پھر انہیں واپس بلا کر فرمایا: مناسب نہیں کہ کوئی اس کی تبلیغ کرے مگر یہ کہ میرے اہل بیت کی کوئی فرد، اس کے بعد حضرت علیؓ کو بلا کر سورہ براءت انہیں عطا فرمایا۔

احمد کے دوسرے الفاظ ہیں: رسول خدا نے ابوبکر صدیق کو سورہ براءت کے ہمراہ روانہ کیا، جب مقام ذی الحلیفہ پر پہنچے تو فرمایا: میرے اور میرے خاندان کی کسی فرد کے علاوہ کوئی اور اس کی تبلیغ

۱۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۶۷؛ خصائص نسائی، ص ۲۰، (ص ۹۳، حدیث ۷۸)؛ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۹، حدیث ۸۳۶۳)؛ صحیح ابن خزیمہ، (ج ۳، ص ۳۱۹، حدیث ۲۹۷۳)؛ الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۱۵، ص ۱۹، حدیث ۶۶۳۵)؛ تفسیر طبری، (مجلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۵)؛ ریاض الصغرة، ج ۲، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۱۱۸)؛ تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۱۳۳، (ج ۱، ص ۱۵۸، حدیث ۱۰)؛ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۶۷، (ج ۸، ص ۴۳)؛ شرح المواہب زرقاتی، ج ۳، ص ۹۱؛ المواہب اللدیة، (ج ۱، ص ۶۳۰)؛ تاریخ الخلفاء، ج ۲، ص ۱۴۱؛ سیرۃ زبئی دطلان، ج ۲، ص ۳۶۵، (ج ۲، ص ۱۳۰)؛ تفسیر روح المعانی، ج ۳، ص ۲۶۸، (ج ۱۰، ص ۴۴)؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۶

نہیں کر سکتا، پھر حضرت علیؑ کو سورۂ برائت کے ہمراہ روانہ کیا۔ (۱)

۶۔ ابوسعید خدری کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو روانہ کیا کہ ان کی جانب سے سورۂ برائت کی تبلیغ کریں، اس کے بعد حضرت علیؑ کو بھیجا اور فرمایا: اے علیؑ! کسی کو اس کی تبلیغ کا حق حاصل نہیں مگر خود مجھے یا تمہیں۔ پھر حضرت علیؑ کو ناقہٴ عضبا پر سوار کر کے روانہ کر دیا، وہ ابوبکر کے پاس پہنچے ان سے سورۂ برائت لے لیا۔

ابوبکر رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے، اس موضوع کے سلسلے میں ان پر خوف و وحشت طاری تھی کہ شاید ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا، کیا بات ہے؟ فرمایا: خیر ہے، تم میرے بھائی اور میرے یار غار ہو، لیکن میرے علاوہ کوئی دوسرا اس کی تبلیغ نہیں کر سکتا یا وہ جو مجھ سے ہے۔ (۲)

۷۔ ابورافع کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو ایام حج میں سورۂ برائت کی آیات کے ہمراہ مکہ روانہ کیا۔ اسی وقت جبریل امین نازل ہوئے اور کہا: صرف آپ یا وہ جو آپ جیسا ہے وہی اس کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے روانہ کیا، وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ان کے پاس پہنچے اور سورۂ برائت لے کر ایام حج میں لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت فرمائی۔ (۳)

۱۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۲۱۲/۲۸۳، (ج ۳، ص ۷۷، حدیث ۱۲۸۰۲، ص ۱۹۸، حدیث ۱۳۶۰۵)؛ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۱۳۵، (ج ۵، ص ۲۵۶، حدیث ۳۰۹۰)؛ خصائص نسائی، ص ۲۰، (ص ۹۲، حدیث ۷۵)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۳۸، (ج ۵، ص ۳۶، حوادث ۹۹)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۹۹، (ص ۱۶۵، حدیث ۱۶۷)؛ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج ۷، ص ۱۳۶، (ج ۱۰، ص ۲۸۳)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)؛ عمدة القاری، ج ۸، ص ۶۳۸، (ج ۳، ص ۷۸)؛ مطالب السوال، ص ۱۷۱، دز منشور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۳)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۳۹، (ج ۲، ص ۴۳۱، حدیث ۴۳۲۱)؛ شرح المواہب زرقاتی، ج ۳، ص ۹۱؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۳)؛ روح المعانی، ج ۳، ص ۲۶۸، (ج ۱۰، ص ۲۵)؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۷

۲۔ الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، (ج ۱۵، ص ۱۶، حدیث ۶۶۳۳)؛ دز منشور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۳)؛ روح المعانی، ج ۳، ص ۲۶۸؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)؛

۳۔ دز منشور، ج ۳، ص ۲۱۰، (ج ۴، ص ۱۲۳)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)



۸۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکرؓ کو سورہ برائت کے ہمراہ روانہ کیا پھر راستے میں حضرت علیؓ کو روانہ کیا مآںہوں نے ابوبکرؓ سے سورہ برائت لے لیا اور ان کے ہمراہ مکہ پہنچے۔ اس واقعہ سے ابوبکرؓ نے اپنے دل میں کک محسوس کی تو رسول خداؐ نے فرمایا: اس کی تبلیغ صرف میں کر سکتا ہوں یا وہ جو مجھ سے ہے۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حرث بن مالک سے نقل کیا ہے: میں مکہ آیا تو سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا: کیا حضرت علیؓ کی کوئی فضیلت ومنفعت سنی ہے؟ کہا: میں ان کی چار فضیلتوں کی گواہی دوں گا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے حصے میں آتی تو وہ میرے نزدیک اس دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی جس میں نوح کی مانند پانچ سو سال کی زندگی کرتا۔ بے شک رسول خداؐ نے ابوبکرؓ کو سورہ برائت کے ہمراہ مشرکین مکہ کی جانب روانہ کیا (۳)۔۔۔۔۔ حدیث برائت کی تفصیل۔

۹۔ ابو ہریرہؓ کا بیان ہے: میں اس وقت حضرت علیؓ کے ساتھ تھا جب رسول خداؐ نے انھیں روانہ کیا، چنانچہ انہوں نے چار موضوعات کو بیاگ دل بیان فرمایا، یہاں تک کہ ان کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ کے مانند تیز و تند ہو گئی۔ (۴)

محب الدین طبری نے ابی حاتم کے طریق سے ابوسعید یا ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکرؓ کو روانہ کیا، جب مقام ضحان میں پہنچے تو حضرت علیؓ کے اونٹ کی آواز سنی، قریب آ کر پوچھا: میرا کام کیا ہے؟

۱۔ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۹، حدیث ۸۴۶۲)؛ خصائص نسائی، (ص ۴۰، حدیث ۹۳، حدیث ۷۷)؛ دُرِّ مختور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۳)؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۲)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۵، (ج ۸، ص ۳۱۸)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱، ص ۳۳۳)؛ حالات امام علیؓ از تاریخ ابن عساکر تحقیق شدہ (نمبر ۲۷۸)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۵۱ (۲۸۵)

۴۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۲۳۷؛ قبول سیوطی سنن نسائی، ج ۵، ص ۲۳۳، (ج ۲، ص ۴۰۷، حدیث ۳۹۳۹)؛ ریاض الصغریٰ، ج ۲، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۱۱۸)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۹



فرمایا: خیر ہے، رسول خداؐ نے سورہٴ برائت کی تبلیغ کے لئے مجھے روانہ کیا ہے، جب ہم واپس آئے تو ابوبکرؓ نے رسولؐ کی خدمت میں پہنچ کر کہا: یا رسول اللہ! میرا کام کیا ہے؟ کہا: سب بہتر ہے، لیکن میرے علاوہ کوئی اور تبلیغ نہیں کر سکتا یا وہ شخص جو مجھ سے ہے یعنی علیؓ۔

۱۰۔ عبد اللہ بن عمرؓ: ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

۱۱۔ حبشی بن جنادہ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں، میری جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کر سکتا مگر میں خود یا علیؓ۔ (۲)

۱۲۔ عمران بن حصینؓ ایک مرفوع حدیث میں کہتے ہیں:

رسول خداؐ نے فرمایا:

علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں، میری جانب سے علیؓ کے علاوہ کوئی اور تبلیغ نہیں کر سکتا۔ سبط ابن جوزی کے مطابق: اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (۳)

۱۔ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)

۲۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۶۳/۱۶۵، (ج ۵، ص ۱۷۰، حدیث ۱۷۰۵۱)؛ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳، (ج ۵، ص ۵۹۴، حدیث ۳۷۱۹)؛ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۸، حدیث ۸۳۵۹)؛ خصائص نسائی، ص ۲۰، (ص ۹۱، حدیث ۷۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۷، (ج ۱، ص ۳۳، حدیث ۱۱۹)؛ مصابیح السنن، ج ۲، ص ۲۷۵، (ج ۳، ص ۱۷۲، حدیث ۴۷۶۸)؛ مشکاة المصابیح، ص ۵۵۶، (ج ۳، ص ۳۵۶، حدیث ۶۰۹۲)؛ مناقب ابن مغازی، (ج ۲، ص ۲۲۲)؛ کفایۃ الطالب، ص ۵۵۷، (ص ۲۷۶، باب ۶)؛ تحذیب الاسماء والصفات، ص ۱۷۱، (ج ۱، ص ۳۳۸)؛ ریاض الصغری، ج ۲، ص ۷۴، (ج ۳، ص ۱۱۹)؛ تذکرۃ الخواص، ص ۲۳، (ص ۳۶)؛ تذکرۃ الحفاظ، (ج ۲، ص ۳۵۵، نمبر ۳۶۲)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۵۶، (ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۳۵۰)؛ المقاصد الحسنیہ، (ص ۱۲۳، حدیث ۱۸۹)؛ کنز الدقائق، ص ۹۲، (ج ۲، ص ۱۶)؛ فرائد السطین، باب ۷، (ج ۵، ص ۵۹، حدیث ۲۳)؛ المایع الصغری سیوطی، (ج ۲، ص ۱۷۷، حدیث ۵۵۹۵)؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳، (ج ۱۱، ص ۶۰۳، حدیث ۳۲۹۱۳)؛ الصواعق المحرقة، ص ۷۳، (ص ۱۲۲)؛ نزل الابرار، ص ۹، (ص ۳۸)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۱۲، ص ۵۹، حدیث ۱۲۱۲۰)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج ۴، ص ۱۶، حدیث ۳۵۱۳/۳۵۱۱)؛ الروحۃ الندیۃ، (ص ۲۵۷)؛ بیحیح المودود، (ج ۱، ص ۵۲، باب ۷)؛ نور الابصار، ص ۷۸، (ص ۱۶۰)؛

الاسعاف مطبوعہ حاشیہ نور الابصار، ص ۱۵۵۔

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۲، (ص ۳۶)



۱۳۔ ابوذر غفاری کا بیان ہے: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، سورہ برائت کی تبلیغ میرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا یا وہ جو مجھ سے ہے یعنی علیؑ۔ (۱)

مرسلات

۱۔ ابو جعفر محمد بن علی (امام باقرؑ) فرماتے ہیں: جب رسول خداؐ پر سورہ برائت کی آیتیں نازل ہوئیں تو اس وقت ابوبکر اقامہ حج کے لئے مامور ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! ابوبکر کے ساتھ ہی یہ آیتیں ارسال فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تبلیغ صرف میں کر سکتا ہوں یا وہ جو میرے خاندان سے ہے۔

پھر حضرت علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر فرمایا:

جاؤ اور سورہ برائت کی ابتدائی آیات کی اس وقت تبلیغ کر دو جب لوگ عید قربان کے دن میدان منی میں جمع ہوں، اس وقت تم اعلان کر دو کہ:

انه لا یدخل الجنة کافر ”کافر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔“

ولا یحج بعد العام مشرک ”اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کر سکیں گے۔“

وان لا یطوف بالبییت عریان ”وہ برہنہ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے۔“

ومن کان له عند رسول الله فهو له الى مدته ”رسول خداؐ کے پاس جس کا کوئی

عہد و پیمان ہے وہ اسی مدت معین تک باقی رہے گا۔“

چنانچہ حضرت علیؑ ناقہ رسولؐ ”عضبا“ پر سوار ہو کر باہر آئے، راستے میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی۔

ابوبکر نے پوچھا: امیر ہیں یا مامور؟

فرمایا: مامور ہوں، پھر وہ ساتھ گئے، ابوبکر نے لوگوں کے لئے حجر قائم کیا، اس سال تک عرب

جانبی روش پر حج بجالا تھے یہاں تک کہ عید قربان کا دن آیا، حضرت علیؑ کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان فرمان رسولؐ کے مطابق اعلان برائت کیا۔ (۱)

۲۔ مروی ہے کہ جب ابو بکرؓ نے کچھ راستہ طے کیا تو جبریلؑ نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمدؐ! آپ کی رسالت کی تبلیغ آپ کے اہل کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا، یہ سنتے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا، ابو بکرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے، فرمایا: ہاں! تم حج کے لئے جاؤ اور علیؑ آیات برائت کی تبلیغ کریں گے۔ (۲)

۳۔ سدی سے مروی ہے: جب سورہ برائت کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں تو رسول خداؐ نے ابو بکرؓ کے ہمراہ روانہ کیا اور حج کا حکم دیا۔

چنانچہ جب وہ درخت الحلیفہ تک پہنچے تو حضرت علیؑ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا، انہوں نے آیات کو ان سے لیا۔ ابو بکرؓ نے واپسی پر رسول خداؐ سے کہا: اے رسول خداؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟

فرمایا: نہیں، لیکن میری جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کر سکتا مگر میں خود یا وہ شخص جو مجھ سے ہے۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم غار میں میرے ہمراہ تھے، حوض پر میرے ساتھ رہو گے؟
کہا: ہاں! یا رسول اللہؐ۔

پھر ابو بکرؓ حج کے لئے روانہ ہوئے اور حضرت علیؑ نے سورہ برائت کی تبلیغ فرمائی۔ (۳)
امیر المؤمنینؑ کی اس فضیلت و منقبت کی اصحاب گذشتہ نے اس وقت بھی نشاندہی کی تھی جب حضرتؑ نے اصحاب شوریٰ کو قسم دے کر پوچھا تھا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۰۳، (ج ۳، ص ۱۹۰)؛ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۴۷، (جلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۵)؛ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۲۳،

(ج ۲، ص ۲۳۳)؛ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۳۳۳، (ج ۵، ص ۴۳، حوادث ۹ھ)؛ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۶۳۳، (ج ۳، ص ۷۸)

۲۔ تفسیر غرائب القرآن و مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۳۶، (ج ۳، ص ۲۲۹)

۳۔ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۴۷، (جلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۵)؛ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۵۴، (ج ۳، ص ۱۲۲، حوادث ۹ھ)۔



میں رسول خداؐ نے فرمایا ہو کہ بے شک میری جانب سے کوئی ابلاغ نہیں کر سکتا مگر خود میں یا وہ شخص جو مجھ سے ہے، کیا وہ میرے علاوہ کوئی اور تھا؟
انھوں نے کہا: نہیں۔

اس فضیلت کے سلسلے میں مروی احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ابوبکر سے آیات کو لے لیا گیا اور امیر المومنینؓ اس کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے نیز واضح ترین وحی نازل ہوئی کہ آنحضرتؐ کی جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کر سکتا مگر خود آنحضرتؐ یا وہ شخص جو آنحضرتؐ سے ہے۔

لہذا اس صریحی واقعہ کے بعد ہمیں ان باتوں کی وجہ سے پس و پیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں جنہیں بعض راویوں نے تہا ذکر کیا ہے کیوں کہ یہ بعض روایات، اخبار صحیحہ کو خبر واحد کی حیثیت نہیں دے سکتیں۔

یہ واقعات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ جس شخص کو رسول خداؐ چند آیات کی تبلیغ کے لئے مناسب نہیں سمجھتے، اسے تمام دین کی تعلیم و ترویج اور تمام احکام و مصالح کی تبلیغ کا امین کیسے قرار دے سکتے ہیں؟

شاعر کے حالات زندگی

نام ”ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن علی ہواری مالکی اندلسی معروف بہ ابن جابر اعمی“ ہے، مرید (اچین کے بزرگ شہر اندلس) کے رہنے والے تھے۔

میدان شعر و ادب کے شہسوار اور علم نحو، تاریخ، تراجم و حدیث میں تبحر استاد تھے، ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے، قرآن و نحو، محمد بن یعیش سے، فقہ، محمد بن سعید زندی سے اور علم حدیث کو ابو عبد اللہ زواری سے حاصل کیا، پھر ابو جعفر احمد بن یوسف البری کی مصاحبت میں مشرق کا سفر کیا، ان دونوں نے علم و ادب میں مہارت حاصل کرنے کے بعد تاریخ کی طرف رخ کیا۔

لہذا تذکرہ شاعر تاریخی واقعات کو نظم کے قالب میں ڈھال کر اپنے رفیق و مصاحب کے سامنے پڑھتے تھے، اس طرح وہ ادبیات کے استاد اور تلمیذ روزگار ہو گئے اور دوسروں پر برتری حاصل کر لی۔

انہوں نے مصر میں ابو حیان سے حدیث سنی، دونوں ایک ساتھ حج کے لئے گئے، وہاں سے شام آئے اور وہاں ابو الجراح حزی دمشقی، جندی اور ابن کامیار سے استفادہ کیا پھر حلب میں اقامت اختیار کر لی اور وہاں حدیث بیان کی اس کے بعد (اندلس) کی جانب روانہ ہو گئے، ۵۰ھ میں حجازی آخر میں وفات ہوئی۔

تالیفات:

۱۔ شرح الفیہ ابن مالک؛

سیوطی بغیہ میں لکھتے ہیں:

”مفید کتاب ہے، ادبیات عرب کے اعراب گذاری کے متعلق لکھی گئی ہے، یہ بہت وقیع ہے، ابتدائی طالب علموں کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔“

۲۔ نظم الفصح؛

۳۔ نظم کفایہ محفوظ؛

۴۔ شرح الفیہ ابن معطی (۸ جلدیں)؛

سیوطی نے فی النہج اور شذرات الذهب میں تین جلدوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۵۔ شعری دیوان؛

۶۔ رسول خدا کی مدح میں ۲۵۶ اشعار پر مشتمل قصیدہ، جس کا مطلع ہے:

بأدر قلبی للہوی وما ارتای لمارای من حسنہا ما قدرای



۷۔ ان کا مشہور قصیدہ بدیعہ بنام ”الحلہ السیر فی مدح خیر الوری“ (۱) ان کے حالات زندگی کی تفصیل ”دراکامندہ، بغیۃ الوعاة، شذرات الذهب اور النجۃ الطیب“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۲)

ان کتابوں میں ان کے بہت سے اشعار بھی مرقوم ہیں، ان سے ایک قصیدہ بھی منسوب ہے جس میں انہوں نے پیغمبر اسلام کی مدح و ستائش کی ہے اور اس میں قرآنی سوروں کو عنوان بنا کر آنحضرتؐ کے فضائل بیان کئے ہیں۔

اس کا مطلع ہے:

لمی کُمل فاستحیة للقول معتبرہ حق النساء علی المبعوث بالبقرة

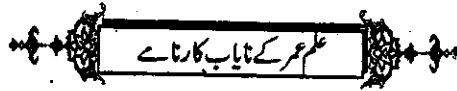
قصیدہ کے آخر میں ان دس افراد کا تذکرہ کیا ہے جن کو آنحضرتؐ نے جنت کی بشارت دی تھی بالخصوص حمزہ، عباس، جعفر، عقیل، خدیجہ اور جناب فاطمہ زہراءؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حافظ قسطلانی کے مطابق جیسا کہ شرح مواہب میں ہے: یہ خاندان شرافت و بزرگی سے آراستہ تھا، جناب زہراؑ کی وجہ سے ان کو زیادہ ہی فضیلت ملی۔ انہوں نے لباس عظمت زیب تن کیا، جو انہیں احترام کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے، بے شک (عباسیوں اور جعفریوں) کے درمیان ان کے سبز لباس، شرافت و عظمت کی علامت بن گئے اور لوگوں کے بقول اس کی علت یہ ہے کہ خلیفہ عباسی مامون نے خلافت کو اولاد زہراؑ کے حوالے کرنا چاہا۔ اس نے ان کے لئے سبز علامت کا انتخاب کیا اور انہیں سبز لباس پہنایا، اس لئے کہ سیاہی عباسیوں کی نشانی تھی، سفیدی تمام مسلمانوں کی علامت تھی، سرخی کراہت سے مخصوص ہے اور زردی یہودیوں کا شعار ہے، پھر وہ اپنے ارادہ سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کے حوالے کر دی۔

۱۔ شذرات الذهب، ج ۷، ص ۱۰، (ج ۹، ص ۲۲، حوادث ۸۵ھ)

۲۔ دراکامندہ، ج ۲، ص ۲۳۹، بغیۃ الوعاة، ص ۱۴، (ج ۱، ص ۳۳، نمبر ۵۵)؛ شذرات الذهب، ج ۶، ص ۲۶، (ج ۸، ص ۲۶۲، حوادث

۸۰ھ)؛ النجۃ الطیب، ج ۴، ص ۲۰۸-۳۷۳، (ج ۱۰، ص ۲۳۱، ۱۶۶)



یہ سبز پوشی علویوں کی عظیم شخصیتوں کی علامت بن چکی ہے، وہ سبز کپڑے کا ایک ٹکڑا استعمال کرتے ہیں جو وہ اپنے عمامے پر لگاتے ہیں، جسے شفقہ کہا جاتا ہے، یہ ان کی سیادت کی نشانی ہے۔ (۱)

jabir.abbas@yahoo.com

علاء الدین حلی

پورا قصیدہ ۱۹۰۰ اشعار پر مشتمل ہے، مخدیر سے متعلق اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

”اے اس کے رخساروں کے نچھاور جس کی صورت آگ میں ہمیشہ جلے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تجھ سے پہلے کوئی جہنم میں ہمیشہ جلے گا، مگر صرف وہی جو وحی رسول کا منکر ہو جن کے فضائل و مناقب کو رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن بیان فرمایا تھا۔ چنانچہ رسول اعلان حق کے لئے اس طرح کھڑے ہوئے کہ آنحضرتؐ کا دایاں ہاتھ علیؑ کے دائیں ہاتھ میں کجاؤں کے اوپر سب کے سامنے تھا۔ فرشتے ان کا حصار کئے ہوئے تھے اور خداوند عالم اس واقعہ کا گواہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ حیدر مولا ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی سید و سردار نہیں۔ خدایا! ان کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ اور انہیں ذلیل و رسوا کر دے۔ خدا کی قسم! ان سے صرف صالح مومن محبت کرے گا اور صرف کافر و طغیانی نفرت و دشمنی کرے گا۔ اے لوگو! علیؑ کی مدد کرو، ان کی نصرت سے مجھ نہ موڑو اور ان سے ہدایت حاصل کرو، ہدایت پا جاؤ گے۔ سب نے کہا: ہم نے آپؐ کا فرمان اور روح الامین نے جس سلسلے میں آپؐ کو تاکید کی ہے، اسے سنا، ہاں! یہ علیؑ ہمارے امام و ولی ہیں، ہم انہیں سے ہدایت طلب کریں گے تاکہ راہ راست کی ہدایت حاصل کر سکیں۔ پھر رسول خداؐ کا انتقال ہو گیا، آپؐ کی رحلت کے بعد کوئی ایک آدمی بھی نہ تھا جو تصبیح جنازہ میں شریک ہو کر آپؐ کو سپرد لحد کرتا۔ ہاں! انہوں نے رسول کی سفارشوں سے خیانت کی اور بہترین انسان ”احمد“ کے ارشادات کی مخالفت کی، انہوں نے صحیح راستہ پہچان کر بھی ہدایت کو ضلالت میں تبدیل کر لیا اور گمراہی کی گہری کھائی میں گر گئے۔ انہوں نے ابو قحافہ کو اپنا سید و سردار بنالیا جو اس سے قبل کسی کام کے نہ تھے۔“



شاعر کا تعارف

ابو الحسن علاء الدین شیخ علی بن حسین حلی شہنشی (۱) معروف بہ ”ابن شہنشیہ“۔ یہ عالم و فاضل اور برجستہ ادیب تھے، علم و ادب پر مکمل دسترس حاصل تھی، صادق فکر و نظر اور واضح و آشکار تفصیلت کے حامل تھے، یہ شعرائے اہل بیت کے پرچم دار تھے۔ ان کے قصائد سماعتوں کو جذب کرنے والے اور لوگوں میں کافی مشہور و معروف ہیں، ان کے اشعار دلیل و برہان سے مملو، ظریف و درخشاں نکات سے بھرپور، دقیق اشارات سے پر، علم و بلیغ کی خوبیوں سے درخشاں اور فصیح اور سلیس جملات، منفرد اسلوب اور نظم کے بہترین پیرایے میں ہوتے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی کی مدح و ستائش اور ان کے فرزند امام حسین کے مرثیہ میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔

یہ بذات خود ان کی مہارت و بالادستی، بہترین اشعار میں ان کی سبقت، مذہبی قوانین کی پابندی اور ائمہ دین کی بے لوث پیروی کی واضح دلیل ہے۔ ان کے ہم عصر شہید اول (جو ۸۶۱ھ میں شہید ہوئے) نے ان کے ایک قصیدے کی شرح کی ہے، جب شہید اول کے شرح کی اطلاع ان کو ہوئی تو اس پر بہت زیادہ افتخار کیا اور فوراً ہی شہید اول کی مدح میں ایک قطعہ کہا۔

قاضی نے المجالس میں (۲)، شیخ حر عاملی نے ”اہل الآل“ میں (۳) اور میرزا نے ”ریاض العلماء“ (۴) میں ان کے حالات زندگی کو تحریر فرمایا ہے اور ان کے علم و فضل اور ادب کی بے پناہ تعریف و توصیف کی ہے۔

شاعر نے سات طویل قصیدے کہے ہیں جنہیں ابن فہد حلی کے شاگرد علامہ شیخ محمد بن علی بن حسن جبائی نے لکھا ہے، ہمیں ان کے کئی نسخے دستیاب ہوئے ہیں، پہلا قصیدہ وہی ہے جسے غدیریہ کے عنوان

۱۔ اس نسبت کی علت سمجھ میں نہیں آئی، نسخوں میں مندرج یہ نام بھی مختلف ہے: شہنشی، شہنشی، شہنشی، شہنشی اور شہنشی۔

۲۔ مجالس المومنین (ج ۲ ص ۵۷۱)

۳۔ اہل الآل (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۵۶۵)

۴۔ ریاض العلماء (ج ۳ ص ۳۲۷)

سے پیش کیا گیا ہے، یہاں چھ قصائد کے مطالع پیش کئے جا رہے ہیں:
پہلا قصیدہ:

ذهب الصبا و تصرم العمر و دنا الرحیل و قوض السفر
دوسرا قصیدہ:

ابرق تراءى عن یمن ثغورها ام ابتسمت عن لو لو من ثغورها
تیسرا قصیدہ:

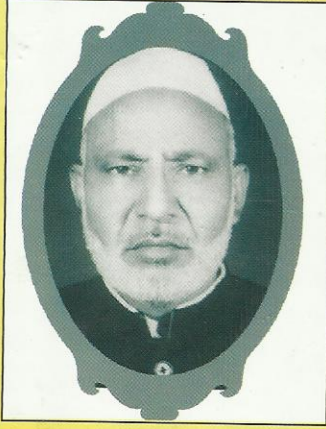
یا عین ما سفحت غروب دماک الا بما الهمت حب دماک
چوتھا قصیدہ:

نم العذار بعارضیه و سلسلا و تضمنت تلک المرافف سلسلا
پانچواں قصیدہ:

حلت علیک عقود المزن یا حلل و صافحتک اکف الطل یا طلل
چھٹا قصیدہ:

عسی موعدا ان صح منک قبول تو دیکھ ان عز الرسول قبول (۱)

تمام شد
سید شاہد جمال رضوی
۲۲ رجب ۱۴۲۹ھ



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شہور گو پال پوری مرحوم

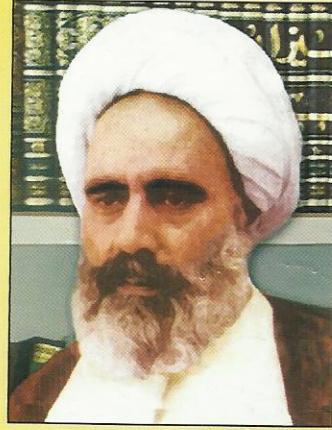
ولادت: ۱۹۰۷ء

وفات: ۲۶/۱۲/۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲ء

کتاب ”الغدر“ زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مد و جزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرورتاً متعارف ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیا علی رضوی بھیک پوری کی رحلت و مشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیہ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم نے ہر صغیر کے حساس موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلیف کے ساتھ ”الغدر“ کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ”نہیں“ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات کا مساعدا ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی تیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم طرینی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ”مولانا سید شاہد جمال رضوی“ نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)



حضرت علامہ عبدالحسین الالبینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

”الغدر“ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق و تتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضیٰ مطہری: ”یہ کتاب تمام زہر آگین پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی منطق پر استوار ہے، تشبیہ پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام ائمہ طاہرہ (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔“

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر وانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر وانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کہ علامہ ابنیؒ نے اس کی تالیف و تحقیق میں برسوں زحمات برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام، عطاوہ کی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعہ دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ”کتاب الغدر“ افق تنقید پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کَلِمَاتُہٗا اَہْلُہٗا یُطَلِّیٰ کِشِہٖ، لاہور